سندھ کے
صوفیائے نقشبند
ڈاکٹر صاحبزادہ ابوالخیر محمد زبیر
حصہ اوّل
ضیاء القرآن پبلی کیشنز
لاہور۔ کراچی ○ پاکستان

ڈاکٹر صاحبزادہ ابوالخیر محمد زبیر

ضیاء القرآن پبلی کیشنز
لاہور - کراچی - پاکستان

نام کتاب	سندھ کے صوفیائے نقشبند (اول)
مصنف	صاحبزادہ ڈاکٹر ابوالخیر محمد زبیر
تاریخ اشاعت	اپریل 2007ء
ناشر	ضیاء القرآن پبلی کیشنز، لاہور
تعداد	ایک ہزار
کمپیوٹر کوڈ	1Z 480
قیمت	-/450روپے کامل سیٹ

ملنے کے پتے

ضیاء القرآن پبلی کیشنز

داتا دربار روڈ، لاہور۔7221953 فیکس:۔042-7238010

9۔الکریم مارکیٹ، اردو بازار، لاہور۔7225085-7247350

14۔انفال سنٹر، اردو بازار، کراچی

فون:021-2212011-2630411۔ فیکس:۔021-2210212

e-mail:- sales@zia-ul-quran.com

zquran@brain.net.pk

Visit our website:- www.zia-ul-quran.com

ابتدائیہ

۱۹۷۹ء میں سندھ یونیورسٹی سے مجھے ایم فل کرنے کے لیے " سندھ کے صوفیائے نقشبند " کا موضوع دیا گیا۔ اس پر میں نے ایک مقالہ لکھا لیکن موضوع اتنا اہم اور وسیع تھا کہ اس پر طویل مقالہ اور اس سے زیادہ وسیع تحقیق کی ضرورت تھی چنانچہ میری درخواست پر مجھے اسی موضوع پر پی ایچ ڈی کرنے کی اجازت دے دی گئی چنانچہ میں نے تقریباً دس سال کی محنت شاقہ کے بعد اپنی تحقیق ایک مقالہ کی شکل میں یونیورسٹی کو پیش کی جس پر الحمدللہ سندھ یونیورسٹی سے مجھے پی ایچ ڈی کی ڈگری ۱۹۹۳ء میں دی گئی۔ اس مقالہ کی افادیت اور اہمیت کے پیش نظر بعض دوست احباب نے اس کو طبع کرا کے منظر عام پر لانے کی خواہش کا اظہار کیا اور اس کے لیے مالی تعاون بھی فرمایا جس میں حاجی منصور الٰہی صاحب، حاجی تنویر الٰہی صاحب، حاجی عبدالمنان صاحب وغیرہ شامل ہیں الحمد للہ ان حضرات کے تعاون سے یہ عظیم سرمایہ اب آپ کے ہاتھوں تک پہنچ رہا ہے۔ اللہ تعالیٰ ان سب حضرات کو دارین میں اس کی جزائے خیر عطا فرمائے جنہوں نے اس مقالہ کو کتابی شکل میں قارئین تک پہنچانے پر جس طرح کی بھی مدد فرمائی ہے۔

بعض صوفیائے کرام کے حالات جو مقالہ میں شامل نہیں ہو سکے تھے لیکن بعد میں دستیاب ہو گئے تو ان کو بھی اس کتاب میں شامل کر دیا ہے تاکہ اس کی افادیت میں مزید اضافہ ہو جائے۔

اللہ تعالیٰ اس کوشش کو مجھ جیسے گنہگار کی بخشش اور مغفرت کا ذریعہ بنا دے۔ آمین

ابوالخیر محمد زبیر

آزاد میدان ہیر آباد، حیدر آباد

"اهداء"

☆ حضرت مولانا عبدالرحمن جامی رحمۃ اللہ علیہ نے جن کی عظمت و شان کو بیان کرتے ہوئے فرمایا تھا۔

سکہ در یثرب و بطحا زدند	نوبت ثانش بہ بخارا زدند
از خط آں سکہ نشد بہرہ مند	جز دل بے نقش شہ نقشبند

(نسمات القدس، مخدوم ہاشمی کشمی)

اول او آخر ہر منتہی	ز آخر او دست تمنا تہی

☆ حضرت خواجہ باقی باللہ رحمۃ اللہ علیہ نے جن کے علو مرتبت کو ان الفاظ میں آشکارا کرتے ہوئے فرمایا تھا۔

ابوالوقت دو عالم قطب ارشاد
بہاؤ الدین کہ دیں شد از وے آباد	(کلیات باقی ص ۲۲۳)

☆ حضرت امام ربانی مجدد الف ثانی شیخ احمد سرہندی رحمۃ اللہ علیہ نے جن کے مقام قرب خداوندی کو ان الفاظ میں ظاہر کرتے ہوئے فرمایا تھا۔

"مقام صدیقیت جو مقام شہادت سے بھی بلند اور اعلیٰ ہے
آپ اس مقام صدیقیت کی انتہا تک پہنچے ان تمام
درجات کمال و تکمیل کو حاصل کرنے کے ساتھ ساتھ
معیت "ذاتیہ" سے بھی سرفراز ہوئے"۔

(حضرات القدس دفتر اول ص ۱۲۵)

یعنی سلسلہ عالیہ نقشبندیہ کے بانی، روئے زمین پر پھیلے ہوئے تمام نقشبندی اولیا کے سرتاج اور پیشوا بالخصوص سر زمین سندھ میں رشد و ہدایت کے ان چمکتے ہوئے ستاروں اور اس خطہ کو انوار الہٰی سے جگمگانے والے تمام "صوفیائے نقشبندیہ"

کے مقتداء اور رہنما امام العارفین شمس الواصلین حضرت خواجہ محمد بہاؤ الدین ۔ نقشبند رضی اللہ تعالی عنہ کی بارگاہ میں انکا یہ ادنیٰ اور کمترین غلام یہ حقیر نذرانہ لیے حاضر ہے۔ اور امید واثق رکھتا ہے کہ

☆ ان کے سامنے روئے زمین ایک ناخن کے مانند ہے۔ (روئے زمین درنظر ما چو روئے ناخن است ۔ نسمات ص ۵۸) اور ان کا لقب " شاہ نقشبند " اسی لیے ہے کہ وہ جس دل پر نگاہ ڈال دیتے ہیں وہاں نقوش ماسویٰ اللہ کو مٹا کر اللہ کا ایک نقش جماد دیتے ہیں ان کی نگاہ کرم اس دور افتادہ پر بھی ہو گئی تو اس کے دل کی دنیا بھی سنور جائے گی۔

☆ حضرت خواجہ عبدالخالق غجدوانی رحمتہ اللہ علیہ نے آپ کی ولادت سے برسوں پہلے آپ کی پیشنگوئی کرتے ہوئے ارشاد فرمایا تھا کہ " آپ کی بارگاہ خداوندی میں بڑی عزت ہے آپ کی برکت سے نازل شدہ بلائیں دور ہو جایا کریں گی"۔ ایسے "خواجہ بلاگرداں " اور " خواجہ مشکل کشا " کے لقب سے معروف اللہ کے اس محبوب و مقبول بندہ کی اس طرف بھی نگاہ لطف ہو گئی تو دنیا و آخرت میں ہر قسم کی آفات اور مصیبتوں سے نجات مل جائے گی۔

☆ جنھوں نے اپنے غلاموں اور معتقدین سے فرمایا تھا کہ جب تمہیں کوئی مشکل پیش آئے تو ہمیں یاد کر لینا ۔ چنانچہ طوفان میں پھنسے ہوئے کشتی میں سوار آپ کے ایک غلام نے جب آپ کو یاد کیا تو اس کی مشکل اسی وقت آسان ہو گئی اور وہ کشتی بحفاظت ساحل تک پہنچ گئی (نسمات ص ۶۳) یقیناً ایسا مرشد باوفا آلام روزگار اور گناہوں کے بھنور میں پھنسے ہوئے اس عاصی و خطار کار کی کشتی کو بھی بھنور سے نکال کر ساحل مراد سے ضرور ہم کنار کرے گا۔

☆ جن کی بارگاہ الٰہی میں محبوبیت کا یہ عالم ہو کہ غیب سے یہ مژدۂ جانفزا جن کو سنایا گیا ہو کہ " ہرچہ گوئی ہم چناں باشد " (نسمات ص ۵۸) کہ جو تم کہو گے وہ ہی ہو گا ایسے محبوب الٰہی کے لبوں کی جنبش سے انشاء اللہ ہم عاصیوں کی بھی ہر بگڑی بنتی چلی جائے گی اور دین و دنیا کی ہر مشکل آسان ہو جائے گی۔

☆ جن کو کمال اتباع مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی بدولت مظہر کمالاتِ مصطفےٰ ہونے کا وہ اعلیٰ مقام نصیب ہوا کہ جب آپ نے اپنے اصحاب کے ساتھ اپنے نبی کی سنت پر عمل کرتے ہوئے تندور میں روٹیاں لگائیں تو سب کی لگائی ہوئی روٹیاں پک کر تیار ہو گئیں لیکن آپ کی لگائی ہوئی روٹی جیسے لگائی تھی ویسے ہی رہی اس پر آگ کا کوئی اثر نہیں ہوا۔ (نسمات ص ۴۶) تو جن کے ہاتھ روٹی کو لگ جائیں تو آگ اس روٹی کو نہ چھوئے تو ہم جیسے گنہگاروں نے اس سلسلہ نقشبندیہ میں بیعت ہو کر بالواسطہ ان کے ہاتھوں میں جب ہاتھ دے دیا ہے تو انشاء اللہ دوزخ کی آگ ہمیں بھی نہیں چھوئے گی۔

☆ مخدوم محمد ہاشم کشمی فرماتے ہیں کہ ایک کامل بزرگ نے دیکھا کہ قیامت قائم ہے اولین و آخرین جمع ہیں کافروں کو دوزخ میں ڈالنے کا حکم دیا جا چکا ہے۔ اسی اثناء میں ایک گنہگار مسلمان کو دوزخ کے فرشتے گھسیٹ کر دوزخ کی طرف لے جا رہے ہیں وہ چیخ و پکار اور آہ و بکا کر رہا ہے لیکن چونکہ اس کی نیکیاں کم ہیں اور گناہ زیادہ ہیں اس لیے اس کو دوزخ میں اپنے گناہوں کی سزا بھگتنے کے لیے لے جایا جا رہا ہے کہ اسی آہ و زاری کی حالت میں اس نے اپنے رب سے کہا کہ ایک دن میں نے تیرے پیارے خواجہ بہاؤالدین نقشبند کو پانچ پیسے نذر کیے تھے اس کے صدقہ مجھے معاف کر دے۔ اللہ تعالیٰ کی رحمت جوش میں آئی اور اس کو اسی وقت معاف فرما کے دوزخ سے آزاد کر دیا اس وقت میدان حشر میں حضرت خواجہ کی شان محبوبیت دیکھنے والے کہہ رہے تھے کہ کاش ہم بھی دنیا میں حضرت خواجہ کے سلسلہ سے منسلک ہوتے تو آج ہماری بھی مشکلیں آسان ہو جاتیں ۔۔۔ (نسمات ص ۶۴) جب ان کی خدمت میں پانچ پیسے نذر کرنے والے کی بخشش ہو گئی تو مجھے یقین ہے کہ ان کے پیاروں کے حالات لکھ کر جو یہ گلدستہ ان کی خدمت میں پیش کر رہا ہوں اس کے صدقہ انشاء اللہ کل قیامت کے دن میری اور میرے متعلقین اور محبین کی تمام مشکلیں ضرور آسان ہوں گی اور اللہ تعالیٰ نگاہ رحمت فرماتے ہوئے ہمارے گناہوں سے درگزر فرما کر ہمیں بھی دوزخ سے آزاد فرما دے گا۔

فہرست

مقدمہ

نَحْمَدُهٗ وَنُصَلِّیْ عَلٰی رَسُوْلِهِ الْكَرِيْم
بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْم

موضوع کی اہمیت :۔ تحقیقی مقالہ برائے پی ایچ ڈی کے لئے مجھے جو موضوع دیا گیا وہ ہے "سندھ کے صوفیائے نقشبند" یہ موضوع کئی وجوہات کی بنا پر انتہائی اہمیت اور افادیت کا حامل ہے۔

(۱) قرآن حکیم میں ارشاد رب العزت ہے کہ وَاتَّبِعْ سَبِيْلَ مَنْ اَنَابَ اِلَیَّ کہ: ان لوگوں کی راہ چلو جو میری طرف رجوع لائے۔ اس آیۂ مبارکہ میں اولیائے کرام اور صوفیائے عظام کے اتباع اور ان کی پیروی کا حکم دیا جا رہا ہے اس حکم کی تعمیل اسی وقت ہو سکتی ہے جب ان محبوبان الہیٰ کے حالات اور واقعات اور ان کی سیرت کے مختلف پہلو تحریری شکل میں ہمارے سامنے موجود ہوں تاکہ ان کو پڑھ کر اور سن کر ان کے اتباع کی کوشش کی جائے اور ان کے نقش قدم پر چل کر انسان اللہ کا محبوب اور پیارا بن جائے۔

(۲) ارشاد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہے عِنْدَ ذِكْرِ الصَّالِحِيْنَ تَنَزَّلُ الرَّحْمَةُ کہ: صالحین یعنی خدا کے نیک بندوں کے ذکر کے وقت خدا کی

رحمتیں نازل ہوتی ہیں ۔ معلوم ہوا کہ اللہ کے مقبول ولیوں کا ذکر نزول رحمت خداوندی کا سبب ہے ۔ لہٰذا ان کے تذکرے اور حالات لکھنا ، پڑھنا ، سننا سنانا یہ سب لائق ثواب باعث مغفرت اور موجب نزول رحمت ہے ۔

(۳) وہ اللہ کے پیارے اور محبوب بندے جنہوں نے اپنے اپنے زمانوں میں عصبیتوں اور نفرتوں کے جہنم زار معاشرہ کو اپنے پیارے اور حسین اخلاق اور تعلیمات سے چمن زار بنا دیا تھا ان کے محبت بھرے اخلاق ، تعلیمات اور حالات کو پڑھ کر اور سن کر اور اس پر عمل کر کے آج بھی اس جہنم زار معاشرہ کو چمن زار بنایا جاسکتا ہے ۔

(۴) ان کاملوں کے حالات پڑھ کر طلباء کو پڑھنے کا اساتذہ کو پڑھانے کا والدین کو تربیت کا فرمانرواؤں کو حکمرانی کا سالکوں کو سلوک کا عارفوں کو وصل و معرفت کا طریقہ اور ڈھنگ آجاتا ہے ۔

(۵) ایسے فضلائے وقت کے عملی کارناموں ، ان کی تحریروں اور تقریروں کے منظر عام پر آنے سے علم و حکمت اور تاریخ و ادب کو فروغ ملتا ہے ۔

وجہ انتخاب موضوع :۔ پی ایچ ڈی کے تحقیقی مقالہ کے لئے اس موضوع کو منتخب کرنے کی کئی وجوہات ہیں ۔

(۱) سندھ کی سرزمین کو اللہ تعالیٰ نے اولیاء ، علماء اور شعراء کی صورت میں بیش بہا جواہر پاروں سے نوازا ہے ۔ اگر میں یہ کہوں تو بیجا نہ ہوگا کہ دنیائے علم و عرفان میں شہرت پانے والے رازی و غزالی سعدی و جامی اور جنید و شبلی جیسے علم و عرفان کے نجوم تاباں اس خاک میں بھی جگمگا رہے ہیں ۔ لیکن افسوس ایک جہاں ان کی عظمتوں اور ان کے کارناموں سے آج تک ناواقف ہے لہٰذا اس تحقیق سے ایک طرف تو علم و حکمت کے ان کواکب درخشاں کی روشنیوں

سے سارے جہاں کو منور کرنا مقصود ہے اور دوسری طرف یہ باور کرانا بھی پیش نظر ہے کہ شام و عراق اور سمرقند و بخارا ہی نہیں بلکہ یہ سرزمین سندھ بھی ان علم و حکمت کے آفتابوں سے ضیاء بار ہے۔

(۲) سندھ میں اسلام کی روشنی اور دینی تعلیمات کی کرنیں جو پھیلی ہیں وہ کسی فاتح جرنیل کا نہیں بلکہ دلوں کو فتح کرنے والے انہی بوریہ نشیں صوفیاء کا صدقہ ہے، بالخصوص نقشبندی صوفیائے کرام کا اس میں بہت بڑا کردار ہے لہٰذا ان دلوں کے حکمرانوں کے حالات اور مساعی جمیلہ کو قلمبند نہ کرنا سندھ کی تاریخ بالخصوص اسلامی تاریخ کیساتھ بہت بڑا ظلم عظیم ہوگا۔

(۳) سندھ کی تہذیب و ثقافت ان کے رسم و رواج اور طرز و بودوباش پر بھی ان صوفیائے کرام کی تعلیمات نے بڑے گہرے نقوش چھوڑے ہیں جو آج تک سندھ کے باسیوں میں رچے اور بسے ہوئے ہیں۔ لہٰذا ان بزرگوں کے تذکرہ کے بغیر سندھ کی تہذیب و ثقافت کو اجاگر کرنے کا تصور بھی نہیں کیا جاسکتا۔

(۴) سندھ میں علوم عربیہ اسلامیہ کی ترویج و اشاعت اور تعلیم و اخلاق کے فروغ میں بھی ان صوفیائے کرام کا بڑا دخل رہا ہے۔ لہٰذا ان حضرات کے تذکرے سندھ کی علمی و ادبی تاریخ کی عظمتوں اور شوکتوں کے اظہار کا ایک ذریعہ ہیں۔

(۵) سندھ کی معاشی، معاشرتی، اخلاقی اور سیاسی اقدار کی اصلاح اور اس کے عروج و ارتقاء میں بھی انہی صوفیائے کرام کی مخلصانہ کوششوں کا بڑا ہاتھ ہے۔ اس اہم نکتہ کی وضاحت کے لئے ان کے حالات کو قلمبند کرنا اور اس کا مطالعہ از حد ضروری ہے۔

(۶) ان تمام اہمیتوں اور ضرورتوں کے باعث اس امر کی شدت سے ضرورت محسوس کی جارہی تھی کہ ان اولیائے کرام بالخصوص صوفیائے نقشبند کے

حالات کسی ایک کتاب میں جمع کئے جائیں اور اس کے ساتھ ساتھ ان کے علمی دینی ادبی معاشرتی اور سیاسی خدمات کو بھی اجاگر کیا جائے ۔ لہٰذا میں نے اپنے رب کے فضل اور اس کے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی عنایت پر بھروسہ کرتے ہوئے اس اہم کام کا بیڑا اٹھایا اور حتیٰ المقدور اس کو پورا کرنے کی کوشش کی ۔

اجزائے مقالہ :۔ یہ تحقیقی مقالہ " سندھ کے صوفیائے نقشبند " مندرجہ ذیل اجزاء پر مشتمل ہے ۔

۱۔ **پیش لفظ :۔** مقالہ کے اس حصہ میں مندرجہ ذیل موضوعات پر اختصار اور جامعیت کیساتھ بحث کی گئی ہے ۔

(الف) اہمیت تصوف (قرآن و حدیث کی روشنی)

(ب) تعریف تصوف (صوفیاء کرام کی تصنیفات کی روشنی میں)

(ج) تاریخ تصوف (اس کے آغاز اور ارتقاء کی تفصیل)

(د) سلاسل طریقت (نقشبندی قادری چشتی سہروردی سلاسل کا ذکر)

(ر) سلسلہ نقشبندیہ (سلسلہ نقشبندیہ کی تاریخ)

(س) نقشبندیہ کی فضلیت (اس سلسلہ کی دیگر سلاسل پر چار وجوہ سے فضیلت)

(ص) سندھ میں نقشبندیت (سندھ میں سلسلہ نقشبندیہ کی اشاعت کی تاریخ)

(ط) اظہار تشکر (اس مقالہ کی تدوین میں جن اہم شخصیات کا مجھے تعاون رہا ان کا شکریہ)

۲۔ **حالات صوفیائے نقشبند :۔** اس حصہ میں اصل مقالہ شروع ہوتا ہے جس میں سندھ کے نقشبندی صوفیائے کرام کے حالات تحریر کئے گئیے ہیں ۔ جس میں ان کے نام ، لقب ، کنیت ، قوم ، ذات ، ولادت ، شجرہ نسب ، بیعت و خلافت ، شجرہ طریقت ، تعلیم و تربیت ان کے دینی اور دنیوی مشاغل و مصروفیات ان کی

صورت و سیرت ان کے عادات و فضائل ان کی کرامات ان کے اساتذہ اور ہم عصر اور مربیوں کے احوال ان کی تصنیفات ، ان کی نثر و نظم کے نمونے ان کی علمی ، دینی تبلیغی اور سیاسی خدمات ان کی وفات اور مزار وغیرہ کے متعلق جہاں تک تفصیلات دستیاب ہوسکیں وہ حاصل کر کے درج کی گئی ہیں ۔

ان صوفیائے کرام کی ترتیب سندھ کے مختلف علاقوں کے اعتبار سے رکھی گئی ہے چنانچہ اس مقالہ میں مندرجہ ذیل علاقوں کے صوفیائے نقشبند کا ذکر کیا گیا ہے ۔

(الف) ٹھٹہ
(ب) دادو
(ج) بدین
(د) تھرپارکر
(ر) کراچی
(س) حیدرآباد
(ص) نواب شاہ
(ط) شکارپور
(ع) خیرپور
(ف) سکھر
(ق) لاڑکانہ

اس مقالہ میں ایسے نام نہاد صوفیوں کے حالات درج کرنے سے احتراز کیا گیا ہے جو نام کے صوفی ہیں حقیقتِ تصوف سے انکا کوئی تعلق نہیں نہ صوفیائے کرام جیسے عقیدے ہیں ان کے نہ ان جیسے اعمال ہیں ان کے ۔

۳۔ فہرست :۔ مقالہ کے اس حصہ میں چار قسم کی فہرستیں دی گئی ہیں ۔

(الف) پیش لفظ کے موضوعات کی فہرست ۔

(ب) مقالہ میں شامل نقشہ جات کی فہرست
(ج) مختلف علاقوں اور اضلاع کی فہرست
(د) ہر ہر ضلع اور شہر سے تعلق رکھنے والے صوفیائے کرام کی علیحدہ علیحدہ فہرستیں۔

۴۔ ماخذو مراجع :۔ مقالہ کی تدوین اور ترتیب میں جن کتب، رسائل اور جرائد سے مدد لی گئی ہے اس حصہ میں ابجد کے حساب سے عربی، فارسی، اردو اور سندھی اور انگلش کی کتب اور رسائل کی فہرست دی گئی ہے اور ساتھ ہر کتاب کے مصنف اس کے مطبع اور سن طباعت کا ذکر بھی کیا گیا ہے۔

انداز تحقیق :۔ اس تحقیقی مقالہ کی تدوین اور ترتیب میں سب سے پہلے تو انہی صوفیائے کرام کی اپنے تصنیفات اور تالیفات سے مدد لی گئی ہے۔ اس کے علاوہ ان کے حالات عربی، فارسی، اردو، سندھی اور انگریزی کی جن مطبوعہ یا غیر مطبوعہ قلمی کتابوں میں دستیاب ہو سکے وہاں سے اخذ کر کے تحریر کئے گئے ہیں۔ موضوع سے متعلق مختلف کتب و رسائل کے حصول میں کراچی اور حیدرآباد کی تقریبا تمام ہی مشہور و معروف لائبریریوں اور کتب خانوں سے استفادہ کیا گیا۔ اسی اثناء میں ایک تربیتی کورس کے لئے جب جامعہ ازھر (قاہرہ مصر) جانا ہوا تو وہاں کی مشہور و معروف لائبریری سے بھی بھرپور استفادہ کا موقعہ یسر آیا۔

اس کے علاوہ سندھ کے جن نقشبندی اور قادری خانقاہوں کے علمی اور قلمی نادر و نایاب ذخیروں سے استفادہ کی مجھے سعادت حاصل ہوئی اسکی ایک ہلکی سی جھلک پیش خدمت ہے۔

(۱) پیر ابراہیم جان سرہندی سجادہ نشین آستانہ عالیہ سرہندیہ سامارو ضلع

تھرپارکر نے اپنے قدیم کتب خانہ سے بعض صوفیائے سرہند کے حالات میں کتب عنایت فرمائیں اور جن سرہندی مجددی بزرگوں کے حالات کسی کتاب میں درج نہ تھے وہ ازراہ عنایت خود اپنی قلم سے تحریر فرما کے اس فقیر کو عنایت فرمائے۔

(۲) پیر جو گوٹھ خیرپور میں جامع راشدیہ کے اندر ایک قدیم کتب خانہ موجود ہے۔ وہاں کے مہتمم و شیخ الحدیث مفتی عبدالرحیم صاحب سکندری نے راقم الحروف سے خصوصی تعلق اور انسیت کے باعث اس قدیم کتب خانہ میں موجود پیران پاگارا کے علمی نادر و نایاب قلمی مخطوطات سے مستفیض ہونے کا بھرپور موقعہ فراہم فرمایا۔

(۳) ملیر کے نواحی علاقہ سرہندی گوٹھ میں ایک نقشبندی خانقاہ ہے۔ سجادہ نشین پیر غلام مرتضیٰ جان ایک برگزیدہ شخصیت ہونے کے علاوہ تقسیم ہند کے وقت مسلم لیگ کے سرگرم عہدیدار اور قائد اعظم کے رفیق کار تھے ان سے ان کے اپنے اور ان کے خاندانی بزرگوں کے نادر احوال دستیاب ہوئے جس میں حضرت ضیاء احمد مجددی کے حالات خاص طور پر قابل ذکر ہیں۔

(۴) ٹھٹہ کی قدیم شاہجہاں مسجد کے خطیب اور سندھ کے روحانی بزرگ مولانا عبداللطیف سے بھی زبانی ان کے چشم دید واقعات کے علاوہ ان کے نایاب قلمی کتابوں کے ذخیرہ سے بھی استفادہ کیا۔

(۵) ملیر کے قریب گوٹھ صاحبداد میں ایک عظیم علمی اور روحانی شخصیت پیر عبداللہ مکرانی نعیمی تھے جن کا چند سال قبل وصال ہو گیا ان کو قلمی کتابیں جمع کرنے کا بہت شوق تھا جس کے باعث ان کے پاس قلمی کتابوں کا ایک نادر ذخیرہ موجود ہے اس ذخیرہ سے بیاض واحدی، بیاض مخدوم فضل اللہ پاٹائی، رسائل مخدوم محمد ہاشم ٹھٹوی، حیات الصائمین اور تذکرہ مخادیم کھڑہ جیسی نایاب

کتابوں سے استفادہ کا موقعہ ملا۔

(۶) سلسلہ نقشبندیہ کے ایک عظیم مرکز مٹیاری کے سجادہ نشین پیر غلام رسول جان سرہندی (جنکا حال ہی میں وصال ہوگیا ہے) نے اپنی تصنیف کردہ ایک غیر مطبوعہ کتاب "تحفہ الطالبین" مجھ کو عنایت فرمائی جس سے خاندان سرہندیہ کے صوفیاء کے حالات حاصل کرنے میں بڑی مدد ملی۔ اس کے علاوہ انکے صاحبزادے جناب پیر غلام مجدد اور انکے برادران نے بھی خصوصی تعاون فرمایا۔

(۷) سندھ یونیورسٹی کی ایک نامور علمی شخصیت جناب ڈاکٹر غلام مصطفی خان صاحب نے بھی بہت سی زبانی معلومات کے علاوہ اس موضوع پر اپنا ایک مختصر سا انگریزی میں تحریر شدہ مقالہ بھی عنایت فرمایا۔

(۹) سندھ میں نقشبندیت کے مرکز لواری شریف اور قاضی احمد کے سجادہ نشین حضرت خواجہ پیر فیض احمد صاحب نے بھی اس فقیر کو اپنے آبائی حالات سے آگاہ فرمایا اور اپنے قدیمی کتب خانہ سے بعض نادر نسخے عطا فرمائے۔

(۱۰) میرے اس مقالہ کے گائڈ ڈاکٹر ابوالفتح محمد صغیر الدین صاحب نے بھی قدم قدم پر میری رہنمائی فرمائی اور اپنی ذاتی لائبریری سے مجھے تذکرہ مشاہیر سندھ، گلزار ابرار، سیر العارفین اور ایک نقشبندی بزرگ مولانا ابوالحسن ڈاھری پر لکھا ہوا اپنا ایک تحقیقی مقالہ بھی عنایت فرمایا۔

(۱۱) سندھ ٹیکسٹ بک بورڈ کے سابق سیکریٹری جناب محمد اسحاق ابڑو صاحب نے بھی اس موضوع سے متعلق اپنا ایک قلمی مقالہ بعنوان "ٹنڈو محمد خان کے سرہندی بزرگ" مجھے عطا فرمایا

(۱۲) سندھی ادبی بورڈ کے نایاب مخطوطات کے ذخیرہ سے بھی میر علی شیر قانع کی تاریخی تصنیف طومار سلاسل اور دیگر قلمی کتب کو پڑھنے اور مطالعہ کرنیے کا موقعہ ملا۔

(۱۳) خواجہ اللہ بخش اور خواجہ عبدالغفار کے نام سے منسوب " غفاری " خانقاہ کے سجادہ نشین اور ان کے خلفاء نے بھی اس خاندان کے متعلق وافر مقدار میں تحریری مواد مجھ کو فراہم کیا۔

(۱۴) میرے والد بزرگوار اور سندھ کی عظیم علمی اور روحانی شخصیت حضرت شاہ مفتی محمد محمود الوری جن کا مزار مبارک راجپوتانہ ہسپتال کے قریب واقع ہے۔ تصوف سے ان کی والہانہ وابستگی کے باعث ان کی ذاتی لائبریری میں تصوف پر مطبوعہ اور غیر مطبوعہ کتابوں کا ایک نادر و نایاب ذخیرہ موجود ہے، مطبوعہ کتابوں کے علاوہ اس کتاب خانہ کی جن نایاب قلمی مخطوطات سے استفادہ میں نے کیا ان میں سے چند مخطوطات کے نام پیش خدمت ہیں۔

(الف) فردوس العارفین

(ب) مرغوب الاحباب

(ج) فتح الفضل

(د) جواہر البدائع

(ر) لطیفہ التحقیق

(س) ملفوظات مخدوم محمد زمان

(۱۵) افغانستان کی ایک عظیم علمی اور روحانی شخصیت حضرت خواجہ ضیائے معصوم رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کے احفاد امجاد حضرت قبلہ پیر نور احمد مجددی حضرت قبلہ پیر فضل الرحمٰن مجددی حضرت قبلہ پیر عبداللہ آغا مجددی حضرت قبلہ پیر فضل ربی مجددی نے ازراہ عنایت اپنے آباؤاجداد کے حالات سے راقم الحروف کو سرفراز فرمایا۔

(۱۶) سندھ کی ایک اور قدیم نقشبندی مجددی " خانقاہ ٹنڈوسائینداد " کے موجودہ سجادہ نشین حضرت قبلہ پیر عبدالحمید جان سرہندی اور حضرت قبلہ پیر عبدالوحید

جان سرھندی نے خصوصی کرم فرماتے ہوئے اپنے انتہائی مخلص مرید جناب غلام اکبر جتوئی صاحب کے ذریعہ انیس المریدین اور نساب الانجاب جیسی قیمتی اور نادر کتب عنایت فرمائیں۔

(۱۷) عالم اسلام کے نامور محقق اور اسکالر جناب ڈاکٹر پروفیسر محمد مسعود احمد صاحب نے بھی خصوصی قلمی تعاون فرمایا۔

(۱۸) مفتی کراچی حضرت علامہ مفتی مظفر احمد صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے صاحبزادے جناب قاری ظفر احمد صاحب اور خطیب پاکستان علامہ محمد شفیع اوکاڑوی رحمۃ اللہ علیہ کے صاحبزادے جناب مولانا کوکب نورانی صاحب نے بھی بعض حالات اور ان سے متعلق بعض کتب کی فراہمی میں راقم الحروف کے ساتھ بہت تعاون فرمایا۔

(۱۹) خیارپں شریف کے موجودہ سجادہ نشین کے بڑے صاحبزادے جناب پیر ولی اللہ صاحب نے بھی اپنے سلسلہ کے بزرگوں کے حالات کی فراہمی میں راقم الحروف کی بڑی مدد فرمائی۔

(۲۰) جناب محمد اشرف منصور صاحب نے دادو کے نقشبندی اولیاء کے حالات کے سلسلہ میں اپنی تصانیف ارسال فرما کر بڑا تعاون فرمایا۔

(۲۱) جناب مولانا غلام مصطفےٰ قاسمی صاحب اور پروفیسر علی نواز جتوئی صاحب اور ڈاکٹر مدد علی قادری اور پروفیسر سعید احمد صاحب نے بھی اپنے قیمتی مشوروں سے راقم الحروف کو نوازا۔

(۲۲) یہ تو وہ لوگ تھے جنہوں نے اس مقالہ کی تدوین و ترتیب میں میرے ساتھ علمی اور قلمی مدد فرمائی جبکہ حاجی منصور الٰہی صاحب، حاجی تنویر الٰہی صاحب ، حاجی عبدالمنان صاحب ، ڈاکٹر محمد اسماعیل صاحب یہ وہ حضرات ہیں کہ جنہوں نے مالی اور معاشی تعاون کر کے اس عظیم مقالہ کی طباعت اور اشاعت کا اہتمام کیا

۔ اور اس علمی تحقیقی کام سے مخلوق خدا کو مستفیض ہونے کا موقعہ فراہم کیا۔

میں ان تمام حضرات کا دل کی گہرائیوں سی ممنون و شکر گزار ہوں اور رب کائنات کی بارگاہ میں دست بدعا ہوں کہ اللہ تعالی راقم الحروف کی اس حقیر کوشش کو اپنی اور اپنے محبوب اولیاء کی بارگاہ میں شرف قبولیت سے سرفراز فرمائے اور اس کو مجھ جیسے گہنگار کے لئے بخشش کا ذریعہ بنا دے۔ اور جن حضرات نے اس مقالہ میں جس طرح سے بھی میرے ساتھ تعاون فرمایا ہے ان کو بھی اس کی دارین میں بہترین جزاء عطا فرمائے۔

اور ان کی ترقی دارین کا اس کو سبب بنادے۔ بالخصوص حاجی مہر الہیٰ صاحب (مرحوم) اور حاجی محبوب الہیٰ صاحب (مرحوم) کی بخشش و مغفرت فرماکر ان کو جنت الفردوس میں اعلیٰ مقام عطا فرمائے۔ آمین بجاہ سید المرسلین صلی اللہ علیہ وآلہ و اصحابہ اجمعین۔

ابوالخیر محمد زبیر غفرلہٗ

پیش لفظ

انسانوں کو اللہ تعالی نے دو چیزیں عطاء فرمائیں ایک جسم اور دوسرے روح جس طرح جسم کی تربیت صحت اور اس کی نشوونما کے لئے مختلف غذائیں دوائیں تخلیق فرمائیں اسی طرح روح کے لئے بھی اس کی مناسبت سے اس کی ترقی اور عروج کے لئے اسباب کی تخلیق فرمائی اور اس کا قرآن پاک میں اسطرح ذکر فرمایا۔

وَ نَفْسٍ وَّ مَا سَوّٰھَا فَاَلْھَمَھَا فُجُوْرَھَا وَ تَقْوٰىھَا قَدْ اَفْلَحَ مَنْ زَكّٰھَا وَ قَدْ خَابَ مَنْ دَسّٰھَا ○

انسان کی اس روحانی تربیت کی اہمیت کو اجاگر کرنے کے لئے رب العزت اس آیۂ مقدسہ میں نفس " کی قسم کھا رہا ہے۔ اور پھر اس نفس اور روح " کی کامیابی و ناکامی بالفاظ دیگر اس کے حسن و قبح اور اس کے صحت و بیماری کو بیان کرتے ہوئے فرماتا ہے کہ جس نے اس نفس کو پاک کر لیا وہ کامیاب ہو گیا اور جس نے اس کو معصیت سے آلودہ کر لیا وہ ناکام ہو گیا۔

اسی نفس و روح اور قلب کی اصلاح کا نام تصوف ہے۔ تصوف کی اصطلاح میں اسی کو تزکیہ نفس کہا جاتا ہے۔

اہمیت تصوف:۔ تصوف یعنی تزکیہ نفس اور اصلاح قلب کی اہمیت کا اس آیۃ سے بھی اندازہ ہوتا ہے۔ جس میں حضور سرور دو جہاں صلی اللہ علیہ وسلم کی اس عالم کون و مکان میں بعثت کا ایک مقصد اس ہی تزکیہ کو قرار دیتے ہوئے فرمایا گیا کہ هُوَ الَّذِىْ بَعَثَ فِى الْاُمِّيّٖنَ رَسُوْلًا مِّنْهُمْ يَتْلُوْا عَلَيْهِمْ اٰيٰتِهٖ وَيُزَكِّيْهِمْ وَ يُعَلِّمُهُمُ الْكِتٰبَ وَ الْحِكْمَةَ۔ یعنی اللہ وہ ہی ہے جس نے ان

محمد بن قصاب کے نزدیک تصوف ان اخلاق کریمہ کا نام ہے جو بہترین زمانہ میں بہتر شخص سے بہتر قوم کیے ساتھ ظاہر ہوں۔ اَلتَّصَوُّفُ اَخْلَاقٌ كَرِيْمَةٌ ظَهَرَتْ فِي زَمَانٍ كَرِيْمٍ مِنْ رَجُلٍ كَرِيْمٍ کتانی فرماتے ہیں کہ تصوف خلق ہی کا تو نام ہے۔ جو شخص تجھ سے اخلاق حسنہ میں بڑھ گیا وہ تجھ سے صفائی قلب میں بھی بڑھ گیا۔ اَلتَّصَوُّفُ خُلُقٌ فَمَنْ زَادَ عَلَيْكَ فِي الْخُلُقِ فَقَدْ زَادَ عَلَيْكَ فِي الصَّفَا۔ شیخ الاسلام زکریا انصاری۔ تصوف کی تعریف، خلاصہ، مقصد، غرض و غایت اور اس کے موضوع پر چند جامع الفاظ میں روشنی ڈالتے ہوئے فرماتے ہیں کہ۔ اَلتَّصَوُّفُ هُوَ عِلْمٌ تُعْرَفُ بِهٖ اَحْوَالُ تَزْكِيَةِ النُّفُوْسِ وَ تَصْفِيَةِ الْاَخْلَاقِ وَ تَعْمِيْرُ الظَّاهِرِ وَ الْبَاطِنِ لِنَيْلِ السَّعَادَةِ الْاَبَدِيَّةِ وَ مَوْضُوْعُهٗ التَّزْكِيَةُ وَ التَّصْفِيَةُ وَالتَّعْمِيْرُ وَ غَايَتُهٗ نَيْلُ السَّعَادَةِ الْاَبَدِيَّةِ یعنی تصوف وہ علم ہے جس سے تزکیہ نفس، تصفیہ اخلاق، تعمیر ظاہر و باطن کے احوال کا علم ہوتا ہے تاکہ سعادت ابدی حاصل کی جائے اس کا موضوع بھی تزکیہ و تصفیہ اخلاق و تعمیر ظاہر و باطن ہے اور اس کی غایت اور مقصد سعادت ابدی کا حاصل کرنا ہے۔ مقامات ارشادیہ میں تصوف کی جامع تعریف یوں نقل کی گئی ہے۔

"دل کو ماسوا اللہ کی محبت سے پاک کر کے ظاہر کو مامورات شرعیہ پر عمل، اور منہیات کے اجتناب سے آراستہ کر کے اتباع مصطفے صلی اللہ علیہ وسلم میں مواظبت پیدا کرلینے کا نام تصوف ہے۔

اس کے علاوہ اور بہت سے صوفیاء کرام نے اپنے اپنے مرتبے مقام اور کیفیت کے مطابق تصوف کی تعریفیں کی ہیں۔ ابو منصور عبدالقاہر بغدادی نے تو ایک پوری کتاب تصنیف کی ہے جس میں تصوف اور صوفی" کے معنی اور تعریفوں پر مختلف صوفیائے کرام کے ایک ہزار اقوال حروف تہجی کی ترتیب سے

تعریف تصوف:۔ تصوف کے معنی اور ماحصل وہ ہی ہے جو ہم نے اوپر بیان کیا یعنی تزکیہ نفس بعض اکابرین امت کی بیان کردہ چند تصوف کی تعریفیں یہاں نقل کی جاتی ہیں۔ جس سے اس کے معنی کی مزید وضاحت ہوجائیگی۔ حضرت امام قشیری (۴۰۶ھ تا ۴۶۵ھ) اپنی مشہور کتاب رسالہ قشیریہ میں تصوف کو صفائی باطن تصفیہ اخلاق تعمیر ظاہر و باطن قرار دیتے ہوئے فرماتے ہیں۔

"اَلصَّفَا مَحْمُوْدٌ بِکُلِّ لِسَانٍ وَ ضِدُّہٗ الْکُدُوْرَۃُ وَھُوَ مَذْمُوْمٌ"

امام غزالی "المنقذ من الضلال میں فرماتے ہیں۔

ثُمَّ اِنِّیْ فَرَغْتُ مِنْ ھٰذَا الْعُلُوْمِ اَقْبَلْتُ بِہِمَّتِیْ عَلٰی طَرِیْقِ الصُّوْفِیَّۃِ وَ عَلِمْتُ اَنَّ طَرِیْقَتَھُمْ اِنَّمَاتَتِمُّ بِعِلْمٍ وَ عَمَلٍ وَ کَانَ حَاصِلُ عِلْمِھِمْ قَطْعُ عَقَبَاتِ النَّفْسِ وَالتَّنَزُّہَ مِنْ اَخْلَاقِھَا الْمَذْمُوْمَۃِ وَ صِفَا تِھَا الْخَبِیْثَۃِ حَتّٰی یَتَوَسَّلُ بِھَا اِلٰی تَخْلِیَۃِ الْقَلْبِ عَنْ غَیْرِ اللّٰہِ تَعَالٰی وَ تَحْلِیَتِہٖ بِذِکْرِ اللّٰہِ تَعَالٰی۔

فرماتے ہیں کہ جب میں ان علوم سے فارغ ہو کر صوفیہ کے طریقہ کی طرف متوجہ ہوا تو مجھے معلوم ہوا کہ ان کا طریقہ علم و عمل سے تکمیل کو پہنچتا ہے۔ ان کے علم کا حاصل نفس کی گھاٹیوں کو قطع کرنا، اخلاق ذمیمہ اور صفات خبیثہ سے پاک اور منزہ ہونا ہے تاکہ اس کے ذریعہ قلب کو غیر اللہ سے خالی کر کے ذکر الٰہی سے آراستہ کر لیا جائے۔

ابو علی قزوینی:۔ تصوف کی تعریف "پسندیدہ اخلاق سے کرتے ہوئے فرماتے ہیں۔

اَلتَّصَوُّفُ ھُوَ الْاَخْلَاقُ الرَّضِیَّۃُ"

ابو محمد جریری بھی تصوف کی اسی تعریف کو مزید وضاحت کے ساتھ یوں بیان کرتے ہیں کہ اَلتَّصَوُّفُ اَلدُّخُوْلُ فِیْ کُلِّ خُلُقٍ سَنِیٍّ وَالْخُرُوْجُ مِنْ کُلِّ خُلُقٍ دَنِیٍّ
یعنی تصوف ہر اچھی عادت کو اپنانے اور ہر بری عادت سے نکل جانے کا نام ہے

پڑھ لوگوں میں ایک رسول انہی میں سے بھیجا جو ان کو آیتیں پڑھ کر سناتا ہے ان. کا تزکیہ کرتا ہے اور ان کو کتاب و حکمت کی تعلیم دیتا ہے۔

اب سوال یہ ہے کہ آخر تزکیہ نفس اور اصلاح قلب کو اسقدر اسلام میں اہمیت کیوں دیجارہی ہے۔ کہ انسان کی کامیابی کا معیار بھی اسی کو قرار دیا جارہا ہے، بعثت انبیاء کا مقصد بھی یہی قرار دیا جارہا ہے؟ اس کے لئے پورا ایک علم " تصوف " کے نام سے تشکیل دیا جارہا ہے؟ تو اس کا جواب ہمیں حضور سرور دو جہاں کی اس حدیث سے مل جاتا ہے آپ کا ارشاد ہے کہ " جسم میں ایک ایسا گوشت کا ٹکڑا ہے کہ اگر وہ درست ہو جائے تو سارا جسم درست ہو جائے۔ اور اگر وہ خراب ہوجائے تو سارا جسم خراب ہو جائے۔ اور وہ " قلب " ہے " اور یہ حقیقت ہے کہ اگر انسان کے دل میں برائی ہو تو اس کے اعضاء سے برائیوں کا اور اگر اچھائی ہو تو اچھائیوں کا ظہور ہوگا۔ اور جب اس کی تمام زندگی حسن اور رعنائیوں کا پیکر بن جائے گی تو نہ صرف یہ کہ ایک بہترین معاشرہ تشکیل پا سکے گا بلکہ وہ خود بھی خدا کا مقرب بنتا چلا جائیگا اور دین و دنیا میں فائزالمرام ہوجائیگا۔ یہی وجہ ہے کہ امام اعظم ابوحنیفہ امام مالک، امام شافعی، امام رازی، امام غزالی جیسے بڑے بڑے نامور علماء اور فقہاء سب کچھ پڑھنے کے بعد کسی کامل ولی کے دامن سے وابستہ ہوتے ہیں اور ان کی زیر تربیت منازل سلوک طے کر کے " تصوف " اور طریقت کے اعلی مقام پر فائز ہوتے ہیں۔ حضرت امام ابوحنیفہ نے تو ان دو سالوں کو جس میں آپ نے حضرت امام جعفر صادق کی صحبت اختیار کی، اپنا حاصل زندگی قرار دیتے ہوئے فرمایا۔ لَوْلَا السَّنَتَانِ لَهَلَكَ النُّعْمَانُ بہرحال اسلام میں اسی وجہ سے قلب کی صفائی اور پاکیزگی اور تزکیہ نفس کی طرف زیادہ زور دیا جاتا ہے۔ اور اسی وجہ سے تصوف کا مرکز و محور بھی اسی تزکیہ نفس کو قرار دیا جاتا ہے۔

ذکر کئے ہیں۔

تاریخ تصوف:۔ مذکورہ بالا معنی اور تعریف کے لحاظ سے تصوف دین کی روح اور اسلام کی جان ہے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم معلم اخلاق بنکر آئے اور اعلان فرمادیا کہ **بُعِثْتُ لِاُتَمِّمَ مَکَارِمَ الْاَخْلَاقِ** یعنی مجھے تمہارے اخلاق حسنہ کی تکمیل کے لئے بھیجا گیا ہے۔ اور آپ نے صحابہ کی اس طرح تربیت فرمائی کہ ایک ایک صحابی کو اخلاق حسنہ کا مثالی نمونہ بنا دیا اس لحاظ سے تمام صحابہ بھی صوفی تھے اور ان کے بعد آنے والے تابعین اور تبع تابعین بھی صوفی تھے لیکن چونکہ صحبت رسول سے بڑھ کر کوئی فضیلت اور وصف نہیں ہوسکتا تھا اسلئے حضور کی صحبت پانے والے کو اسی وصف صحبت کے باعث صحابی کے لفظ سے اور ان کے بعد آنے والوں کو تابعی اور تبع تابعی کے الفاظ سے یاد کیا جاتا رہا حالانکہ ان میں بہترین مفسر بھی تھے، محدث بھی تھے، فقیہہ اور مفتی بھی تھے، حافظ و قاری بھی تھے لیکن ان تمام اوصاف میں جو سب سے بہتر اور اعلی وصف تھا وہ ان کے لئے وجہ شہرت بنا دوسری صدی ہجری میں علمائے حق مختلف ناموں سے یاد کئے جانے لگے جس نے حدیث میں کمال پیدا کیا وہ محدث، جس نے تفسیر میں کمال پیدا کیا وہ مفسر اور جس نے دل کی صفائی قلب کی جلاء میں کمال پیدا کیا وہ صوفی کے لقب سے پہچانے جانے لگا۔ چنانچہ نفحات الانس میں عارف جامی کے ارشاد کے مطابق " ابوھاشم " وہ پہلے باکمال بزرگ گزرے ہیں جن کو پہلی مرتبہ صوفی کے نام سے یاد کیا گیا۔

اسی ۲۰۰ھ میں علم تصوف اور طریقت کی تدوین ہوئی اور کمالات باطن حاصل کرنے کے لئے کتاب وسنت کی روشنی میں قواعد و ضوابط مرتب کئے گئے۔ چنانچہ حضرت ذوالنون مصری (م ۲۴۵ھ) وہ پہلے صوفی ہیں جنہوں نے سب سے پہلے مصر میں ترتیب احوال و مقامات اہل ولایت میں کلام فرمایا۔ انہی کے

شاگردوں میں حضرت ابوسعید خراز بغدادی (م ۲۰۹ھ) پہلے بزرگ ہیں جنہوں نے فناء و بقاء میں کلام فرمایا۔ بغداد شریف میں حضرت ابوحمزہ محمد بن ابراہیم بغدادی وہ پہلے صوفی تھے جنہوں نے مذاہب صوفیہ کو پہلی بار متعارف کرایا۔

سلاسل طریقت:۔ قلب کو جلاء اور پاکیزگی بخشنے اور خدا کا قرب حاصل کرنے کے لئے ریاضات و مجاہدات کے مختلف طریقے صوفیائے کرام نے وضع فرمائے جو مختلف ناموں سے مشہور ہوئے، یوں تو یہ بہت سے طریقے ہیں۔ لیکن جن طریقوں نے عرب و عجم میں شہرت دوام پائی اور جن کے ذریعہ بے شمار مخلوق خدا کو رہبری اور ہدایت ملی وہ چار سلسلے اور طریقے ہیں۔ ایک سلسلہ نقشبندیہ جو حضرت خواجہ محمد بہاؤالدین نقشبند رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی طرف منسوب ہے۔ دوسرا سلسلہ قادریہ ہے جو اولیاء کے سرتاج حضرت غوث اعظم محبوب سبحانی شیخ عبدالقادر جیلانی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی طرف منسوب ہے۔ تیسرا سلسلہ چشتیہ ہے جو حضرت خواجہ معین الدین چشتی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی طرف منسوب ہے۔ جنہوں نے حضور سرور کائنات کی غیبی ہدایات کے بموجب ہندوستان میں قدم رنجہ فرمایا اور اس ظلمت کدہ کو نور ایمان اور نور عرفان سے منور کردیا۔ چوتھا سلسلہ سہروردیہ ہے جو حضرت خواجہ شیخ شہاب الدین سہروردی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی طرف منسوب ہے۔ انہوں نے اسرار شریعت و طریقت میں عوارف المعارف کے نام سے ایک بے نظیر کتاب تصنیف فرمائی ہے۔ جو تصوف میں اپنی مثال آپ ہے۔

سلسلہ نقشبندیہ:۔ حضرت خواجہ نقشبند رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے جب طالبان حق کو پہاڑوں اور غاروں میں بڑی بڑی ریاضتیں کرتے دیکھا تو اللہ تعالیٰ کی جناب میں دعا کی کہ اے اللہ امت کے قویٰ ضعیف ہوگئے ہیں۔ اب ان میں زیادہ

سختیاں جھیلنے کی ہمت نہیں ہے لہٰذا اپنے فضل سے مجھے ایسا طریقہ عنایت فرما جو آسان ہو اور تجھ تک جلد پہنچانے والا ہو، پندرہ روز تک آپ سجدہ میں گریہ و زاری کرتے رہے صرف نماز باجماعت اور حوائج ضروریہ کے لئے حجرہ سے باہر تشریف لاتے تھے، پندرھویں روز حضرت خواجہ کو اللہ تعالیٰ کی طرف سے الہام ہوا " اے محمد بہاؤ الدین ہم تجھ کو وہ طریقہ عنایت کرتے ہیں جو ہمارے محبوب کے صحابہ کا طریقہ ہے یعنی وقوف قلبی اور اتباع سنت نبوی صلی اللہ علیہ وسلم (۲) آپ نے سجدہ سے سر اٹھا کر اللہ کا شکر ادا کیا اور اس طریقہ کو رائج کیا یہاں تک کہ اللہ تعالیٰ نے اس سلسلہ کو وہ ترقی عطاء فرمائی کہ روم۔ شام۔ عرب اور بخارا، ترکستان، کابل، چین اور ہندوستان تک یہ سلسلہ پھیلتا چلا گیا اور کروڑوں لوگ اس سے مستفیض ہوئے۔ اسی سلسلہ میں حضرت امام ربانی مجدد الف ثانی شیخ احمد سرہندی جیسی ہستیاں گزری ہیں جنہوں نے ہندوستان میں ایک فکری انقلاب برپا کیا اور بڑے بڑے شہنشاہوں کی اصلاح فرمائی۔

فضیلت سلسلہ نقشبندیہ:۔ سلسلۂ نقشبندیہ کو صوفیاء کرام نے دوسرے سلاسل طریقت پر کئی وجوہ سے فضیلت دی ہے۔

اول:۔ پہلی وجہ تو یہ ہے کہ اس سلسلہ میں ذکر قلبی ہے جس میں جذب ربانی ہے۔ جبکہ ذکر ربانی میں سلوک ہے (۴)

یعنی جذب اور سلوک دو علیحدہ علیحدہ چیزیں ہیں سلوک میں بندہ ذکر اذکار اور ریاضات کے ذریعہ خدا تک پہنچنے کی کوشش کرتا ہے جبکہ جذب میں جو کہ ذکر قلبی کے ذریعہ پیدا ہوتا ہے۔ خدا خود اس کو اپنی طرف کھینچ لیتا ہے۔ اس کی مثال ایسی ہے جیسے ایک انسان پیدل سفر کرے اور دوسرے کو کار یا جہاز خود لیجائے۔ تو جس طرح دوسری صورت میں آسانی ہے اسی طرح ذکر قلبی میں بھی آسانی اور جلدی ہے۔

اور اسی ذکر قلبی کی اہمیت کو حدیث پاک میں بھی بیان کیا گیا جیسا کہ پچھلے اوراق میں گزرا۔ مولانا جامی رحمۃ اللہ علیہ سلسلہ نقشبندیہ کی اسی وجہ فضیلت کی طرف اپنے ان اشعار میں اشارہ فرماتے ہیں۔

نقشبندیہ عجب قافلہ سالار اند
که برنداز رہ پنہاں بحرم قافلہ را
از دل سالک رہ جاذبہ صحبت شان
می برد وسوسہ خلوت و فکر چلہ را

یعنی حضرات نقشبندیہ عجب قافلہ کے سالار ہیں کہ اپنے طلبہ کو بڑے پوشیدہ طریقہ سے حرم تک لیجاتے ہیں ان کی صحبت کی کشش سالک کے قلب سے خلوت کے خیال اور چلہ وغیرہ کی فکر کو مٹادیتی ہے۔

اسی ذکر قلبی کی اہمیت اور فضیلت پر قرآن پاک کی یہ آیت بھی شاہد ہے۔
اُدْعُوا رَبَّكُمْ تَضَرُّعًا وَّ خُفْيَةً یعنی اپنے رب کو آہستہ دلوں میں پکارو، حدیث میں آتا ہے کہ ذکر خفی (یعنی ذکر قلبی) زبانی ذکر سے ستر درجہ زیادہ افضل ہے۔
(۴) کیوں نہ ہو یہی وہ ذکر ہے جو "ریا" سے پاک ہے اور اس میں ریا کا شائبہ تک نہیں۔

دوم:۔ اس سلسلہ کی افضلیت کی دوسری وجہ یہ ہے کہ اس سلسلہ میں اتباع مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم پر سب سے زیادہ زور دیا جاتا ہے۔ اور اس میں ترقی اور کمال کا تمام تر انحصار زیادہ سے زیادہ اتباع سنت پر ہے (۵) اور قرآن پاک کے ارشاد کے مطابق محبوبیت کے مقام پر فائز ہونے کا یہی ایک طریقہ ہے۔
قُلْ اِنْ كُنْتُمْ تُحِبُّوْنَ اللّٰهَ فَاتَّبِعُوْنِيْ يُحْبِبْكُمُ اللّٰهُ

سوئم:۔ سلسلۂ نقشبندیہ کے اقرب طرق ہونے کی ایک وجہ یہ بھی ہے کہ اس سلسلہ میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم تک پہنچنے کا وسیلہ حضرت ابوبکر صدیق

رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی ذات گرامی ہے جو انبیاء کے بعد تمام مخلوقات میں سب سے افضل ہیں ۔ ظاہر ہے وسیلہ جسقدر قوی ہوگا راستہ اتنی ہی جلدی اور آسانی سے طے ہوگا لہذا حضرت ابوبکر صدیق جیسا حضور کا لاڈلا و افضل اور پیارا محبوب صحابی جس سلسلہ میں وسیلہ ہوگا اس میں کیوں نہ راہ وصول آسان اور قریب تر ہوگی ۔

چہارم :۔ حضرت امام ربانی مجدد الف ثانی شیخ احمد سرہندی سلسلہ نقشبندیہ کی فضیلت بیان کرتے ہوئے اپنے مکتوبات میں تحریر فرماتے ہیں کہ

> مشائخ نقشبندیہ کے نزدیک یہ حضور ذاتی اور دائمی ہے ۔ اور ان اکابر کے نزدیک زائل ہوجانے یا غیبت سے بدل جانے والے حضور کا کچھ اعتبار نہیں ۔ پس ان بزرگوں کا کمال تمام کمالات سے بڑھ کر ہے ان کی نسبت تمام نسبتوں سے بالاتر ہے ۔ (۵)

ایک اور مکتوب میں ارشاد فرماتے ہیں کہ

> طریقہ عالیہ نقشبندیہ کے مشائخ کرام نے دوسرے سلاسل کے مشائخ کرام کے برخلاف اس سیر باطنی کی ابتداء عالم امر سے اختیار کی ہے اور عالم خلق کو بھی اسی سیر کے ضمن میں طے کرلیتے ہیں اسی واسطہ یہ سلسلہ تمام طریقوں سے اقرب ہے اور دوسروں کی نہایت اسکی ابتداء میں مندرجہ ہے (۶)

---

(۱) معیار السلوک ، محمد ہدایت علی جیپوری ۔ مطبوعہ ایجوکیشنل پریس ص ۵۴

(۲) معیار السلوک ، محمد ہدایت علی جیپوری ۔ ص ۵۶

(۳) تفسیر خازن زیر آیت ادعو اللہ ربکم

(۴) مقامات ارشادیہ ، محمد عنایت اللہ خاں رامپوری ص ۱۴۴

(۵) مکتوب نمبر ۲۱ دفتر اول

(۶) مکتوب نمبر ۵۸ دفتر اول

سندھ میں سلسلہ نقشبندیہ کی اشاعت:۔ سندھ کی تاریخ میں ابتداءً سلسلہ عالیہ قادریہ اور سہروردیہ کے صوفیاء ملتے ہیں۔ سندھ میں سلسلہ عالیہ نقشبندیہ کی ابتداء کب سے ہوئی؟ اس کے متعلق بعض سند کے مورخین مثلاً جناب اعجاز الحق قدوسی مصنف صوفیائے سندھ نے تکملہ مقالات الشعراء کی بعض عبارات سے نتیجہ نکالتے ہوئے یہ رائے قائم کی ہے کہ حضرت مخدوم آدم ٹھٹوی رحمۃ اللہ علیہ سندھ میں سب سے پہلے نقشبندی بزرگ ہیں اور ان سے سندھ میں نقشبندی سلسلہ کی ابتداء ہوئی، لیکن ڈاکٹر غلام مصطفی خان صاحب کی ایک تحقیق یہ ہے کہ حضرت مخدوم بلال تلٹھی (۹۲۹ھ یا ۹۳۱ھ) کو بھی سلسلہ عالیہ نقشبندیہ کی اجازت چند واسطوں سے حضرت خواجہ بہاء الدین نقشبند سے حاصل تھی۔ اگر ان کی یہ تحقیق درست ہے تو اس لحاظ سے سندھ کے سب سے پہلے نقشبندی بزرگ حضرت مخدوم بلال تلٹھی ہوئے۔

اور یہ بھی بات تحقیق شدہ ہے کہ سہون ہی کے دو بزرگ شیخ موسیٰ سہوانی اور شیخ اسحاق براہ راست حضرت امام ربانی کے تربیت یافتہ اور ان کے خلفاء میں سے ہیں۔ جب کہ مخدوم آدم ٹھٹوی حضرت امام ربانی کے صاحبزادے حضرت خواجہ محمد معصوم کے خلفیہ ہیں اس لحاظ سے بھی مخدوم آدم پہلے نقشبندی بزرگ نہیں ہوئے بلکہ ان سے پہلے سندھ کے نقشبندی بزرگ حضرت شیخ موسیٰ اور حضرت شیخ اسحاق ہوئے۔

ہاں البتہ اس میں کوئی شک نہیں کہ حضرت مخدوم آدم اور ان کے مخدوم ابوالقاسم اور ابوالمساکین شیخ محمد جیسے خلفاء سے سلسلہ نقشبندیہ کو سندھ بھر میں بڑا فروغ حاصل ہوا۔ اور ان کے زمانہ میں سلسلہ خوب مشہور اور مروج ہوگیا۔

اس کے علاوہ حضرت امام ربانی مجدد الف ثانی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی اولاد امجاد میں سے خواجہ عبدالرحمٰن مجددی وہ پہلے بزرگ ہیں جو افغانستان سے

ہجرت فرما کے سندھ تشریف لائے آپ اور آپ کی اولاد امجاد اور آپ کے خلفاء نے اس خطہ کو نقشبندی فیضان سے خوب روشن و مستنیز کیا۔

اسی طرح لواری شریف کے اولیاء اور ان کے خلفاء کے نقشبندی فیوضات و برکات سے نہ صرف یہ خطہ بلکہ دور دراز تک کے علاقے فیضیاب ہوئے۔

اظہار تشکر

اس مقالہ کی ترتیب کے سلسلہ میں جن شخصیات کا مجھے تعاون حاصل رہا اس میں سرفہرست محترم جناب ڈاکٹر ابوالفتح صغیرالدین صاحب کی ذات گرامی ہے۔ اس کے علاوہ مولانا غلام مصطفےٰ قاسمی صاحب، پیر ابراہیم جان صاحب پیر احمد علی صاحب، مفتی عبدالرحیم صاحب (پیر جوگوٹھ) محمد اشرف منصور صاحب ڈاکٹر غلام مصطفےٰ خان صاحب پروفیسر علی نواز جتوئی صاحب پیر عبداللہ مکرانی (ملیر) پیر غلام رسول سرہندی (مٹیاری) پروفیسر محمد اسحاق ابڑو صاحب میاں فیض محمد صاحب سجادہ نشین لواری شریف و قاضی احمد نے بھی اس فقیر کے ساتھ بھرپور تعاون فرمایا جس پر میں ان سب حضرات کا صمیم قلب سے ممنون ہو۔ میں آخیر میں ہمہ تن سپاس بنکر اپنے والد گرامی حضرت قبلہ مفتی محمد محمود الوری رحمہ اللہ علیہ کی مغفرت اور بلندی درجات کے لئے بارگاہ رب العزت میں دست بدعا ہوں جن کی تربیت اور رہنمائی نے مجھے اس لائق بنایا کہ آج میں یہ تحقیقی مقالہ تحریر کر کے پیش کر رہا ہوں

ابوالخیر محمد زبیر

حالات مصنف

— از —

پروفیسر حافظ سید مقصود علی صاحب۔ پرنسپل گورنمنٹ کالج خیرپور۔

" سندھ کے صوفیائے نقشبند " اس عظیم اور تاریخی کتاب کے مصنف اور اس بہترین مقالہ کے مقالہ نگار علامہ صاحبزادہ ڈاکٹر ابوالخیر محمد زبیر چونکہ خود ایک جید عالم بھی ہیں اور علوم قدیمہ وجدیدہ پر مہارت تامہ رکھنے کے ساتھ ساتھ ظاہری و باطنی علوم سے بھی آراستہ ہیں، اور طریقت کے کئی سلاسل میں صاحب مجاز ہیں بالخصوص اس مقالہ کے موضوع کی مناسبت سے سلسلۂ عالیہ نقشبندیہ میں رشد وہدایت اور بیعت وارشاد کا فیض جاری رکھے ہوئے ہیں خود آپ کے اور آپ کے آباؤ اجداد کے ہزارہا مریدین متوسلین اور تلامذہ نہ صرف پاکستان میں بلکہ آزاد کشمیر ہندوستان اور یورپ کے کئی ممالک میں پھیلے ہوئے سلسلہ نقشبندیہ کے فروغ کا باعث بن رہے ہیں۔ ملکی اور غیر ملکی سطح پر علمی دینی تحقیقی تبلیغی روحانی سیاسی الغرض ہر میدان میں آپ کی گراں قدر خدمات ہیں، اس لئے اس بات کی اشد ضرورت محسوس کرتا ہوں کہ اس مقالہ اور اس کتاب کی ابتداء میں صاحبزادہ صاحب کی زندگی کے چند اوراق کو بھی شامل کیا جائے بلکہ میری نظر میں اس مقالہ کا یہ بھی ایک " جزءاعظم " ہے جس کے بغیر یہ مقالہ ادھورا اور نامکمل ہے۔ لہذا صاحبزادہ کے حالات جو دستیاب ہوسکے وہ پیش کئے جاتے ہیں۔

نام :۔ آپ کا اسم گرامی محمد زبیر ہے، آپ کی کنیت "ابوالخیر" ہے جو آپ کے نانا مفتی اعظم مفتی محمد مظہراللہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے آپ کو عطاء فرمائی تھی ۔ گھر کے بڑوں اور بزرگوں ہیں ننھے میاں کے نام سے اور باہر صاحبزادہ زبیر کے نام سے مشہور و معروف ہیں ۔

خاندان :۔ آپ کا خاندان کئی واسطوں سے صحابی رسول اور میزبان مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم حضرت ابو ایوب انصاری رضی اللہ تعالیٰ عنہ تک پہنچتا ہے اس لئے "انصاری" کہلواتے ہیں۔

والد گرامی :۔ آپ کے والد گرامی حضرت شاہ مفتی محمد محمود الوری رحمۃ اللہ علیہ ہیں ۔ جو ملک کے نامور عالم دین ، پاکستان کے مفتی اعظم سندھ کی عظیم دینی درسگاہ رکن الاسلام جامعہ مجددیہ کے مہتمم اور شیخ الحدیث تھے کتاب الصیام کتاب الحج کتاب الزکواۃ جیسی کئی بلند پایہ تحقیقی کتابوں کے مصنف اور بڑے باکمال روحانی بزرگ تھے ۔ آپ کا مزار مبارک حیدرآباد میں راجپوتانہ ہسپتال کے قریب جامشورو روڈ پر مرجع خلائق ہے ۔ آپ کی علمی دینی اور روحانی خدمات کا ایک جہاں معترف ہے ۔ چونکہ آپ اکثر سلسلہ عالیہ نقشبندیہ میں بیعت فرمایا کرتے تھے اسلئے اس مناسبت سے آپ کے کچھ حالات اس مقالہ میں بھی شامل کئے گئے ہیں آپ کے تفصیلی حالات کے لئے صاحبزادہ صاحب کی تصیف بزم جاناں کا مطالعہ کیا جائے ۔

دادا :۔ آپ کے دادا پاک وہند کے عظیم روحانی بزرگ حضرت خواجہ شاہ محمد رکن الدین الوری رحمۃ اللہ علیہ ہیں جو مشہور زمانہ کتاب رسالہ رکن دین کے علاوہ توضیح العقاد اربعین مولود محمود جیسی بہت سی تحقیقی کتابوں کے مصنف ہیں ۔ آپ کو سلسلہ عالیہ نقشبندیہ قادریہ چشتیہ تینوں میں اجازت و خلافت حاصل تھی لیکن غلبہ سلسلہ عالیہ نقشبندیہ کو حاصل تھا ۔ آپ نے الور جیسے کفرستان میں جس

طرح تبلیغ اسلام فرمائی اس کے لئے یہ بات زبان زد عام تھی کہ

آپ سے ہند و نظر اپنی چرا لیتے تھے   یہ سمجھ کر کہ ملی آنکھ مسلمان ہوئے
نور ایمان سے دل ہو گئے روشن   آکے کافر جو کبھی آپکے مہمان ہوئے

حقیقت یہ ہے کہ آپ نے سینکڑوں کافروں کو ایک نظر سے جام توحید پلا کے حضور کا غلام بنادیا۔

کیوں نہ ہو دنیائے نقشبندیت کے پیشواء اور امام حضرت امام ربانی مجدد الف ثانی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی آپ پر خاص نگاہ کرم تھی یہی وجہ ہے کہ حضرت امام ربانی کے مزار شریف کی تعمیر نو کا جب وقت آیا تو اس کے سنگ بنیاد رکھنے کے لئے الور سے آپ ہی کو بلایا گیا اور آپ ہی کے دست اقدس سے اس کا سنگ بنیاد رکھا گیا اور آپ ہی کی زیر نگرانی اس کا تمام تعمیراتی کام پایہ تکمیل کو پہنچا۔ اسی لئے آپ کے وصال پر اس وقت کے شاہ کابل کے پیرو مرشد حضرت ملا شور بازار رحمۃ اللہ علیہ آپ کی تعزیت کے لئے اسپیشل ٹرین کے ذریعہ کابل سے الور تشریف لائے اور اپنے تعزیتی خطاب میں فرمایا" کہ آج حضرت مجدد الف ثانی کی ایک بہت ہی محبوب معنوی اولاد سے ہم محروم ہو گئے ہیں " آپ بڑے صاحب کشف و کرامت بزرگ تھے آپ کے بے شمار مریدین دنیا کے مختلف خطوں میں پھیلے ہوئے ہیں۔آپ کی بے شمار کرامات مشہور ہیں جنمیں سے ایک زندہ کرامت آپ کا مزار مبارک ہے جہاں آج بھی الور جیسے کفرستاں میں صبح و شام قرآن کی صدائیں بلند ہو رہی ہیں اور سینکڑوں مسلمان بچے قرآن کی تعلیم سے اپنے سینے روشن کر رہے ہیں۔آپ کے ایک مرید حکیم محمود احمد صاحب نے خوب کہا۔

انقلاب زمانہ کے ہاتھوں   ہائے الور کی یہ زبوں حالی
مسجدوں اور خانقاہوں سے   شہر کا شہر ہو گیا خالی
کیا کرامت ہے میرے مرشد کی   ان کا قائم ہے مرقد عالی

آپ کے حالات میں صاحبزادہ صاحب نے "بزم جاناں" کے نام سے ایک کتاب لکھی ہے جس میں آپ کے حالات اور آپ کی دینی، ملی خدمات وغیرہ کو بڑے ادیبانہ اور دلکش انداز میں تحریر کیا ہے۔اس کتاب کو پڑھ کر سندھ کی ایک عظیم روحانی شخصیت اور خانوادہ مجددیہ کے چشم و چراغ حضرت پیر محمد ابراہیم جان سرہندی (سامارو۔ تھرپارکر) نے اپنے تاثرات لکھتے ہوئے فرمایا "کتاب پڑھنے سے معلوم ہوتا ہے کہ دادا واقعی ایک عظیم دادا تھے اور ان کا پوتا بھی ایک عظیم پوتا ہے"۔

(مکتوب پیر ابراہیم جان سرہندی بنام صاحبزادہ محمد زبیر از سامارو)

نانا:۔ آپ کے نانا مفتی اعظم ہند حضرت شاہ مفتی محمد مظہر اللہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ ہیں جو شاہی مسجد فتحپوری کے شاہی امام اور ہندوستان میں اہل سنت والجماعت کے مفتی اعظم تھے۔آپ کا علمی اور روحانی مقام اتنا بلند تھا کہ قائداعظم محمد علی جناح اور لیاقت علی خاں جیسی شخصیات بھی آپ کی بارگاہ میں حاضری کو اپنے لئے باعث افتخار سمجھتی تھیں۔ علم فقہ اور افتا میں آپ کو ایسی مسلمہ حیثیت حاصل تھی کہ مفتی کفایت اللہ جیسے دیگر مسالک کے مفتیان کرام بھی بعض مسائل میں آپ ہی کی طرف رجوع کیا کرتے تھے اور آپ کی رائے کو قول فیصل تسلیم کرتے تھے۔ آپ کا مزار مبارک آج بھی جامع مسجد فتحپوری کے صحن میں زیارت گاہ خاص و عام ہے۔

نانا بابا:۔ صاحبزادہ صاحب پر اللہ تعالیٰ کا یہ خصوصی لطف و کرم ہے کہ اس نے آپ کو ددھیال اور ننھیال دونوں بلند پایہ علمی اور روحانی گھرانے عطاء فرمائے۔ ایک روز نبدیال میں زمانۂ تعلیم کے دوران حضرت استاد العلماء علامہ عطاء محمد بندیالوی زید مجدہ نے صاحبزادہ صاحب سے دریافت فرمایا کہ کیا واقعی حضرت شاہ

محمد رکن الدین رحمۃ اللہ علیہ آپ کے دادا تھے انہوں نے عرض کیا جی ہاں - پھر فرمایا کہ کیا یہ بھی حقیقت ہے کہ حضرت مفتی محمد مظہر اللہ صاحب آپ کے نانا تھے انہوں نے عرض کیا جی ہاں یہ بھی بالکل صحیح ہے لیکن آپ اتنے تعجب سے کیوں دریافت فرما رہے ہیں ؟ آپ نے فرمایا ہماری دادی کے پاس " رکن دین " رسالہ ہوا کرتا تھا وہ اسی سے مسئلے نکالتی تھیں اور ہمیں بتاتی تھیں جس سے میرے ذہن میں یہ خیال آیا کہ حضرت شاہ رکن الدین کوئی بہت پرانے زمانہ کے جید متقدمین علماء میں سے ہونگے لیکن اب پتہ چلا کہ وہ تو آپ کے دادا ہیں اور قریبی دور کے باکمال بزرگ ہیں - اسی طرح ہم اپنے بڑوں سے بچپن میں سنا کرتے تھے کہ دارالسلطنت دھلی میں دو بڑے مفتی ہیں ایک دیوبندیوں کے ہیں اور ایک سنیوں کے ہیں - سنیوں کے مفتی محمد مظہر اللہ صاحب ہیں - اب معلوم ہوا کہ وہ بھی آپ کے نانا ہیں - پھر مسکرا کے فرمانے لگے کہ اسطرح تو آپ کا " تانا بانا دونوں ریشم کے ہوئے "

ولادت :- آپ کے والد حضرت شاہ مفتی محمد محمود الوری رحمۃ اللہ علیہ کے یہاں کوئی نرینہ اولاد نہیں تھی جو ہوئے بچپنہ میں ہی فوت ہو گئے - اس آستانہ سے وابستہ ہر محب مخلص کی یہ قلبی آرزو اور دلی دعا تھی کہ اللہ تعالیٰ ایک لڑکا عطا فرمائے تاکہ یہ آستانہ ہمیشہ شاد اور آباد رہے - انہی دعاؤں میں وقت کے ولی کامل عارف باللہ صاحبزادہ صاحب کے نانا مفتی اعظم حضرت شاہ محمد مظہر اللہ رحمۃ اللہ علیہ کی خصوصی دعا بھی شامل تھی جو بارگاہ الٰہی میں شرف قبولیت پا گئی اور ۱۸ رجب المرجب ۱۳۷۳ ھ بروز بدھ ہیرآباد حیدرآباد میں صاحبزادہ صاحب کی ولادت ہو گئی - چنانچہ جب آپ کے والد گرامی نے حضرت مفتی اعظم کو اس بچہ کا نام رکھنے کے لئے دھلی خط ارسال کیا تو آپ نے اس کے جواب میں تحریر فرمایا

" کس بچہ کے نام کی فرمائش ہے ؟ کیا میں اپنی دعاؤں میں کامیاب

ہو گیا ہوں ۔ میں بڑی بے چینی کے ساتھ اس کے جواب کے انتظار میں ہوں اگر میرا مقصود بر آگیا ہے تو اس کا نام تو محمد مقصود ہی مناسب معلوم ہوتا ہے اور آپ نے کوئی تجویز کر لیا ہو تو وہ بہتر ہے ۔"

(مکتوب شاہ مفتی محمد مظہر اللہ بنام شاہ مفتی محمد محمود الوری از دھلی موصولہ ۲۵ اپریل ۱۹۵۴ء)

عالم اسلام کے مشہور اسکالر اور ماہر رضویات اور صاحبزادہ صاحب کے ماموں پروفیسر ڈاکٹر محمد مسعود احمد صاحب نے اس سال (۱۹۹۵ء) کراچی میں اپنے مکان پر اپنے والد گرامی حضرت شاہ مفتی محمد مظہر اللہ رحمۃ اللہ علیہ کے عرس شریف کے موقع پر اپنے خطاب میں صاحبزادہ صاحب کے متعلق حضرت مفتی اعظم رحمۃ اللہ علیہ کے اسی گرامی نامہ کے حوالہ سے فرمایا۔

اب میں اپنے بعد ان کو تقریر کی دعوت دیتا ہوں جو صاحب عرس کے مقصود و محبوب ہیں اور یقیناً آپ کا عالمانہ اور محققانہ خطاب صاحب عرس کی زیادہ فرحت و خوشی کا باعث ہوگا"۔

محبوب و مراد مفتی اعظم :۔ حقیقت یہ ہے کہ حضرت مفتی اعظم کو اپنے اس نواسہ سے بڑا پیار تھا اور بیحد قلبی تعلق تھا چنانچہ اس کا اظہار ان الفاظ سے ہوتا ہے جو آپ نے اپنے ایک گرامی نامہ میں صاحبزادہ صاحب کے متعلق تحریر فرمائے

"ننھے میاں کے دیکھنے کو دل چاہتا ہے ۔ گو مخلوق کی طرف سے اب التفات قلب میں نہیں پاتا لیکن بایں ہمہ جب عزیز یاد آجاتا ہے تو اس کی ملاقات کی دل میں خواہش پاتا ہے"۔

(مکتوب شاہ مفتی محمد مظہر اللہ بنام شاہ مفتی محمد محمود الوری از دھلی)

اپنے ایک اور مکتوب میں اپنے روحانی مربی اور صاحبزادہ صاحب کے دادا حضرت خواجہ محمد رکن الدین الوری رحمۃ اللہ علیہ کی طرف اشارہ کرتے ہوئے

فرمایا۔

"ننھے میاں سلمھم آپ کو زیادہ ستاتے تو نہیں ۔ افسوس کہ اس وقت حضرت تشریف فرما نہیں کہ اس کی شرارت کو ملاحظہ فرما کر مسرور ہوتے ۔ مجھے تو اس کی باتیں سنکر بڑی مسرت ہوتی ہے"۔

(مکتوب مفتی شاہ محمد مظہر اللہ بنام شاہ محمد محمود از دھلی موحولہ ۱۸ دسمبر ۱۹۵۸ء)

صاحبزادہ صاحب نے جب اپنے بچپنہ میں حضرت مفتی اعظم کو خط تحریر کیا تو آپ نے اس پر اپنی بے پناہ مسرت اور فرحت کا اظہار کرتے ہوئے خوب دعاؤں سے نوازا اور تحریر فرمایا۔

"ربیع فوادی ، و منتھی مرادی ابوالخیر محمد زبیر سلمھم ۔ و علیکم السلام ورحمتہ اللہ و برکاتہ تمہارا نامہ محبت شمامہ موصول ہو کر کمال فرحت و انبساط کا سبب ہوا مولیٰ تعالیٰ اسی طرح تاحیات میرے لئے دعاؤں میں مصروف رکھے ۔ تمہاری ذات والا صفات میرے لئے وجہ حیات ہے ورنہ اب تک میری زندگی کی کوئی وجہ نہیں تھی تمہیں اندازہ ہوگا کہ صحیح ہوتا تو خدا جانے کیا کیا لکھتا اب اس کو اپنے خیال میں لاکر تسلی دیا کرو"۔

(مکتوب شاہ مفتی محمد مظہر اللہ جام صاحبزادہ محمد زبیر از دھلی)

ایک اور مکتوب میں ڈھیر ساری دعاؤں سے نوازتے ہوئے فرمایا۔

"مولیٰ تعالیٰ تمہیں ہمیشہ مسرور اور اپنے وعظ و نصائح میں کامیاب رکھے اور تم بھی معززین دنیا کو دینی افکار سے رلاؤ تمہاری مسرت نے اس غمگین پر بھی وہ اثر کیا کہ باید و شاید ۔ تمہاری مجالس میں خود گورنر حاضری دے اور تمہارے فیض سے مستفیض ہو کر راہ آخرت پکڑے"۔

(مکتوب شاہ مفتی محمد مظہر اللہ بنام صاحبزادہ محمد زبیر از دھلی مکتوبہ ۱۹۶۴ء)

نگاہ ولایت :۔ ہندوستان کے اس مفتی اعظم اور کشور معرفت کے اس تاجدار کی نگاہ ولایت دیکھ رہی تھی کہ یہ بچہ بڑے ہو کر علوم ظاہری میں بھی اپنے کمال کو پہنچے گا اسی لئے اپنے کتب خانہ کی نادر و نایاب کتابیں حضرت شاہ مفتی محمد محمود الوریؒ کو دینے کی وصیت کرتے ہوئے فرمایا

"اپنے حصہ کی کتابیں کوئی نہ چھوڑیں سب لے لیں، زبیر سلمہ مع الخیر کے کام آئیں گی "۔

(مکتوب شاہ مفتی محمد مظہر اللہ بنام شاہ مفتی محمد محمود الوری مکتوب ۱۹۶۶ء)

ایک اور مکتوب گرامی میں اپنے قلبی جذبات کو الفاظ کا جامہ پہناتے ہوئے تحریر فرمایا

" کتابوں کا حصہ تمہارے اور عزیز ابوالخیر کے کام نہ آیا تو میری روح کو صدمہ ہوگا۔"

(مکتوب شاہ مفتی محمد مظہر اللہ بنام شاہ مفتی محمد محمود الوری از دھلی)

اور یہی نگاہ ولایت جس نے اس بچہ کے علم ظاہری کی استعداد کو دیکھ لیا تھا اسی نگاہ نے اس بچہ کی پیشانی پر چمکتے ہوئے آثار سعادت اور اس کی باطنی استعداد کا مشاہدہ کرتے ہوئے اپنے ایک مکتوب گرامی میں یوں ارشاد فرمایا۔

حضرت ننھے شاہ کی خدمت میں میری طرف سے عرض کریں کہ مریدین اولاد کا درجہ رکھتے ہیں اور اولاد ہمیشہ ستاتی ہے اس پر اس کو نکالا نہیں جا سکتا سب پر پوری توجہ رکھیں اس میں آپ کے سلسلہ کی ترقی بھی مضمر ہے۔آپ کی " قوت باطنی " ایسی نہیں کہ تعلم اسمیں حارج ہو۔ مولیٰ تعالیٰ ان کو دینی اور دنیوی علوم کی اوج اعلیٰ پر پہنچائے "۔

(مکتوب شاہ مفتی محمد مظہر اللہ بنام شاہ مفتی محمد محمود الوری مکتوب ۳ اگست ۱۹۶۲ء)

چنانچہ جب آپ دھلی سے پاکستان تشریف لائے تو صاحبزادہ صاحب کی اسی

" باطنی قوت " کو دیکھتے ہوئے اس وقت جبکہ ان کی عمر تقریباً چھ سات سال کی ہو گئی انسے فرمایا " ہم آپ کو اجازت دیتے ہیں آپ مرید کیا کریں اور لوگوں کو فیض پہنچایا کریں "۔

اور ایک مکتوب گرامی میں جامع مسجد فتحپوری کے تاریخی جلسہ عید میلادالنبی صلی اللہ علیہ وسلم کا ذکر کرتے ہوئے صاحبزادہ صاحب کو تحریر فرمایا۔

> تمہارا خط کل دیکھ کر اتنی مسرت ہوئی جو قابل تحریر نہیں ۔ بڑا افسوس ہے کہ بارھویں شریف کے جلسہ میں تمہاری اور والد صاحب کی تقریر نہ ہو سکی اسی زمانہ میں تمہارے مزیدین اور سامعین کو بھی تمہارا گرویدہ ہونا تھا "۔

(مکتوب شاہ مفتی محمد مظہر اللہ بنام صاحبزادہ محمد زبیر مکتوبہ ۳۰ جولائی ۱۹۶۲ء)

تعلیم:۔ آپ نے قرآن پاک کچھ اپنی پھوپھی سے اور کچھ حافظ اللہ بخش صاحب سے پڑھا، عربی کی تعلیم کا آغاز اپنے والد گرامی سے کیا پھر درس نظامیہ کی کچھ کتابیں آپ سے پڑھیں اور کچھ کتابیں دارالعلوم رکن الاسلام جامعہ مجددیہ کے دیگر قابل مدرسین سے پڑھیں ۔ ساتھ ساتھ بورڈ آف انٹرمیڈیٹ اینڈ سیکنڈری ایجوکیشن حیدرآباد سے علوم شرقیہ اور مروجہ اسکول کالجز کے امتحانات بھی پاس کرتے رہے چنانچہ ۱۹۶۷ء میں مولوی عربی ۱۹۶۹ء میں مولوی عالم ۱۹۷۰ میں مولوی فاضل ۱۹۶۸ء میں میٹرک کے امتحانات پاس کئے اور ۱۹۷۱ء میں سندھ یونیورسٹی سے بی ۔ اے کی اور ۱۹۷۷ء میں ایم ۔ اے (اسلامک کلچر) کی ڈگری حاصل کی ۔ رکن الاسلام سے ہی دورہ حدیث کر کے ۱۱ جنوری ۱۹۶۹ء کو الشہادۃ العالمیہ فی العلوم العربیہ و الاسلامیہ حاصل کی ۔ پھر سندھ یونیورسٹی سے پی ایچ ڈی کیا اور سندھ کے صوفیائے نقشبند پر زیر نظر تحقیقی مقالہ لکھ کے ۱۹۹۳ء میں ڈاکٹریٹ کی ڈگری حاصل کی ۔

خصوصی تعلیم:۔ معقولات و منقولات کی چند خصوصی اور اہم کتابیں پڑھانے

کے لئے آپ کے والد گرامی نے مناظر اہل سنت حضرت علامہ مولانا محمد اشرف صاحب سیالوی کو خصوصی طور پر آپ کے لئے بلایا جنہوں نے حمداللہ میبذی وغیرہ جیسی چند اہم کتابیں آپ کو پڑھائیں اس کے بعد مولانا محمد اشرف صاحب سیال شریف چلے گئے لہذا کچھ مزید منتہی کتابیں پڑھنے کے لئے آپ بندیال شریف چلے گئے جہاں استاد العلماء علامہ عطاء محمد بندیالوی سے آپ نے مسلسل دو سال یعنی ۲۷ء ۷۳ء میں معقولات اور منقولات کی آخری کتابوں کے علاوہ خیالی میر زاہد غلام یحییٰ مسلم الثبوت جیسی ادق اور معرکہ آلاراء کتابیں جو عام طور سے درس نظامیہ میں کہیں نہیں پڑھائی جائیں وہ بھی بڑی محنت اور پوری لگن کے ساتھ بڑھیں اور اپنی ذکاوت، ذہانت اور محنت کے باعث اپنے استاد کی قلبی رضا حاصل کی جس کا اظہار حضرت استاذ العلماء نے اپنے ایک مکتوب گرامی کے ان الفاظ میں فرمایا۔

"بندہ کا معمول یہ ہے کہ جو طالب علم پڑھنے میں محنت کرے وہ پسندیدہ ہے اور اسکا عکس غیر محمود ہے۔ آپ نے پڑھنے میں کافی محنت کی ہے اس لئے میرا دل آپ پر خوش ہے"۔

(مکتوب علامہ عطاء محمد بندیالوی بنام صاحبزادہ محمد زبیر موصولہ ۲۱ ستمبر ۱۹۷۴ء)

اسی طرح حضرت استاد العلماء کی آپ پر خصوصی شفقت و محبت اور آپ سے خصوصی قلبی رضا کا اس وقت بھی اظہار ہوا جب ۱۰ نومبر ۱۹۹۴ء کو صاحبزادہ صاحب آپ کی مزاج پرسی کے لئے آپ کے دولت خانہ پر دھمن (پدھراڑ) حاضر ہوئے اور آپ سے وہ دو خاص سندیں عطاء کرنے کی درخواست کی جو آپ کو عرب ممالک کے دورہ میں وہاں کے مشائخ سے ملی تھیں جس میں سے ایک سند الحدیث والتفسیر ہے جو صرف دو واسطوں سے حضرت شیخ عبدالحق محدث دھلوی رحمۃ اللہ علیہ تک پہنچتی ہے اور دوسری "سند الفقہ الحنفی" ہے جو سند متصل کے ساتھ حضرت امام اعظم ابو حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ تک پہنچتی ہے، دونوں سندیں حضرت استاذ

العلماء اپنے خاص خاص شاگردوں کو اس احتیاط اور شرط کے ساتھ عنایت فرماتے ہیں کہ پہلے ساتھی دو گواہوں کے ذریعہ ثابت کریں کہ تفسیر حدیث اور فقہ کی فلاں فلاں کتب انہوں نے فلاں ساتھیوں کے ہمراہ آپ سے پڑھی ہیں جب صاحبزادہ صاحب نے درخواست کی تو آپ نے بغیر کسی کے تامل کے فرمایا "ہاں ہاں آپ کو ضرور ملیں گی آپ کا تو پہلا حق ہے" اور فوراً دستخط فرما کے وہ دونوں خصوصی اسناد عطاء فرمادیں اور اس کے بعد بہت سی دعاؤں سے نوازا۔

بندیال میں زمانہ تعلیم کے دوران بھی حضرت استاذ العلماء اور وہاں کے دارالعلوم کے مہتمم حضرت علامہ مولانا عبدالحق صاحب زید مجدہ صاحبزادہ صاحب پر اس قدر خصوصی کرم اور ان کی اتنی دلجوئی فرمایا کرتے تھے کہ خلاف عادت خود ان کے کمرہ میں تشریف لا کر حال احوال دریافت فرمایا کرتے تھے اور انکے ہر دکھ سکھ کا خیال رکھتے تھے۔ ایک دفعہ صاحبزادہ صاحب کے خادم ملا مراد کو حضرت استاد العلماء نے اپنے پاس بلا کر فرمایا "مجھے معلوم ہوا ہے کہ صاحبزادہ صاحب شام کو فلاں باغ میں اکیلے بیٹھے ہوئے تھے حالانکہ وہاں تو بدمذہبوں کا زور ہے لہذا ان کو اکیلا نہ چھوڑا کرو بلکہ ایسے مقامات پر ان کے ہمراہ رہا کرو۔

بندیال میں صاحبزادہ صاحب کے زمانہ تعلیم کے دوان آپ کے والد گرامی حضرت شاہ مفتی محمد محمود الوریؒ پر اگرچہ آپ کی یہ دوسال کی جدائیگی بڑی شاق تھی اور آپ اپنے اس اکلوتے اور قابل و لائق بیٹے کے فراق کو بہت محسوس فرمارہے تھے لیکن اس کے باوجود علمی میدان میں انکی اعلیٰ قابلیت اور ارفع مقام حاصل کرنے پر آپ بہت مسرور تھے چنانچہ آپ اس زمانہ میں حج بیت اللہ کے لئے گئے ہوئے تھے وہاں سے اپنے ایک مکتوب گرامی میں حکیم احمد حسین صاحب کو تحریر فرمایا۔

"مدینہ منورہ سے مکہ مکرمہ آیا بحالت احرام "سعی" میں مصروف تھا کہ مقبول صاحب کے منشی اقبال صاحب نے خبر سنائی کہ ننھے میاں پنجاب چلے گئے۔ اس خبر سے دل بیٹھنے لگا قلب بہت متاثر ہوا "سعی" کا بھی ایک شوط باقی تھا زبان سے نکلا اللہ تعالی ان کی "سعی" کو مشکور فرمائے (وکان سعیکم مشکورا) اور ان کو کامیاب کرے"۔ حرم شریف میں آیا ملا عبداللطیف کو معلم صاحب کے یہاں خطوط کی خیر خبر کیلئے بھیجا تو ننھے میاں کے ہاتھ کا لکھا ہوا اور حکیم مشتاق صاحب کا خط عرس شریف کے حالات کا مل گیا ان کے خلوط کے پڑھنے سے تسلی اور خوشی ہوئی۔ دعا کر کے اللہ کے سپرد کردیا۔ اللہ تعالیٰ ان کو اپنے حفظ و امان میں رکھے"۔

(مکتوب شاہ مفتی محمد محمود الوریؒ بنام حکیم احمد حسین از مکۃ المکرمہ ۱۹۷۳ء)

لیکن اسی کے ساتھ ساتھ صاحبزادہ کے نام اپنے ایک مکتوب گرامی میں آپ نے اپنی فرحت و مسرت کا ان الفاظ میں اظہار فرمایا۔

"تم اکثر یاد آتے رہے لیکن مجھے اس کی بہت خوشی ہے کہ تم تعلیم میں اچھے طریقہ سے مصروف ہو۔ اللہ تعالیٰ تم کو درازیٔ عمر عطاء فرمائے اور اسکے ساتھ ساتھ تقوے اور عمل کی بزرگی میں علم وراثت بھی عطاء فرمائے وہ ایسا نور ہے کہ جس سے ذات و صفات کا مشاہدہ ہوتا ہے۔ حدیث شریف میں ہے من عمل بما علم ورثہ اللہ علما بمالم یعلم قرآن کریم میں ہے واتقوا اللہ یعلمکم اللہ نور علم فرع ہے تقوی اور عمل کا یہاں شہود ہے وہاں حجاب ہے۔ اللہ تعالی تم کو دونوں علم سے بہرہ ور فرمائے۔ آمین ثم آمین"

(مکتوب شاہ محمد محمود الوری بنام صاحبزادہ محمد زبیر از مکۃ المکرمہ محررہ ۱۰ اپریل ۱۹۷۳ء)

علم طب و حکمت:۔ صاحبزادہ صاحب نے علم طب و حکمت اپنے والد گرامی سے سیکھا جو دھلی کے نامور حکیم حکیم اجمل خان کے استاذ حکیم جمیل الدین اور حکیم محمد ظفر خاں صاحب کے خاص شاگردوں میں سے تھے اور اس فن میں بڑا اعلیٰ مقام رکھتے تھے ۔چنانچہ صاحبزادہ صاحب نے شرح اسباب اور نفیسی جیسی اس فن کی آخری اور اہم کتابیں سبقاً سبقاً آپ سے پڑھیں اور اس کے بعد کئی سال حکیم احمد حسین صاحب کے پاس ان کے مطب میں بیٹھ کر نسخے لکھے اور تجویز و تشخیص میں مہارت حاصل کی ۔ الغرض اس فن کے اندونوں کاملین نے اپنے اپنے اساتذہ سے جو کچھ نکات حاصل کئے اور اپنے تجربہ سے جو کچھ سیکھا صاحبزادہ نے ان نوادرات سے بھی اپنے سینہ کو روشن کرلیا۔

علم تجوید و قرائت:۔ دنیائے قرائت کے نامور استاذ جن کے ہزارہا شاگرد دنیا کے کونہ کونہ میں اس فن کی خدمت کے ذریعہ قرآن کا نور پھیلارہے ہیں اور ان میں سے بعض ملکی اور بین الاقوامی حفظ و قرائت کے مقابلے میں امتیازی نمبروں سے کامیابی حاصل کر کے اپنے ستاذ استاذالقراء قاری محمد طفیل صاحب کا نام روشن کر چکے ہیں ۔اسی اُستاد وقت سے صاحبزادہ صاحب نے فن تجوید و قرائت کی جزری تک کتابیں پڑھیں اور کئی سال ان سے حدر اور ترتیل میں مشق کر کے اس فن میں بھی عبور حاصل کیا اور ۱۹۷۱ء میں استاد القراء سے سند تجوید و قرائت " حاصل کی آپ نے زمانہ طالب علمی کے دوران کئی مقابلہ حسن قرائت میں شرکت کر کے انعامات بھی حاصل کئے ۔

علم توقیت و میراث:۔ ہندوستان کے اندر مفتی اعظم حضرت شاہ مفتی محمد مظہر اللہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ علم توقیت اور علم میراث میں اپنی مثال آپ تھے ۔

آپ نہ صرف یہ کہ اس فن میں مہارت تامہ رکھتے تھے بلکہ آپ نے فن توقیت جیسے مشکل ترین فن کو سہل بنانے کے لئے بہت سے آسان قواعد بھی ایجاد کئے تھے اور خصوصی طور پر حضرت شاہ مفتی محمد محمود الوری رحمۃ اللہ علیہ کو یہ دونوں فن سکھائے اور حضرت شاہ مفتی محمد محمود الوریؒ نے اپنی یہ میراث صاحبزادہ صاحب کو منتقل کی جس میں حضرت مفتی اعظم رحمۃ اللہ علیہ کے دست مبارک کے لکھے ہوئے قواعد و ضوابط ان کو عطاء کئے ان دونوں فنون کے اصول انکو سکھائے۔ اور اس کی مشق کرا کے اس میں مہارت پیدا کرائی۔

جامعۂ ازھر:۔ عالم اسلام کی سب سے عظیم اور قدیم یونیورسٹی یعنی " جامعہ ازھر " (قاھرہ۔ مصر) کے علمی فیوض و برکات سے بھی مستفیض ہونے کا اللہ تعالی نے آپ کو موقعہ عطا فرمایا۔ جامعہ نعیمہ، جامعہ اشرفیہ دارالعلوم حقانیہ اکوڑہ خٹک اور دیگر پاکستان کے نامور مدارس دینیہ کے مہتمیں صدر مدرسین اور یہاں کے مقتدر مفتیان کرام اور علماء کے ایک وفد کے ہمراہ " دورہ تدریبیہ " کے سلسلہ مین آپ ۱۹۸۶ء میں جامعہ ازھر گئے اور وہاں کے قابل ترین اور مشہور زمانہ اسکالرز کی زیر نگرانی ایک ریفریشر کورس مکمل کر کے وہاں کے شیخ الجامعہ شیخ جادالحق علی جادالحق سے سند تکمیل " حاصل کی۔ اس تقسم اسناد کی تقریب میں مصر میں متعین پاکستان کے اسوقت کے سفیر راجہ ظفر الحق بھی موجود تھے۔

علم باطن:۔ صاحبزادہ صاحب نے باطنی علوم کی تحصیل اپنے والد گرامی قطب وقت حضرت شاہ مفتی محمد محمود الوری رحمۃ اللہ علیہ سے کی۔ انہی سے سلسلہ عالیہ نقشبندیہ میں شرف بیعت حاصل کیا، کئی سال ان کی خدمت میں حاضر رہ کر مکتوبات امام ربانی، مکتوبات خواجہ محمد معصوم، مکتوبات صدی، مکتوبات شیخ عبدالحق، درالمعارف جیسی دیگر بہت سی تصوف کی اعلیٰ کتابوں کا درس لیا، آپ

کے زیر سایہ ریاضات و مجاہدات اور مراقبات کے ذریعہ اپنی باطنی تکمیل کر کے ۲۸ رجب المرجب ۱۳۹۲ء کو آپ ہی سے سلسلہ عالیہ نقشبندیہ قادریہ، چشتیہ تینوں سلاسل میں اجازت و خلافت حاصل کی۔ آپ کے والد گرامی نے آپ کو جو تحریری خلافت نامہ عطاء فرمایا اس میں آپ کی اس منصب کے لحاظ سے باطنی لیاقت اور صلاحیت کا ان الفاظ میں ذکر فرمایا۔

وَظَہَرَ مِنْہُ الْاِنْتِفَاعُ لِلطَّرِیْقَۃِ اَجَزْتُہٗ لِتَعْلِیْمِ طَرِیْقَۃِ ھٰؤُلَاءِ الْاَکَابِرِ الطُّلَّابَ وَاَیْضًا اَجَزْتُہٗ لِتَعْلِیْمِ الطَّرِیْقَیْنِ الْعَالِیَیْنِ الْقَادِرِیَّۃِ وَالْچِشْتِیَّۃِ

سلسلہ طریقت:۔ آپ کا نقشبندی سلسلہ طریقت چند واسطوں سے سندھ کے عظیم روحانی بزرگ حضرت قاضی احمد متقی رحمۃ اللہ علیہ اور انسے لواری شریف کے حضرت مخدوم محمد زماں (اول) رحمۃ اللہ علیہ تک پہنچتا ہے اور ان کے ذریعہ یہ سلسلہ حضرت امام ربانی مجدد الف ثانی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ تک پھنچتا ہے۔ آپ کا مکمل شجرہ طریقت (تینوں سلاسل کا) اسی مقالہ میں آپ کے مرشد حضرت شاہ محمد محمود الوریؒ کے حالات میں درج ہے۔

روحانی خدمات:۔ آپ کے والد اور مرشد حضرت شاہ مفتی محمد محمود الوری رحمۃ اللہ علیہ آخر میں ضعف پیری کے باعث گوشہ نشیں ہوگئے تھے اور اپنے دینی و دنیوی اور روحانی تمام امور اپنی زندگی میں ہی آپ کے سپرد فرما دئے تھے، چنانچہ اسوقت سے لے کر اب تک وہ تمام سلسلے جاری ہیں، ہر ہفتہ چھوٹے پیمانہ پر آپ کے والد کے مزار شریف (نزد راجپوتانہ ہسپتال جامشورو روڈ) پر ایک روحانی محفل ہوتی ہے اور ہر مہینہ بڑی محفل ہوتی ہے جس میں، مراقبہ، ختم خواجگان، شجرہ، طیبہ، محفل نعت اور درس تصوف کے ذریعے مریدین و مخلصین کی باطنی تربیت، تزکیہ نفس اور اصلاح اخلاق کا سامان ہوتا ہے۔ کراچی کے اہالیان طریقت کی تشنگی کو دور کرنے کے لئے ہر مہینہ کی دوسری جمعرات کو سخی حسن میں آپ کے مکان پہ

اسی قسم کی محفل منعقد ہوتی ہے ، اسکے علاوہ اندرون سندھ اور پنجاب کے مختلف علاقوں میں آپ کی زیر صدارت ہر سال سینکڑوں روحانی اور تبلیغی پروگرام منعقد ہوتے ہیں جس میں پاکستان کے مقتدر اور نامور علماء کرام اور مقررین حضرات کی تقاریر کے علاوہ آپ کا خصوصی خطاب بھی ہوتا ہے ہر سال ۱۲ شعبان کو حضرت صاحب کے مزار شریف پر ان کا سالانہ عرس ہوتا ہے جبکہ ۲۰-۲۱ شوال المکرم کو ہر سال جامع مسجد آزاد میدان میں حضرت خواجہ محمد رکن الدین کا سالانہ عرس منعقد ہوتا ہے پنجاب کے علاقہ میں چونکہ قوم میوات سے تعلق رکھنے والے ہزارہا مریدین آباد ہیں اس لئے ان کی سہولت کی خاطر صاحبزادہ صاحب نے ۳۰ ستمبر کو موضع گھنیا کی (پریم نگر اسٹیشن ضلع قصور) کے مقام پر گذشتہ ۱۵ سالوں سے عرس شریف کا سلسلہ شروع کردیا ہے ۔ پنجاب کے مقتدر مشائخ اور علماء کے علاوہ آپ کے ہزارہا ارادتمند اس میں شرکت کر کے روحانی فیوضات حاصل کرتے ہیں اور اپنی ظاہری باطنی اصلاح کا سامان کرتے ہیں ۔ آپ کے اور آپ کے آباؤاجداد کے ہزارہا مریدین اور علماء جو پاکستان کے علاوہ ہندوستان امریکہ برطانیہ کینڈا اور دیگر بہت سے ممالک میں آباد ہیں انسے بھی بذریعہ مراسلت رشد و ہدایت کا سلسلہ جاری رہتا ہے ۔ حضرت علامہ مولینا سید سعادت علی قادری صاحب نے صحیح فرمایا

" صاحبزادہ مولانا ابوالخیر زبیر صاحب مفتی صاحب موصوف کے صحیح جانشین ہیں "

(تاثرات پر " محرر یکم اپریل ۱۹۷۵ء)

خود آپ کے مرشد بھی آپ کی ان کوششوں پر بہت مطمئن اور نہایت مسرور تھے ۔ چنانچہ جب وہ حج بیت اللہ کے لئے گئے اور یہاں عرس شریف کے موقعہ پر صاحبزادہ صاحب کے حسن انتظام اور تقریر وغیرہ کی خبر احباب کے خطوط کے ذریعہ آپ کو ملی تو آپ نے اپنے ایک مکتوب میں فرمایا ۔

آپ سب مخلصین کے اخلاص اور محبت کا حال معلوم ہوا نیز ہمارے بعد عرس شریف کی محفل اور ننھے میاں کا سبکو سنبھالنے کا

حال بھی معلوم ہو گیا۔ دنیا سے اٹھ جانے کے بعد ہم کو بعد کا حال
کون لکھتا اب یہ " ریہرسل " تھا الحمدللہ بعد میں مخلصین اور
متعلقین اور مجالس خیر اور ننھے میاں کی تقریر وغیرہ کا حال معلوم
کر کے طبیعت بہت خوش ہوئی ۔ کعبہ شریف کے سامنے چار
رکعت شکرانہ کی ادا۔ کیں ۔"

(مکتوب شاہ مفتی محمد محمود الوریؒ بنام حکیم احمد حسین محررہ ۱۹۷۳ء)

آپ کے مرشد کو اس بات کی زیادہ خوشی تھی کہ یہ مسند الحمدللہ " علم سے
آباد ہے ، اس علمی اور روحانی خانوادہ کا " سجادہ نشیں " جاہل نہیں بلکہ ظاہری باطنی ،
دینی دنیوی تمام علوم سے آراستہ پیراستہ ہے چنانچہ آپ کے نام اپنے ایک مکتوب
گرامی میں حضرت نے فرمایا۔

" ماشاء اللہ تم قابل ہو یہ کتابیں بھی میں نے تمہارے لئے خریدی
ہیں اور میری سب کتابیں بھی تمہارے لئے ہیں ۔ یہ سب کتابیں
میں نے تم کو دیں تم ان کے مالک ہو پڑھو پڑھاؤ اور کتابوں سے
خوب نفع حاصل کرو اگر تم نہ ہوتے تو ان کتابوں کو کون پڑھتا
اب بفضلہ تم ان کی قدر کرنے والے موجود ہو ۔ خدا تعالی تم کو
عمر دراز عطاء فرمائے ۔ ہمیشہ بڑھانے کا سلسلہ ضرور قائم رکھنا ۔
اور مسند رشد و ہدایت کی زینت بھی علم و عرفان سے ہے ۔ جاہل
صوفی شیطان کا کھلونا ہوتا ہے "

(مکتوب شاہ مفتی محمد محمود الوریؒ بنام صاحبزادہ محمد زبیر از مکۃ المکرمہ محرز ۱۹۷۳ء)

فیض نوری برکاتی :۔ مارہرہ شریف (انڈیا) میں اعلحضرت فاضل بریلوی مولانا
احمد رضا خاں صاحبؒ کے پیر خانہ یعنی خانقاہ نوریہ برکاتیہ کے حقیقی وارث اور
سجادہ نشین حضرت قبلہ سید محمد یحیٰ حسن قادری برکاتی نوری جب پاکستان تشریف
لائے اور صاحبزادہ صاحب کی علمی دینی اور روحانی خدمات کو دیکھا تو بڑی مسرت کا

اظہار فرمایا اور اس جوہر قابل کو صحیح اہل پاتے ہوئے اپنے آباؤ اجداد سے جو کچھ روحانی نسبتیں اور اجازتیں آپ کو ملی تھیں وہ سب آپ نے صاحبزادہ صاحب کو عطاء فرمادیں ۱۹۹۳ء کو جو تحریری اجازت نامہ عطاء فرمایا اس میں آپ نے صاحبزادہ صاحب کو قادریہ برکاتیہ ، قادریہ آبائیہ قدیمیہ ، قادریہ بدائیہ ، قادریہ رزاقیہ قادریہ منصوریہ ، چشتیہ نظامیہ قدیمہ ، چشتیہ محبوبیہ جدیدہ ، سہروردیہ واحدیہ ، سہروردیہ فضلیہ ، نقشبندیہ ، علائیہ صدیقیہ ، نقشبنیہ علویہ بدیعیہ ، علویہ منامیہ کے علاوہ دیگر بہت سے سلاسل کی خصوصی اجازت عطاء فرمائی ۔ اور کچھ خصوصی تبرکات بھی یہ کہ کے عطاء فرمائے کہ ہم کو اپنے آباؤ اجداد کی طرف سے اشارہ ہوا تھا کہ " پاکستان میں ایک اس کا حقدار ہے یہ تبرکات اس کو دینا " ،

خواجہ معصوم کی رائے :۔ پاکستان کے ایک نامور نقشبندی بزرگ حضرت پیر خواجہ محمد معصوم صاحب نے بھی صاحبزادہ صاحب کے اس علمی اور روحانی مقام کو دیکھتے ہوئے ان کے متعلق حیدرآباد میں اپنے ایک خاص خلیفہ حضرت پیر زر ولی صاحب سے فرمایا تھا کہ " پیر اور مولوی تو بہت دیکھے لیکن یہ اپنی شان کا ایک ہی ہے " ۔

رکن الاسلام :۔ آپ کی علمی اور دینی خدمات کا دائرہ بڑا وسیع ہے لیکن ان میں سرفہرست ملک کی عظیم دینی درسگاہ جس کی سند پاک آرمی میں اعلیٰ ملازمتوں کے لئے منظور شدہ ہے اور سندھ یونیورسٹی نے جس کی سند کو بی ۔ اے کے مساوی تسلیم کر لیا ہے یعنی " رکن الاسلام جامعہ مجددیہ " کا انتظام دانصرام ہے ، جہاں بیٹھکر آپ خیالی ، بیضاوی ، ترمذی جیسی کتابوں کا درس دیتے ہیں ۔ جہاں سے سینکڑوں فتووں کے جوابات دئے جاتے ہیں جہاں سے علمی دینی اخلاقی تقریری اور تحریری تربیت دینے کے بعد ہر سال ایسے فضلاء علماء اور خطباء تیار ہو رہے ہیں جو علوم قدیمہ اور جدیدہ دونوں کے ماہر ہونے کے باعث عصر حاضر کے جدید تقاضوں

کے مطابق دنیا کے کونہ کونہ میں دین مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمات انجام دے رہے ہیں۔ جس کے باعث آپ کے تلامذہ کا سلسلہ پوری دنیا میں پھیلا ہوا ہے۔ اسی لئے اعلحضرت مولانا احمد رضا خاں صاحبؒ کے خانوادہ کے چشم و چراغ علامہ مفتی اختر رضا خاں صاحب نے پاکستان کے دورہ کے دوران جب صاحبزادہ صاحب کی اس محنت کو دیکھا تو اپنی بے پناہ فرحت و مسرت کا اظہار کرتے ہوئے "رکن الاسلام" کو اسم بامسمیٰ یعنی "اسلام کا رکن" اور "علم و دین" کا ستون قرار دیتے ہوئے تحریر فرمایا۔

"فَقَدْ حَضَرْتُ الْجَامِعَۃَ رُکْنُ الْاِسْلَامِ بِحَیْدَرْ آبَادَ وَ کَانَ فَرْحِیْ اِذَا رَاَیْتُھَا عَظِیْماً وَ جَدْتُھَا بِحَمْدِ اللّٰہِ تَعَالیٰ کَا سَمِھَا رُکْنُ الْاِسْلَامِ رُکْناً عَامِراً مُشَیِّداً عَلےٰ اَسَاسِ الْعِلْمِ وَ الدِّیْنِ الْقَوِیْمِ"۔

عالم اسلام کے نامور مفکر، منہاج القرآن کے سرپرست اعلیٰ پروفیسر ڈاکٹر محمد طاہرالقادری صاحب نے صاحبزادہ صاحب کے لگائے ہوئے اس گلشن کی بہاروں کو دیکھنے کے بعد اپنے تاثرات ان الفاظ میں قلمبند فرمائے۔

"بحمدللہ تعالی انتظام وانصرام جدید و قدیم علوم کا امتزاج علماء و اساتذہ کا حسن خلق اور خصوصاً صاحبزادہ ابوالخیر محمد زبیر صاحب الوری مدظلہ کی محبت اور خدمت مسلک میں جاں فشانی دیکھ کر طبیعت بہت خوش ہوئی۔"

(تاثرات، محررہ ۲۸ ستمبر ۱۹۸۷)

صاحبزادہ صاحب کے بہت سے کشمیری تلامذہ کیونکہ آزاد کشمیر میں بہت سے اہم سرکاری مناصب پر دین متین کی خدمت انجام دے رہے ہیں۔ شاید اسی کے پیش نظر جب آزاد کشمیر کے وزیر اعظم سردار عبدالقیوم صاحب صاحبزادہ صاحب سے دارالعلوم میں ملاقات کے لئے تشریف لائے تو انہوں نے ان الفاظ میں

صاحبزادہ صاحب کو خراج تحسین پیش کیا۔

دین کے خلاف جو تند و تیز ہوائیں چل رہی ہیں اور جس یکجہتی اور لگن کے ساتھ مخالف اسلام قوتیں مجتمع ہو کر کام کر رہی ہیں اس کا مقابلہ کسی حکومت یا فرد کے بس کی بات نہیں یہی وہ خلاء ہے جسے دینی درسگاہیں پر کر سکتی ہیں اور یہ دینی درسگاہ بھی صاحبزادہ صاحب جیسے روشن خیال اور درویش منش شخص کی سرپرستی میں اس خلاء کو پر کر رہی ہے۔ اور اس کو جدید و قدیم تقاضوں کے مطابق چلایا جارہا ہے۔"

(تاثرات، محررہ ۱۸ مارچ ۱۹۸۷ء)

مذہبی خدمات:۔ حیدرآباد میں عید میلادالنبی صلی اللہ علیہ وسلم کے مرکزی جلسے اور جلوسوں کی آپ ہی قیادت کرتے ہیں، کوئی بھی مذہبی یا دینی تحریک ہو اس میں آپ ہمیشہ آگے آگے ہوتے ہیں، ملتانی اور رائے ونڈ کی عظیم الشان کل پاکستان سنی کانفرنس ہوں یا نشتر پارک کی یا رسول اللہ اور منہاج القرآن کانفرنس ہوں دعوت اسلامی کا تاسیسی پروگرام ہو یا انجمن طلبائے اسلام کی اور جمعیت علمائے پاکستان کے تربیتی کنونشن ہوں الغرض ہر اہم دینی پروگرام میں حیدرآباد سے عاشقان مصطفے صلی اللہ علیہ وسلم کے قافلوں کی آپ ہی قیادت کرتے نظر آتے ہیں۔ مختلف شہروں، دیہاتوں اور قصبوں میں تقاریر اور خطبات کے ذریعہ عقائد حقہ کی نشرواشاعت کے ساتھ ساتھ ملکی سطح پر بعض اہم دینی پروگراموں میں بھی آپ خصوصی دعوت پر شرکت فرماتے ہیں۔ مثلاً ہر سال ۲۷ رجب کو پیر صاحب پگارا شریف کی خصوصی دعوت پر پیر جو گوٹھ (خیرپور) میں ان کے دارالعلوم جامعہ راشدیہ کے جلسہ تقسیم اسناد کی آخری صبح کی نشست سے خصوصی خطاب فرماتے ہیں اور فارغ التحصیل طلباء کی دستار بندی کرتے ہیں۔ ملتان میں انوارالعلوم کے جلسہ دستار فضیلت کے موقعہ پر ہر سال نماز جمعہ کے بعد والی نشست سے خصوصی خطاب

فرماتے ہیں یہ سلسلہ حضرت غزالی زماں رازی دوراں علامہ سید احمد سعید شاہ صاحب کاظمی رحمۃ اللہ علیہ کے دور سے چل رہا ہے وہ بھی آپ کو اس جلسہ میں خصوصی طور پر مدعو فرمایا کرتے تھے آپ کی اور آپ کے آباؤ اجداد کی دینی خدمات کے باعث آپ کا خاص خیال رکھتے تھے اور آپ پر خصوصی شفقت فرمایا کرتے تھے چنانچہ ایک سال انوار العلوم کے جلسہ میں صاحبزادہ صاحب عین اس وقت پہنچے جب حضرت غزالی زماں رحمۃ اللہ علیہ کی تقریر کا اعلان ہو چکا تھا لیکن جب حضرت غزالی زماں نے صاحبزادہ صاحب کو دیکھا تو فرمایا اب میں تقریر نہیں کروں گا بلکہ صاحبزادہ صاحب کی تقریر کا اعلان کردو۔ اسٹیج سیکریٹری نے ناواقفیت کی بناء پر سرسری سا اعلان کردیا۔ لیکن اس وقت سارا مجمع یہ دیکھ کر ششدر رہ گیا کہ حضرت غزالی زماں رحمۃ اللہ علیہ یہ فرماتے ہوئے خود کھڑے ہوگئے کہ "صاحبزادہ صاحب کا تم نے صحیح اعلان نہیں کیا میں خود اعلان کرتا ہوں" اور پھر بنفس نفیس صاحبزادہ صاحب اور ان کے آباؤ اجداد کی علمی اور دینی خدمات کے حوالہ سے ان کا تعارف کرایا اور پھر فرمایا کہ "صاحبزادہ صاحب کے لئے وقت کی کوئی پابندی نہیں ان کے لئے کھلا وقت ہے جب تک یہ چاہیں تقریر فرمائیں" اس کے علاوہ تمام اہل سنت والجماعت کے مشائخ اور علماء پر مشتمل عوام اہل سنت کی نمائندہ خالص دینی تنظیم جماعت اہل سنت جس کے غزالی زماںؒ صدر تھے اور صاحبزادہ صاحب اس کی مرکزی مجلس عاملہ کے ممبر تھے اس کے اہم تنظیمی معاملات میں بھی حضرت غزالی زماں آپ سے مشورے فرمایا کرتے تھے۔

بعد میں جماعت اہل سنت میں اختلاف پیدا ہوگیا، اب ۱۹۹۴ء میں پاکستان بھر کے تین سو مقتدر مشائخ اور علماء نے بیٹھ کر ایک متحدہ جماعت اہل سنت تشکیل دی ہے اس میں تمام علماء نے متفقہ طور پر صاحبزادہ صاحب کو سینیئر مرکزی نائب ناظم اعلیٰ منتخب کیا اس پلیٹ فارم سے بھی ملکی سطح پر مسلک اہل سنت والجماعت کی ترویج و اشاعت کے لئے آپ نمایاں خدمات انجام دے رہے ہیں۔

اس کے علاوہ اہل سنت الجماعت کے ہزاروں مدارس دینیہ کی ملک گیر تنظیم تنظیم المدارس کی مجلس عالمہ کے ممبر کی حیثیت سے بھی اہم دینی ملکی اور تعلیمی اور امتحانی معاملات آپ کے سپرد ہیں۔

بین الاقوامی کانفرنس:۔ دین اسلام کی ترویج و اشاعت اور مذہبی نوعیت کے اہم مسائل پر منعقد ہونے والی ملکی کانفرسوں کے علاوہ بیرونی ممالک میں منعقدہ متعدد بین الاقوامی کانفرنسوں میں بھی آپ شرکت کر چکے ہیں مثلاً ایران میں نومبر ۱۹۸۷ء کو الموتمر العالمی لبحث قداستہ الحرم و امنہ کے نام سے ایک بین الاقوامی کانفرنس منعقد ہوئی جس میں دنیا بھر کے سینکڑوں نامور اسکالرز نے شرکت کی اس میں حکومت ایران کی خصوصی دعوت پر آپ شریک ہوئے اور اس کانفرنس میں آپ نے جو پر مغز اور پرجوش تقریر کی وہ وہاں اس قدر مقبول ہوئی کہ ایران کے ٹی وی اور ریڈیو سے کئی بار نشر کی گئی، کانفرنس سے فارغ ہونے کے بعد عالم اسلام کے اہم مسائل پر آپ کی آیتہ اللہ روح اللہ خمینی اور آیت اللہ خامنہ ای سے تفصیلی ملاقاتیں بھی ہوئیں۔

اس کے علاوہ لیبیا میں جمعتہ الدعوۃ الاسلامیہ العالمیہ کے زیر اہتمام ایک بین الاقوامی کانفرنس منعقد ہوئی جس کی صدارت لیبیا کے صدر کرنل معمر قذافی نے کی، اس کانفرنس میں دنیائے اسلام کے نامور محققین اسکالرز اور معروف مذہبی رہنماؤں نے عالم اسلام کو درپیش نئے پیچیدہ مسائل کے حل کے لئے اپنے اپنے مقالات پیش کئے اس کانفرنس میں حضرت قائد اہل سنت علامہ شاہ احمد نورانی کے ہمراہ آپ نے بھی شرکت کی۔

عالم اسلام کے نامور مفکر پروفیسر ڈاکٹر طاہر القادری صاحب جو آپ سے خصوصی محبت اور قلبی تعلق رکھتے ہیں۔ وہ آپ کو اپنے ہمراہ " انٹرنیشنل منہاج القرآن کانفرنس " میں شرکت کے لئے لندن لے گئے۔ جہاں ویمبلے ہال میں آپ کا بڑا معرکہ آلاراء خطاب ہوا۔ کانفرنس کے بعد وہ اپنے ہمراہ عراق لے گئے جہاں

مقامات مقدسہ کی زیارت کے بعد پاکستان واپسی ہوئی۔

زیارت حرمین شریفین:۔ اللہ اور اس کے رسول کا آپ پر خصوصی کرم ہے کہ اب تک چار مرتبہ آپ کو زیارت حرمین شریفین کی سعادت حاصل ہوچکی ہے۔ دو مرتبہ حج کے سلسلے میں اور دو مرتبہ رمضان المبارک میں عمرہ کے سلسلہ میں۔ یہ سب بزرگان دین اور اولیائے کرام کی دعاؤں کا صدقہ ہے، جس کا بین ثبوت یہ واقعہ ہے کہ آپ مدینہ منورہ کے اندر مسجد نبوی میں گنبد خضراء کے سائے میں بیٹھے ہوئے تھے کہ اچانک پیر صاحب پگارا کے استاذ خانوادہ اعلحضرت فاضل بریلوی کے ایک گوہر تاباں اور سندھ کے ایک اہل نسبت روحانی بزرگ اور عالم دین حضرت علامہ مولانا پیر تقدس علی خاں صاحب رحمۃ اللہ علیہ پر آپ کی نگاہ پڑی آپ فوراً ان کی خدمت میں حاضر ہوئے اور اس مبارک مقام اور مبارک ساعۃ میں اپنے لئے دعا کی درخواست کی، پیر صاحب قبلہ جو صاحبزادہ صاحب سے بہت ہی پیار کرتے تھے انہوں نے اپنی جیب سے ایک پرچہ نکال کر صاحبزادہ صاحب کو دکھایا اور فرمایا دیکھو اس میں فلاں نمبر پر تمہارا نام لکھا ہوا ہے۔ میرے جتنے خاص دوست ہیں جو مجھے بہت ہی پیارے اور محبوب ہیں ان کے نام میں نے لکھے ہوئے ہیں ہر ایک کا نام لیکر اس کے لئے دعا کرتا ہوں اس میں تم بھی شامل ہو۔ اللہ اللہ جو اللہ کے ولیوں کی نگاہ اور لسٹ میں آگیا وہ پھر کیوں نہ دارین میں کامیاب و کامران ہوگا۔

تحریر و تقریر:۔ اللہ تعالیٰ نے آپ کو تحریر و تقریر دونوں میدانوں کا شہسوار بنایا ہے تصنیف و تالیف کے میدان میں آپ کا شاہکار یہ مقالہ ناظرین کے سامنے ہے جو علمی تحقیقی تاریخی اور ادبی ہر لحاظ سے اپنی مثال آپ ہے اسی طرح آپ کے جدامجد کے حالات میں آپ کی تالیف بزم جاناں بھی بڑے بڑے علماء مشائخ اور اہل قلم حضرات سے داد تحسین وصول کرچکی ہے۔ جبکہ آپ کی (۴) تصنیفیں ایک

" حق نبی " دوسری " اربعین " تیسری " نبی کریم کی مقبول دعائیں " چوتھی " حل پرچہ جات مولوی عربی " بھی چھپ کر اہل علم میں کافی مقبولیت حاصل کر چکی ہیں اس کے علاوہ خیالی ، ملا حسن ، تفسیر بیضاوی ، میر زاھد غلام یحیٰ ، جیسی ادق درسی کتابوں پر آپ کے حواشی اور شروح مسودات کی شکل میں موجود ہیں ۔ ادھر آپ کے والد گرامی کے بہت سے مسودات کی تبیض اور تحشیہ کا کام ابھی جاری ہے جس میں سے " حکایات مثنوی " تبیض اور تحشیہ کے بعد " بہار مثنوی کے نام سے چھپ کر منظر عام پر آچکی ہے ۔

اسی طرح میدان خطابت میں بھی آپ نے اپنی عظمت کے جھنڈے گاڑ دیئے ہیں ، چنانچہ حکیم الامت مفتی احمد یار خاں صاحبؒ کے صاحبزادے اور مجاھد تحریک نظام مصطفےٰ حضرت علامہ مولینا مفتی مختار احمد صاحب گجراتیؒ رحمۃ اللہ علیہ نے جامع مسجد آزاد میدان میں منعقدہ ایک عظیم الشان جلسہ سے خطاب کرتے ہوئے صاحبزادہ صاحب کے فن خطابت کو خراج تحسین پیش کرتے ہوئے فرمایا کہ ۔

> ویمبلے حال لندن میں انٹرنیشنل منہاج القرآن کانفرنس کے موقعہ پر صاحبزادہ صاحب نے صرف تین منٹ کے اندر اپنا جامع اور پراثر خطاب فرما کے حاضرین کے دلوں کو موہ لیا ۔ کوئی دوسرا مقرر ہوتا تو اسی مضمون کو ایک گھنٹہ میں بیان کرتا ۔ انہوں نے دنیا بھر کے بڑے بڑے نامور اسکالرز اور خطبا کے درمیان اپنی خطابت کا لوہا منوایا ہے " ۔

آپ کے والد گرامی اور مرشد نامی نے آپ کو مکہ مکرمہ سے جو مکتوب گرامی ارسال فرمایا اس میں حضرت قبلہ پیر محمد ہاشم جان سرہندیؒ کی رائے گرامی کو نقل کرتے ہوئے فرمایا ۔

> " تمہاری تقریر اور دعا کی تعریف ملتان حیدرآباد کراچی سب جگہ سے

موصول ہوئی الحمدللہ ثم الحمدللہ حکیم احمد حسین صاحب
نے لکھا ہے کہ مولانا محمد ہاشم جان صاحب نے بھی تعریف کی ،
اور در حقیقت تعریف ان کی ہے"

(مکتوب شاہ مفتی محمد محمود بنام صاحبزادہ محمد زبیر از مکۃ المکرمہ ۱۹۷۳ء)

ملک کے نامور محقق اور قلمکار پروفیسر ڈاکٹر محمد مسعود احمد صاحب نے صاحبزادہ صاحب کی خطابت کی عوام و خواص میں پسندیدگی اور ہر دل عزیزی کو " محبوبیت " کی علامت قرار دیتے ہوئے فرمایا۔

کراچی میں محفل میلادالنبی صلی اللہ علیہ وسلم بڑی روح پرور رہی
آپ کی تقریر مرصع اور ہر دل عزیز رہی جزاکم اللہ ۔ حاضرین کو تشنگی
رہی جس کا اظہار کیا گیا ۔ یہ مقبولیت اور محبوبیت کی علامت ہے
اللہ تعالیٰ تاج محبوبیت سے سرفراز فرمائے ۔ آمین

(مکتوب ڈاکٹر محمد مسعود احمد بنام صاحبزادہ محمد زبیر محررہ ۱۳ فروری ۱۹۷۹ء)

دسمبر ۱۹۹۵ء میں جامعہ نعیمیہ لاہور میں " کل پاکستان تحفظ دینی مدارس و مساجد کنونشن " منعقد ہوا جس میں وفاق المدارس (دیوبند) وفاق المدارس سلفیہ (اہل حدیث) جماعت اسلامی منصورہ اور تنظیم المدارس اہل سنت پاکستان کے تقریباً تین ہزار مقتدر مشائخ علماء و مدرسین اور مہتمین حضرات نے شرکت کی ۔ اس اجلاس سے مولانا سمیع الحق ، مفتی عبدالقیوم ہزاروی ، صاحبزادہ فض کریم ، پیر افضل قادری ، میاں فضل حق ، مولانا عبدالمالک ، مولانا فتح محمد اور مولانا اعظم طارق سمیت ہر مکتبہ فکر کے جید جید نامور علماء نے خطاب کیا ۔ تنظیم المدارس نے اہل سنت والجماعت کی نمائندگی کے لئے جن علماء کے نام اس کنونشن میں خطاب کے لئے منتخب کئے اس میں ایک نام صاحبزادہ صاحب کا بھی تھا جنہوں نے اپنے عالمانہ اور محققانہ خطاب کے ذریعہ اہل سنت والجماعت کی نمائندگی کا حق ادا کر دیا۔

علمی مقام :- صاحبزادہ صاحب کے بلند پایہ علمی مقام اور دینی مرتبہ کے باعث کسی بھی نزاعی اور اختلافی مسئلہ میں کسی ایک جانب آپ کی علمی رائے علماء میں بڑی اہمیت رکھتی ہے ۔یہی وجہ ہے کہ ملک کے ایک اہم علمی نزاعی مسئلہ پر صاحبزادہ صاحب سے تصدیق اور تقریظ حاصل کرنے کے لئے ملک کے ممتاز عالم دین حضرت علامہ مولانا ابو داؤد محمد صادق صاحب (گوجرانوالہ) نے ان الفاظ میں صاحبزادہ صاحب کو گرامی نامے ارسال فرمائے ۔

حضرت آپ صاحب علم ہیں ، مفتی ہیں ، خاندانی عالم و صاحبزادے ہیں آپ کو ایسا نہیں کرنا چاہیئے اور سائل کو اس طرح مایوس نہیں فرمانا چاہیئے

اور " ابوالخیر " کا دائرہ خیر محدود نہیں بلکہ وسیع ہونا چاہیئے

آپ داناؤ بینا ہو کر اس سے کف لسان فرماتے ہیں ایسا کیوں ہے

جس طرح فقیر نے آپ کے فتوے اور کتاب پر تقریظ لکھی ہے آپ بھی اسی طرح اور اسی جذبہ سے فقیر کی کتاب " خطرہ کی گھنٹی " پر تقریظ لکھ کر مشکور ہوں ۔

(مکاتیب علامہ ابوداؤد محمد صادق بنام صاحبزادہ محمد زبیر از گوجرانوالہ محررہ ۱۴۱۰ / ۶ / ۲۷ ، ۱۱)

اسی طرح دعوت اسلامی کے مرکزی امیر مولانا محمد الیاس قادری صاحب حیدرآباد میں صاحبزادہ صاحب کے مکان پر تشریف لائے اور وفاقی شرعی عدالت کے مشیر مفتی غلام سرور قادری صاحب نے بھی جے یو پی کے اجلاس کے موقعہ پر لاہور میں صاحبزادہ سے ملاقات کی اور ان دونوں حضرات نے مندرجہ بالا اسی متنازعہ مسئلہ کے بارے میں اپنے موقف سے آگاہ کرتے ہوئے صاحبزادہ صاحب سے اپنی رائے پر نظر ثانی کرنے کے لئے فرمایا۔

علاوہ ازیں کراچی کی ایک مشہور دینی تنظیم " جمعیت اشاعت اہل سنت "

جس کے سرپرست اعلیٰ حضرت علامہ شاہ تراب الحق صاحب ہیں ان کے ذمہ دار عہدیداروں کی طرف سے صاحبزادہ صاحب کو ایک خط موصول ہوا جس میں " انجمن سرفروشان اسلام " کے نزاعی مسئلہ پر ان الفاظ میں صاحبزادہ صاحب سے نظرثانی کی درخواست کی گئی۔

" آپ کی شخصیت اپنی جگہ ایک مسلمہ اہمیت رکھتی ہے ۔ آپ علمائے اہل سنت ہی تو ہیں جو اس دور میں حق و باطل کے درمیان تفریق کا فریضہ انجام دیتے ہیں اور آپ ہی کے دم قدم سے آج تمام باطل قوتیں مسلک اہل سنت والجماعت کے آگے سرنگوں ہیں آج جبکہ مسلک اہل سنت والجماعت پر یہ کٹھن وقت پڑا ہے کہ ایک باطل قوت حق کو مغلوب کرنے کی مذموم سعی میں مشغول ہے ضرورت اس امر کی ہے کہ آپ جیسا کوئی جید عالم دین آگے آئے اور اس کے خلاف سیسہ پلائی دیوار بن جائے " ۔

(مکتوب محمد عمر قادر ینائب ناظم اعلیٰ جمیت اشاعت اہل سنت ، بنام صاحبزادہ محمد زبیر از کراچی محررہ ۲۰ جنوری ۱۹۹۵ء)

علامہ علوی مالکی کی اجازت :۔ فضیلۃ الشیخ حضرت علامہ سید محمد علوی مالکی زید مجدہ عالم اسلام کی وہ عظیم علمی اور روحانی شخصیت ہیں کہ عرب و عجم کے بڑے بڑے علماء و مشائخ جن کی عظمتوں کے معترف اور ان کی علمی اور روحانی خدمات کے مداح ہیں اس عظیم ہستی سے حرمین شریفین کی حاضری کے موقع پر جب صاحبزادہ صاحب کی ملاقات ہوئی تو آپ بہت مسرور ہوئے خود اپنے ہاتھ سے اپنی ڈائری میں صاحبزادہ صاحب کا نام ، پتہ ان کی علمی کاموں کی تفصیل نوٹ فرمائی اور آپ کو حرمین شریفین ، دمشق ، الجزائر ، یمن ، مصر ، انڈونیشیا ، لیبیا اور سوڈان وغیرہ کے مقتدر علماء مشائخ اور محدثین سے تفسیر و حدیث سمیت معقول و منقول کی جتنی کتب کی اجازتیں حاصل ہوئی تھیں ان سب کی صاحبزادہ صاحب کو اپنے دستخطوں

سے تحریری اجازت عطا فرمائی اور اس کے علاوہ خانہ کعبہ کے غلاف مبارک کا ٹکڑا ایک برد یمانی اور سینکڑوں کتابوں سمیت بہت سے مکہ معظمہ کے تحائف سے بھی سرفراز فرمایا۔

حق گوئی: ۔ صاحبزادہ صاحب بڑے " حسن اخلاق " کے مالک ہیں ۔ اللہ تعالیٰ نے آپ کو بہت سے اوصاف حمیدہ سے سرفراز فرمایا ہے اس میں سے آپ کا ایک امتیازی وصف " حق گوئی اور بے باکی " بھی ہے، اگر کسی میں کوئی غیر شرعی بات دیکھتے ہیں تو بڑی نرمی عاجزی اور انکساری کیساتھ حق بات اس کے گوش گذار کر دیتے ہیں، بعض لوگ جن میں قبول حق کی صلاحیت ہوتی ہے وہ قبول کر لیتے ہیں اور بعضوں کی " انا " ان کو قبول حق سے مانع ہو جاتی ہے، جیسے ایک دفعہ ملک کی نامور سیاسی اور ادبی شخصیت مولانا کوثر نیازی نے جنگ کے اندر اپنے ایک کالم میں لکھا کہ " دیو بندی اور بریلوی اختلافات اصولی نہیں بلکہ فروعی ہیں ۔ صاحبزادہ صاحب نے فوراً مولانا کوثر نیازی کو ایک خط روانہ کیا جس میں لکھا کہ تعظیم رسول کا مسئلہ فروعی نہیں اصولی ہے ۔ دیو بندی حضرات کی کتابوں میں حضور کے لئے گستاخانہ عبارات موجود ہیں جن پر بریلویوں کو اعتراض ہے ۔ بس یہی اختلاف ہے اور یہ اصولی اختلاف ہے ۔ اس پر تو ایمان کا دارومدار ہے اس کو آپ فروعی اختلاف نہیں کہہ سکتے " مولانا کوثر نیازی نے صاحبزادہ کے اس خط کا فوراً جواب ارسال کیا جس میں اپنی تحریر کو " فرد گذاشت " تسلیم کرتے ہوئے لکھا۔

" آپ نے جس فرد گذاشت کا ذکر کیا ہے اس کا مجھے احساس ہے مگر آپ تو جانتے ہیں اکثر ایسا ہوتا ہے کہ

افسوس بے شمار سخن ہائے گفتنی
خوف فساد خلق سے ناگفتہ رہ گئے

کبھی اسلام آباد آنا ہو تو ضرور ملیں ۔ آپ سے ملکر خوشی ہوتی ہے ۔

(مکتوب مولانا کوثر نیازی بنام صاحبزادہ محمد زبیر از اسلام آباد محررہ ۱۴ / ۱۲ / ۷)

حضرت مولانا مفتی اختر رضا خاں صاحب الازہری سے "حق نبی" کے علمی اور فقہی مسئلہ پر بھی صاحبزادہ صاحب نے ان کی رائے سے اختلاف کرتے ہوئے بڑے ادب کے ساتھ ان کے سامنے اپنے دلائل پیش کئے

اور عوام کے اطمینان اور اظہار حق کے لئے اس مسئلہ پر قرآن وحدیث سے دلائل جمع کر کے پاکستان بھر کے تقریباً ترپن (۵۳) چیدہ چیدہ علماء کی خدمت میں اس کو بھیجدیا جنہوں نے اس کی تصدیق فرمادی، یہ تحقیق "حق نبی" کے نام سے ایک کتابی صورت میں چھپ کر سامنے آگئی۔ جس میں علامہ شاہ احمد نورانی علامہ عطاء محمد بندیالوی علامہ عبدالرشید جھنگوی علامہ ابو داؤد محمد صادق پیر کرم شاہ الازہری علامہ محمد اشرف سیالوی علامہ غلام رسول رضوی مفتی محمد حسین مفتی نعیمی غلام سرور قادری مفتی محمد خاں قادری مفتی غلام مصطفےٰ رضوی علامہ مشتاق احمد چشتی علامہ محمد میاں علامہ فیض احمد اویسی علامہ غلام علی اوکاڑوی علامہ محب اللہ نوری علامہ محمد حسن حقانی جسٹس مفتی سید شجاعت علی قادری علامہ غلام رسول سعیدی علامہ جمیل احمد نعیمی علامہ غلام محمد سیالوی مفتی محمد رفیق الحسنی علامہ پروفیسر منیب الرحمن علامہ حبیب احمد نقشبندی جیسے پاکستان کے بہت سے مایہ ناز اور نامور علماء اور محققین کی تصدیقات شامل ہیں جنہوں نے صاحبزادہ صاحب کی تحقیق کو لائق صد تحسین قرار دیتے ہوئے لکھا ہے کہ اس مسئلہ پر آپ نے تحقیق کا حق ادا کر دیا ہے۔

بڑے بڑے کٹھن اوقات میں بھی صاحبزادہ صاحب نے "حق گوئی کا دامن کبھی ہاتھ سے نہیں چھوٹنے دیا۔ وزارت عظمےٰ کا عہدہ سنبھالنے کے بعد جب پہلی بار میاں نواز شریف صاحب حیدرآباد پہنچے تو صاحبزادہ صاحب نے سرکٹ ہاؤس کے اندر معززین شہر کے ایک بھرے اجلاس میں میاں صاحب کو مخاطب کر کے کہا کہ اس عظیم عہدہ تک آپ اسلام کا نعرہ لگا کر پہنچے ہیں لہذا اب پہلی فرصت میں نفاذ اسلام اور شریعت بل کی منظوری کی طرف توجہ دیجئے پھر دیکھئے خدا کی غیبی مدد آپ کے کیسے شامل حال ہوتی ہے۔

جب پہلی مرتبہ محترمہ بے نظیر بھٹو صاحبہ وزارت عظمیٰ کا عہدہ سنبھالنے کے بعد حیدرآباد آئیں اور سندھ میں بدامنی کو ختم کرنے کے لئے معززین سے تجاویز لیں تو صاحبزادہ صاحب نے اپنی اسی جرائت رندانہ کا مظاہرہ کرتے ہوئے کہا کہ جو لوگ لسانی صوبائی اور مذہبی فرقہ وارانہ تشدد کے ذریعہ مسلمانوں کو آپس میں لڑا رہے ہیں ان کے لیڈروں کو بلاامتیاز انصاف کے ساتھ پھانسی پر چڑھا دیجئے دوسرے روز امن ہوجائیگا اور اگر اس میں بھی ناانصافی اور عصبیت کا پھلو آگیا تو مزید حالات بگڑ جائیں گے۔ الغرض وزرائے اعظم وزرائے اعلیٰ اور گورنرز سے لے کر نچلی سطح تک کے تمام اراکین سلطنت کو ان کی خامیوں اور کوتاہیوں کی نشاندھی کرتے ہوئے انہیں آپ نے ہمیشہ حق بات کا مشورہ دیا اور ہمیشہ حق کی تلقین کی۔

جمعیت علمائے پاکستان کے پلیٹ فارم سے نشتر پارک کراچی، قلعہ گراؤنڈ حیدرآباد اور نوابشاہ میرپورخاص جیکب آباد سکھر وغیرہ میں بڑے بڑے تاریخی جلسوں سے خطاب کرتے ہوئے آپ نے ایک طرف ارباب اقتدار کو ان کی غلط پالیسیوں پر للکارا تو دوسری طرف دہشت گرد تنظیموں کے خلاف بغیر کسی خوف کے آواز حق بلند کی جمعیت علمائے پاکستان کی مرکزی مجلس شوریٰ اور عاملہ کے اجلاس میں آپ نے ہمیشہ کھل کر اظہار خیال کیا اور مرکز سے لے کر ابتدائی تنظیم تک کی کسی خامی یا کوتاہی کو محسوس کیا تو اس کا برملا اظہار کیا اور اس کے اظہار میں کسی مصلحت پسندی کا کبھی شکار نہ ہوئے۔ حتیٰ کے ایک دفعہ آپ کا ایک ایسا ہی جراتمندانہ تنقیدی خط جمعیت کے مرکزی اجلاس میں صبح سے شام تک زیر بحث رہا۔

ایک دفعہ اجلاس میں آپ کی حق گوئی کو دیکھ کر اور جرائت مندانہ خطاب کو سنکر پارٹی کے مرکزی جنرل سیکریٹی لیفٹننٹ جرنل کے ایم اظہر صاحب نے کہا کہ "آج تو صاحبزادہ صاحب نے جو سخت ترین تقریر کی ہے ہم فوجی ڈسپلن کے عادی لوگ تو اس کا تصور بھی نہیں کرسکتے" لیکن اس کے باوجود حضرت قائد اہل سنت علامہ شاہ احمد نورانی نے کبھی کسی تنقید پر اظہار ناراضگی نہیں فرمایا۔ بلکہ ہمیشہ صاحبزادہ صاحب کی

اس حق گوئی کو ہمیشہ سراہا اور ان کی حوصلہ افزائی کی۔ حلقہ 91 کے ضمنی انتخابات کے موقعہ پر پارٹی کے اہم اجلاس میں ایک "حق رائے" دینے پر مجاھد ملت علامہ عبدالستار خاں نیازی نے صاحبزادہ صاحب سے کہا کہ واہ بیٹا شاباش تم نے حق بات کہہ کے دل خوش کر دیا"۔

سیاسی خدمات:۔ صاحبزادہ صاحب کی سیاسی خدمات کی بڑی طویل فہرست ہے جس کا یہ مختصر سا مضمون متحمل نہیں ہو سکتا البتہ اتنا عرض کرنا ضروری ہے کہ حضرت قائد اہل سنت علامہ شاہ احمد نورانی نے آپ کو ترغیب دلاتے ہوئے فرمایا کہ اس زمانہ میں اپنے مذہبی اور دینی حقوق کے حصول اور تحفظ کے لئے سیاسی قوت بہت ضروری چیز ہے لہذا اس جہاد میں عملی حصہ لے کر دین کو تقویت پہنچائیں، ۔آپ نے اس کی اہمیت کو محسوس کرتے ہوئے فقط خدمت دین کی خاطر اس میدان میں قدم رکھا اور سب سے پہلے جنرل ضیاء الحق کے دور میں جبکہ تمام سیاسی جماعتوں پر پابندی تھی حضرت قائد اہل سنت کے ارشاد پر آپ نے تحریک نظام مصطفے کے نام سے جو تنظیم کام کر رہی تھی اس میں بحیثیت چیف آرگنائزر حیدرآباد ڈیویژن اپنے کام کا غاز کیا اپنی بھرپور صلاحیتوں کا مظاہرہ کر کے اور اپنی شب روز محنتوں سے پارٹی میں بڑا بلند مقام حاصل کیا، جمعیت علماء پاکستان کی سینٹرل ایگزیکیٹو کمیٹی کے اسوقت سے آج تک آپ ممبر ہیں، ۱۹۸۴ء اور ۸۷ء میں آپ دوبار بلامقابلہ جے یو پی صوبہ سندھ کے جنرل سیکریٹری منتخب ہوئے اور ۹۰ میں آپ کو پارٹی کا صوبائی نائب صدر منتخب کیا گیا۔ ایک مرتبہ آپ کو مرکزی انتخابی کمیٹی کا چیرمین منتخب کیا گیا اور آپ کی نگرانی میں پارٹی کے مرکزی عہدیداران کے الیکشن ہوئے۔

پیر پگاڑا، غلام مصطفے جتوئی نوابزادہ نصراللہ خاں میاں محمد نواز شریف ائر مارشل اصغر خاں، مولانا فضل الرحمن، غلام حیدر وائن، قائم علی شاہ، مظفر علی شاہ، جام صادق، محمود ہارون، این ڈی خان، یحیٰ بختیار، جیسی بہت سی نامور ملک کی اہم

سیاسی شخصیات کی جے یو پی کے اعلیٰ اختیاراتی وفد کے ساتھ بعض مذاکرات میں صاحبزادہ صاحب بھی شریک مذاکرات رہے ۔ قاضی حسین احمد صاحب پروفیسر غفور احمد جان محمد عباسی نے جماعت اسلامی، اسلامی جمعت طلبہ اور پاسبان کے مرکزی اور صوبائی عہدیداران کے ہمراہ حال ہی میں صاحبزادہ سے ان کے دارالعلوم رکن الاسلام میں ملاقات کی اور ملک کی دینی اور سیاسی حالات پر انسے تبادلہ خیال کیا۔

آج کل صاحبزادہ محسوس کر رہے ہیں کہ ان سیاسی مصروفیات کے باعث وہ تدریسی اور تبلیغی اور خالص دینی خدمات کا حق ادا کرنے سے قاصر ہیں جبکہ اس کی آجکل زیادہ ضرورت ہے ۔ اس لئے آجکل آپ سیاسی امور سے کچھ کنارہ کش سے ہو کر مذہبی اور دینی کاموں میں زیادہ مصروف ہیں

فیض نظر :۔ الغرض صاحبزادہ صاحب کی انہی بے شمار علمی دینی تدریسی تبلیغی تصنیفی سیاسی سماجی خدمات کو دیکھتے ہوئے ملک کے مقتدر عالم اور محقق علامہ مولینا عبدالحکیم شرف قادری صاحب نے اپنے ایک مکتوب میں آپ کو تحریر فرمایا تھا کہ

"آپ کا بیک وقت کئی پہلوؤں پر جہاد قابل صد ستائش ہے"

(مکتوب علامہ عبدالحکیم شرف قادری بنام صاحبزادہ محمد زبیر محررہ ۲۸ اپریل ۱۹۸۱ء)

اور مناظر اہل سنت حضرت علامہ مولینا محمد فیض احمد اویسی دامت برکاتہم العالیہ کے بقول "یہ سب آپ کے بزرگوں کی آپ پر خصوصی نگاہ کرم کا نتیجہ ہے۔

"آپ کی دینی خدمات قابل ستائش ہیں، چھوٹی عمر میں آپ نے دین کے بہت بڑے شعبہ جات سنبھال رکھے ہیں ۔ یہ آپ کے بزرگوں کی آپ پر خصوصی توجہ کا نتیجہ ہے"۔

(مکتوب علامہ محمد فیض احمد اویسی بنام صاحبزادہ محمد زبیر از بھاولپور محررہ ۲۱ محرم الحرام ۱۴۱۰ھ)

اور اس حقیقت کا اظہار اس خواب سے ہوتا ہے جو جناب بشیر احمد صاحب صاحب نے دیکھ کر حضرت قبلہ شاہ محمد محمود الوریؒ سے بیان کیا اور حضرت قبلہؒ نے اس خواب کا ذکر صاحبزادہ صاحب سے اپنے ایک مکتوب گرامی میں اسطرح فرمایا۔

"کل میاں بشیر صاحب جھالاداڑی بیان کر رہے تھے کہ میں نے خواب میں دیکھا کہ ننھے میاں کا روشن چہرہ ہے اور حضرت صاحب رحمۃ اللہ علیہ (خواجہ شاہ محمد رکن الدین) کے رخ روشن سے نکل کر شعائیں تم پر پڑ رہی ہیں تمہارے سر پر رکھنے کے لئے ہاتھ بڑھایا کہ ان کی آنکھ کھل گئی یہ سب انہی کی نظر کا فیض ہے"۔

(مکتوب گرامی حضرت شاہ مفتی محمد محمود بنام صاحبزادہ محمد زبیر از حیدر آباد محررہ ۱۰ اپریل ۱۹۷۳ء)

بہر حال میں اپنے اس مضمون کو ملک کے نامور خطیب اور شعلہ نوا مقرر علامہ عبدالوحید ربانی (ملتان) کے اس تبصرہ پر ختم کرتا ہوں جو انہوں نے صاحبزادہ صاحب کے متعلق تحریر کیا وہ فرماتے ہیں۔

"مولانا محمد زبیر کی کوششیں اقبال کے اس شعر کی تشریح ہیں۔

عقابی روح جب بیدار ہوتی ہے جوانوں میں
نظر آتی ہے ان کو اپنی منزل آسمانوں میں
نہیں تیرا نشیمن قصر سلطان کے گنبد پر
تو شاہین ہے بسیرا کر پہاڑوں کی چٹانوں میں"

صوفیائے ٹھٹہ

مخدوم آدم ٹھٹوی

آپ اپنے زمانہ میں سندھ کے وہ واحد نقشبندی بزرگ تھے جنکے ذریعہ سلسلہ عالیہ نقشبندیہ کو بڑا فروغ حاصل ہوا ورنہ اس وقت سندھ میں سہروردیہ اور قادریہ صرف دو ہی سلسلے آباد اور متعارف تھے ۔ چنانچہ صاحب تکملہ مقالات الشعراء آپ کے متعلق لکھتے ہیں ۔

آرے در تمام سندھ یک نفس نفیس مخدوم المخادیم نورالاقالیم
مخدوم آدم قدس طریقہ نقشبندیہ داشتندو بسکہ دو طریقہ موصوفہ
غلبہ داشتند کسے بایں طریق نمیشد

(۱) اس عبارت سے آپ کے بعض سوانح نگاروں نے یہ نتیجہ اخذ کر لیا ہے کہ "آپ سندھ کے سلسلہ نقشبندیہ میں سب سے پہلے بزرگ تھے" (۲) یہ ہرگز درست نہیں کیونکہ آپ سے قبل بھی نقشبندی سلسلہ کے سندھ میں کئی صوفیائے کرام گزرے ہیں ۔ جن میں سے ایک مخدوم بلال تلٹھی ہیں (سہون کے) جنکا سن وفات ۹۲۹ ھ یا ۹۳۱ ھ ، یا ایک روایت کے مطابق ۹۳۵ ھ ہے ۔ ڈاکٹر غلام مصطفٰے خان صاحب کی تحقیق کے مطابق آپ بھی سلسلہ نقشبندیہ کے بزرگوں میں سے ہیں اور آپ کا سلسلہ طریقت براہ راست حضرت خواجہ بہاؤ الدین نقشبند رضی اللہ تعالی عنہ تک پہنچتا ہے ۔ اسکے علاوہ سہون ہی کے ایک بزرگ شیخ موسیٰ سہوانی اور ان کے فرزند شیخ اسحاق یہ دونوں سندھ میں حضرت امام ربانی مجدد الف ثانی رضی اللہ تعالی عنہ کے پہلے خلفاء ہیں جبکہ مخدوم آدم ٹھٹوی رحمۃ اللہ تعالی علیہ حضرت امام ربانی کے صاحبزادے خواجہ محمد معصوم رضی اللہ تعالی عنہما کے خلیفہ ہیں اور شیخ موسیٰ اور شیخ اسحاق کے بعد کے دور کے ہیں ۔

اسم گرامی و نسب:۔ آپ کا اسم گرامی مخدوم آدم تھا اور مشہور " مخدوم آدو "

کے نام سے تھے ۔ آپ اصلاً " ٹھٹوی " ، (ٹھٹہ کی طرف منسوب) اور نسلاً صدیقی تھے ، والد گرامی کا نام " عبدالاحد " تھا ۔ آپ کے آباء و اجداد میں " عبدالباری " اور " عبدالخالق " کے نام سے دو بھائی تھے ۔ جن میں سے بڑے بھائی " عبدالباری ۴۷۱ ھ (۳) میں ٹھٹہ سے " کچھ " ہجرت کر آئے تھے ۔ اور یہیں مستقل سکونت پذیر ہوگئے تھے ۔ جبکہ چھوٹے بھائی " عبدالخالق " نے جب سلطان محمود غزنوی کے سندھ پر قبضہ اور یہاں اس ملک میں ان کی آمد کی خبر سنی تو ان کے استقبال اور ان سے ملاقات کی غرض سے انھوں نے ٹھٹہ کو نہیں چھوڑا بلکہ یہیں اقامت پذیر رہے ۔ چنانچہ سلطان محمود غزنوی نے حضرت مولانا عبدالخالق کے علم و فضل اور زہد و ورع سے متاثر ہو کر آپ کو شاہی اعزازات اور اکرامات سے نوازا ۔ اسی باکمال شخصیت کی اولاد میں " مخدوم آدم " ہیں ۔

آپ کا سلسلہ نسب آپ کے جدامجد حضرت عبدالباری تک اسطرح سے ہے ۔

مخدوم آدم بن مخدوم عبدالاحد بن عبدالرحمان بن عبدالباقی بن محمد بن احمد بن آدم بن عبدالہادی بن محسن بن علی بن محمد بن عبدالخالق بن محمد بن عبدالہادی ۔

سرہند میں آمد :۔ حضرت مخدوم آدمؒ کو سلطان اورنگزیب عالمگیر (۴) کے متعلق جب یہ معلوم ہوا کہ وہ اہل علم اور اہل ہنر حضرات کے بڑے قدر داں ہیں اور ان کے پاس علماء اور حفاظ کا ایک اجتماع ہے جو مختلف ملکوں سے ان کے پاس آئے ہوئے ہیں اور ان کا روزینہ یا یومیہ انہوں نے مقرر کر رکھا ہے تو اسی خیال سے آپ نے بھی دارالسلطنت " دہلی " کے سفر کا ارادہ فرمایا اور گھر سے روانہ ہوگئے ۔ لیکن خدا کو کچھ اور ہی منظور تھا اور آپ کو چند سکوں کی دولت عطا کرنے کے بجائے وہ عظیم ازلی و ابدی دولت عطا کرنی مقصود تھی جس کے سامنے دنیا ومافیہا کی تمام عزت و دولت ہیچ ہے ۔ چنانچہ جب آپ براستہ ملتان اور

لاہور ہوتے ہوئے سرہند شریف پہنچے تو وہاں آپ کو خواجہ محمد معصومؒ صاحب (۵) سے شرف ملاقات حاصل ہو گیا حضرت خواجہ محمد معصومؒ نے اپنے نور فراست سے آپ کے حسن استعداد کا اندازہ فرمالیا، اور اس جوہر قابل کو ولایت کے اوج ثریا پر پہنچانے کے لئے اپنے پاس رکھ کر تربیت کا تہیہ فرمالیا اورآپ کو اپنے پاس ٹھہرانے کے لئے یہ طریقہ اختیار فرمایا کہ اپنے پاس مدرس رکھ کر اپنے بچوں کی تعلیم و تربیت کا کام آپ کے سپرد فرما دیا چونکہ آپ عالم تھے ۔ اور یہ کام آپ کی طبیعت کے مطابق تھا، اور جس مقصد کے لئے آپ سندھ سے چلے تھے، یعنی روزگار اور معیشت کا مسئلہ وہ بھی یہاں حل ہو رہا تھا ۔ اس لئے حضرت مخدوم آدمؒ نے اس پیشکش کو قبول فرمالیا، اور حضرت خواجہؒ کے بچوں کی تعلیم و تربیت میں مصروف ہوگئے

بیعت :۔ ایک عرصہ تک آپ بچوں کی تعلیم و تدریس میں مصروف رہے لیکن اس اثناء میں آپ نے حضرت خواجہ محمد معصومؒ کی طرف کوئی توجہ نہ دی کیونکہ یہ علمائے ظاہر کا طریقہ ہوتا ہے کہ وہ اپنی انا اور خودی اور اپنے علم کے نشہ میں کسی پیر، فقیر کو نہیں گردانتے تو چونکہ حضرت مخدوم آدمؒ بھی اپنے وقت کے ایسے متبحر عالم و فاضل تھے کہ دیار سندھ میں دور دور آپ کا شہرہ تھا اور اس زمانہ میں ٹھٹہ سے لے کر ملتان تک علم و فضل میں آپ کا ہم پایہ کوئی نہ تھا لہذا ایسے زبردست عالم کا کسی فقیر بوریہ نشین کے حلقۂ ارادت میں آجانا کوئی آسان کام نہ تھا، یہی وجہ ہے کہ بقول شیخ عبدالرحیم گرہوڑی، ابتداء میں حضرت مخدومؒ کو حضرت خواجہؒ سے کوئی ارادت و عقیدت نہیں تھی بلکہ فردوس العارفین میں ہے کہ ایک مرتبہ حضرت مخدومؒ نے فقراء اور اولیاء کی عظمت و اہمیت کا انکار کردیا، کسی نے یہ خبر حضرت خواجہ کو پہنچا دی، حضرت خواجہؒ، حضرت مخدوم کے اس انکار کو سن کر مسکرا دیئے اور فرمایا!

" اول بار در انکار است چوں درارادت می آید صادق و راسخ می شود "

" یعنی یہ پہل پہل انکار ہے جب ارادت ہوجائے گی تو یہ اپنی ارادت و عقیدت میں بڑا صادق اور راسخ ہوگا "۔ اس کے بعد ایک روز حضرت خواجہؒ نے آپ سے اس آیت کے متعلق دریافت فرمایا!

" وَالطُّوْرِ وَ كِتٰبٍ مَّسْطُوْرٍ فِيْ رَقٍّ مَّنْشُوْرٍ وَّ الْبَيْتِ الْمَعْمُوْرِ "

حضرت مخدوم نے اپنے علم کی بنیاد پر اس کی عالمانہ اور محققانہ تفسیر بیان کرنی شروع کی، عین اسی دوران حضرت خواجہؒ نے آپ کے قلب کی طرف توجہ فرمائی اور اپنی باطنی قوت سے آپ کے دل کی دنیا بدل کر رکھدی، اور چند لمحے قبل جو دل معرفت و حقیقت اور ارادت و عقیدت سے عاری اور خالی تھا وہ اب عرفان مولیٰ اور ارادت اولیاء کی جلوہ گاہ بن چکا تھا، اس کے بعد " حضرت مخدوم نے حضرت خواجہ سے درخواست کی کہ وہ ان کو اپنے ارتمندوں میں شامل کر کے روحانی فیوضات و برکات سے مستفیض فرمائیں اور سلوک کی راہیں طے کراکے واصل بخدا کردیں "۔

حضرت خواجہؒ نے آپ کی یہ درخواست منظور فرمائی، آپ کو بیعت فرمایا اور آپ کی روحانی تربیت فرما کر آپؒ کو ولایت کے اعلیٰ مقام پر فائز کردیا۔

باطنی تربیت :۔ تذکرہ نگار لکھتے ہیں کہ جب حضرت خواجہؒ نے آپ کی تربیت کا آغاز فرمایا تو اس وقت آپ کی یہ کیفیت تھی کہ " ماسوا اللہ " سے آپ کا دل بالکل پھر چکا تھا، حتیٰ کہ آپ کا محبوب مشغلہ مطالعہ کتب " درس و تدریس " یہ سب چھوٹ گیا تھا اور تمام علائق اور تعلقات سے منقطع ہو کر آپ " مراقبہ " کے اندر مشاہدہ الہیٰ میں سات سال تک مستغرق و منہمک رہے، اس عرصہ میں آپ کے استغراق اور روحانی ترقیات سے دلچسپی کا یہ عالم تھا کہ اگر گھر سے کوئی خط آتا تھا تو آپ اس کو پڑھتے نہ تھے، اس خیال سے کہ کہیں اس میں کوئی ایسی خبر نہ ہو جس کو پڑھ کر میری جمعیت خاطر پراگندہ ہو جائے اور میری باطنی

تربیت ادھوری رہ جائے۔

مخدوم آدمؒ اپنی پیر کی نظر میں:۔ حضرت خواجہ محمد معصوم صاحبؒ کی نظر میں حضرت مخدومؒ کا کیا مرتبہ اور کیا شان تھی؟ اس کا اندازہ ان مکاتیب سے ہوتا ہے جو حضرت خواجہؒ نے آپ کو تحریر فرمائے، جس میں سے ایک مکتوب کا وہ اقتباس جس میں حضرت مخدوم کی علو مرتبت کا اظہار ہوتا ہے۔ وہ درج ذیل ہے۔

نوشتہ بودند در مراقبہ نشستہ بودم ایں عبارت ظاہر شد کہ تجلیء ذاتی عبارت ازآن است کہ متجلیء از بیچونی یک نصیبے بدہد، مخدوما! آنچہ ظاہر شدہ است بس عالی است از نقد وقت بلندی نماید بشارت است امیدوار باشد، بیت

گرچہ ایں لطف ممکن کار تو نیست
زمکتب مقبلاں ہستم. عجب نیست

والسلام (۶)

یعنی اپنے اس مکتوب میں حضرت مخدوم کے خط کا جواب دیتے ہوئے حضرت خواجہ محمد معصومؒ فرماتے ہیں کہ تم نے لکھا ہے کہ میں مراقبہ میں بیٹھا ہوا تھا کہ مجھ پر یہ عبارت ظاہر ہوئی کہ "تجلی ذاتی کا مطلب یہ ہے کہ (متجلی) یعنی تجلی کرنے والی خدا کے ذات اپنی بے چونی اور بے رنگی سے کچھ عطا کرے"۔

اس عبارت کو نقل کرنے کے بعد حضرت خواجہ محمد معصومؒ فرماتے ہیں کہ!

مخدوما! جو کچھ آپ پر ظاہر ہوا ہے وہ بہت بلند اور اعلیٰ چیز ہے اس میں تمہاری ترقیات اور مدارج کی بلندی کی بشارت اور خوشخبری ہے، اس مقام کے امیدوار رہو"۔ اور اپنے مکتوب کے اخیر میں ایک شعر تحریر فرمایا جس کا مطلب یہ

ہے کہ " یہ وہ اعلیٰ مقام ہے جو کسی مقبول بارگاہ خداوندی کی صحبت اور تربیت کے بغیر حاصل ہونا ناممکن ہے "۔

گویا اس طرف اشارہ فرمایا کہ یہ ہماری صحبت کیمیا اثر تھی جس نے تمہیں روحانیت کے اس اعلیٰ وارفع مقام پر فائز کردیا ۔ ورنہ بغیر اس کے اس مرتبہ تک رسائی ممکن نہ تھی ۔

رشد و ہدایت :۔ جب حضرت خواجہ محمد معصومؒ نے آپ کو تمام روحانی مدارج و کمالات طے کرادئے اور آپ کی باطنی تکمیل کرادی تو اب دوسروں کی تکمیل کرنے اور مخلوق خدا کی رشد وہدایت اور رہبری کرنے کا آپ کو حکم دیا ۔ اور سلسلہ عالیہ نقشبندیہ کی اجازت و خلافت سے سرفراز فرما کر سندھ واپس جانے اور اس طریقہ کو عام کرنے کے لئے رخصت فرما دیا ، اور ساتھ یہ بھی حکم دیا کہ جب اپنے ملک پہنچو تو ایک خانقاہ بنانا اور اس میں باقاعدہ لوگوں کی تربیت کرنا اس پر حضرت مخدوم نے عرض کی کہ حضور! ملک سندھ اس سے قبل مشائخ اور صوفیاء سے پر ہے ، ایسی صورت میں میرے طرف کون رجوع کرے گا ۔ اس پر حضرت خواجہؒ نے فرمایا کہ !

" گو پر باشد بارے بایں طریق عالی کسے برابری نخواہد کرد "

(فردوس العارفین)

" گو پر باشد نسبت ما از ہمہ طرق اعلیٰ است

(مرغوب الاحباب)

یعنی اگرچہ ملک سندھ تمام دیگر سلاسل کے بزرگوں اور مشائخ سے بھرا ہوا کیوں نہ ہی لیکن تم اس کی پرواہ نہ کرنا کیونکہ ہمارے طریقہ اور سلسلہ کی کوئی برابری نہیں کرسکتا ، تم ہمارے نسبت لے کر جارہے ہو جو سب سے اعلیٰ اور سب پر فائق ہے "۔

دیکھنے والوں کا بیان ہے کہ آپ کے مرشد کی پیشین گوئی حرف بحرف صادق آئی اور جب آپ اپنے وطن مالوف لوٹے تو دور دور سے مخلوق خدا آپ کے آستانہ پر آکے جبہ سائی کرنے لگی، ارادتمندوں اور عقیدت کیشوں کا ایک مجمع تھا جو ہر وقت آپ کے در پر لگا رہتا تھا۔ جس میں امراء و رؤسا بھی ہوتے تھی اور علماء و فضلاء بھی۔ لوگوں کی آپ سے عقیدت کا یہ عالم تھا کہ جہاں آپ تشریف لے جاتے لوگ آپ کو دیکھ کر کھڑے ہوتے چلے جاتے تھے۔ حتی کہ برکت کے طور پر اپنے چادریں اور کپڑے آپ کے لئے فرش راہ کردیا کرتے تھی تاکہ آپ کے قدموں کی برکت سے یہ بھی متبرک ہوجائیں۔

معاصرین کا حسد:۔ آپ کی اس شان و شوکت، عظمت و مقبولیت نے ہمعصر علماء اور صوفیاء کو حسد و رشک میں مبتلا کردیا، چنانچہ اس زمانہ میں ایک صاحب کشف و کرامات سادات میں سے ایک بزرگ ٹھٹہ میں رہتے تھی جن کی خلق خدا بڑی مطیع اور فرماں بردار اور ارادتمند تھی۔ لیکن مخدوم آدمؒ کے آنے کے بعد ان کی اس آن اور شان میں فرق آنے لگا ان کے آستانہ پر وہ رونقیں نہ رہیں جو حضرت مخدوم کے آنے سے قبل تھیں، جس نے ان کی رشک و حسد کی آگ کو بھڑکا دیا اولاً وہ حسد صرف حضرت مخدوم کی برائی اور ان کے انکار تک محدود تھا بعد میں اتنا بڑھا کہ انہوں نے حضرت مخدومؒ کو ہلاک کرنے کا ارادہ کر لیا۔

ایک روز وہ حضرت مخدوم کو ہلاک کرنے کی غرض سے آپ کے راستہ میں ایک کوچہ کے اندر چھپ کے بیٹھ گئے لیکن العارفین میں لکھا ہے کہ جب حضرت مخدوم ان کے پاس سے گذرے اور ان کی نگاہ حضرت مخدومؒ پر پڑی تو ان پر ایک عجیب کیفیت طاری ہوگئ اور اسی کیفیت میں ان کے ہاتھ سے خنجر و تیر گر پڑا اور وہ خود بھی حضرت کے قدموں میں گر کر اپنی اس لغزش اور تقصیر کی

معافی طلب کرنے لگے ، بعد میں جب ان سے پوچھا گیا کہ تم تو حضرت کو ہلاک کرنے کے لئے گئے تھے ۔ وہاں جاکر ان کے قدموں میں گر پڑے ۔ یہ کیا ماجرا ہے تو انہوں نے بتایا کہ جب میں نے حضرت مخدومؒ پر نظر ڈالی تو مجھے حضور سرور کائنات صلی اللہ علیہ والہ وسلم کی زیارت ہوئی کہ آپ نے حضرت مخدوم کا ہاتھ پکڑا اور انکے آگے آگئے اور مجھے دیکھ کر ملامت فرمانے لگے ۔ " بس یہ دیکھ کر میں شرم سے پانی پانی ہو گیا ، میری حالت بدل گئی اور اس وقت سے مخدوم آدم کی عظمت کا قائل ہو گیا " ۔ (۷)

کرامت :۔ حضرت مخدوم آدم جس مسجد میں نماز پڑھتے تھے اس مسجد کے امام " اخوند یوسف " آپ کے معتقد تھے اور ان کا طریقہ یہ تھا کہ جب تک حضرت مخدوم تشریف نہیں لے آتے تھے وہ جماعت نہیں کرتے تھے ، یہ امتیازی سلوک معاصر علماء پر بڑا شاق گذرتا تھا چنانچہ ایک دن مخدوم آدمؒ بن اسحاق کے صاحبزادے میاں ابوبکر جب مسجد میں نماز کے لئے آئے تو جماعت ہوچکی تھی انہیں بڑا غصہ آیا اور امام مسجد کو ڈانٹ کر کہا کہ تم سوائے مخدوم آدم کے اور کسی کا خیال نہیں کرتے اگر تم نے یہ اپنا طرز عمل نہ بدلا تو ہم تمہیں امامت سے ہٹا دیں گے ، یہ سن کر امام مسجد بڑے رنجیدہ ہوئے اور اسی افسردگی میں حضرت مخدوم کے خدمت میں حاضر ہوئے آپ نے سبب افسردگی معلوم کیا اور پھر ارشاد فرمایا! کہ فکر نہ کرو اپنے گھر جاکر تلاوت قرآن پاک میں مصروف ہو جاؤ دیکھنا ابو بکر خود ہی تمہارے پاس آئیگا اور تم سے معافی کا خواستگار ہو گا ۔ لیکن یہ یاد رکھو جب تک ان سے کوئی معاملہ طے نہ کر لینا صلح نہ کرنا ۔ امام صاحب حضرت مخدوم کی ہدایات پر عمل کرتے ہوئے تلاوت قرآن پاک میں مصروف ہوگئے ، ادھر میاں ابوبکر کے پیٹ میں سخت درد شروع ہوگیا اور انہیں فوراً احساس ہوگیا کہ یہ امام صاحب کو ڈانٹنے کا نتیجہ ہے ، وہ فوراً دوڑے ہوئے امام

صاحب کے پاس آئے معافی کے طلبگار ہوئے جب وہ بہت روئے اور گڑگڑائے تو انہوں نے اس شرط پر معافی دینے کا وعدہ کیا کہ وہ ان کو چھ مہینہ کی پیشگی تنخواہ اور خلعت و سند عطا کریں گے جب انہوں نے یہ شرائط منظور کرلیں تو امام صاحب نے پانی پر دم کر کے دیا جس کو پیتے ہی ان کو شفا حاصل ہو گئی (۸)۔

نواب ٹھٹہ کی گرفت :۔ ایک دفعہ ٹھٹہ کے نواب اور قاضی نے مل کر غلہ کا نرخ اور بھاؤ گراں کردیا اور غلہ کے گودام بند کر کے مصنوعی قحط پیدا کردیا لوگ پریشان ہو کر نواب صاحب کے پاس گئے لیکن چونکہ وہ خود اس سازش میں شریک تھا اس لئے وہاں کوئی سنوائی نہ ہوئی آخر میں لوگوں کو ایک ہی راستہ نظر آیا اور وہ حضرت مخدوم کا آستانہ تھا سب نے یہاں حاضر ہو کر آپ سے فریاد کی ۔ آپ نے اتمام حجت کے لئے نواب کے پاس پیغام بھجوایا لیکن اس نے حضرت کے پیغام کو سنی ان سنی کردیا اور اس کا کوئی جواب نہیں دیا ، اس پر حضرت مخدوم نے لوگوں سے فرمایا! کہ " صرف اس رات صبر اور کرلو انشاء اللہ کل تک وہ خود بخود گودام کے دروازے کھول دے گا " لوگ حیران و پریشان تھے مگر آپ کے ارشاد پر کامل الایقان تھے ، اور انہیں یقین تھا کہ کل تک سب معاملہ درست ہوجائے گا ، چنانچہ اسی رات قاضی اور نواب دونوں کو " حبس بول و براز " کا شدید مرض لاحق ہوگیا اور دونوں پیشاب ، پاخانہ بند ہونے کے باعث تڑپنے لگے ، تمام اطباء کو دکھایا لیکن کوئی فائدہ نہ ہوا آخر کار خدمت مخدوم میں حاضر ہو کر نواب قدم بوس ہوا ور اس درد اور تکلیف سے نجات دلانے کی درخواست کی جس پر آپ نے فرمایا کہ تم نے خلق خدا کی روزی کے دروازے بند کئے تھے اسلئے اس مصیبت میں گرفتار ہوئے ہو ، جاؤ وہ روزی اور غلہ کے دروازے کھولو خدا تمہیں خود شفا عطا کردے گا۔

چنانچہ ایسا ہی ہوا جیسے ہی اس نے گودام کے دروازے عام مخلوق کے لئے کھولدئے اور غلہ کے بھاؤ کو کم کیا اس ہی وقت اس کو صحت یابی ہوتی چلی گئی ۔(۹)

مقام ولائیت :۔ ولائیت کے مدارج اور مراتب میں سے " مقام فنا " بہت اعلیٰ اور ارفع درجہ ہے ولایت کے اس اعلیٰ و ارفع درجہ پر حضرت مخدوم آدمؒ " ٹھٹوی " کس حد تک فائز تھے ؟

یہ تو وہی لوگ بتا سکتے ہیں جو اس مقام کے آشنا اور اس کی رفعتوں کے شناسا ہیں ، ایک ایسی ہی ذات یعنی سلطان الاولیاء حضرت خواجہ محمد زمان صاحبؒ (لواری شریف) حضرت مخدوم آدمؒ کے اس مرتبہ کو یوں بیان فرماتے ہیں :۔

" حضرت مخدوم صاحب در حالت فنا اتم بو دند ودر صحبت ایشاں نیز ہماں حالت فناء نیستی برسالکاں وارد می بود " (۱۰)

یعنی حضرت مخدوم صاحب کو فنائے اتم حاصل تھی حتی کہ جو آپ کی صحبت میں بیٹھتا تھا اس پر بھی یہ حالت اور کیفیت طاری ہوجاتی تھی ۔

چنانچہ حضرت خواجہ محمد زمان صاحبؒ فرماتے ہیں کہ اگر کوئی طلب حق لے کر آپ کے پاس آتا تھا تو حضرت مخدوم صاحبؒ اس بتدی طالب علم کو بجائے خود توجہ دینے کے لپنے خانقاہ کے کسی ذی استعداد طالب علم (جو کہ بتدی ہوتا تھا) کے سپرد کردیا کرتے تھے ۔اور شروع میں وہ اس کی تربیت کرتا تھا ۔

اس کی وجہ حضرت مخدوم صاحبؒ یہ بیان فرماتے تھے کہ اگر ہم اس بتدی کو توجہ دیں گے تو اسے کوئی ذوق حاصل نہیں ہوگا کیونکہ ہماری توجہ اس کو مقام فنا کی طرف لیجائے گی ، جبکہ اکثر بتدی روحانی ذوق اور لذت کے طالبگار بن کر آتے ہیں ۔ایسے میں ہم اس کو " مقام فنا " جو کہ محض نیسی کا نام

ہے اس کی تلقین کریں تو وہ بے ذوق اور بد دل ہو کر بھاگ جائے گا ۔ لہذا ہم بتدیوں کے حوالہ اس کی تربیت کردیتے ہیں تاکہ شروع میں ذوق حاصل ہو کر اس کی طبیعت لگ جائے ۔ (۱۱)

ہم عصروں کی تعظیم :۔ حضرت مخدوم آدمؒ کی علومرتبت اور معرفت و حقیقت کے سمندر میں آپ کی شناوری کو دیکھ کر آپ کے ہمعصروں کو بھی آپ کا قائل ہونا پڑا ، چنانچہ حضرت مخدوم آدم بن اسحاق جن کا شمار اس وقت کے اکابر علماء اور جلیل القدر صوفیاء اور اولیاء میں ہوتا تھا وہ آپ کی ولایت اور معرفت کے معترف تھے ۔ اور ہمعصر ہونے کے باوجود آپ کا بڑا احترام اور تعظیم کیا کرتے تھے ۔ (۱۲)

وفات :۔ آپ کی وفات ٹھٹہ میں ہوئی آپ کا مزار پرانور " مکلی " کے مشہور قبرستان میں عیدگاہ کے شمال میں " حویلی " کے درمیان واقع ہے ۔

مزار گہربار :۔ حضرت مخدوم آدمؒ نے اپنی زندگی میں اپنے مدفن اور مزار کے متعلق فرمایا تھا کہ :۔

مدفن ما از طبقات جنت است

(۱۳)

یعنی ہمارا " مزار " جنت کے طبقات میں سے ہے ۔

حقیقت یہ ہے کہ آپ کا مزار پر انوار پریشان حالوں اور دکھ درد کے ماروں کے لئے جنت نشان ہے ۔ اسی لئے حضرت مخدوم محمد زمانؒ آف لواری فرماتے ہیں کہ " مکلی " میں بہت سے اولیاء اللہ کے مزارات اور مقامات ہیں جن میں سے شیخ جیہ " چراغ مکلی " کا مزار بھی ہے ۔ لیکن یمن و برکت اور نجات و عافیت کے لحاظ سے مخدوم آدمؒ کے مقام اور مزار کا کوئی مثل نہیں ۔

اسی لئے جب حضرت مخدوم محمد زمان صاحبؒ زیارت حرمین شریفین کے

لئے تشریف لے جانے لگے تو اپنے مخلصین اور مریدین کو آپ نے نصیحت فرمائی کہ اگر تمہیں ظاہری اور باطنی کسی قسم کی کوئی بھی مشکل پیش آئے تو حضرت مخدوم آدم کے مزار پر انوار پر حاضر ہو کر مراقب ہوجانا اور ان سے عرض کرنا، انشاء اللہ تمہاری تمام مشکلیں آسان ہوجائیں گی۔

بلکہ حرمین شریفین پہنچنے کے بعد وہاں سے اپنے احباء، اصدقا کو جو خطوط آپ نے لکھے اس میں بھی ایک مکتوب میں آپ نے حضرت مخدوم آدم اور ان کے نامور خلیفہ حضرت مخدوم ابوالقاسم کے مزارات کی حاضری اور زیارت کے تاکید فرمائی، اور خود آپ کا یہ دستور تھا کہ جب آپ شہر ٹھٹہ میں ہوتے تھے تو ہمیشہ پابندی کے ساتھ ان دونوں مزارات پر حاضری دینے کے لئے مکلی آتے تھی، اور یہاں مزارات پر مراقب ہو کر ان دونوں اولیائے کاملین کے روحانی فیض سے مستفیض ہوتے تھی اور راہ سلوک میں کوئی مشکل آپ کو درپیش ہوتی تھی تو انہیں صاحبان مزارات کے فیض اور مدد سے ان کو حل فرماتے تھے۔

آپ کے مزار مبارک کے قریب ہی آپ کا حجرہ مبارک بھی ہے جہاں اکثر اوقات حضرت مخدومؒ بیٹھکر خدا کی عبادت میں مصروف رہا کرتے تھی۔ اسی برکت کی وجہ سے بہت سے اس سلسلہ کے بزرگوں نے اسی مقام پر چلے کئے ہیں اور یہیں حضرت مخدومؒ کی روحانیت سے اپنی تربیت پائی اور ترقیاں حاصل کی ہیں۔

حضرت مخدوم محمد زمان صاحبؒ اسی مقام کی عظمت اور برکت کو بیاں کرتے ہوئے فرمایا کرتے تھے کہ اس خانقاہ کی خاک پاک پر قیامت تک انوار الہی کی بارش ہوتی رہے گی اور یہ شعر پڑھا کرتے تھی۔

آسماں سجدہ کند پیش زمین کہ درد
یک دو کس یک دو نفس بہر خدا بنشیند

اولاد :۔ حضرت مخدوم آدمؒ کے چار صاحبزادے تھے جنمیں سے دو مشہور اور علوم ظاہری و باطنی سے آراستہ و پیراستہ صاحبزادے یہ تھے ۔ (۱۴)

۱۔ حضرت شیخ فیض اللہ نقشبندی ٹھٹویؒ

۲۔ حضرت شیخ محمد اشرف نقشبندی ٹھٹویؒ

یہ دونوں یکے بعد دیگرے اپنے والد کے جانشین بنے ۔ ان کے حالات جو دستیاب ہوسکے وہ اگلے اوراق پر پیش کئے جائیں گے ۔

فردوس العارفین قلمی کے مصنف کے مطابق حضرت مخدوم آدمؒ کے چار صاحبزادے تھی ۔ لیکن جو بڑے ہوکر مشہور ہوے وہ صرف یہ دو ہی تھے اس سے بعض تذکرہ نگاروں نے یہ سمجھ لیا کہ آپ کے دو ہی صاحبزادے ہیں ۔

خلفاء و مریدین :۔ یوں تو ایک دنیا اپ کے فیوض و برکت سے بہرہ ور ہوئی لیکن وہ خاص خاص اور معروف و مشہور ہستیاں جنہوں نے آپ سے اکتساب فیض کر کے ایک مخلوق خدا کی رہبری اور رشد و ہدایت کا کام انجام دیا وہ یہ ہیں !

۱۔ مخدوم شیخ ابوالقاسم نقشبندیؒ

۲۔ مخدوم شیخ ابراہیمؒ روہڑی

۳۔ شیخ سید فتح محمد نقشبندیؒ

۴۔ شیخ انس نقشبندیؒ

۵۔ مخدوم صابر ولھادیؒ

۶۔ ابوالمساکین خواجہ محمدؒ نے بھی آپ سے استفادہ کیا ہے اور آپ فرمایا کرتے تھے کہ حضرت مخدومؒ کی اس خانقاہ پر قیامت تک انوار الہیٰ کی بارش ہوتی رہے گی ۔

۱۔ تکملہ مقالات الشعراء، محمد ابراہیم خلیل مطبوعہ سندھی ادبی بورڈ کراچی 1958ء

۲۔ تذکرہ صوفیائے سندھ، اعجاز الحق قدوسی مطبوعہ اردو اکیڈمی سندھ صفحہ ۴۶

۳۔ میرے پاس فردوس العارفین کا جو علمی نسخہ ہے اس میں سن ہجرت ۴۱۷ء لکھا ہوا ہے جبکہ تذکرہ صوفیائے سندھ، مؤلفہ اعجاز الحق، مطبوعہ اردو اکیڈمی سندھ، کراچی میں صفحہ ۴۵ پر حضرت عبدالباری صاحب کی ہجرت کا سال ۷۱۰ء لکھا ہوا ہے۔ چونکہ محمود غزنوی ۳۸۸ھ اور ۹۹۸ء میں غزنی کے بادشاہ ہوئے تھے اس لحاظ سے عبدالباری صاحب کی ہجرت کا سال ۴۱۷ھ ہی صحیح معلوم ہوتا ہے۔ ۷۱۰ھ والا قول غلط ہے۔

۴۔ سلطان اورنگ زیب عالمگیر، شاہجہاں کے صاحبزادے تھے، ارجمند بانو ممتاز محل کے بطن سے ۱۵ ذیلقعد ۱۰۲۸ھ کو شب یکشنبہ کو پیدا ہوئے، ۳۹ سال ۱۱ ماہ ۲۰ یوم کی عمر میں ۱۰۶۸ھ کو تخت نشین ہوئے، "اطیعوا اللہ و اطیعوا الرسول و اولی الامر منکم" سے تاریخ جلوس نکلتی ہے، اکیانوے سال تیرہ یوم کی عمر پا کر اور پچاس برس ۲۷ یوم حکومت کر کے بتاریخ ۲۸ ذیلقعد ۱۱۱۸ھ بروز جمعہ دکن میں وفات پائی، "روح و ریحان و جنت نعیم" سے تاریخ وفات نکلتی ہے، عربی و فارسی اور ترکی زبانوں میں کامل مہارت تھی، تفسیر و حدیث پر کافی عبور رکھتے تھے۔ ہر منصف مزاج، معصر مؤرخ کا اس پر اتفاق ہے کہ آپ بحد خلیق، انتہائی متقی و پرہیزگار درویش مزاج، ماہر علوم دینیہ، عدل گستر اور انتہائی شجاع و بہادر تھے۔ ہمیشہ باوضو رہتے تھے، کلمہ طیبہ اور دیگر وظائف ہر وقت آپ کی زبان پر جاری رہتے تھے، نماز اول وقت جماعت سے مسجد میں ادا فرماتے تھے، ہر ماہ ایام بیض کے روزوں کے بحد پابند تھے، ہر ہفتہ، پیر، جمعرات اور جمعہ کا روزہ بھی رکھتے تھے، رمضان کے اخیر عشرہ میں مسجد میں اعتکاف بھی کرتے تھے۔ دو لاکھ روپے کے صرف سے فتاوی عالمگیری" کو مرتب کرایا، علماء اور مشائخ اور اہل علم و ہنر حضرات کے لئے گراں قدر وظائف مقرر کرتے تھے تخت سلطنت پر بیٹھ کر قرآن مجید حفظ کیا، حضرت مجدد الف ثانی کی وفات کے وقت ۵ برس کی عمر تھی، ان کے صاحبزادے خواجہ محمد معصوم سے بیعت ہوئے اور خواجہ سیف الدین (ابن خواجہ محمد معصوم) سے سلوک طے کیا، اور خواجہ محمد نقشبند اور خواجہ محمد زبیر کی زیارت سے بھی مستفیض ہوئے اپنے ہاتھ سے قرآن مجید لکھتے تھے، وصیت کے مطابق آپ کو خلد آباد دکن میں حضرت شیخ زین الدین کے مقبرے میں دفن کیا گیا (مقدمہ مکتوبات خواجہ محمد معصوم، احمد نسیم، مطبوعہ لکھنؤ، کتب خانہ الفرقان)

۵۔ آپ حضرت امام ربانی مجدد الف ثانی کے تیسرے فرزند ہیں، ۱۱ شوال ۱۰۰۷ھ بروز پیر آپ کی ولادت ہوئی۔ سولہ سال کی عمر میں تمام علوم عقلیہ و نقلیہ کی تحصیل سے فارغ ہو گئے تھے صرف تین ماہ کی قلیل مدت میں آپ نے پورا قرآن پاک حفظ کر لیا تھا، اپنے والد ماجد سے علوم باطن حاصل کئے اور انہیں سے مراحل سلوک طے کر کے خلافت حاصل کی، اور ان کے وصال کے بعد (۱۰۳۴ھ میں ان کے جانشین کی حیثیت سے مسند ارشاد پر ممتکن ہوئے کہا جاتا ہے کہ آپ کے مریدین کی تعداد نو لاکھ تک تھی اور خلفاء سات ہزار تھے۔ آپ کے مکتوبات کی تین جلدین شائع ہو چکی ہیں، سلطنت مغلیہ کے تین عظیم فرمانروا یعنی بادشاہ اورنگزیب عالمگیر، شاہجہاں اور جہانگیر آپ ہی سے بیعت تھے، لاہور کا گورنر مکرم خاں علم منطق کے مشہور استاد میر زاہد، اور مشہور شاعر ناصر علی آپ ہی کے فیض یافتہ تھے، ہندوستان کے مشہور بزرگ مرزا مظہر جان جاناں کا سلسلہ دو واسطوں سے آپ تک پہنچتا ہے۔ آپ کے چھ صاحبزادے اور چھ صاحبزادیاں تھیں۔ آپ کے ایک خلیفہ شیخ حبیب اللہ بخاری کے چار ہزار خلفاء تھے، بہتر سال کی عمر میں ۹ ربیع الاول ۱۰۷۹ھ کو بعہد سلطنت عالمگیر، السلام علیکم فرماتے ہوئے آپ کا وصال ہو گیا۔ آپ کا مزار مبارک سرہند شریف میں ہے، ناصر علی نے اس شعر میں آپ کی تاریخ وفات کہی ہے۔ زدل پر سیدم از سال وفاتش۔ ندا آمد ز عالم رفت معصوم ۱۰۷۹ھ۔

حالات ماخوذ مقدمہ مکتوبات خواجہ محمد معصوم مطبوعہ لکھنو۔

۶۔ فردوس العارفین قلمی از میر بلوچ خان مؤلفہ ۱۲۰۱ھ، ۱۷۸۶ء صفحہ ۱۶۔

۷۔ فردوس العارفین، از میر بلوچ خان مؤلفہ ۱۲۰۱ھ، ۱۷۸۶ء صفحہ ۱۸۔

۸۔ تحفتہ الطاہرین صفحہ ۸۷، تحفتہ الکرام ص ۲۳۹، اور تذکرہ صوفیائے سندھ، اعجاز الحق قدوسی ص ۴۸۔

۹۔ فردوس العارفین قلمی، میر بلوچ خان ص ۱۹، ۲۰، ۱۲۰۱ھ۔

۱۰۔ فردوس العارفین قلمی میر بلوچ خان ۱۲۰۱ھ ص ۲۰۔

۱۱۔ ایضاً صفحہ ۲۱۔

۱۲۔ حاشیہ تکملہ مقالات الشعراء، سید حسام الدین راشدی، مطبوعہ سندھی ادبی بورڈ، ص ۲۳۲۔

۱۳۔ مرغوب الاحباب، میر نظر علی، ۱۲۷۳ھ ص ۸۔

۱۴۔ پھر ان میں سے حضرت محمد اشرف کے ایک صاحبزادے حاجی محمد پیدا ہوئے ان کے بعد ان کی کوئی اولاد نہیں ہوئی اور دوسرے صاحبزادے حضرت شیخ فیض اللہ کی کوئی نرینہ اولاد نہیں

ہوئی ، یہ تحفتہ الکرام اور تکملتہ مقالات الشعراء اور مرغوب الاحباب قلمی کی روایت ہے ، جبکہ فردوس العارفین قلمی کی عبارت سے معلوم ہوتا ہے کہ حضرت شیخ محمد اشرف کے ایک نہیں بلکہ دو صاحبزادے تھے ۔ ایک کا نام شیخ احمد اور دسرے کا نام شیخ محمد تھا۔

حالات مخدوم آدم ، ماخوذ از مرغوب الاحباب قلمی ، مملوکہ راقم الحرف فردوس العارفین قلمی ، تکملہ مقالات الشعراء ، اور تحفتہ الطاہرین ، تحفتہ الکرام اور تذکرہ صوفیائے سندھ ، اور حاشیہ تذکرہ تکملہ مقالات الشعراء ،

شیخ فیض اللہ

آپ حضرت مخدوم آدمؒ کے بڑے صاحبزادے تھے ۔ اپنے وقت کے متبحر عالم اور کامل عارف تھے ۔ اور حضرت مخدومؒ کے بعد ان کی جگہ آپ ہی مسند آرائے رشد و ہدایت ہوئے ۔ بلکہ مرغوب الاحباب میں ہے کہ حضرت مخدوم آدمؒ نے اپنے وفات کے وقت خود آپ کو اپنا جانشین مقرر فرما دیا تھا ۔

تعلیم و تربیت :۔ بچپن میں آپ کی تعلیم و تربیت خواجہ ابوالقاسم نقسبندیؒ نے کہ جو حضرت مخدوم آدمؒ کے اجل خلفاء میں سے تھے بلکہ تذکرہ نگار لکھتے ہیں کہ آپ اپنے اس مخدوم زادے کی تربیت اس قدر لگن و محنت اور محبت و شفقت سے کرتے تھے کہ اپنے بچوں پر بھی آپ کو ترجیح دیتے تھی ، اور مخدوم زادہ ہونے کی حیثیت سے باوجود شاگرد ہونے کے ان کا اداب و احترام کیا کرتے تھے ۔

جب ابتدائی تعلیم و تربیت کے ذریعہ ان کے جوہر قابل کو اس مقام پر پہنچا دیا کہ وہ بڑے بڑے علوم و معارف کا اکتساب کرسکے تو اب ان کو اعلیٰ روحانی تعلیم دلانے کے لئے اپنے ساتھ سرہند شریف لے گئے اور وہاں اپنے شیخ و مرشد شاہ سیف الدینؒ (۱) کی خدمت میں ان کو پیش کرکے ان کی اعلیٰ تربیت اور ترقی مراتب روحانیت کی آپ سے درخواست کی جس کو حضرت شاہ سیف الدینؒ نے منظور فرمایا اور آپ کی تربیت کی طرف خصوصی توجہ مبذول فرمائی ۔ یہ آپ کی خصوصی توجہ ہی کا اثر تھا کہ آپ کچھ ہی عرصہ میں اپنی تربیت مکمل کرکے فائز المرام ہوگئے ۔

ریاضت و مجاہدہ :۔ راہ سلوک کو طے کرنے اور مراتب کمالات پر فائز ہونے کے لئے آپ نے کیا کیا ریاضتیں فرمائیں ۔ اس کا اندازہ صرف اس ایک بات سے ہوتا ہے کہ آپ نے کئی بار ٹھٹہ سے سرہند شریف تک کا طویل ترین

سفر بغیر کسی سواری کے پا پیادہ طے کیا، اس عظیم ریاضت نے آپ کو اپنے پیرومرشد کی نگاہ کرم کا خاص مستحق کردیا چنانچہ آپ کے پیرومرشد نے اپنے خصوصی الطاف وکرم سے آپ کو نوازا اور بہت جلد آپ کی تکمیل کرکے اجازت وخلافت سے آپ کو سرفراز فرمایا! اور مخلوق کی رشد وہدایت کا حکم دے کر وطن مالوف واپس جانے اور وہاں اپنے والد صاحب کے سجادہ کو سنبھالنے کا حکم دیا

شیخ ابوالقاسمؒ کا احترام :۔ حضرت شیخ ابوالقاسم نقشبندیؒ اپنے وقت کے معروف عارف کامل اور مرجع خلائق ہونے کے باوجود اپنے اس بزرگزادے کا اس قدر احترام اور تعظیم کرتے تھی کہ ان کے سامنے اپنے بزرگی اور مشیخیت کو بھی ظاہر کرنا آپ کو گوارا نہ تھا چنانچہ اگر کوئی طالب آپ کے پاس سلوک کی راہیں طے کرنے کے لئے آتا تھا تو آپ اس کو بے ادبی جانتے تھے کہ مخدوم فیض اللہ کے ہوتے ہوئے میں اس کو اپنا مرید بنا کر انکے مقابلہ میں اپنے شخصیت اجاگر کروں، لہذا آپ کا طریقہ یہ تھا کہ سب سے پہلے اس طالب کو حضرت شیخ فیض اللہ کی خدمت اقدس میں بھیجتے جب وہ اس کو توجہ دے دیتے تھے تب آپ اس کی روحانی تربیت کا آغاز فرمایا کرتے تھے۔

یہ ادب کی اعلیٰ مثال ہے کہ اپنے شاگرد کا احترام اور تعظیم اسلئے کیا جارہا ہے کہ وہ اُستاذ زادہ اور روحانی مربی کا لخت جگر ہے۔

فیض صحبت :۔ اپنے والد کی نسبتوں، اور سرہند شریف سے ملی ہوئی روحانی دولتوں کو لے کر جب آپ مسند رشدوہدایت پر جلوہ فگن ہوئے تو بادیۂ ضلالت میں بھٹکے ہوئے بہت سے لوگ راہ راست پر آگئے، کہا جاتا ہے کہ آپ کی صحبت میں یہ اثر تھا کہ جو آپ کے پاس آجاتا تھا اس کے دل سے ماسوا اللہ کے نقوش و خیالات مٹتے چلے جاتے تھی، اور اس کا دل خدا کی یاد سے ایسا معمور ہوتا تھا کہ پھر غیر خدا کا خیال اس میں آہی نہیں سکتا تھا۔ اس کے علاوہ طالبان حق آپ کی

صحبت میں عجیب و غریب کیفیتوں سے سرشار ہوتے تھے۔

مقام ولایت:۔ آپ کے مقام ولایت کا اندازہ اس ایک واقعہ سے ہوتا ہے کہ آپ کے مخلصین و مریدین میں ایک صاحب استعداد شخص تھے جو آپ کو اس قدر محبوب تھے کہ جب تک وہ نہیں آجاتے تھے آپ رمضانوں میں عشاء کی نماز شروع نہیں فرماتے تھے ایک روز انہیں آنے میں دیر ہو گئی، آپ تنہا اپنے حجرہ شریف میں تشریف فرما تھے اور ان کے آنے کے متعلق لوگوں سے دریافت فرما رہے تھے، کچھ دیر بعد جب وہ صاحب تشریف لے آئے تو لوگوں نے انہیں بتایا کہ حضرت آپ کو پوچھ رہے تھے وہ دوڑتے ہوئے حضرت کے پاس گئے لیکن جب حضرت کے حجرہ کے قریب پہنچے تو انہیں اندر سے دو آدمیوں کی سرگوشی کی آواز آئی، جسے سنکر وہ باہر ہی رک گئے تھوڑی دیر بعد جب حضرت باہر تشریف لائے تو ان کو دیکھتے ہی فرمایا کہ تم نے اپنے آنے سے ہمیں تھوڑی دیر پہلے کیوں نہیں آگاہ کر دیا، اگر ہمیں اپنے آنے کی اطلاع دے دیتے تو آج ہم تم کو آنحضرت روحی فداہ صلے اللہ علیہ وسلم کی زیارت کراتے اور ان کے مبارک ہاتھوں میں تمہارا ہاتھ دے کر ان سے تمہاری سفارش کرتے، کیونکہ جناب رسالتمآب علیہ الصلوۃ والسلام ابھی اسی حجرہ میں تشریف فرما تھے۔

شان جلالی:۔ ایک بے ادب شخص آپ کی محفل میں بیٹھا ہوا آپکی محفل کے آداب کو بالائے طاق رکھ کر کسی اور طرف دیکھ رہا تھا، ایک بار اس کو تنبیہ کی گئی لیکن وہ باز نہ آیا۔ جب دوسری بار اس نے گستاخی سے گردن پھیر کر دوسری طرف دیکھنا چاہا تو اس کی گردن اسی جانب ٹیڑھی ہو گئی۔

وفات:۔ آپ نے عالم شباب میں اپنے والد کی وفات کے چار پانچ سال بعد اس دارفانی سے رحلت فرمائی آپ کا مزار مبارک اپنے والد مخدوم آدمؒ کے مزار کے

مشرقی جانب مکلی کے مشہور قبرستان میں واقع ہے ۔

اولاد:۔ افسوس کے آپ کی کوئی نرینہ اولاد نہیں تھی ۔

۱۔ آپ کا اسم گرامی سیف الدین ہے ، آپ حضرت خواجہ محمد معصوم ۱۰۷۹ھ کے گیارہ صاحبزادوں میں سے ایک ہیں آپ کی ولادت ۱۰۴۹ھ ، ۱۶۳۹ء یا ۱۰۵۵ھ میں ہوئی اور وفات ۲۰ جمادی الاولی ۱۰۹۶ھ مطابق ۱۲۵ پریل ۱۶۸۵ء کو ہوئی آپ اپنے اب اور جد کے مزارات کے پائیں قبہ کے اندر استراحت فرمائیں ۔ گیارہ سال کی عمر تک آپ نے فنائے قلب اور ولایت صغریٰ کے منازل طے کرلئے تھے اور جوان ہونے تک آپ علوم و معارف کے مجمع البحرین ہو گئے تھے ، زمانہ کے شاہ و گدا آپ کے در کے غلام تھے ۔ چنانچہ آپ کے مکتوبات میں سے مکتوب نمبر ۸۳ ہے ۔ جس میں آپ تحریر فرماتے ہیں " بادشاہ بدخول طریقہ علیہ مشرف گشتہ بسیار متاثر گشت ، سہ صحبت باحضرت ایشان داشت چوں شاہجہاں وفات یافت بہ جہت ضرور متوجہ اکبر آباد گشت دیگر از ہجوم اہل طلب کہ مانند مور ملخ غلو دارند چہ نویسد کہ از حیطہ نوشتن خارج است " شاہزادہ محمد اعظم آپ کا مرید اور اس قدر معتقد تھا کہ ایک دعوت میں خود لوٹا ہاتھ میں لے کر برکت حاصل کرنے کی غرض سے آپ کے ہاتھ دھلانے لگا ۔ آپ کا مادہ تاریخ وفات یہ ہے

سال تاریخ وصل آنحضرت ۔۔ گشت ہے ہے ستون دیں افتاد

آپ کے آٹھ صاحبزادے چھ صاحبزادیاں تھیں ۔ صاحبزادوں کے نام یہ ہیں ، ۱۔ محمد اعظم ۲۔ محمد حسین ۳۔ محمد شعیب ۴۔ محمد عیسیٰ ۵۔ محمد موسیٰ ۶۔ کلمۃ اللہ ۷۔ محمد عثمان ۸۔ عبدالرحمان ، مرزا مظہر جان آپ کے خلیفہ کے خلیفہ ہیں ، آپ کے ایک سو نوے مکاتیب کو آپ کے فرزند ارجمند اور آپ کے جانشین عالم و عارف حضرت شیخ محمد اعظم نے جمع فرمایا ہے ۔ ان مکاتیب میں شہنشاہ اورنگ زیب ، اس کے لڑکے محمد اعظم ، محمد معظم ، سلطان عبدالرحمن ، محتشم خان ، مکرم خان جیسے سلاطین کو بھیجے گیے مکاتیب بھی ہیں ۔ (مقامات خیر ، ابوالحسن زید ، مطبوعہ دہلی ۔ و مکتوبات سیفیہ ، خواجہ سیف الدین ، محمد اعظم مطبوعہ حیدرآباد)

شیخ فیض اللہ کے تمام حالات مرغو الاحباب قلمی مملوکہ راقم الحروف فردوس العارفین قلمی مملوکہ راقم الحروف سے ماخوذ ہیں ۔

شیخ محمد اشرف

آپ حضرت مخدوم آدم کے دوسرے صاحبزادے ہیں جو جید عالم اور عارف کامل تھے ۔ اور اپنے بڑے بھائی شیخ فیض اللہ کے انتقال کے بعد اپنے والد کی خانقاہ میں ان کی جگہ سجادہ نشین ہوئے ۔

تعلیم و تربیت :۔ ابتداء میں آپ کی تعلیم و تربیت بھی آپ کے بڑے بھائی کے ساتھ حضرت شیخ ابوالقاسم نقشبندی کے ذریعہ ہوئی جنھوں نے انتہائی شفقت و محبت کے ساتھ ان دونوں مخدوم زادوں کی تربیت فرمائی اور پھر اپنے ساتھ مدارج سلوک کی تکمیل کے لئے سرھند شریف لے جاکر اپنے پیرو مرشد حضرت خواجہ شاہ سیف الدین(۱) (ابن حضرت خواجہ محمد معصوم ابن حضرت امام ربانی) کی توجہات خصوصیہ کے ذریعہ ان کی تکمیل کرائی حضرت خواجہ کی بھی ان دونوں حضرات پر نگاہ خصوصی تھی ۔

شیخ محمد اشرف نے بھی اپنے بھائی کے ہمراہ کئی بار ٹھٹھ سے سرھند شریف تک پیدل سفر کرکے اپنے پیرو مرشد کی نگاہ میں ایک مقام پیدا کرلیا تھا ۔ جو آپ کی ترقی درجات کا باعث بنا ۔

علو شان :۔ آپکے مخلصین اور مریدین میں سے ایک شخص نے رات کو خواب میں دیکھا کہ فخر موجودات ، ختم الرسل جناب حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم خانقاہ کی طرف تشریف لے جارہے ہیں ۔ انہوں نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے دریافت کیا کہ آپ وہاں کیوں تشریف لے جارہے ھیں اسپر جناب رسالتمآب علیہ الصلواۃ والسلام نے فرمایا کہ میں شیخ محمد اشرف کی عیادت کے لیئے جارہا ھوں ، جب یہ مخلص صبح خدمت اقدس میں حاضر ہوا تو دیکھا کہ واقعی

حضرت محمد اشرف کی آنکھوں میں تکلیف تھی اور اس کا اثر آنکھوں سے ظاہر ہو رہا تھا جب انہوں نے رات کے واقعہ کا ذکر اپنے مرشد شیخ محمد اشرف سے کیا تو آپ نے تبسم کرتے ہوئے فرمایا کہ اس کے بعد سے الحمدللہ اب بالکل آنکھ کے درد میں افاقہ ہے۔

کرامت:۔ ایک دفعہ مخدوم شیخ محمد اشرف اپنے ایک دوست کے یہاں سے دعوت میں شرکت کر کے واپس آرہے تھے کہ اچانک راستہ میں بارش ہو گئی اور اتنی زبردست بارش ہوئی کہ گلی کوچے پانی اور کیچڑ سے بھر گئے۔ آپ اسی حالت میں اپنے دولت کدہ پر پہنچے، جونہی آپ نے اپنے گھر کی دھلیز پر قدم رکھا تو آپ کا قدم پھسل گیا اور کیچڑ میں دھنس گیا لیکن جب آپ نے نکالا تو لوگ آپ کی اس کرامت کو دیکھ کر حیران رہ گئے کہ آپ کا پاؤں بلکہ آپ کی جوتی بھی گیلی تک نہیں ہوئی تھی اور آپ کے جسم پر کہیں نمی کا نام و نشان تک نہیں تھا۔

وفات:۔ آپ کی وفات بھی آپ کے بڑے بھائی کی طرح جوانی میں ہی ہو گئی، یعنی اپنے والد بزرگوار کی رحلت کے بعد اور اپنے بڑے بھائی شیخ فیض اللہ کی وفات کے ایک سال بعد آپ اس دارفانی سے دارباقی کی طرف رحلت کر گئے۔
اِنَّا لِلّٰہِ وَ اِنَّا اِلَیْہِ رَاجِعُوْنَ۔

اولاد:۔ آپ کے دو صاحبزادے تھے، ایک شیخ احمد اور دوسرے شیخ محمد آپ کی وفات کے وقت یہ بہت چھوٹے تھے۔

مزار:۔ آپ کا مزار بھی اپنے والد اور بھائی کے مزار کے ساتھ مکلی میں زیارت گاہ خاص و عام ہے۔

۱۔ آپ کے حالات شیخ فیض اللہ کے حالات کے ضمن میں گذر چکے ہیں۔
۲۔ حالات شیخ محمد اشرف منقول از فردوس العارفین مملوکہ راقم الحروف و مرغوب الاحباب قلمی مملوکہ راقم الحروف۔

شیخ احمد

آپ حضرت مخدوم آدم ٹھٹویؒ کے پوتے یعنی حضرت مخدوم محمد اشرفؒ کے فرزند ارجمند تھے ، علوم ظاہری و باطنی کے جامع اور صاحب کشف و کرامت بزرگ تھے ۔

بچپن میں ہی والد کا سایہ سر سے اٹھ گیا تھا لیکن اسی حالت یتیمی میں آپ نے تمام علوم کی تحصیل کا آغاز کیا اور عالم شباب تک آپ نے تمام علوم کی تکمیل کرکے اس میں مہارت تامہ حاصل کرلی ۔ اس کے بعد آپ اپنے ظاہری و باطنی تکمیل کے لئے پایہ سلطنت دہلی تشریف لے گئے جو اس وقت علماء صوفیاء اور اولیاء کا مرکز بنا ہوا تھا ، وہاں آپ نے ایک عرصہ قیام فرما کر اپنے علوم و معارف اور اپنی استعداد کو جلا بخشی ۔

اس سے زیادہ حالات آپ کے کسی کتاب میں دستیاب نہیں ہوسکے یہ مختصر سے حالات فردوس العارفین قلمی سے ماخوذ ہیں ۔

ابوالمساکین شیخ محمدؒ

آپ حضرت مخدوم آدم ٹھٹوی کے پوتے اور شیخ محمد اشرفؒ کے صاحبزادے تھے، علوم ظاہری و باطنی کے جامع اور اپنے وقت کے ایسے ولی کامل تھے جنہوں نے اپنے آباء و اجداد کے نام اور کام کو روشن کردیا، چنانچہ تاریخ سندھ کے مؤرخین اس کا یوں اعتراف کرتے ہیں۔

"از و مخدوم محمد روشنگر آئینہ مشیخت جد و پدر برآمدہ (۱)

نام اور کنیت :۔ آپ کا اسم گرامی "محمد" تھا، اور آپ کی کنیت "ابوالمساکین" تھی۔

اس کنیت کے رکھنے کی وجہ یہ تھی کہ آپ بیحد خلیق اور کریم الطبع تھی چونکہ عرب کے لوگ ایسے شخص کو "ابوالمساکین" کی کنیت سے یاد کرتے ہیں لہذا اس صفت کی بنا پر آپ کی کنیت بھی یہی پڑ گئی۔

بشارت قبل از ولادت :۔ ایک روز حضرت مخدوم آدمؒ نے اپنے خاص خلیفہ حضرت مخدوم ابوالقاسم نقشبندیؒ سے فرمایا کہ دیکھو ہماری اولاد میں ایک مرد خدا پیدا ہوگا جس کا نام بھی حضور سرور کائنات صلی اللہ علیہ وسلم کے نام کی طرح ہوگا اور جس کے اوصاف و اخلاق بھی اخلاق مصطفیٰؐ کا نمونہ ہونگے اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی طرح وہ بھی جلد ہی یتیم ہوجائیگا لیکن یاد رکھنا وہ اپنے وقت کا قطب ہوگا اور اس کی تربیت اور پرورش کی ذمہ داری تمہارے ذمہ ہے کہیں ایسا نہ ہو کہ وہ دربدر کی ٹھوکریں کھاتا پھرے تم اس کی ظاہری و باطنی تربیت خود کرنا اور اس میں کوئی کمی نہ چھوڑنا۔ چنانچہ بعینہٖ آپ کے ارشاد کیمطابق حضرت مخدوم محمد کی پیدائش ہوئی اور چند ہی دنوں بعد آپ کے والد

اس دار فانی سے رحلت فرماگئے پھر حضرت مخدوم ابو القاسمؒ نے آپ کی تربیت ظاہری و باطنی میں سعئ بلیغ فرمائی۔

بشارت دیگر :۔ آپ کے والد شیخ محمد اشرف فرماتے ھیں کہ آپ ابھی بطن مادر میں تھے کہ اس دوران میرا سرھند شریف جانا ہوا ایک روز میں اپنے پیرو مرشد کی خدمت بابرکت میں بیٹھا ہوا تھا کہ اچانک میرے دل میں خیال آیا کہ نمعلوم کہ میری بیوی کے یہاں کیا ہوا ہوگا۔ اس خیال کا آنا تھا کہ حضرت خواجہؒ نے میری طرف دیکھ کے تبسم کیا اور فرمایا کہ خوش ہوجاؤ تمھارے یہاں بڑا مبارک بچہ تولد ہوا ہے وہ ایسا بچہ ہے کہ اپنے وقت کے کامل اولیاء اللہ میں سے ہوگا۔

ایام طفولیت :۔ بچپن ہی میں آپ کی پیشانی پر آثار ولایت اور انوار ہدایت جگمگاتے رہتے تھے۔ اور لڑکپن ہی میں آپ سے خرق عادلت کا ظہور ہونا شروع ہوگیا تھا۔ چنانچہ اس خوردسالی میں اگر آپ کسی مغلوب اور ضعیف فریق پر اپنی روحانی توجہ مبذول فرماتے تھے تو وہ فریق غالب ہوتا چلاجاتا تھا۔ اور اپنے دشمن یا مدمقابل پر غالب آکے کامیاب و کامران ہوجاتا تھا۔

چنانچہ آپ کے انہی بچپن کے دنوں میں ایک سید صاحب جو آپ کے آباؤ اجداد کے ارادتمند اور پرانے خادم تھے آپ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور عرض کی کہ میں ایک مصیبت میں پھنس گیا ہوں آپ حاکم وقت سے سفارش کردیجیئے کہ وہ مجھے اس مصیبت سے نجات دلائے۔ آپ یہ سوچ کر کہ یہ سید ہیں مظلوم ہیں اور ہمارے پرانے مخلص ہیں ان کے ساتھ ہولئے اور حاکم کے پاس جاکر ان کی سفارش فرمائی، لیکن حاکم ایسا سخت مزاج اور اپنے جاہ و حشمت کے نشہ میں ایسا مدہوش تھا کہ اس نے اس معاملہ کی طرف کوئی توجہ نہیں کی۔ بلکہ سید صاحب کے ساتھ بڑے ترش لہجہ میں بات کی جو حضرت کو بہت ناگوار گذری

راستہ میں حضرت نے ایک مقام پر توقف فرمایا اور سر جھکا کر ایک لحظہ مراقبہ فرمایا، پھر تبسم فرماتے ہوئے کھڑے ہوگئے اور سید صاحب کا ہاتھ اپنے ہاتھوں میں لے کر فرمایا کہ خوش ہو جاؤ۔ ہم نے تمہارا کام کسی دوسرے کے حوالے کردیا ہے۔ اور جب حضرت صاحب گھر پہنچے تو سید صاحب نے اپنے گھر واپس جانے کی اجازت چاہی، لیکن آپ نے ان کو جانے کی اجازت نہیں دی اور فرمایا کہ آپ اتنی دور سے سفر کر کے آئے ہیں، تھکے ہوئے ہوں گے لہذا چند روز ہمارے پاس ہی قیام فرمایئے۔ حضرت کے ارشاد پر انہوں نے قیام کرنا منظور کرلیا، ابھی کچھ ہی روز گذرے تھے کہ حضرت کے ارشاد مبارک کے ظہور کا وقت آگیا۔ اور کسی نے آکر یہ خوش خبری سنائی کہ اوپر سے حکم آیا ہے کہ حاکم کو معطل کردیا گیا ہے۔ اور ان کی جگہ پر دوسرے حاکم کا تقرر کردیا گیا۔ چنانچہ دوسرے حاکم نے عہدہ سنبھالتے ہی حضرت کے اس خادم کا کام حضرت کی مرضی کے مطابق کردیا۔

شیخ ابوالقاسم کی تربیت و محبت:۔ حضرت شیخ ابوالقاسمؒ نے اپنے شیخ اور مخدوم حضرت آدمؒ کے حکم کے بموجب اور مخدوم زادے کی حیثیت سے آپ کی روحانی اور ظاہری تربیت بڑی محنت، شفقت اور محبت سے کی، حتیٰ کہ حضرت ابوالقاسمؒ آپ کو اپنے بچوں سے بھی زیادہ محبوب اور عزیز رکھتے تھے۔

یہی محبت تھی کہ جس کی بنا پر حضرت ابوالقاسمؒ نے آپ کو اپنا داماد بنایا اور اپنے وہ عارفہ کاملہ بیٹی جس کی تربیت انہوں نے اسی تصوف کے رنگ میں کی تھی اور جس کو عورتوں کی رشد و ہدایت کا کام سپرد کیا تھا، ایسی عابدہ اور زاہدہ بیٹی کو آپ کے نکاح میں دیا۔

اس کے علاوہ شیخ ابوالقاسمؒ کے دل میں آپ کی کتنی محبت اور ان کی نظر میں آپ کی کتنی وقعت اور منزلت تھی اس کا اندازہ اس واقعہ سے ہوتا ہے کہ

جب آپ کی وفات کا وقت قریب آیا تو اس وقت شیخ محمد شہر میں موجود نہیں تھے حضرت ابوالقاسمؒ نے آپ کو کئی بار یاد فرمایا، ہر بار حاضرین محفل نے آپ کے صاحبزادے شیخ ابراہیم کو آگے بڑھا دیا اور کہا کہ وہ تو موجود نہیں ہیں ہاں آپ کے صاحبزادے موجود ہیں، لیکن ہر بار آپ یہ سن کر خاموش ہوگئے۔ مگر جب تیسری بار آپ نے شیخ محمد کو یاد فرمایا اور اس کے جواب میں لوگوں نے آپ کے صاحبزادے شیخ ابراہیم کا نام لیا تو آپ کو غصہ آگیا اور آپ نے فرمایا کہ خدا کی مخلوق کو ضائع کرنا نہیں ہے میں شیخ ابراہیم کو اجازت نہیں دے سکتا کیونکہ انہیں مخلوق خدا کو سنبھالنے کی استعداد اور ہمت نہیں ہے۔ پھر فرمایا کہ اچھا جب بھی شیخ محمد آئیں تو ان سے کہہ دینا کے ہمارے مزار پر ضرور آئیں۔

چنانچہ جب شیخ محمد حضرت ابوالقاسمؒ کے وصال کے بعد واپس گھر تشریف لائے تو ان کے مزار مبارک پر مکلی میں حاضر ہوئے اور حضرت کی روحانیت سے فیض حاصل کیا اور ولایت کے درجات رفیعہ پر فائز ہوئے۔

سفر سرہند:۔ نسل امام ربانی مجد الف ثانی کے ایک آفتاب و ماہتاب حضرت شاہ محمد زکی اللہ صاحبؒ (۲) جب زیارت حرمین شریفین کے لئے تشریف لے جا رہے تھے تو آپ کا راستہ میں ٹھٹہ سے گذر ہوا جب آپ اس شہر میں پہنچے تو ایک مخلوق آپ کی زیارت کے لئے حاضر خدمت ہوئی۔ انہیں بے شمار لوگوں میں حضرت خواجہ شیخ محمدؒ بھی تھے۔ شاہ محمد زکی اللہؒ نے آپ کے نام لے کر دریافت فرمایا کہ ان لوگوں میں "ابوالمساکین" کون ہے؟ لوگوں نے آپ کو آگے بڑھایا اور آپ کا اس طرح تعارف کرانے لگے کے یہ شیخ ابراہیم (ابن شیخ ابوالقاسمؒ) کے برادر نسبتی ہیں اس پر حضرت شاہ زکی اللہؒ نے فرمایا کہ یہ کسی کے بھائی نہیں (یعنی آپ کا بڑا اعلیٰ مرتبہ ہے) ان کے تعارف اور شناخت کی کوئی ضرورت نہیں ہم انہیں خوب جانتے ہیں۔ حالانکہ اس سے قبل نہ آپ کو دیکھا تھا

اور نہ کبھی آپ سے ملاقات ہوئی تھی ۔ بہرحال آپ کو اپنے پاس بلا کر اپنے پاس بیٹھایا اور بہت دیر تک آپ سے بڑی محبت و شفقت سے باتیں فرماتے رہے ، پھر جتنے دن آپ کا یہاں قیام رہا اتنے عرصہ آپ کو اپنے خصوصی فیوض و برکات سے بہرہ ور کرتے رہے جب حج بیت اللہ کیلئے روانہ ہونے لگے تو ان سے فرمایا کہ ۔

مارا باشما کار ہاست ہنگام مراجعت شمارا باخود بہ سرہند خواہیم برد

یعنی ہمیں تم سے بہت کام لینے ہیں ۔ جب حج بیت اللہ سے فارغ ہو کر واپسی میں یہاں سے گزر ہوگا تو خود اپنے ہمراہ تمہیں سرہند لے کر جاؤں گا تیار رہنا ۔

لیکن سوئے اتفاق کہ حج سے فارغ ہونے کے بعد بجائے اس راستہ کے آپ نے " سورت " کا راستہ اختیار فرمایا اور مقام سورت پہنچکر وہاں سے ایک مکتوب انکو ارسال فرمایا کہ میں اس راستہ سے سرہند جارہا ہوں ، میرا وہاں آنا نہیں ہوگا ، لہذا تم میرا انتظار کئے بغیر خود سرہند پہنچ جانا ۔

شیخ محمدؒ کو حضرت شاہ زکی اللہ کی نسبتوں اور عمدہ باتوں کا مزا پڑ ہی گیا تھا ، اس مکتوب کے پہنچتے ہی فوراً سرہند شریف کی طرف روانہ ہوگئے اور حضرت شاہ زکی اللہؒ کے پہنچنے سے قبل ہی وہاں پہنچ کر ان کے صاحبزادے کے خدمت میں مصروف ہوگئے ۔ جب شاہ زکی اللہؒ سرہند شریف پہنچے اور ان کو اس خدمت میں مصروف دیکھا تو آپ کی طبیعت بیحد مسرور ہوئی اور ان کا یہ اخلاص اور محنت حضرت کی مزید خصوصی توجہ کا باعث بن گیا ۔

اور حضرت نے اپنے خصوصی توجہات کے ذریعہ ان کی تربیت فرما کر ان کی تکمیل فرمائی اور مقام قرب تک پہنچادیا ۔ اور اجازت و خلافت سے سرفراز فرما کر اپنے وطن (سندھ) واپس جانے اور وہاں رشد و ہدایت کی نہریں جاری کرنے کا حکم دیکر رخصت فرما دیا ۔

سفر دہلی :۔ سرہند شریف سے واپس سندھ آتے ہوئے جب " دھلی " اتر کر اپنے

بھائی شیخ احمد سے ملاقات کا ارادہ ظاہر فرمایا تو حضرت شاہ زکی اللہؒ نے فرمایا کہ اگر دہلی جاؤ تو وہاں " خواجہ محمد زبیرؒ (۳) " کی صحبت سے ضرور فیضیاب ہونا کیونکہ وہ بھی اپنے وقت کے ولی کامل ہیں۔

چنانچہ جب آپ دہلی میں حضرت خواجہ محمد زبیر کی خدمت اقدس میں حاضر ہوئے تو انہوں نے آپ کی روحانی استعداد کے مطابق آپ کو فیضان الہیٰ سے سرفراز فرمایا اور اپنی مخصوص نسبتوں سے آپ کو نوازا۔

حضرات خواجہ زبیر کی توجہ خاص:۔ ایک روز کا واقعہ ہے کہ حضرت خواجہ محمد زبیرؒ اپنے مریدین و متوسلین کی معیت میں بیٹھے ہوئے تھے کہ ادھر سے بادشاہ وقت کا اپنے پورے جاہ و لشکر کے ساتھ گذر ہوا جس کو دیکھنے کیلئے دنیا دوڑ پڑی حاضرین بھی اٹھ کر باہر بادشاہ کی شاہی سواری کا نظارہ کرنے کے لئے نکل گئے لیکن حضرت ابوالمساکین شیخ محمد اپنی نشست پر بیٹھے رہے اٹھنا تو درکنار آپ نے گوشہ چشم سے بھی ادھر ادھر نظر اٹھا کر نہیں دیکھا!

حضرت خواجہ محمد زبیر کو ان کی یہ ادائے ادب بڑی پسند آئی اور آپ نے تبسم کرتے ہوئے فرمایا کہ. تم سندھ کے لوگوں نے بادشاہ کی شان و شوکت نہیں دیکھی ہوگی! اگر جی چاھے تو دیکھ لو! اس پر آپ نے عرض کیا کہ:۔

" ماپیش بادشاہ کہ آمدہ ام نشستہ ام دیدن حشمت آن بادشاہ آرزو ندارم "

یعنی میں اتنی دور دراز سے جس " بادشاہ " کے پاس آیا ہوں اس کے سامنے بیٹھا ہوا ہوں اب اس بادشاہ کے سامنے مجھے کسی بادشاہ کی ضرورت نہیں آپ کے اس ادب سے حضرت خواجہؒ کی طبیعت بہت خوش ہوئی اور حضرت خواجہ نے اس روز خوش ہو کر آپ کو خصوصی توجہ سے سرفراز فرمایا، اس توجہ کی اہمیت اور خصوصیت کو حضرت ابو المساکین ان الفاظ میں بیان کرتے ہیں

کہ مجھے اس لمحہ آپ کی خصوصی توجہ کی برکت سے وہ کچھ حاصل ہو گیا کہ اگر میں بارہ سال بھی خدمت کرتا تب بھی وہ چیز حاصل نہیں ہو سکتی تھی۔

الغرض حضرت خواجہؒ نے اسی وقت اسی لمحہ آپ کو ایک نظر میں فرش سے عرش پہ پہنچا کے اجازت و خلافت سے سرفراز فرمایا اور رشد و ہدایت کی اجازت دیکر رخصت فرما دیا۔

سفر ملتان:۔ دھلی سے جب آپ واپس ٹھٹہ مراجعت فرما ہونے لگے تو راستہ میں آپ نے ملتان میں قیام فرمایا، جب یہاں صوفیاء اور اولیاء کو آپ کی آمد کی خبر ہوئی تو سب آپ کی خدمت میں مودبانہ حاضر ہوئے آپ کو اپنے خانقاہوں میں ٹھہرایا آپ کی بڑی تواضع اور خاطر مدارت کی اور آپ کے روحانی فیوضات و برکات سے اپنے سینوں کو روشن و مستنیز کیا بلکہ یہاں کے عوام و خواص ہر ایک کو آپ سے اس قدر محبت ہو گئی اور ان کی طبیعت آپ سے اس قدر مانوس ہو گئی کہ جب بھی آپ یہاں سے جانے کا ارادہ فرماتے تو ہر ایک پژمردہ ہو جاتا تھا، اور حضرت کو کچھ دن اور قیام کرنے پر مجبور کر دیتا تھا۔

الغرض اس طرح پورے دو ماہ حضرت نے یہاں قیام فرمایا اور دلوں کی کھیتیوں کو سرسبز و شاداب کر کے اپنے شہر ٹھٹہ کی طرف روانہ ہو گئے۔ اور یہاں پہنچکر اپنے والد بزرگوار اور جد بزرگوار کی مسند پر متمکن ہو کر لوگوں کی رہبری اور ہدایت کے کام میں مصروف ہو گئے۔

ارادت شہنشاہ:۔ آپ کی عظمت اور شہرت اکناف عالم میں پھیل گئی اور دور دراز کے لوگ آپ سے غائبانہ ارادت رکھنے لگے چنانچہ خود دہلی کا بادشاہ اور فرمانروا بھی آپ کے غائبانہ ارادتمندوں کے حلقہ میں داخل ہو گیا۔ اور عقیدت اس کی یہاں تک پہنچی کہ اس نے اپنے ایک معتمد خاص کو آپ کی خدمت اقدس میں ایک رقعہ دے کر بھیجا جس میں استدعا کی گئی کہ لنگر کے عظیم

اخراجات کے لئے دس روپیہ یومیہ قبول فرمائیں، لیکن شہنشاہ "دین و دنیا" کی استغنا اور بے پرواہی کا یہ عالم تھا کہ آپ نے اس رقعہ کو ایک کونہ میں ڈال دیا اور دوسری مرتبہ اس کو یاد بھی نہیں فرمایا! اور اس کے باوجود آپ کے خانقاہ کے لنگر کی یہ شان تھی کہ اس میں پڑھنے والے فقراء طلبہ اور اولیاء کے لئے روز نئے نئے قسم کے عمدہ عمدہ کھانے پکتے تھے۔

دست غیب:۔ اس کے علاوہ خود بھی عمدہ سے عمدہ پوشاکیں پہنتے تھے۔ ہر ہفتہ نیا فاخرانہ لباس زیب تن فرماتے تھے۔ دوسرے ہفتہ وہی لباس اتار کر فقراء کو عطا فرمادیا کرتے تھے، نئی نئی قسم کی چادریں استعمال فرماتے تھے، اور آپ کی محفل اور مسند خوب صاف ستھری اور آراستہ و پیراستہ ہوتی تھی، سخاوت کا یہ عالم تھا کہ سو دو سو میں نہیں بلکہ ہزاروں میں بخششیں ہوتی تھیں، کبھی اپنے دوستوں اور مخلصوں کے لئے پرتکلف ضیافتوں کا اہتمام فرمایا کرتے تھے، جو الوان و اقسام کے عمدہ اور معطر ماکولات اور مشروبات سے سجی ہوئی ہوتی تھیں کوئی مسافر یا سائل آتا تو اس کی دل کھول کر مدد فرمایا کرتے تھی اگر دو فریقوں کے درمیاں لین دین کے بارے میں جھگڑا ہو جاتا تھا تو آپ خود اپنے پاس سے دے دلا کر جھگڑے کو نمٹا دیا کرتے تھے، یہ تمام شان و شوکت تھی اور بظاہر آمدنی کا کوئی ظاہری ذریعہ نہیں تھا، لوگ آپ کی اس فقر اور دولت دونوں متضاد صفتوں کو دیکھ کر حیران رہ جاتے تھے، آخر کار لوگوں سے رہا نہ گیا اور انہوں نے حضرت سے پوچھ ہی لیا کہ آخر آپ اس قدر شاہانہ خرچہ کرتے ہیں تو یہ خرچہ آتا کہاں سے ہے؟

کون آپ کو اس قدر دیتا ہے؟

یہ سن کر آپ نے فرمایا کہ اس میں تعجب کی کون سی بات ہے!

"کلید خزائن بدست ما دادہ اند کہ اگر ہر صد ہزار از انجا گیرم مختاریم"

کہ غیبی خزانوں کی کنجیاں میرے ہاتھ میں دے دی گئی ہیں ، اگر میں چاہوں تو ابھی تمہارے سامنے ہزاروں کے ڈھیر لگا سکتا ہوں ۔

اور اس کے بعد فرمایا کہ ایک روز یہ خزانہ ہم اپنے دوستوں میں سے ایک کو دکھائیں گے اور اس کی کنجی اس کو عطا کردیں گے ۔

صاحب فردوس العارفین فرماتے ہیں کہ

" یہ اشارہ حضرت مخدوم محمد زمان صاحب لواری شریف والوں کی طرف تھا ۔

معمولات و وظائف :۔ باطنی اور روحانی مصروفیات یعنی مراقبے ، مکاشفے وغیرہ کے علاوہ ظاہری عبادات بھی آپ بکثرت فرمایا کرتے تھے ، قرآن کریم آپ کو پورا حفظ یاد تھا ، جب آپ اس کو اپنے خوبصورت اور دلکش آواز میں قرأت کیساتھ تلاوت فرمایا کرتے تھے تو فضا بھی رقص میں آجاتی تھی ، کہتے ہیں کہ جب آپ نے مکہ معظمہ میں بیت اللہ کے سامنے کلام اللہ شریف اپنے لحن داؤدی میں پڑھا ہے تو عرب بھی متاثر ہوئے بغیر نہ رہ سکے اور آپ کی تلاوت کو ذوق و شوق کیساتھ سننے کے لئے آپ کے اردگرد جمع ہوگئے اور آپ کے ادائے مخارج اور حسن قرأت پر عش عش کر اٹھے ۔

تلاوت قرآن پاک کے علاوہ آپ کا یہ بھی معمول تھا کہ ہر روز ستر ہزار بار کلمہ طیبہ کا آپ زبان سے درود فرمایا کرتے تھے ۔ اور ساتھ ہی ختم خواجگان بھی پابندی سے پڑھا کرتے تھے ۔ کبھی کبھی آپ کیف و مستی میں ڈوب کر تاریک راتوں میں مکلی کے مزارات کے اردگرد پھرتے رہتے تھے ہولناک اور دہشتناک مقامات پر تنہا تشریف لیجاتے تھے اور وہاں عبادت الہیٰ میں مصروف ہوجایا کرتے تھے ۔

تربیت مریدین :۔ آپ ہمیشہ اپنے مریدوں کو اس امر کی نصیحت فرماتے رہتے تھے کہ وہ خوف اور خشیت الہیٰ اپنے اندر پیدا کریں اور شریعت و طریقت

کے آداب کی پابندی کریں تاکہ فیضان طریقت سے کہیں محروم نہ ہو جائیں آپ اپنی صحبت میں تصوف کے اس اہم درس کی مشق کروایا کرتے تھے کہ ماسوا اللہ کا خیال دل میں آنے نہ پائے سوائے خدا کی یاد اور تصور کے کوئی خیال اور کوئی یاد دل میں باقی نہ رہے۔ چناچہ اگر کوئی آپ کی صحبت میں بیٹھا ہوا ہوتا تھا اور اس کے دل میں کوئی باطل خیال آتا تھا تو آپ فوراً اس پر مطلع ہو جاتے تھے اور اسی وقت سخت ترین الفاظ میں اس کو تنبیہ فرماتے، کہ اپنے دل پر نظر رکھ تمہیں ہوش نہیں کہ تم کہاں بیٹھے ہوئے ہو، یاد رکھو تمہیں اس وقت "حضور حق" کی سعادت حاصل ہو رہی ہے اس مبارک لمحہ میں باطل اور غیر حق کے خیالات کی کہاں گنجائش!

ناقص پیر:۔ حضرت مخدوم محمد زمان صاحبؒ لواری شریف والے فرماتے ہیں کہ ایک روز آپ نے فرمایا کہ سندھ کے اکثر مشائخ اور پیر ایسے ہیں کہ جو اپنے آپ کو کامل اور منتہی سمجھ کر رشد و ہدایت کا کام شروع کر دیتے ہیں، حالانکہ وہ طریقت کی ابجد سے بھی واقف نہیں ہوتے ایسے پیر اور مشائخ لائق تعزیز ہیں ان کو سزا دینی چاہئیے۔ حضرت مخدوم محمد زمان فرماتے ہیں کہ اس وقت میرے دل میں یہ خیال آیا کہ کہیں میں بھی اسی گروہ سے نہ ہوں، اس خیال کا آنا ہی تھا کہ حضرت نے میری طرف نظر اٹھا کر دیکھا اور فرمایا کہ تم ان میں سے نہیں ہو وہ دوسرے لوگ ہیں۔

اوصاف و شمائل:۔ حضرت مخدوم محمد زمان صاحبؒ فرماتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے آپ کو علم و عرفان کی لامحدود وسعتوں سے نوازا تھا، آپ کے بے کراں علم کی وسعت اور نہایت کا علم سوائے اللہ کے کسی کو نہیں فرماتے ہیں آپ کے علم اور عرفان کی بے کرانیوں کو دیکھ کر میں ششدر رہ جاتا تھا اور سوچتا تھا کہ اللہ نے ایسا عظیم دل کس چیز سے بنایا ہے فرماتے ہیں کہ کوئی بھی

خوبی اور اچھائی ہو خواہ علم و عرفان ہو یا فصاحت و بلاغت ، نیک خوئی ہو یا خوش خلقی سخاوت ہو یا جوانمردی ، شجاعت ہو یا بہادری ہر خوبی سے اللہ تعالیٰ نے آپ کو آراستہ و پیراستہ فرمایا تھا اور وہ خوبی اس طریقہ سے آپ کو عطا فرمائی تھی کہ دوسری جگہ اس کا ملنا بہت نادر ہے بلکہ مشائخ متقدمین اور پرانے بزرگوں کے متعلق جو باتیں سنا کرتے تھے وہ حرف بحرف آپ میں موجود تھیں ۔

فرماتے ہیں کہ یہی وجہ ہے کہ وہ اکابرین جو آپ کے آباء و اجداد کے اراتمند تھے وہ بھی آپ کے خدمت میں ارادت و ادب سے حاضر ہوتے تھے اور وقت کے علماء و صوفیاء ، مشائخ و اولیاء ، ملوک و امراء ، سلاطین و رؤسا آپ کے مطیع و ارادتمند اور ہر وقت آپ کے حکم کے منتظر رہتے تھے ۔

دعوت رسول :۔ جب آپ نے زیارت حرمین شریفین کا ارادہ فرمایا تو آپ کے عشاق اور آپ کے ہزاروں ارادتمند آپ کی جدائی کے تصور سے بے چین ہوگئے ۔ اور آپ کے اس پروگرام کو منسوخ یا ملتوی کرنے کی کوششیں کرانے لگے ۔ لیکن ان کی ہر کوششیں ناکام گئ اور حضرت کے عزم وارادہ میں کچھ فرق نہیں آیا ، اور آپ نے اپنے ایک خاص مخلص سے اس عزم صمیم کی وجہ بیان کرتے ہوئے فرمایا!

مارا از جناب بزرگوار رسالت پناہ علیہ الصلوٰۃ والسلام دعوت میشود

یعنی مجھے رسول اللہ صلی اللہ علیہ والہ وسلم کی بارگاہ سے وہاں آنے کے دعوت ملی ہے لہذا اب میرایہاں ٹھہرنا کسی طرح ممکن نہیں ۔

اور یہی وجہ ہے کہ جب آپ روانہ ہونے لگے تو الوداعی سلام کرنے اور اجازت و رخصت کی غرض سے اپنے والد شیخ محمد اشرف کے مزار پر (مکلی) حاضر ہوئے ، تو آپ کے والد کی روحانیت نے آپ کو راستہ کے خطرات سے آگاہ کرکے آپ کو اس سال حج پر جانے سے روکا ، لیکن محبوب کے بلاوے اور دعوت

رسولؐ کے سامنے ان کے نزدیک تمام خطرات ہیچ تھے چنانچہ آپ نے اپنے والد کے روحانیت سے بصد عجز و نیاز عرض کیا کہ جب میرے آقا نے مجھے بلایا ہے تو اب مجھے دو گھڑی یہاں گذارنا بھی مشکل ہو رہا ہے بہرحال آخر کار والد ماجد کی روحانیت کے ذریعہ آپ کو اجازت و رخصت مل گئی اور آپ ذوق و شوق کی کیفیت میں جھومتے ہوئے زیارت حرمین شریفین کے لئے روانہ ہو گئے۔

سفر حج :۔ جب آپ سفر حج پر روانہ ہوئے تو راستہ میں والد ماجد کے ارشاد کے مطابق بڑے بڑے خطرات اور مصائب کا آپ کو سامنا کرنا پڑا، چنانچہ جب آپ کشتی میں اپنے سفر کو طے کرتے ہوئے کافی دور نکل گئے تو اچانک مخالف سمت سے ہوا چلنی شروع ہو گئی جس نے واپس کشتی کو سورت کی بندرگاہ کی طرف دھکیل دیا۔ آپ شہر میں کچھ دن قیام کے لئے اتر پڑے جب شہریوں کو معلوم ہوا تو وہ آپ کے استقبال کے لئے جوق در جوق آنے لگے اور اپنے اپنے گھروں میں برکت کی خاطر آپ کو ٹھرانے لگے اور آپ کی صحبت کو غنیمت جان کر آپ کے فیوضات و برکات سے مستفیض ہونے لگے یہاں تک کہ "سورت" اور "بڑودہ" کی بڑی بڑی بااثر صاحب علم اور صاحب حیثیت شخصیتیں آپ کے حلقہ ارادت میں داخل ہو گئیں وہاں کا نواب اور حاکم خود حضرت کے آستانہ کا غلام بن گیا اور آپ کو فیض رسانی کے لئے ایک مدت تک روک لیا۔

یہاں آپ کے ارادتمندوں نے آپ سے دریافت کیا کہ آپ سندھ میں اپنے خانقاہ کس کے سپرد کر کے آئے ہیں اور وہاں کس کو اپنا جانشین مقرر فرمایا ہے۔ تو آپ نے فرمایا کہ ایسے باکمال نوجوان کو اپنا خلیفہ بنا کر آیا ہوں جس کے کمالات کی شہرت سے تمام عالم گونج اٹھے گا۔ یہ اشارہ حضرت مخدوم محمد زمان صاحبؒ (لواری شریف) کی طرف تھا جن کو آپ نے اپنا خلیفہ بنا کر اپنی مسند پر بیٹھایا تھا۔

بہرحال ان مقامات پر حضرت کا پورا سال لگ گیا اور والد بزرگوار شیخ اشرف کے فرمان والا شان کے مطابق اس سال آپ کو حج بیت اللہ کی سعادت حاصل نہ ہو سکی ۔ دوسرے سال یہاں سے آپ نے پھر مکہ مکرمہ اور مدینہ منورہ کا قصد کیا اور بحری سفر پر روانہ ہو گئے، آپ کی کشتی منزل کی طرف رواں دواں تھی اور روز و شب سفر کی منزلیں طے ہو رہیں تھیں کہ اچانک ایک روز طوفان نے کشتی کو آلیا، کشتی گرداب میں پھنس گئی اور سمندر کی تلاطم خیز موجوں میں آخری ہچکولے لینے لگی، موت کو سامنے پا کر کشتی میں سوار ہر شخص کی چیخیں نکل گئیں لوگ اپنی زندگیوں سے مایوس ہو کر آہ بکا کرنے لگے، لیکن ایسے وقت میں کشتی پر ایک ایسا شخص بھی سوار تھا جو پرسکون اور مطمئن بیٹھا ہوا تھا اور اس کے چہرہ پر کسی قسم کی گھبراہٹ اور پریشانی کے کوئی آثار نمودار نہ تھے وہ آپ ہی یعنی حضرت شیخ ابوالمساکینؒ کی ہی ذات گرامی تھی لوگ یہ دیکھ کر آپ کے قدموں پر گر پڑے اور گڑگڑا کر آپ سے عرض کی کہ خدارا ہماری مدد فرمائیے، حضرت نے تھوڑی دیر کے لئے اپنے گردن جھکا لی اور اپنی روحانی طاقت اس امر اہم کی طرف متوجہ کردی، تھوڑی ہی دیر بعد لوگوں نے دیکھا کہ کشتی بھنور سے نکل چکی تھی، باد مخالف کے بجائے باد موافق چلنے لگی تھی اور کشتی ہوا کے دوش پر اڑتی ہوئی اپنی منزل کی طرف رواں دواں ہو گئی ۔ اور بسلامت و عافیت جدہ کے بندرگاہ پر لنگر انداز ہو گئی ۔ آپ کے اس عظیم تصرف باطنی اور قوت روحانی کو دیکھ کر سب کشتی پر سوار مسافر آپ کے حلقۂ ارادت و عقیدت میں داخل ہو گئے ۔

استمداد سلاطین و امراء:۔ آپ دین و دنیا کے ایسے بادشاہ تھے کہ آپ کے آستانہ پر دنیا کے امراء و سلاطین کی مشکلیں حل ہوتی تھیں چنانچہ جب آپ سفر حج پر جانے کی جلدی کرنے لگے تو اس کا ایک سبب حسب تحریر صاحب مرغوب

الاحباب یہ تھا کہ کسی مخلص کے دریافت کرنے پر آپ نے فرمایا کہ " نور محمد عباسی " ہم سے ارادت و عقیدت رکھتا ہے اس پر ایک مصیبت نازل ہوئی ہے وہ ایک مشکل میں پھنس گیا ہے ۔ اور ہم سے اس نے مشکل کو حل کرنے کی درخواست کی ہے اگر ہم نے اس کی مدد نہ کی اور اس کی مراد بر نہ آئی تو اس کے اخلاص اور عقیدت میں فرق آجائے گا ۔ اور اگر خدا نخواستہ ایسا ہوا تو یہ چیز اس کے سوء خاتمہ کا باعث بنے گی ۔ صاحب مرغوب الاحباب لکھتے ہیں کہ وہ مشکل اور مصیبت جس سے " نور محمد عباسی " دوچار ہوا تھا وہ " تفرقہ اور فتنہ نادریہ " تھا جس میں خونی انقلاب آیا تھا اور قتل عام ہوا تھا ۔ حضرت کا اشارہ اسی طرف تھا

مکہ اور مدینہ کی حاضری :۔ الغرض حضرت خواجہ ابوالمساکین بیڑوں کو تراتے ہوئے، مشکلوں کی گرداب میں پھنسے سفینوں کو پار لگاتے ہوئے لوگوں کے دل کی مرادوں کو برلاتے ہوئے مکہ معظمہ پہنچ گئے ۔ حج اور عمرہ کی سعادت حاصل کی اور حرم شریف میں ہی کچھ مدت تک کیلئے قیام پذیر ہوگئے اور دن رات طواف بیت اللہ میں مصروف رہ کر انوار الہیٰ سے اپنے سینے کو مستنیر کرنے لگے ۔

یہاں سے آپ نے " مدینہ منورہ " کا قصد فرمایا آپ کے ہمراہ فقراء اور ارادتمندوں کا ایک لشکر عظیم تھا لہذا ان سب کے لئے آپ نے بہت سے اونٹ دو سو پچاس روپے کرایہ پر لئے یہ عظیم قافلہ سوئے مدینہ روانہ ہوگیا اور مسافتیں طے کرتا ہوا حضرت کی قیادت میں مدینہ الرسول پہنچ گیا یہاں پہنچ کر حضرت نے متعلقین کو ہدایت کی کہ سامان وغیرہ فلاں سرائے میں جاکر اتارو اور خود روضہ انور کی زیارت کیلئے چلے گئے اور وہاں حاضر ہوکر مراقبہ میں مصروف ہوگئے اتنے میں ایک مرید دوڑتا ہوا آپ کی خدمت میں آیا اور عرض کیا کہ اونٹ والے اپنا

کرایہ طلب کرتے ہیں آپ خاموش ہوئے کہ دوسرے ہی لمحہ ایک جانب سے آواز آئی آواز دینے والا کہہ رہا تھا کہ " میاں محمد ھندی کہاں ہیں " اس نام کے بہت سے لوگ اس وقت وہاں موجود تھے سب کھڑے ہوگئے لیکن کہنے والے نے کہا کہ " ان میں سے کوئی وہ نہیں " پھر کسی نے حضرت کی طرف اشارہ کرکے اس کی توجہ آپ کی طرف مبذول کرائی تو اس نے آپ کو دیکھتے ہی کہا کہ ہاں یہ وہی ہیں جو مجھے دکھائے گئے تھے اور پھر حضرت کی خدمت میں حاضر ہوکر عرض کی کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا مجھے حکم ہوا ہے کہ " دوسو ریال " آپ کی خدمت پیش کروں لہذا یہ حاضر ہیں انہیں سے کرایہ بھی دے دیجئے اور جو باقی بچے وہ خود اپنی ضروریات کے لئے رکھ لیجئے۔

الغرض جب تک آپ مدینہ منورہ میں رہے دو جہاں کے والی کائنات کے سردار حضور اکرم صلی اللہ علیہ والہ وسلم کی ظاہری اور معنوی بے پایاں نوازشات سے سرفراز ہوتے رہے۔

سلطان روم کی عقیدت :- کچھ عرصہ مدینہ منورہ قیام فرمانے کے بعد آپ واپس مکہ معظمہ آئے اور یہیں اقامت گزیں ہوگئے یہاں آپ کے مقام اور مرتبہ کو دیکھ کر " شریف مکہ " اور دیگر شہر کے حکام اور افسران بالا آپ کے حلقہ ارادت میں داخل ہوگئے حتیٰ کے پھیلتے پھیلتے جب آپ کی شہرت سلطان روم تک پہنچی تو وہ بھی غائبانہ آپ کا عقید تمند بن گیا اور بطور عقیدت کچھ نذرانہ آپ کی خدمت میں ارسال کیا اور اس کو قبول کرنے کی درخواست کی آپ نے اس کو واپس کرتے ہوئے فرمایا کہ جو خرچہ میں اپنے ساتھ لے کر آیا ہوں وہ ابھی تک موجود ہے جب وہ ختم ہوجائے گا تو پھر بادشاہ سے گزارش کریں گے۔

سخاوت :- آپ دل کے غنی اور ہاتھ کے بیحد کشادہ تھے اور آپ کی جودو بخشش ہر وقت جاری رہتی تھی، آپ کی سخاوت اور آپ کا کرم دنیا میں مشہور

ہو گیا تھا اسی لئے عرب کے لوگوں نے آپ کی کنیت " ابو المساکین " رکھ دی ۔

آپ سندھ میں اپنے خلیفہ مخدوم محمد زمان کو اور دہلی میں شاہ زکی اللہؒ کی اولاد کو اکثر و بیشتر وہاں سے تحفے تحائف ارسال فرماتے رہتے تھے اس کے علاوہ مخدوم محمد زمان کو خطوط بھی ارسال فرماتے تھے ۔

ٹھٹہ کو واپسی:۔ دو سال آپ نے حرمین شریفین میں قیام فرمایا اور اس کے بعد اپنے وطن مالوف یعنی ٹھٹہ کی طرف مراجعت فرما ہوئے اور یہاں تشریف لاکر اپنے مراجعت فرما ہونے کی غرض و غایت یہ بیان فرمائی کہ

" من محض از برائے تربیت نمودند و تعلیم تو باز آمده ام والانہ "

یعنی میں یہاں ٹھٹہ صرف مخدوم محمد زمان کی تربیت اور اس کی تعلیم کے لئے اور اس کو وہ احوال و مقامات سمجھانے کے لئے آیا ہوں جو اس نے مجھے لکھے تھے ، آپ اپنے اہل و عیال کو وہیں چھوڑ کر یہاں تشریف لائے تھے ۔

مکہ معظمہ کی طرف مراجعت:۔ حضرت نے اپنے وطن اور شہر پہنچکر صرف پندرہ بیس روز قیام فرمایا اس عرصہ میں اپنے دوست اور احباب ، مخلصین اور مریدین ، واقف کار اور رشتہ داروں سے ملاقات فرمائی ۔ اپنے آباؤ اجداد کے مزارات کی حاضری دی اور پھر دوبارہ اپنی والدہ شریفہ اور سب اہل قبیلہ کو لے کر بلد امین یعنی مکہ معظمہ کی طرف روانہ ہوگئے ۔

چند سال مکہ معظمہ میں قیام فرمانے کے بعد ایک روز آپ نے پھر وطن مالوف (ٹھٹہ) آنے کا ارادہ فرمایا اور حضرت مخدوم محمد زمانؒ کو ایک مکتوب ارسال فرمایا کہ فلاں مہینے میں ہماری خانقاہ میں حاضر ہو جانا ہم پہنچ رہے ہیں ، لیکن اچانک جبکہ آپ روانگی کا ارادہ کر رہے تھے آپ کو خیال آیا کہ عمر ساری بسر ہو چکی ہے اب آخری وقت قریب ہے اگر کہیں راستہ میں موت آگئی تو نہ یہاں کی متبرک سرزمین نصیب ہوگی اور نہ اپنے آباؤ اجداد کی زمین میں جگہ ملے گی ۔

لہذا یہ خیال آتے ہی آپ نے وطن واپس جانے کا ارادہ فسخ کر دیا۔

رحلت :۔ عرفہ کے مبارک دن عرفات کے میدان میں آپ مرض اسہال و ہیضہ میں اپنے مالک حقیقی سے واصل ہوگئے۔ آپ کا سن وفات ۱۱۴۹ھ ہے آپ کو مکہ شریف کے عظیم اور متبرک قبرستان یعنی جنت المعلیٰ میں ام المومنین حضرت خدیجۃ الکبریٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے حجرہ اور آستانہ کے دروازے سے متصل دائیں طرف دفن کردیا گیا کہتے ہیں کہ ام المومنین کے آستانہ مبارک اور آپ کی قبر انور کے درمیان ایک بالشت کا بھی فاصلہ نہیں ہے۔

خلفاء و مریدین :۔ آپ کے خلیفہ و جانشین، سندھ کے مشہور بزرگ قدوۃ السالکین زبدۃ العارفین حضرت محمد زمانؒ صاحب (لواری شریف) ہیں۔

اس کے علاوہ وقت کے بڑے بڑے علماء اور فضلاء نے آپ سے اکتساب فیض کیا مثلاً شاہ عبدالطیف ٹھٹوی (تہمتائی) قدس سرہ آپسے ارادت تام رکھتے تھے اور آپ کی خانقاہ میں حاضر ہو کر آپ سے فیض حاصل کرتے تھے۔

علاوہ ازیں مخدوم ضیاء الدین قدس سرہ جن کا شمار ٹھٹہ کے اکابر علماء میں ہوتا ہے۔ وقت کے بڑے بڑے فضلا جنکے شاگرد تھے۔ آپ بھی مع اس بحر علمی کے حضرت سے کامل ارادت و عقیدت رکھتے تھے۔

۱۔ تحفۃ الکرام اور حاشیہ تکملہ مقالات الشعراء سید حسام الدین راشدی، ص ۲۳۲۔

۲۔ حضرت خواجہ محمد زکی اللہ حضرت امام ربانی مجدد الف ثانی رضی اللہ عنہ کی اولاد امجاد میں سے ہیں، آپ کے والد کا نام خواجہ محمد حنیف (م۔ ۱۱۳۳ھ) تھا، خواجہ زکی اللہ کا سلسلہ نسب اور سلسلہ طریقت حضرت امام ربانی تک اس طرح پہنچتا ہے۔ " خواجہ محمد زکی اللہ ابن خواجہ محمد حنیف ابن خواجہ عبدالاحد، ابن خواجہ محمد سعید ابن خواجہ شیخ احمد سرہندی مجدد الف ثانی۔

آپ نے کئی بار حج کی سعادت حاصل کی پہلی بار آپ کو حضرت خواجہ حجۃ اللہ خواجہ محمد نقشبند ثانی کی معیت میں یہ سعادت نصیب ہوئی اور دوسری بار آپ مع اپنے اہل وعیال کے لاہور، ملتان، ٹھٹہ وغیرہ کے راستہ سے عازم حرمین شریفین ہوئے۔ جب آپ سندھ ک ایک گاؤں "ہالہ کندی" پہنچے تو وہاں آپ نے آرام لینے کے خاطر کچھ دن قیام فرمایا وہاں ایک عالم اور تاجر قسم کا شخص تھا اسکا طریقہ یہ تھا جس کا نام پیر محمد تھا کہ ہر روز اپنی ضرورت کی اشیاء بازار سے خرید کر لے آتا تھا اور جب اس شہر سے کوچ کرتا تھا تو اکھٹے پیسے دکانداروں کو ادا کر دیا کرتا تھا۔ حضرت خواجہ نے بھی اس کی معرفت دکانداروں سے ایسا ہی کیا اور جب تک قیام فرمایا اپنے اور اپنے اہل وعیال اور سواری جانوروں کے لئے جو چاہا بازار سے خرید لیا جب آپ نے یہاں سے جانے کا ارادہ فرمایا تو پیر محمد جس کے ذریعے آپ بازار سے تمام سامان منگاتے رہے تھے اس پر بڑی گھبراہٹ طاری ہوئی کہ نمعلوم حضرت اتنی بڑی رقم ادا فرمائیں گے بھی یا نہیں، راستہ میں جب وہ دکانیں پڑیں جن سے حضرت کے لئے سودا سلف آتا تھا تو آپ وہاں رک گئیے اور دکانداروں سے فرمایا کہ اپنا اپنا حساب لے آؤ اور ہوا میں ہاتھ بڑھا بڑھا کر اشرفیاں اور سکے لئے اور دکانداروں کے آگے ڈالدیئے کہ جتنا جتنا بنتا ہے وہ اٹھالو!

ایک شخص نے حضرت کی یہ شان دیکھ کر آپ سے عرض کی کہ میرے لئے یہ دعا فرما دیجئیے کہ میں بغیر کسی محنت، ذلت اور احسان کے خوشحال ہوجاؤں۔ آپ نے فرمایا کہ یہ کیا آرزو ہے کہ اور مانگ، اس نے کہا کہ نہیں میری تو صرف یہی ایک طلب ہے۔ اس پر آپ نے فرمایا "بروچنیں باش" جا، جیسا تو چاہتا ہے ویسا ہی ہوجائیگا، چنانچہ آپ کے ارشاد کے مطابق وہ اس کے بعد سے بہت ہی فراخ دست اور خوشحال ہوگیا۔ اندازا حضرت خواجہ کی وفات حسرت آیات "١١٤٣ھ" میں ہوئی

(حالات ماخوذ از مرغوب الاحباب ص ١-٢-٣- قلمی و فردوس العارفین قلمی ص ٨-٩)

٣- خواجہ محمد زبیر آپ حضرت امام ربانی مجدد الف ثانی کے صاحبزاد خواجہ محمد معصوم کے پرپوتے یعنی خواجہ محمد نقشبندی ثانی کے پوتے اور ابوالعلی (م ١١٠٧ھ) کے صاحبزادے ہیں، آپ کی ولادت ٥ ذیلقعد ١٠٩٣ھ بروز پیر ہوئی، آپ کی کنیت ابوالبرکات لقب شمس الدین ہے، آپ کے دادا حضرت خواجہ محمد نقشبند ثانی (م۔١١١٤ھ) نے حضرت مجدد الف ثانی کے پورے سو سال بعد یعنی ١١١١ھ میں آپ کو اپنا قائم مقام بنا کر مسند ارشاد پر بیٹھایا اور قیومیت کی خلعت عطا فرمائی، وقت کے امراء و سلاطین آپ کے آستانہ کی جبہ سائی پر فخر محسوس کرتے تھے، آصف

جاہ ، نظام الملک ، اعتماد الدولہ آپ کے بڑے معتقد تھے ،آپ کے آخری وقت میں تمام اراکین سلطنت اور وزراء ورؤسا ہر روز آپ کی خدمت میں حاضر ہوتے تھے ، بادشاہ وقت صبح و شام آپ کی مزاج پرسی کرواتا تھا ،آپ کا وصال شاہجہاں آباد میں ۴ ذیقعدہ ۱۱۵۲ھ بروز بدھ بعمر انسٹھ سال ہوا ۔ ۵ ذیقعد کو آپ کا جسد مبارک ہزارہا آدمیوں اور سرکاری سوار اور پیادوں کے جلوس میں سرہند شریف کی طرف رانہ ہوا جہاں ۱۲ ذیقعدہ کو شیخ سعید الدین کی حویلی میں دفن کردیا گیا ۔آپ کے چار صاحبزادے اور دو صاحبزادیاں (تھیں (حالات ماخوذ از روضتہ القیومیتہ ، رکن چہارم کمال الدین محمد احسان ، مطبوعہ لاہور) ۔

حالات ابوالمساکین شیخ محمد ، ماخوذ از فردوس العارفین قلمی ، میر بلوچ خان ۱۲۰۱ھ و مرغوب الاحباب قلمی ، میر نظر علی خان ۱۲۷۳ھ

مخدوم محمد صادق

حضرت مخدوم ابوالمساکین خواجہ محمد کے والد خواجہ مخدوم محمد اشرف (۱) کے مخدوم محمد صادق داماد ہیں، آپ اپنے وقت کے بڑے متبحر عالم، و فاضل اور محقق تھے ننگر ٹھٹہ میں آپ کا ایک دارالعلوم تھا، جہاں سینکڑوں طلباء علوم دینیہ کی آپ سے تحصیل کیا کرتے تھے۔ آپ کے اعلیٰ علمی مقام کا اس سے بڑا اور کیا ثبوت ہوگا کہ خواجہ محمد زمانؒ (اول) نے اسی مدرسہ میں آپ کے سامنے زانوئے تلمذ طے کیا اور آپ سے علوم ظاہریہ کی تکمیل کی۔

بیعت:۔ شیخ سید عبدالطیف سے آپنے سلسلہ عالیہ نقشبندیہ میں شرف بیعت حاصل کیا اور آپ ہی سے سلوک کی منزلیں طے کیں۔

چنانچہ صاحب مرغوب الاحباب آپ کے لئے لکھتا ہے کہ۔

"ونزد مولوی محمد صادق کہ مرید و معتقد سید عبدالطیفؒ و داماد خواجہ محمد اشرف است و بعدالوفات از پائیں حضرت مخدوم آدم آسودہ است علم آموختہ اند"

آپ کے مرشد سید عبداللطیف تارک کے متعلق سید حسام الدین ارشدی حاشیہ تکملہ مقالات الشعراء میں لکھتے ہیں کہ۔

"جناب سید عبداللطیف تارک موصوف بزرگی وافی بودہ"

اولاد:۔ آپ کے ایک صاحبزادے میاں غلام حسین جو مخدوم ابوالحسن کے نام سے مشہور ہیں ہجرت کر کے حرمین شریفین چلے گئے تھے اور وہاں انہوں نے کافی شہرت پائی، اور وہیں انہوں نے ۱۱۸۷ھ میں وفات پائی، ان کے بعد مخدوم محمد حیات سندی مدینہ منورہ میں مدرسہ چلاتے رہے، ان کے متعلق پیر سید حسام

الدین راشدی لکھتے ہیں کہ ان کا شمار وہاں کے چند علماء اور فضلاء میں ہوتا ہے

" دراں سرزمین اعلم علماء و اقدم فضلاء زیستہ ، سرآمد محدثان باکمال و سرگروہ مدرسان صاحب قال و حال بیبا شد"

مزار مبارک :- مخدوم محمد صادق کا مزار ٹھٹہ میں مکلی کے مشہور قبرستان کے اندر حضرت مخدوم آدم ٹھٹوی کے پائیں مبارک میں ہے ۔

۱۔ آپ حضرت مخدوم آدم ٹھٹوی کے فرزند ارجمند ہیں ۔

حالات ماخوذ از :-

۲۔ مرغوب الاحباب ، میر نظر علی خاں تالپور ۔ ص ۲۵ ۔

۳۔ حاشیہ تکملہ مقالات الشعراء ، سید حسام الدین راشدی ، ۲۳۲ ۔ ۲۳۳ ۔

شیخ انسؒ

آپ اپنے وقت کے صاحب جذب و کیفیت بزرگ تھے حضرت مخدوم آدم ٹھٹوی نقشبندی رحمۃ اللہ علیہ نے آپ کی روحانی تربیت فرما کر آپ کو اجازت و خلافت سے سرفراز فرمایا تھا۔ آپ کا تعلق شکارپور سے تھا اور آپ شہر ٹھٹہ کے قاضی تھے۔ (۱)

شیخ انسؒ اور آپ کے دوسرے ساتھی شیخ فتح محمدؒ اور شیخ ابوالحسنؒ اور شیخ عنایت اللہؒ کا شمار حضرت مخدوم آدمؒ کے خاص مریدین اور صاحب استعداد اور صاحب حال خلفاء میں ہوتا ہے۔

حضرت مخدومؒ کے ان چاروں مخلصین کو حضرت امام ربانی مجدد الف ثانیؒ کے پوتے خواجہ سیف الدینؒ (۲) سے بھی شرف ملاقات حاصل ہے۔

حضرت خواجہ سیف الدینؒ کی جب ان چاروں حضرات سے ملاقات ہوئی تو ان کی باطنی اور روحانی استعداد اور قابلیت کا اندازہ کرکے آپؒ کو بے انتہا مسرت ہوئی اپنی اس خوشی اور فرحت کا اظہار آپ نے اپنے ایک مکتوب میں حضرت مخدوم آدمؒ سے فرمایا وہ مکتوب یہ ہے۔

باسمہ سبحانہ

اما بعد السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ،

مخدوما! استماع اخبار استقامت شمابریں طریقۂ علیہ وسرگرمی ہنگام طلبہ سبب لذات معنویہ می گردو زادکم اللہ سبحانہ ترقیاً و استقامتہ، بعضے یاران رشید شما کہ ملاقات کردند از مطالعہ احوال آنہا بسے محظوظ شدیم علی الخصوص شیخ انس، و سید فتح محمد، و ابوالحسن و تازکی توفیق آثار شیخ عنایت اللہ ملاقات نمود ازاحوال

پسندیدہ او نیز محظوظ شدیم (فرحت تمام دست داد) (۳) یقین کہ پیش از پیش بحال مومی الیہ متوجہ خواہد بود۔ دیگر شوق آمدن باین دیار اکثر می نویسند، ماہم مشتاق دیدار شمائم ولیکن جائے گذاشتن آن مقام و برہم زون معاملہ طلبہ مناسب نمی نماید بہ اعتقاد فقیر مدار آن بقعہ، گوئیاں وابستہ بہ وجود شریف است بہرحال ہرگاہ ملاقات صوری مقدر است میسر خواہد بمشتیۃ سبحانہ عمدہ کار ارتباط معنوی است وآں درازی یاد است (۴)

والسلام

ترجمہ: اس طریقہ عالیہ پر تمہاری استقامت اور تمہارے طلبہ کی سرگرمیوں کے متعلق خبریں ہمارے لئے معنوی لطف و لذت کا سبب بنتی ہیں، اللہ تعالیٰ تمہاری ترقی اور استقامت میں اضافہ فرمائے، تمہارے وہ بعض شاگرد رشید جن سے ملاقات ہوئی تھی ان کے احوال کے متعلق پڑھ کر بھی بیحد طبیعت محظوظ ہوئی ہے بالخصوص شیخ انسؒ سید فتح محمد، شیخ عنایت اللہ جن سے ملاقات ہوئی تھی ان کے پسندیدہ حالات کو سنکر خوشی اور مسرت تمام ہوجاتی ہے۔ امید ہے کہ ان مذکورہ طالبوں کی طرف تم زیادہ سے زیادہ اپنے توجہ مبذول رکھو گے۔

علاوہ ازیں تم اکثر اپنے خطوط میں یہاں آنے کا اشتیاق ظاہر کرتے ہو تو تمہیں معلوم ہونا چاہیئے کہ ہم بھی تمہارے دیدار کے مشتاق ہیں۔ لیکن فی الحال اس مقام کو چھوڑ کر طلباء کی تعلیم و تربیت کو درہم برہم کرکے یہاں آنا تمہارا مناسب نہیں کیونکہ فقیر کا اعتقاد یہ ہے کہ وہاں کے تمام معاملات کا مدار تمہاری ذات سے وابستہ ہے۔ بہرحال جب بھی ظاہری ملاقات مقدر میں لکھی ہوگی ہو جائیگی۔ سب سے بہتر کام ارتباط معنوی ہے۔ والسلام

اس کے علاوہ حضرت خواجہ سیف الدین ابن خواجہ محمد معصوم رحمہم اللہ کی ایک اور عبارت حضرت شیخ انسؒ کے علومرتب کی طرف اشارہ کرتی ہے۔

فرماتے ہیں۔

اَلْاَخُ الصَّالِح السَّالِکُ فِیْ طَرِیْقِ اَھْلِ اللّٰہِ شَیْخُ اَنَسَ اَقَامَ فِیْ صُحْبَتِنَا مُدَّۃً وَ حَصَلَ لَہٗ تَرَقِّیَاتاً عَظِیْمَۃً وَ اَخَذَ حَظّاً وَ اِفْرَاً فَطُوْبٰی لَہٗ وَبُشْرٰی۔ وَالسَّلَامُ

ترجمہ: میرے نیک اور اہل اللہ کے راستہ پر چلنے والے بھائی شیخ انس نے ایک مدت تک میری صحبت حاصل کی جس سے اس کو بڑی بڑی ترقیاں حاصل ہوئیں اور اس نے بڑے بڑے فوائد حاصل کئے بس اس کے لئے خوشخبری ہی خوشخبری ہے۔

والسلام

۱۔ مقالہ سندھ کے صوفیائے نقشبند، غلام مصطفی خان ڈاکٹر (انگریزی) صفحہ ۱۔۳

۲۔ خواجہ سیف الدین کے حالات شیخ فیض اللہ کے حالات کے ضمن میں گذر چکے ہیں۔

۳۔ فردوس العارفین میں یہ عبارت منقول ہے۔

۴۔ مکتوبات سیفیہ، مرتبہ محمد اعظم، مطبوعہ حیدرآباد سندھ ۱۹۱

۵۔ حالات ماخوذ از فردوس العارفین قلمی، میر بلوچ خان ۱۲۰۱ھ صفحہ ۲۱ تا ۲۳

مخدوم ابراہیم لاھری

آپ حضرت مخدوم آدم ٹھٹوی نقشبندیؒ سے شرف بیعت رکھتے تھے ، اور انہی کے مقتدر خلفاء میں آپ کا شمار ہوتا تھا۔

مخدوم ابوالقاسم نقشبندی کے پیر بھائی تھے اور اپنے وقت کے بڑے صاحب فضیلت اور صاحب کرامت بزرگ تھے۔

میر قانع آپ کے مقام اور مرتبہ کو ان الفاظ میں بیان کرتا ہے۔

" صاحب خو ارق کلیہ است محاسب خرد
و ضابط فہم از عھدہ شمہ آں برنیاید

یعنی آپ اتنی عظیم کرامات کے مالک تھے کہ عقل و فہم ان کے سمجھنے سے قاصر ہے۔

صاحب مرغوب الاحباب آپ کے عام فیضان اور مخلوق خدا کی ہدایت اور رھبری کی شہرت کو ان الفاظ میں بیان کرتے ہیں۔

شیخ ابراہیم در قصبہ لاھری افادہ
الیشاں اشتہار عام دارد

وفات :۔ آپ کی وفات بارھویں صدیہجری میں ہوئی ، آپ نے اپنے بعد دو فرزند چھوڑے ایک میاں ابوبکر اور دوسرے مخدوم گل محمد ،

حالات ماخوذ از

تذکرہ مشاہیر سندھ ، دین محمد وفائی ، مطبوعہ ، حیدر آباد صفحہ ۱۵۶

میاں ابو بکر لاھری ٹھٹوی

آپ مخدوم ابراھیم لاھری کے صاحبزادے اور ان کے جانشین تھے ، اور اپنے والد کے بعد بڑے بلند مقامات اور بزرگی کے حامل سمجھے جاتے تھے ، آپ کے والد حضرت مخدوم آدم ٹھٹوی رحمۃ اللہ علیہ کے اجل خلفاء میں سے تھے ۔

رشد و ھدایت :۔ آپ کے ذریعہ بہت سے بندگان خدا کو رھبری اور ھدایت ملی آپ کی ایک نگاہ دلوں کی دنیا بدل دیا کرتی تھی ، مشہور ہے کہ ایک روز مسجد میں ایک مست شرابی آدمی آگیا لوگ اس کو روکنے لگے ، آپ نے اس کی طرف نگاہ ڈالتے ہوئے فرمایا کہ اس کو آنے دو ، کوئی مسجد میں آئے تو اسے روکا نہ کرو ۔ آپ کی نگاہ اور کلام نے اس مست آدمی پروہ اثر کیا کہ اس دن سے وہ " پھر مسجد کا ہو گیا " اور اپنی ساری زندگی اس نے مسجد میں رہ کر عبادات میں گزاردی ۔

وفات :۔ آپ کی وفات بارھویں صدی ھجری کے وسط میں ہوئی جب آپ کا جنازہ قبرستان کی طرف جانے لگا تو خوبصورت اور خوش آواز عجیب و غریب قسم کے پرندوں کا ایک غول نمودار ہوا جو قبرستان تک جنازہ اور اس میں شامل لوگوں پر برابر سایہ کئے رہا ۔

اور تعجب کی بات یہ تھی کہ بادل کی طرح سایہ کئے ہوئے اتنے بڑے غول میں سے کوئی گندگی یا غلاظت کا ایک تنکا بھی تمام راستہ کسی پر نہیں گرا ۔

مزار :۔ آپ کا مزار مکلی کے مشہور قبرستان میں ہے ۔

حالات ماخوذ از تذکرہ مشاھیر سندھ ، دین محمد وفائی مطبوعہ ، حیدرآباد ، صفحہ ۱۰۷

حافظ رحیمدنہ

لواری شریف کے سلطان الاولیاء خواجہ محمد زمانؒ کے پیر و مرشد حضرت ابوالمساکین خواجہ محمدؒ (ٹھٹہ) کے ایک کامل اور صاحب حال مرید " حافظ رحیمدنہ تلیائیؒ) تھے جنکے متعلق صاحب مرغوب الاحباب لکھتے ہیں کہ ۔

" حافظ رحیمدنہ تلیائی کہ از اصحاب رشید حضرت خواجہ بزرگ مااست بمعاملت یعنی درعبادات وریاضت مشارالیہ ایں جماعتہ "

یعنی آپ اپنی ریاضات مجاھدات اور عبادات کی کثرت کے باعث حضرت خواجہ ابوالمساکین کے تمام مریدوں کی نگاہوں کے مرکز تھے ۔

جو شخص ان عارفوں اور عابدوں کی جماعت میں عبادات و ریاضات کے لحاظ سے مرکز نگاہ ہو اس کے مقام اور مرتبہ کا کون اندازہ کرسکتا ہے ، پھر بھی اس واقعہ سے آپکے علومرتبت کا کچھ اندازہ ہوسکتا ہے ۔ مدد خاں افغان کا جو حادثہ اور سانحہ رونما ہوا اس کے بعد جو قحط پڑا ہے وہ اس زمانہ کے سخت ترین حوادثات میں سے تھا ۔ چناچہ عالم یہ تھا کہ قحط کے باعث آدمیوں نے آپس میں ایک دوسرے کو کھانا شروع کردیا تھا ۔ حافظ رحیمدنہ فرماتے ہیں کہ اس قحط سالی کے دور میں مرشد کی خانقاہ میں بغیر کھائے پیئے میں نے پورے چھ ماہ گزارے ، اس طویل عرصہ میں نہ کبھی مجھے بھوک لگی اور نہ کبھی مجھے رفع حاجت کی ضرورت پیش آئی ۔ بلکہ رات کو عشاء کے بعد ایسی ڈکار آتی تھی جیسے میں نے خوب سیر ہو کے دودھ پیا ہے ۔

کیوں نہ ہو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی شان یہی تھی کہ " ابیت عندربی یطعمنی ویسقینی " میں اپنے رب کے پاس رات گزارتا ہوں ، وہ ہی مجھے کھلاتا ہے اور وہی مجھے پلاتا ہے " ۔ تو حضور کی متابعت میں آپ کے طفیل اللہ تعالیٰ آپ کے خاص غلاموں کو بھی اسی مقام سے سرفراز فرماسکتا ہے ۔

حالات ماخوذ از مرغوب الاحباب ، میر نظر علی تالپور صفحہ ۸

مخدوم ابوالقاسم نقشبندی

آپ سندھ کے ایک علمی اور صوفیانہ گھرانہ سے تعلق رکھتے ھیں آپ کے اسلاف کرام سلسلہ سہروردیہ کے مشائخ میں سے تھے اور ملتان سے تعلق رکھتے تھے ۔ اپنے خاندان کے فیوضات و برکات حاصل کرنے کے بعد خاندان میں سب سے پہلے آپ نے سلسلہ نقشبندیہ کا فیض حاصل کیا اور سندھ میں اس کی اس قدر ترویج اور اشاعت کی کہ یہاں آپ " حضرت نقشبندی صاحب " کے لقب سے مشہور ہو گئے ۔

حضرت مخدوم آدمؒ کے بعد آپ دوسری شخصیت ہیں جنہوں نے سندھ میں اس سلسلہ کو پھیلایا اور خوب معروف و مشہور کیا ۔

نام اور لقب :۔ آپ کا اسم گرامی حافظ مخدوم ابوالقاسمؒ ہے ۔ والد کا نام درس ابراہیم ہے آپ کے پیر و مرشد حضرت شاہ سیف الدین (م ۱۰۹۸ ھ) نے آپ کی روحانی استعداد اور آپ کے نور بصیرت کو دیکھتے ہوئے " نورالحق " کے لقب سے آپ کو سرفراز فرمایا اور سندھ والوں نے آپ کو حضرت نقشبندی صاحب کے لقب سے یاد کیا ۔

تعلیم و تربیت :۔ سب سے پہلے آپ نے قرآن پاک حفظ کیا ، اور ظاہری علوم کی تکمیل کی جو علوم باطنی کا پہلا زینہ اور اس کی ترقی کے لئے پہلی شرط ہوتا ہے جب آپ علوم ظاہری کی تحصیل سے فارغ ہو گئے تو پھر آپ نے علوم باطنی کی طرف توجہ کی اور اس کی تحصیل کے لئے اس وقت کے معروف و مشہور سندھ کے عظیم نقشبندی بزرگ مخدوم آدم ٹھٹوی کی خدمت اقدس میں حاضر ہو کر ان

کی صحبت میں روحانی تربیت لینی شروع کر دی ۔ حضرت مخدوم آدم نے مقامات تصوف کے ابتدائی مدارج طے کرانے کے بعد ان سے فرمایا کہ تمہاری استعداد بہت بلند ہے اگر تم سرہند شریف جو کہ نسبت نقشبندیہ کا مرکز اور مخزن ہے وہاں جا کر اپنے باطن کی تکمیل کرو اور وہاں کے فیوض و برکات سے مستفیض ہو تو یہ تمہارے لئے بہت زیادہ فوائد اور ترقیات کا باعث ہوگا ۔

حضرت مخدوم کے اس فرمان سے حضرت ابوالقاسم کو سرہند شریف کا شوق دامنگیر ہوگیا اور آپ فوراً اس کی طرف روانہ ہوگئے ۔

تکمیل علم باطنی :۔ سرہند شریف جب آپ پہنچے تو اس وقت حضرت سیف الدینؒ (۱) اپنے دادا حضرت امام ربانی مجدد الف ثانی علیہ الرحمۃ کے مزار پر انوار پر جانے کے لئے پالکی میں سوار ہونے والے تھے ، مخدوم ابوالقاسم کو دور سے دیکھ کر اردو میں یہ الفاظ فرمائے ۔" حضرت دادا صاحب تمہاری سفارش فرماتے ہیں ۔"

یہ سنکر حضرت ابوالقاسم قدم بوس ہوگئے ۔

الغرض ! حضرت خواجہ نے حضرت امام ربانی کی سفارش اور حضرت ابوالقاسم کی خود اعلیٰ استعداد کو دیکھتے ہوئے آپ کی طرف خصوصی توجہ مبذول فرمائی ، اور پورے انہماک اور توجہ کے ساتھ آپ کی اعلیٰ تربیت فرمائی ۔

حضرت ابوالقاسم کی طرف آپ کے خصوصی التفات اور خصوصی نظر کرم کا اظہار اس سے بھی ہوتا ہے کہ حضرت خواجہ سیف الدین کی طرف سے آپ کو یہ ہدایت تھی کہ وہ ہر روز حضرت امام ربانیؒ کے مزار پر انوار پر ان کے ہمراہ چلا کریں ۔ چنانچہ مخدوم ابوالقاسم کا یہ معمول تھا کہ وہ اپنے مرشد کے ہمراہ حضرت کے مزار پر حاضر ہو کر ان کے صدقہ میں بٹنے والے فیضان سے اپنے قلب کو منور فرماتے تھے ۔

خلافت :- بہرحال مرشد کی طرف سے بھی خصوصی توجہ تھی اور آپ بھی خصوصی لگن اور انتہائی محنت سے اپنے کمالات کی منزلیں طے کر رہے تھے اس سلسلے میں آپ نے بڑی مشقتیں برداشت کیں، کئی بار گھر گئے اور پھر وہاں سے واپس سرہند شریف آئے ۔ جب تیسری بار سندھ جانے کی اجازت طلب کی تو آپ کے مرشد نے آپ کو اجازت و خلافت سے سرفراز فرمایا اور حکم دیا کہ اب جا کر سندھ میں اس سلسلہ کو زندہ کرنا اور یاد رکھنا کہ ہمارا اور تمہارا معاملہ ایک ہے ۔ اس پر حضرت ابوالقاسمؒ نے عرض کیا حضور!

" وہاں کے لوگ اس آیت کے مصداق ہیں ۔ وَهِيَ كَالْحِجَارَةِ اَوْ اَشَدُّ قَسْوَةً (یعنی ان کے دل پتھر سے بھی زیادہ سخت ہیں) میری ہمت نہیں کہ میں ان کی اصلاح کر سکوں،

مرشد نے فرمایا! کوئی پرواہ نہیں ، تم ان پتھروں پر توجہ ڈالنا ، تمہاری ایک توجہ کی طاقت سے وہ پتھر پانی ہو کر جاری ہوجائیں گے ۔

اور اگر تمہیں یقین نہیں آتا تو آزمائش کے طور پر یہاں سے کسی شخص پر توجہ ڈال کر دیکھو، اتفاق سے اس روز جمعہ تھا اور قاضی شہر منبر پر کھڑا ہوا پورے زور شور سے وعظ کہہ رہا تھا کہ آپ نے اسی کی طرف توجہ مبذول کر دی توجہ کا مبذول کرنا تھا قاضی تڑپتا ہوا منبر پر سے نیچے گر گیا ۔ (۲)

فیضان نظر :- یہ بھی حضرت خواجہ سیف الدینؒ کی دعا کا اثر اور آپ کا فیضان نظر تھا کہ جب خلافت حاصل کرنے کے بعد آپ اپنے ملک روانہ ہوئے تو ہر جگہ آپ کی پذیرائی ہوئی ، بڑے بڑے سرکشوں اور متکبروں کی گردنیں آپ کے آگے خم ہوتی چلی گئیں ۔

چنانچہ راستہ میں آپ نے قصبہ متعلوی میں ایک رات قیام فرمایا وہاں ایک بڑے مشہور و معروف عالم اور واعظ عبدالباقی نام کے رہتے تھے جن کے

وعظ اور شعلہ بیانی کی شہرت دور دور تک تھی ، وہ اپنی شہرت کے نشہ میں کسی کو خاطر میں نہیں لاتے تھے لیکن جب شیخ ابو القاسم صاحب وہاں تشریف لائے تو وہ بھی حضرت کی خدمت میں حاضر ہو کر آپ سے بیعت ہوئے اور آپ کی ارادت و عقیدت کا پٹہ اپنے گلے میں ڈال کر فخر محسوس کرنے لگے اور کہتے تھے کہ میرا دل بہت چاہتا ہے کہ میں سفر میں آپ کے ہمراہ رہوں لیکن میرے نامساعد حالات مجھے اس کے اجازت نہیں دیتے ۔ لہذا میرا جو روحانی حصہ ہے وہ آپ مجھے یہیں عنایت فرما دیجئے ۔ (۳)

عمل قرطاس :۔ جب آپ کے مرشدؒ نے آپ سے فرمایا کہ سندھ کا خطہ ہم نے رشد و ہدایت کے لئے تمہارے سپرد کیا تم وہاں جاؤ اور اس سلسلہ کے احیاء اور اشاعت کا کام انجام دو ۔

تو اس پر حضرت ابو القاسم نے ایک یہ بھی عرض پیش کی تھی کہ آپ نے یہ اہم کام میرے سپرد کردیا ہے لیکن جب میں وہاں رشد و ہدایت کا کام شروع کروں گا اور سینکڑوں طلبہ میرے پاس سیکھنے کے لئے آئیں گے تو ان کے طعام و لباس و خوراک کا ایک عظیم خرچہ میں کہاں سے برداشت کروں گا جبکہ میں تو بہت غریب اور مسکین آدمی ہوں ۔

یہ سنکر آپ کے مرشد نے آپکی تسلی اور جمعیت قلب کی خاطر آپ کو " عمل قرطاس " بخشش فرمایا اور کہا کہ جب تمہیں رقم کی ضرورت ہو تو ایک کاغذ اپنے ہاتھ میں لے کر قینچی سے اس کے ٹکڑے کر کے اپنی مٹھی میں بند کرلیا کرو پھر ذہن میں اشرفی ، درہم ، دینار ، روپیہ کسی کا بھی خیال لاؤ ۔ جیسا بھی تم خیال لاؤ گے اور جو تم نے چاہا ہوگا وہی تمہارے سامنے ہوگا ۔

تسخیر ہوا :۔ کہتے ہیں کہ شروع میں حضرت کا یہی معمول رہا ۔ لیکن بعد میں اللہ تعالیٰ نے ہوا کو آپ کے مسخر کر دیا تھا جب آپ کو کسی چیز کی ضرورت ہوتی

تو آپ ہاتھ ہوا میں لیجاتے اور جس چیز کی آپ کو خواہش ہوتی تھی وہ چیز آپ کے ہاتھ میں ہوتی تھی ۔ (۴)

صحبت خواجہ صبغت اللہ :۔ صاحب فردوس العارفین لکھتے ہیں کہ حضرت شیخ ابوالقاسمؒ کو سرہند شریف میں حضرت خواجہ شیخ محمد صبغتہ اللہ (۵) کی صحبت اور معیت بھی حاصل رہی ہے اور آپ نے خانوادہ مجددیہ کے اس آفتاب و ماہتاب سے بھی اکتساب فیض کیا ہے ۔

منتہی طلبا کی آمد :۔ الغرض جب حضرت ابوالقام نقشبندی علیہ الرحمہ سرہند شریف سے نسبت و اجازت لے کر واپس اپنے وطن تشریف لائے تو یہاں آپ نے اپنی علیحدہ خانقاہ بنائی جسمیں روحانی تربیت اور رشد و ہدایت کا کام شروع کردیا ۔ آپ کی شہرت سن کر بڑے بڑے ذی استعداد طالب علم آنے شروع ہوگئے جس میں سے بعض ایسے بھی تھے کہ جو طریقت کی ابتدائی منزلیں طے کرچکے تھے ۔ اور اب انہیں اعلیٰ و ارفع منزلیں طے کرنی تھیں جن کا طے کرانیوالا دور دور تک کوئی نظر نہیں آتا تھا ۔ ایسے لوگوں کی پیاس بھی اسی در پر آ کے بجھی چنانچہ آپ کا یہ واقعہ مشہور ہے کہ ایک شخص نے تصوف کے ایک اعلیٰ مقام کو حاصل کرنے کی غرض سے سندھ کے مشہور بزرگ پیر پٹھا (۶) کے مزار پر حاضر ہو کر چالیس روز تک چلہ کاٹا لیکن چلہ کی آخری رات کو اسے پیر پٹھا کی زیارت ہوئی اور آپ نے اس سے فرمایا کہ " بابا دریں زماں آن طلب رفت و آں طلاب رفتند ایں قسم از کجا حاصل شود ؟

یعنی میاں ! جس چیز کی طلب تم لے کر یہاں آئے ہو نہ اس جیسی طلب اس زمانہ میں رہی اور نہ ایسے طلب کرنے والے رہے اب اس زمانہ میں تمہیں یہ کہاں ملیگی ؟

یہ سن کر وہ بہت افسردہ ہوا، اسی زمانہ میں "حضرت نقشبندی صاحب" کی آمد کی شہرت اس کے کانوں تک پہنچی وہ دوڑتا ہوا آنحضرت کی خدمت اقدس میں حاضر ہوا۔ اور قدمبوس ہو کر آپ کی صحبت میں اپنے مدارج طے کرنے میں لگ گیا کچھ ہی دنوں میں اس نے وہ مقام طے کرلیا، ۔ ایک روز اس نے حضرت کی خدمت میں پیر پٹھا کی وہ بات بیان کی جس کو سن کر حضرت نے فرمایا کہ شیخ پٹھانے بالکل درست فرمایا تھا اس لئے کہ یہ تصوف اور طریقت کا وہ مقام ہے جو بہت سخت ریاضت اور انتہائی مشکل مجاہدات کے بعد حاصل ہوتا ہے ایسے شوقین اس زمانہ میں کہاں ہیں جو ایسے سخت ریاضت کو اٹھا کر اس مقام کو حاصل کریں ہاں مگر ہم پر اللہ تعالیٰ کا خصوصی کرم ہے اور ہماری بارگاہ میں خدا کی وہ بے پایاں رحمتیں موجزن ہوتی ہیں کہ طالبان حق کے دامن گوہر مقصود سے پُر ہوجاتے ہیں ۔ اور بلامشقت ان کو یہ اعلیٰ مقامات حاصل ہوتے چلے جاتے ہیں وہب اور کسب میں بڑا فرق ہوتا ہے ۔ ہمارے یہاں وہب ہے (یعنی خدا کی عطا) وہب سے وہ وہ چیزیں مل جاتی ہیں جن کا کسب سے حاصل کرنا ناممکن نہیں تو مشکل ضرور ہے آپ نے فرمایا کہ وہب اور کسب کی مثال ایسی ہے جیسے کسی محنت کرکے کمانے والے درزی سے کوئی پوچھے کہ تو ایک لاکھ روپیہ جمع کرسکتا ہے تو وہ یہی کہیگا کہ ناممکن ہے لیکن اگر کسی ایسے شخص سے پوچھا جائے جس کو بادشاہ وقت نے خوش ہو کر ایک ہی دفعہ ایک لاکھ روپیہ دے دیا ہو تو وہ یہ کہیگا کہ یہ کوئی مشکل بات نہیں اگر خدا چاہے تو ایک ہی لمحہ میں مل سکتا ہے ۔ (۷)

آنچہ بیک روز کرد یک نظر شمس دیں
فخر کند بر دھ طعن زند بر چلہ

حجرہ حضوری :۔ آپ جس حجرہ مبارکہ میں عبادات و ریاضات فرمایا کرتے

تھے وہ حجرہ " حجرہ حضوری " کے نام سے مشہور ہے ۔ اس کی وجہ تسمیہ یہ ہے کہ ایک روز عشاء کی نماز کے لئے دیر ہو گئی آپ اپنے حجرہ سے باہر تشریف نہیں لائے ، جب کافی دیر ہو گئی تو لوگ حجرہ کی طرف گئے تو اندر سے دو آدمیوں کی آپس میں سرگوشی کرنے کی آواز آرہی تھی لوگ یہ سمجھ کر کہ شاید کوئی خاص بزرگ حضرت سے ملاقات کے لئے آئے ہوئے ہوں گے اور حضرت ان سے گفتگو میں مصروف ہیں باہر ٹھہر گئے اور حضرت کا انتظار کرنے لگے تھوڑی دیر بعد حضرت تنہا باہر تشریف لائے اور تازہ وضو کرنے کیلئے تشریف لے گئے جب وضو فرما چکے تو خادم کو حکم دیا کہ اندر حجرہ سے میری دستار اٹھالاؤ ، خادم جب حجرہ کے اندر دستار لینے کی غرض سے داخل ہوا تو یہ دیکھکر حیران رہ گیا کہ اندر کوئی شخص موجود نہیں تھا لوگ حیران تھے کہ حضرت اتنی دیر سے کس سے گفتگو فرماتے رہے ، جب لوگوں نے حضرت سے اپنی حیرانگی و پریشانی کا ذکر کرکے اس معمہ کو حل کرنے کی التجا کی تو آپ نے فرمایا کہ اس وقت آنحضرت ختمیؐ مرتبت روحی فداہ صلی اللہ علیہ وسلم اس حجرہ میں تشریف فرما تھے ، اور میں ان سے ہم کلام تھا ۔ اس وقت سے اس حجرہ کا نام حجرہ حضوری پڑ گیا ۔

خورشید مکلی :۔ سندھ کے مشہور روحانی اور سرھندی بزرگ حضرت شاہ ضیاء الدین صاحب علیہ الرحمتہ المعروف بہ " مھنہ والے صاحب " فرماتے ہیں میں نے سنا ہے کہ " شیخ جیو مکلی جو دیو یعنی شیخ جیو " چراغ مکلی " ہیں لہذا ان کے مزار کی زیارت کرنی چاہیئے ۔ چنانچہ آپ ان کے مزار پر حاضر ہوئے اور مراقبہ وغیرہ سے فارغ ہونے کے بعد فرمانے لگے کہ بیشک یہ " چراغ مکلی " ہیں ۔ لیکن جب آپ حضرت مخدوم ابو القاسم کے مزار پرانوار پر حاضر ہوئے اور وہاں کے انوار و تجلیات جو آپ نے مشاہدہ فرمائے تو بے اختیار آپ نے فرمایا کہ

" این بزرگوار خورشید مکلی است = وپیش خورشید چراغ راچہ ضیاء

یعنی حضرت نقشبندی خورشید مکلی ہیں ، (مکلی کے آفتاب) اور انکی روشنی کے سامنے چراغ کی کیا روشنی ؟

پھر دوبارہ جب آپ سندھ تشریف لائے تو حضرت کے مزار پر بہت دیر تک مراقب رہے اور بعد میں فرمایا کہ " سرہند مبارک کی یہ ایک خانقاہ ہے "۔

اس کے علاوہ بہت سے علماء اور صلحاء نے سرہند شریف خطوط ارسال کئے کہ ہمیں فیض پہنچایا جائے اور ہمارے مقامات طے کرائے جائیں ، ان سب کے جواب میں وہاں سے یہ لکھ کر بھیج دیا گیا کہ اللہ تبارک وتعالیٰ کی طرف سے سندھ کے خطہ کو شیخ ابوالقاسم کے سپرد کردیا گیا ہے ، اب اس خط کے تمام معاملات انہی کے ذمہ ہیں لہذا جو کچھ حاصل کرنا ہے انہی سے حاصل کرو۔

غضب اولیاء :۔ اللہ تعالیٰ اپنے مقبول بندوں کے قہر اور غضب سے بچائے کہ ان کا قہر و غضب دراصل خدا تعالیٰ کا قہر و غضب ہوتا ہے ۔ چنانچہ حضرت ابوالقاسمؒ کے ایک مرید خاص مخدوم محمد معینؒ کا ایک شخص مخالف ہو گیا اور ہر وقت آپ کے درپئے آزار رہنے لگا چونکہ وہ نواب سیف اللہ (۸) خاں کا مقرب خاص تھا اس لئے اس نے کسی طرح نواب صاحب کو راضی کرکے " علاقہ جاچکاں " کی فوجداری کے احکامات نواب صاحب سے اپنے لئے جاری کروالئے، چونکہ اس علاقہ میں مخدوم معینؒ کی جاگیر تھی اس لئے اس کا یہ مقصد تھا کہ وہاں کا حاکم بن کر حضرت کی جاگیر کو نقصان پہنچاؤنگا اور حضرت کو پریشان کروں گا، حضرت مخدوم معینؒ کو جب یہ بات معلوم ہوئی تو آپ سیدھے اپنے مرشد حضرت ابوالقاسم نقشبندیؒ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور سارا ماجرا بیان کیا اس وقت آپ وضو فرما رہے تھے ۔ واقعہ سنتے ہی آپ کے دست مبارک سے لوٹا چھوٹ کر زمین پر گرپڑا اور ریزہ ریزہ ہوگیا ، آپ نے مخدوم معینؒ کی طرف نگاہ اٹھا کر دیکھا اور فرمایا کہ فکر نہ کرو اس بداندیش کا انجام بھی ایسا ہی ہوگا ، چنانچہ

وہ جیسے ہی فوجداری جاچکان (۹) کے احکامات لے کر روانہ ہوا اور گھوڑے پر سوار ہو کے شہر سے نکلا تو ابھی دریا کا گھاٹ (پتن) عبور کرنے بھی نہ پایا تھا کہ اچانک گھوڑا بدک گیا اور مشتعل ہو کر بے قابو ہو گیا ۔ جس سے وہ شخص گھوڑے سے گر پڑا ۔ اور اس طرح گرا کہ اس کا یک پاؤں رکاب میں الجھ گیا تھا اور گھوڑا اسے اسی حالت میں گھسیٹتا ہوا دوڑ رہا تھا جس سے نہ صرف وہ ہلاک ہو گیا بلکہ اس کی ہڈیاں بھی ریزہ ریزہ ہوگئیں اور اس کے گوشت پوست کا نام و نشان تک نہ رہا ۔ (۱۰)

کرامت :۔ ایک شخص آپ کی اور آپ کے رفقاء و مخلصین کی بہت گستاخیاں کرتا تھا اور بہت مذاق اڑایا کرتا تھا ، اللہ تبارک و تعالیٰ کو اپنے محبوبوں کی توہین اور اہانت پسند نہ آئی اور غیب سے اس کو تھوڑے ہی دنوں بعد اس طرح سزا دی گئی کہ نواب صاحب دہلی سے آئے اور اس کی خلاف شرع حرکتوں پر اس کو گرفتار کرواکے اسے دارالسلطنت بھیج دیا ۔ (۱۱)

حضرت مخدوم ابوالقاسمؒ کی بہت سی کرامتیں اور خرق عادات ہیں جن کا بیان طوالت سے خالی نہیں ، آپ کی تمام کرامات کو آپ کے مرید خاص مخدوم محمد معینؒ نے ایک کتابی شکل میں جمع کر دیا ہے !

وفات :۔ ۷ شعبان المعظم ۱۱۳۸ھ کو یہ علم و عرفان کا ماہتاب اور مکلی کا آفتاب ہمیشہ کے لئے چھپ گیا ۔ آپ کا سن وفات اس شعر کے دوسرے مصرعہ سے نکلتا ہے ۔

بسال وصل او ہاتف بفرمود
ابوالقاسمؒ سراسر نور حق بود

یوں تو آپ کے سن وفات میں بہت اختلاف ہے لیکن مذکورہ سن **وفات** وہ ہے جو آپ کے مقبرہ شریفہ پر ابھی تک منقوش ہے ۔

طریقہ تربیت:۔ جب آپ سرہند سے ٹھٹہ تشریف لائے اور سلسلہ نقشبندیہ کی اشاعت و ترویج کا آغاز فرمایا تو بہت کم لوگوں نے اس طرف توجہ دی کیونکہ آپ سے قبل زیادہ تر دو ہی سلسلوں کا زور تھا یعنی سلسلہ سہروردیہ اور سلسلہ قادریہ، حتیٰ کہ سلسلہ چشتیہ بھی متعارف نہیں تھا تو آپ نے سلسلہ نقشبندیہ کی ترویج و اشاعت کے لئے یہ طریقہ اختیار فرمایا کہ آپ مزدوروں سبزی فروشوں، دکانداروں اور معماروں کو بلا بلا کر ایک پورے دن اپنی صحبت میں بٹھا کر طریقہ تصوف کی تلقین کرتے (ان کو طریقت کا سبق پڑھاتے) اور جب دن ختم ہوتا تو جو مزدوری ان کی بنتی تھی ۔ یا جو دن بھر میں وہ کماتے تھے وہ ان کو دے کر آپ رخصت فرما دیتے ۔

یہ بات جب شہرت پا گئی تو بہت لوگ اسی نسبت سے آنے لگے کہ چلو بیکاری سے تو اچھا ہے وہاں جا کر پیسے ہی کما لیں، لیکن جب یہاں آبیٹھتے اور حضرتؒ کی صحبت کا لطف اٹھاتے تو ان کی دنیا ہی بدل جاتی تھی اسی طرح یہ فیض عام ہوتا چلا گیا، اور لوگ جوق در جوق اس سلسلہ میں داخل ہونے لگے ۔

خلفاء و مریدین:۔ یہ آپ کے طریقہ تربیت اور آپ کی روحانی کمالات اور تصرفات باطنی کا ظہور اور اثر تھا کہ بے شمار لوگ آپ کے حلقہ ارادت میں داخل ہوئے اور سینکڑوں اجازت و خلافت سے سرفراز ہو کر منزل مقصود سے ہمکنار ہوئے ۔

ان فائزالمرام ہونے والوں میں جید علماء بھی تھے اور فاضل فقہاء، رؤسا و امراء بھی حکماء بھی تھے اور شعراء بھی، اندرون ملک کے بھی تھے اور بیرون ملک کے بھی، چنانچہ سید گل شاہ ہندیؒ جن کا تعلق دہلی سے تھا اور امیر محمد صادق صاحب جو بادشاہ دہلی کے وزیر خاص تھے وہ بھی حضرت کے ارادتمندوں میں سے تھے، اور یہاں آکر حضرت کی صحبت میں رہ کر انہوں نے بہت سے

مقامات طے کئے ۔ اور اس رخ جاناں کو دیکھ کر ایسے فدا ہوئے کہ پھر اپنے وطن واپس نہ گئے اور اسی جاناں پر جاں فدا کردی ۔

فروغ روئے جاناں دید جاں داد

اسی طرح " بندر سورت " میں بھی آپ کے دو تین خلفاء تھے ، جنہوں نے وہاں اس سلسلہ نقشبندیہ کو کافی ترقی دی ان کے نام " معیار السالکین " میں درج ہیں ۔!

اس کے علاوہ اس وقت کی جن معرف و مشہور ہستیوں نے آپ کے نور باطن سے فیض حاصل کیا ان کے ناموں کی ایک فہرست تکملہ مقالات الشعراء کے " فٹ نوٹس " میں سید حسام الدین راشدی نے " طومار سلاسل " کے حوالہ سے ذکر کی ہے ۔

وہ اسماء گرامی یہ ہیں

۱۔ مخدوم محمد معین ٹھٹوی علیہ الرحمۃ

۲۔ محمد مقیم ولد سعداللہ ساکن قریہ جھیجہ

۳۔ میاں یعقوب سمہ ساکن قریہ کیہر

۴۔ شیخ یحیٰ عرب کہ در مدینہ منورہ احیائے طریقہ کردند

۵۔ سید سلطان شاہ ہندی

۶۔ میاں حبیب ، المشہور بمیت پوترہ

۷۔ میاں عبدالولی ، برادر مولینا عبدالباقی واعظ اگہی

۸۔ حاجی کمال اوبچہ

۹۔ مخدوم ضیاء الدین دانشمند ، معروف ٹھٹوی

۱۰۔ میاں نور محمد سمہار

۱۱۔ سید ناصر ولد سید نعمت اللہ شاہ شکراللہی ، شیرازی

۱۲۔ سید عبداللہ ولد سید نعمت اللہ شاہ شکراللہی شیرازی

۱۳۔ مخدوم عنایت اللہ بصیر واعظ ٹھٹوی
۱۴۔ میر مرتضیٰ ولد میر کمال الدین خاں رضوی

۱۵۔ سید رحمت اللہ عرف سید مٹھو شکر اللہیٰ شیرازی
۱۶۔ میاں عبدالباقی واعظ ساکن اگھم و متعلوی قدس سرہ

۱۷۔ عبدالرحیم سومرہ
۱۸۔ مخدوم میدنہ، نصرپوری

۱۹۔ درس بلال، ساکن پراں
۲۰۔ میاں محمد، نواسہ مخدوم آدم ٹھٹویؒ

۲۱۔ مخدوم عبداللہ ولد مخدوم میدنہ
۲۲۔ درس شرف الدین ولد درس بلال

۲۳۔ میاں محمد زمانؒ (لواری شریف)
۲۴۔ سید عزت اللہ شکر اللہیٰ شیرازی والد میر قانع

۲۵۔ میاں ابوالحسن خشت والہ،

شاعری:۔ آپ کو شعرو شاعری سے بھی مناسبت تھی۔ کبھی کبھی آپ خود شعر کہا کرتے تھے اس کا اندازہ آپ کے اس شعر سے ہوتا ہے جس کو مرغوب الاحباب نے نقل کیا ہے۔ وہ یہ ہے

ہر لوح دل چو تختۂ تعلیم کو دکاں
ہر حرف آرزو کہ نو شتم خراب شد

اولاد:۔ آپ کے دو صاحبزدے تھے ایک کا نام میاں ابراہیمؒ بن مخدوم ابوالقاسمؒ اور دوسرے کا نام فیض احمدؒ بن مخدوم ابوالقاسمؒ

دونوں صاحبزادے اپنے والد کے مزار کے دائیں بائیں دونوں پہلوں میں مدفون ہیں۔ یعنی حضرت مخدومؒ کے دائیں طرف مخدوم میاں فیض احمد کا مزار ہے اور حضرت مخدومؒ کے بائیں شرقی جانب حضرت مخدوم میاں ابراہیم کا مزار پر انوار ہے۔(۱۲)

مزارات:۔ حضرت مخدوم ابوالقاسم کے مزار مبارک کے متصل اردگرد جو مزارات ہیں ان کی تفصیل نقشہ کے ذریعہ واضح کی جا رہی ہے نقشہ درج ذیل ہے ۔ (۱۳)

۱۔ آپ کے حالات شیخ فیض اللہ کے حالات کے ضمن میں گذر چکے ہیں ۔
۲۔ مرغوب الاحباب قلمی، میر نظر علی، ۱۲۷۳ھ ص ۹ ۔
۳۔ نوٹ مرغوب الاحباب قلمی میں عبدالباقی اور قاضی شہر" کے دو علیحدہ علیحدہ واقعات منقول ہیں جیسا کہ اوپر ذکر کیا گیا ہے ۔ جبکہ تکملہ مقالات الشعراء ہیں صرف ایک واقعہ منقول ہے اور وہ بھی بجائے "قاضی" کے عبدالباقی کے متعلق ہے ۔
۳۔ مرغوب الاحباب قلمی، میر نظر علی ۱۲۷۳ھ ص ۹ ۔
۴۔ تکملہ مقالات الشعراء، محمد ابراہیم خلیل، مطبوعہ کراچی، ص ۱۸۰ ۔
۵۔ آپ حضرت امام ربانی کے پوتے اور خواجہ محمد معصوم ۔ کے سب سے بڑے صاحبزادے تھے ۱۰۳۲ھ میں آپ کی ولادت ہوئی اپنے والد ماجد سے علم و معرفت میں کسب کمال کیا اور ۹ ربیع الاول ۱۱۲۱ھ کو اس دار فانی سے رحلت کر گئے ۔
(مکتوبات محمد معصوم کے فٹ نوٹس مرتبہ نسیم احمد میں نزہتہ الخواطر بحوالہ تذکرۃ الانساب مؤلفہ قاضی ثناء اللہ پانی پتی سے یہ حالات درج ہیں)
(حالات ماخوذ از تکملہ مقالات الشعراء، تذکرہ صوفیائے سندھ، اعجاز الحق قدوسی ص ۵۳ ۔ ۷۴)۔
۶۔ آپ کا نام حسین بن راجبار ہے کنیت ابوالخیر اور لقب شاہ عالم ہے ۔ قوم " اپلاں سے آپ کا تعلق ہے، آپ کی والدہ کا نام سلطانی بنت مراد بن شرفو ہے ٹھٹہ کے قریب موضع آری کے نزدیک ایک پہاڑ کے غار میں (جہاں آج کل آپ کا مزار ہے) آپ عبادت و ریاضت میں مصروف رہا کرتے تھے ایک دفعہ حضرت شیخ بہاؤ الدین زکریا ملتانی کا ادھر سے گزر ہوا آپ نے اپنی نور بصیرت سے ان کی استعداد کا اندازہ کر کے بیعت فرمایا اور ایک ہی نظر میں ولایت کے اعلیٰ مقام پر پہنچا دیا ۔ مشہور چشتی سلسلہ کے بزرگ شاہ جمیل گرناری بھی آپ ہی سے بیعت تھے ان کا مزار بھی آپ ہی کے مزار کے جوار میں واقع ہے اردو کا پہلا فقرہ جو آٹھویں ہجری ۶۰ھ میں سندھ کے اندر بولا گیا وہ سلطان فیروز شاہ تغلق کی ٹھٹہ کو فتح نہ کرنے کی شکست پر اہل

سندھ نے بولا تھا۔ وہ یہ تھا۔ " برکت شیخ پٹھا اک موا ایک نٹھا" اس سے اندازہ ہوتا ہے کہ اہل سندھ کو پیر پٹھا سے کس قدر عقیدت تھی آپ کا وصال ۶۶۶ھ میں ہوا۔ آپ کا عرس ۱۲ ربیع الاول کو ہوتا ہے۔ (تکملہ مقالات الشعراء، محمد ابراہیم خلیل)

۷۔ تکملہ مقالات الشعراء، محمد ابراہیم خلیل (م ۱۳۱۷ھ مطوعہ کراچی ص ۱۸۲۔

۸۔ نواب سیف اللہ خان ذی الحجہ ۱۱۳۷ھ میں ٹھٹہ کا گورنر بنا اس نے شہر کے نظم و نسق کو بہت اچھے طریقے سے چلایا شہر کو پر رونق بنایا اور ۱۱۴۳ھ میں فتق کی بیماری کے اندر مبتلا ہو کے وفات پائی، ٹھٹہ کے مشہور قبرستان مکلی میں جلوہ گاہ امامین میں مدفون ہے اس کی تاریخ وفات اس مصرعہ سے نکلتی ہے۔

" دست دلے باد امن آل رسول (تحفۃ الکرام جلد ۳)

۹۔ " جاچکان " تعلقہ بدین میں ایک موضع ہے اور ایک قوم بھی ہے اس موضع کے اطراف کو سرکار جاچکاں اور علاقہ جاچکان کہتے ہیں۔ (تحفۃ الکرام جلد ۳)

۱۰۔ (فردوس العارفین قلمی، میر بلوچ خان ۱۲۰۱ھ ص ۲۷۔۲۸)

۱۱۔ (مرغوب الاحباب قلمی، میر نظر علی صاحب ص ۱۰۔

۱۲۔ حاشیہ تکملہ مقالات الشعرا، سید حسام الدین راشدی، مطبوعہ کراچی " ایضا ۲۵۵، ۲۵۶، ۲۵۷۔

۱۳۔ حالات ماخوذ از تکملہ مقالات الشعراء، پیر حسام الدین راشدی بحوالہ تحفۃ الکرام ص ۲۴۵۔
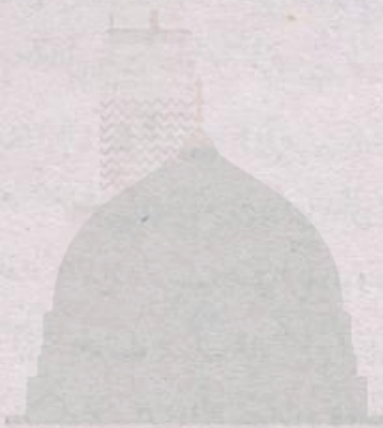
- مخدوم ابراہیم خلیلؒ
- دختر مخدوم ابراہیم خلیل
- مخدوم میاں فیض احمد
- مخدوم ابوالقاسم نقشبندی
- مخدوم میاں ابراہیمؒ

مغرب

شمال — جنوب

مشرق

- سید گل شاہ، جو دہلی سے ترک وطن کر کے آئے تھے۔
- مخدوم میاں عبدالکریم ابن مخدوم محمد زمان بمقلب حاجی صاحب والد مخدوم غلام حیدرؒ۔
- مخدوم میاں فقیر محمد، عم مخدوم غلام حیدرؒ۔
- مخدوم میاں غلام احمد بن مخدوم میاں ابراہیم بن حضرت نقشبندی
- سید محمد معین صاحب (صاحب دراسات، م ۱۱۶۱ھ)
- سید روشن علی صاحب، برادر میر صاحب علیہ الرحمۃ
- مخدوم سائیں‌ڈنہ صاحب جد حضرت میر صاحبؒ
- حافظ عبدالرحمان ماکانی
- سید احسن اللہ صاحب والد حضرت میر صاحبؒ (میر نظر علی)
- سید حسین علی صاحب برادر حضرت میر صاحبؒ (اعیانی)
- سید گل شاہ خال میر ناصر علی
- سید جمن شاہ صاحب، برادر علاقی حضرت میر صاحبؒ
- سید ناصر علی صاحب برادر علاقی حضرت میر صاحبؒ
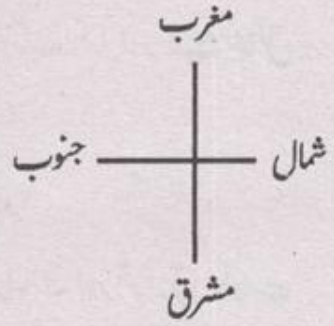
مخدوم میاں فیض احمد

آپ حضرت مخدوم ابو القاسم نقشبندی کے صاحبزادے تھے ۔ آپ نے علوم ظاہری و باطنی کی تکمیل اپنے والد محترم سے کی بچپن سے ہی آثار ولایت آپ کے چہرہ پر ہویدا تھے ۔ جب آپ جوان ہوئے تو آپ کے علوم و معارف بھی شباب پر تھے ۔ جوانی میں آپ نے بڑے رشد و ہدایت کے کام انجام دیئے اور ایک دنیا کو اپنے فیض سے سرشار فرمایا لیکن افسوس کہ آپ کی حیات نے وفا نہ کی اور آپ نے عنفوان شباب میں ہی داعئ اجل کو لبیک کہا اور اپنے خالق حقیقی سے جاملے ۔

"خوش درخشید ولے لمحہ مستعجل بود"

لیکن اس مختصر سے عرصۂ حیات میں آپ سے بے شمار کرامات اور خوارق عادات کاظہور ہوا جو زبان زدعام تھیں ۔ چنانچہ صاحب تحفتہ الکرام لکھتے ہیں کہ

" دران حیات قلیل ، خوارق کثیر از و مذکور محفال احبابند "

اسی طرح مخدوم ابو القاسم کے دوسرے صاحبزادے مخدوم میاں محمد ابراہیم سے چار اولادیں ہوئیں تین صاحبزادیاں اور ایک صاحبزادے ۔

ان تین صاحبزادیوں کے نام یہ ہیں ۱۔ بیبی فاطمہ عرف بی بی بیگم (مخدوم محمد زماں کی زوجہ اور مخدوم عبدالکریم کی والدہ) ۲۔ بی بی نادو (سید عنایت اللہ کی زوجہ اور میر احسن اللہ " میر کلاں " کی والدہ) ۳۔ بی بی عائشہ عرف بی بی فازو (مخدوم عبدالطیف بن مخدوم محمد ہاشم کی زوجہ اور مخدوم (ابراہیم مڈئی کی والدہ) اور ایک صاحبزادے غلام احمد تھے جنکا بچپن ہی میں وصال ہوگیا ۔ مخدوم ابوالقاسمؒ کے خاندان کے یہ ایک ہی چشم و چراغ تھے جن کے وصال کا تمام

احباء اور اقرباء خصوصاً حضرت نقشبندی صاحبؒ کو بہت رنج ہوا۔ اگر یہ زندہ رہتے تو اپنے خاندانی روایات کو زندہ رکھتے ہاں البتہ مخدوم ابراہیم کی جو تین صاحبزادیاں تھیں ان سے کافی اولاد چلی۔

میاں فیض احمد کا مزار مبارک اپنے والد کے دائیں طرف یعنی مغربی جانب ٹھٹہ کے مشہور قبرستان مکلی میں واقع ہے۔ (۱)

۱۔ تکملہ مقالات الشعراء، ابراہیم خلیل، ص ۱۶۹۔

مخدوم محمد ہاشم ٹھٹوی

سندھ کا وہ نامور سپوت جس کی علمی اور روحانی خدمات کے تذکروں سے تاریخ سندھ کے اوراق جگمگارہے ہیں ۔ علوم عقلیہ و نقلیہ پر کامل دسترس رکھنے والا وہ عظیم محقق اور فقیہ جس نے مختصر سے عرصہ میں تین سو کے قریب علمی اور تحقیقی کتابیں اور مقالے لکھ کر ، بہت سے نامور اور بے شمار شاگرد پیدا کر کے اور وقت کے حکمرانوں کی اصلاح کر کے سندھ میں ایک عظیم دینی اخلاقی اور روحانی انقلاب برپا کر دیا اور اسلام کی عظمت کے پرچم کو بلند سے بلند تر کر دیا ۔

ولادت :۔ آپ کی ولادت " بٹھورو " شہر میں جو کہ ٹھٹہ سے تقریباً تیس میل دور شمال مشرق کی جانب واقع ہے وہاں ۱۰ ربیع الاول ۱۱۰۴ ھ کو ہوئی ۔ آپ کا سن ولادت عربی کے اس فقرہ سے نکلتا ہے ۔ اَنۡبَتَ اللّٰہُ نَبَاتاً حَسَناً ۔

سلسلہ نسب :۔ آپ کے والد گرامی کا نام عبدالغفور سیوستانی تھا جو سیوستان کے مقبول علماء میں شمار ہوتے تھے ۔ آپ سندھ کے ایک قبیلہ بھنور سے تعلق رکھتے تھے جو خارث کے اولاد میں قبائل عرب میں سے تھا اور عرب سے ھجرت کر کے سندھ آکر آباد ہو گیا تھا ۔

تعلیم :۔ آپ نے ابتدائی تعلیم اپنے والد سے حاصل کی اور صرف چھ مہینہ میں قرآن پاک ختم کر لیا ۔ دیگر علوم عقلیہ اور نقلیہ کی تحصیل اس وقت کے ٹھٹہ کے نامور علماء مخدوم ضیاء الدین ، مخدوم محمد سعید اور مخدوم محمد معین ٹھٹوی سے صرف ۹ سال کے مختصر سے عرصہ میں کی ۔

۱۱۱۳ ھ میں جب آپ کے والد کی وفات ہو گئی تو آپ ٹھٹہ کے قریب

بحرام بدر نامی گاؤں میں آکر آباد ہو گئے ۔ اور یہیں دینی تعلیم دینے کے لئے ایک مدرسہ قائم کیا لیکن وہاں کے وڈیروں کو آپ کی نصیحتیں برداشت نہ ہو سکیں آخر آپ وہاں سے ہجرت کر کے مستقل ٹھٹہ آکر رہائش پذیر ہو گئے اور یہاں مستقل درس و تدریس کا سلسلہ شروع کر دیا ۔ جس کی شہرت سندھ سے نکل کر بیرون ممالک تک پہنچ گئی اور سینکڑوں طلباء جوق در جوق یہاں آکر آپ سے فیض حاصل کرنے لگے

علم باطن :۔ علم ظاہر کی تکمیل کے ساتھ ساتھ علم باطن کی تحصیل کی طرف بھی آپ متوجہ رہے اور اس سلسلہ میں ٹھٹہ کے نامور نقشبندی بزرگ مخدوم ابوالقاسم نقشبندی کی خدمت میں حاضر ہو کر علوم باطنیہ سے اپنے قلب کو روشن کیا ، حضرت مخدوم ابوالقاسم سے آپ کی ارادت اور عقیدت کا یہ عالم تھا کہ آپ ہر روز ان کے بستر کو اپنے ہاتھ سے جھاڑو دیکر صاف کیا کرتے تھے اور خدمت کے ذریعہ ان کی رضا اور خوشنودی حاصل کرنے میں ہمہ وقت مصروف رہا کرتے تھے ۔ ایک روز آپ نے حضرت مخدوم ابوالقاسمؒ سے بیعت ہونے کی خواہش ظاہر کی لیکن آپ نے فرمایا میرے مریدون کی مجھ کو صورت دکھا دی گئی ہیں جس میں تمہاری صورت نہیں ہے ۔ اس پر آپ نے عرض کیا کہ پھر مجھے کسی ولی کامل کا پتہ بتلا دیجئیے جس سے میں بیعت ہو جاؤں چناچہ آپ نے فرمایا کہ وہ الہ آباد (انڈیا) سورت میں سید سعد اللہ سورتی ہیں تمہارا حصہ ان کے پاس ہے چناچہ آپ وہاں تشریف لے گئے اور سلسلہ عالیہ قادریہ میں ان سے بیعت ہو گئے ایک عرصہ تک مرشد خانہ میں گھوڑوں کے اصطبل کی صفائی کر کے ریاضات و مجاہدات کرتے رہے اور جلائے قلب کی دولت سے مالا مال ہو کر اپنے مرشد کی طرف سے اجازت و خلافت حاصل کر کے واپس ٹھٹہ تشریف لے آئے ۔

اجازت و خلافت :۔ حضرت مخدوم محمد ہاشم ٹھٹویؒ کو اپنے مرشد سید سعداللہ سورتی سے قادریہ سلسلہ کی اجازت حاصل تھی اس کے علاوہ جب آپ حرمین شریفین گئے تو وہاں بھی بہت سے علماء و مشائخ سے آپ کو علوم ظاہری و باطنی کے فیوضات حاصل ہوئے جنمیں شیخ عبدالقادر حنفی ، شیخ عبد بن علی مصری ، شیخ ابو طاہر محمد بن ابراہیم مدنی شیخ علی بن عبدالملک دراوی جیسے مشائخ کے نام خاص طور پر قابل ذکر ہیں جن سے آپ کو سلسلہ عالیہ نقشبندیہ ، قادریہ چشتیہ ، سہروردیہ ، شطاریہ ، قشیریہ اشاریہ وغیرہ میں اجازت و خلافت بھی حاصل ہوئی ۔

آپ کے ہونہار شاگرد اور وقت کے ایک کامل عارف شاہ فقیر اللہ علوی نے اپنی کتاب قطب الارشاد میں اپنے سلاسل طریقت کا جو ذکر کیا ہے اس میں کئی مقامات پر حضرت مخدوم محمد ہاشم ٹھٹوی کا بھی ذکر فرمایا ہے ۔ چنانچہ سلسلہ نقشبندیہ کے متعلق لکھا ہے عن شیخ محمد ہاشم التتوی علیہ الرحمۃ عن عبدالقادر عن شیخ الحسن العجمی عن صفی الدین القشاشی عن ابوالمواھب الشناوی عن الشیخ محمد البھنسی عن عبدالرحمن جامی عن سعد الدین کاشغری عن نظام الدین عن خواجہ علاؤ الدین محمد عطار عن خواجہ بہاؤ الدین نقشبند ۔

سلسلہ زروقیہ آپ کا اسطرح سے ہے ۔

عن مخدوم محمد ہاشم عن شیخ محمد بن عبداللہ المغربی المدنی

عاشق رسول :۔ آپ بڑے عاشق رسول تھے ، عربی فارسی اور سندھی زبانوں میں آپ نے اپنے نبی کی شان میں قصیدے اور نعتیں تحریر فرمائی ہیں جن سے آپ کے عقائد و نظریات کا بھی بخوبی اندازہ ہوجاتا ہے ۔ مثلا ایک قصیدہ میں آپ فرماتے ہیں ۔

اَغِثْنِیْ یَا رَسُوْلَ اللّٰہِ حَانَتْ نَدَامَتِیْ
اَغِثْنِیْ یَا رَسُوْلَ اللّٰہِ قَامَتْ قِیَامَتِیْ
اَغِثْنِیْ مُسْتَغِیْثاً مُذْنِباً مُتَذَلِّلاً
ضَعِیْفاً نَحِیْفاً مِنْ وُفُوْرِ وَ خَامَتِیْ
اَغِثْنِیْ یَا غِیَاثَ الْمُسْتَغِیْثِ فَاِنَّنِیْ
لِکَثْرَةِ اَوْزَارِیْ تَکَسَّرُ قَامَتِیْ
فَخُذْ بِیَدِیْ یَا شَفِیْعَ الْخَلْقِ اِنَّنِیْ
عَلٰے شَفَا جُرُفٍ هَارٍ رَنَیْتُ مَقَامَتِیْ

فَاَنْتَ الَّذِیْ سَمَّاکَ رَبِّیْ مُحَمَّداً
وَ اَعْطَاکَ غُفْرَاناً وَدَارَ الْمُقَامَۃِ
وَ اَنْتَ الَّذِیْ اُوْلِیْتَ قُرْباً وَرِفْعَةً
وَ نِلْتَ مَنَالاً فَوْقَ کُلِّ مَکَانَۃِ
اَضَاءَ بِکَ الْاَکْوَانُ مِنْ کُلِّ جَانِبٍ
فَیَا نُوْرَ اللّٰہِ نَوِّرْ سَحَامَتِیْ
فَیَا مُصْطَفَی الْکَوْنَیْنِ وَ یَا خَیْرَ مُرْسَلٍ
لَعَمْرُکَ لَا اَدْرِیْ سِوَاکَ زَعَامَتِیْ
مَحَبَّتُکَ یَا مَحْبُوْبُ قَدْ شَغَفَتْ قَلْبِیْ
فَیَالَیْتَ قَبْرِیْ فِیْ جِوَارِ تِهَامَۃِ
فَیَا فِرَاقَ رَسُوْلِ اللّٰہِ فَارَقْنِیْ
اِنَّ الْعُیُوْنَ عُیُوْنَ مِنْ مَدَامِعِ دَامَۃِ
اَتَیْتُکَ اَرْجُوْا یَاحَبِیْبَ بَشَارَت
وَیَامَنْ لَہٗ الْبُشْرٰی بِفَوْزِ سَلَامَۃِ

ظَلَمتُ ظلماً کَثِیراً وَ کُنتُ ظَلُوماً
جَھُولاً ذھُوَ لَاَ لَادَرَیتُ اَمَانَتِیَ

فَیَا نَبِیَ الھَاشِمِیَ شَفَاعَتہً
لِھَاشِمٍ وَ غَرِیقٍ فِیَ بِحَارِ غرامَتہٖ

ایک مدینہ کے راہی ایک زائر حرم سے بڑی حسرت کے ساتھ مخاطب ہوتے ہوئے فرماتے ہیں۔

یَا سَالِکاً طُرُقَ المَدِینَۃِ طَیّبَۃً
بَلّغ تَحِیَّاتِیَ اِلَیَ سَاکِنِ الحَرَمِ

فَاِذَا قَدَّمتَ بِھَا تَقُولُ مَلَائِکہ
اَھلاً وَ سَھلاً مَرحَباً خَیرَ مَقدِمَۃٍ

مَتَیَ دَخَلتَ مَدخَلَ صِدقٍ صِرتَ مُوتَمِناً
دَارَالحَبِیبِ اَمَانَ الخَلقِ کُلِھِمٖ

وَقِفُ عِندَ مَضجَعِہٖ فِیَ مُوَاجِھَۃٍ
وَ بَلّغ صَلوٰاتِیَ وَ تَسلِیمِیَ عَلیَ رُوحِ اَکرَمٖ

وَ قُلُ یَا رَسُولَ اللّٰہِ عَبدٌ مُقصّرٌ
غَرِیقٌ فِیَ بِحَارِ السَّیاٰتِ وَ مظُلِمٖ

یَلُوذُ اِلیَ جَنَابِکَ مُستَغِیثاً
وَ یَشکُوا ذُنُوباً کَالجِبَالِ الاَ عَاظِمٖ

اَیَاَ فَخرَ اَرضِ اللّٰہِ نُوُرَ سَمَائِہٖ
نَفسِیَ وَ قَلبِیَ فِیَ ھَوَاکَ وَ مَغرَمٖ

جَرَتُ مقلَتِیَ شَوقاً اِلَیکَ وَلُوعَۃً
وَ تَقَطَّعَتَ کَبِدِیَ مِن جَرِیٍ وَ تَضرَمٖ

اَلَایَا رَسُوْلَ اللّٰہِ یَا کَنْزَ رَحْمَتٍ
یَا مَنْ لَدَیْہِ دَوَاءُ الدَّاءِ وَ الْاَلَمِ
اُنْظُرْ بِعَیْنِ الشَّفَاعَۃِ نَحْوَ مُذْنِبٍ
وَ اسْئَالَ خَلَاصِیَ مِنَ اللّٰہِ ذِیْ الْکَرَمِ
فَاِنَّکَ مَرْجُوٌّ وَاَنْتَ وَسِیْلَۃٌ
وَقَدْ سَمَّاکَ رَبِّیْ شَافِعَ الْاُمَمِ
اَیَا صَاحِبَ الْوَجْہِ الْمَلِیْحِ حَبِیْبَنَا
اِرْفَعْ نَقَاباً عَنْ جَبِیْنٍ مُکَرَّمٍ
وَاْذَنْ مُحِبّاً ھَاشِماً شَاقَ رَوْضَتَکُمْ
لِیَکْحُلَ عَیْناً مِنْ تُرَابٍ وَیَلْمَمِ

حضورؐ نے اپنے عاشق صادق کی اس گزارش کو قبول فرمایا اور آپ کو زیارت حرمین شریفین کا شرف حاصل ہوا اور اسی دوران حضور نبی کریم صلیٰ اللہ علیہ وسلم کی زیارت بھی آپ کو نصیب ہوئی۔

بعض آپ کی تصانیف بھی ایسی ہیں جن سے آنحضرت کیساتھ آپ کے قلبی تعلق اور عشق کا اظہار ہوتا ہے جیسے۔

(۱) ثَمَانِیَۃ قَصَائِد صِغَارُ فِیْ مَدْحِ النَّبِیِّ صَلیّٰ اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ۔ اس کتاب میں آپ کے وہ آٹھ قصیدے اور نعتیں ہیں جو آپ نے حضور کی شان پر لکھی ہیں۔

(۲) حَدِیْقَۃُ الصَّفَافِیْ اَسْمَاءِ الْمُصْطَفٰی۔ اس کتاب میں آپ نے حضور کے اسماء مبارکہ کی تشریح و تفسیر بیان کی ہے۔

(۳) حَیَاتُ الْقُلُوْبِ فِیْ زِیَارَۃِ الْمَحْبُوْبِ۔ اس کتاب میں حج اور عمرہ کے مقامات کے علاوہ دربار رسول میں حاضری کے آداب سکھائے ہیں اور لکھا

ہے کہ دیگر مذاہب کے علاوہ حنبلی مذہب کے مطابق بھی یہی طریقہ پسندیدہ ہے کہ روضہ شریف کی جالیوں کی طرف منہ کر کے دعا کی جائے دعا کی وقت اس کو پیٹ نہ کی جائے۔

(۴) حَلَاوَةُ الْفَهْمِ فِیْ ذِکْرِ جَوَامِعِ الْکَلِمِ۔ اس کتاب میں آپ نے حضور کے "جوامع الکلم" کو جمع کیا ہے اور اس کی تشریح بیان فرمائی ہے۔

(۵) ذَرِیعَۃُ الْوُصُوْلِ اِلَیٰ جَنَابِ الرَّسُوْلِ۔ اس کتاب میں حضورؐ کی بارگاہ تک پہنچنے اور مقبولیت حاصل کرنے کا طریقہ بتایا ہے۔

(٦) رِسَالَہ فِیْ ذِکْرِ اَفْضَلِ کَیْفِیَّاتِ الصَّلٰوۃ عَلَی النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیہِ وَسَلَّمَ۔ حضور پر درود و سلام اس کے مختلف صیغوں اور اس کی مختلف کیفیات کا دلربا بیان ہے۔

(۷) رَوْضَۃُ الصَّفَافِیْ اَسْمَاءِ الْمُصْطَفیٰ حضورؐ کے مزید اسماء گرامی کی تحقیق پر کتاب لکھی ہے۔

(۸) زَادُ السَّفِیْنَۃِ فِیْ اَسَامِیْ الْمَدِیْنَۃِ۔ محبوب کے شہر سے بھی کتنی محبت ہے کہ مدینہ شریف کے متعدد اسماء اور اس کی تشریح اور اس کے فضائل میں یہ کتاب تحریر فرمائی۔

(۹) اَلسَّیْفُ الْجَلِیُّ عَلیٰ سَابِّ النَّبِیِّ۔ اس میں گستاخان مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کے متعلق عبرتناک انجام اور ان کی شرعی سزا کو بیان کیا گیا ہے۔

(۱۰) فَتْحُ الْقَوِیِّ فِیْ نَسَبِ اٰبَاءِ النَّبِیِّ اس کتاب میں آپ نے حضورؐ کے آباء واجداد کے متعلق تفصیل سے احکامات بیان فرمائے ہیں۔

(۱۱) وَسِیْلَۃُ الْغَرِیْبِ اِلیٰ جَنَابِ الْحَبِیْبِ۔ اس میں حضورؐ کے وسیلہ شفاعت اور توسل کو ثابت کیا گیا ہے۔ الغرض آپ کی اکثر تصانیف عشق مصطفیٰ کی خوشبوؤں سے مہک رہی ہیں۔

محبوب رسول:۔ پھر بھلا ایسا عاشق رسول ، بارگاہ رسول میں کیوں نہ محبوب و مقبول ہو گا ۔ چنانچہ حضور کی بارگاہ میں آپکو جو قبولیت ملی اس کا اندازہ اس واقعہ سے ہو سکتا ہے کہ ایک شخص آپ سے ایک فتویٰ لیکر اسکی تصدیق کے لئے آپکے استاذ مخدوم ضیاء الدین کی خدمت میں گیا ۔ مخدوم ضیاء الدین کو آپکے اس جواب سے اتفاق نہیں تھا اس لئے آپ نے تصدیق کرنے اس انکار کردیا ۔ رات کو مخدوم ضیاء الدین کو خواب میں حضور سرور کون و مکاں صلیٰ اللہ علیہ وسلم کی زیارت ہوئی اور آپ نے فرمایا کہ محمد ہاشم جس طرح کہتے ہیں تم فتویٰ اسی کے مطابق دے دو ۔ مخدوم نے صبح ہوتے ہی اس آدمی کو بلا کر مخدوم ہاشم کے اس جواب کی تصدیق کردی اور پھر اس کے بعد سے کبھی جواب خود نہیں دیا بلکہ جو کوئی سائل آتا تھا اسکو مخدوم ہاشم کے پاس بھیج دیا کرتے تھے ۔ اور فرماتے تھے کہ فتویٰ در دست ایشان دادہ اند ۔ کہ فتویٰ اسی کے ہاتھ میں دے دیا گیا ہے ۔ اب تمام فتوؤں کے جواب وہ ہی لکھے گا ۔

اسی طرح ایک روز حضرت مخدوم ابوالقاسم نقشبندیؒ وضو فرما رہے تھے اور ہاتھ دھوتے وقت کہنی سے کلائی کی جانب پانی بہارہے تھے حضرت مخدوم محمد ہاشم نے عرض کیا کہ فقہی رو سے کلائی سے کہنی کی طرف پانی بہانا چاہیئے ۔ اس پر مخدوم ابوالقاسم نے فرمایا کہ میں نے حضور سرور کائنات کو اسی طرح وضو کرتے دیکھا ہے ۔ اس پر مخدوم محمد ہاشم نے فرمایا کہ فقہہ کی روایت تو اسی طرح ہے جیسا میں نے عرض کیا ہے باقی آپ کی مرضی ہے ۔ اسی رات کو مخدوم ابوالقاسمؒ کو حضور کی زیارت ہوئی اور حضور نے فرمایا کہ اگرچہ تم نے مجھے اسی طرح وضو کرتے دیکھا ہے لیکن عمل اسی طرح کرو جس طرح محمد ہاشم کہتا ہے ۔

ارشاد مخدوم ابوالقاسمؒ:۔ شاید یہی وہ علمی اور روحانی مرتبہ اور محبوبیت کا مقام ہے جسے دیکھ کر مکلی کے آفتاب حضرت مخدوم ابوالقاسمؒ نقشبندیؒ آپ کے

متعلق فرمایا کرتے تھے کہ ابو القاسمؒ تو بہت ہیں لیکن یہ مرد مجاہد (مخدوم ہاشم) اپنی شان اور مقام کا ایک ہی ہے ۔ اور کبھی فرمایا کرتے تھے کہ آفرین ہے اس ماں پر جس نے مخدوم ہاشم جیسے کو جنا جس کی اس زمانہ میں کوئی نظیر اور مثال نہیں ہے ۔

پاسبان شریعت :۔ اللہ تعالیٰ نے آپ کو اپنے دین کا پاسبان بنا کر بھیجا تھا آپ نے دین اسلام اور حکام شرعیہ کی ترویج و اشاعت میں کوئی کسر نہیں چھوڑی ہر مہینہ بیسیوں ھندو آپ کے ہاتھ پر مشرف با سلام ہوا کرتے تھے ۔ بدعات کے خاتمہ اور احکام شریعت کی ترویج و اشاعت کے لئے آپ نے خود بھی تبلیغ فرمائی اور بادشاہان وقت کو اپنے خطوط کے ذریعہ اس طرف راغب کیا چنانچہ آپ نے نادر شاہ اور احمد شاہ کو چند خطوط ارسال فرمائے اور تقویت احکام دین کی طرف ان کو متوجہ کیا سندھ کا اس وقت کا حاکم میاں غلام شاہ کلھوڑا عباسی آپ کا بڑا معتقد تھا اس کے ذریعہ آپ نے تمام سلطنت کے حکام اور افسران کو ایک سرکاری حکم بھی جاری کروایا جس کے ذریعے دین کو بڑی تقویت ملی ۔ فارسی حکم نامہ کی عبارت کا ترجمہ یہ ہے ۔

> جناب مخدوم محمد ہاشم کے ارشاد کے مطابق تمام معالی حکومت حال اور مستقبل کو مطلع کیا جاتا ہے کہ اسلامی مقدمات کا اجراء کیا جائے ۔ ماتم تابوت اور دیگر بدعتیں جنکا عاشورہ کے دنوں میں ارتکاب کیا جاتا ہے اور نشہ آور تمام چیزیں اور قمار بازی اور رنڈی بازی ، خواتین کا قبرستان اور پہاڑوں اور تفریح گاہوں میں جانا اور بوقت تعزیت چیخ چیخ کر رونا تمام جانداروں کی تصویریں بنانا ، ہندوؤں کا بازاروں اور دکانوں میں گھٹنے ننگے کرکے چلنا اور مسلمان جو ایک مشت سے کم ڈاڑھی رکھتے ہوں اور ہندوؤں کو

ہولی کھلے عام منانا بتوں کے آگے سجدہ کرنا ڈھولک باجے وغیرہ سے سختی کیساتھ حکم امتناعی جاری کیا جائے ۔ سخت کوشش کی جائے کہ رعایا محرمات اور بدعات کے مرتکب نہ ہونے پائے نیز تمام مسلمانوں کو نہایت سخت تاکید کی جائے کہ وہ نماز روزہ اور تمام عبادات مالی اور جانی پر عمل کریں اور اس میں ذرا بھی کوتاہی اور سستی نہ کریں ۔ (۲ شعبان ۱۱۷۲ھ)

اس حکم نامہ کے بعد بعض حاسدوں اور مخالفوں نے میاں غلام شاہ کلھوڑہ کو حضرت مخدوم سے بددل اور بدگمان کرنے کی کوشش کی لیکن ان کی کوششیں رائیگان گئیں اور میاں غلام شاہ کلھوڑہ نے آپ کو قاضی القضاۃ یعنی چیف جسٹس بنا کر آپ کے تمام مخالفین کے منہ بند کر دئے ۔

مناظرہ :۔ آپ کے ایک ہم عصر مخدوم محمد معین جو اپنے وقت کے متبحر عالم تھے لیکن تفضیلی شیعیت کی طرف مائل تھے ان سے اکثر آپ کے تحریری مباحثے اور مناظرے ہوتے جس میں آپ نے حضرت ابوبکر صدیق کی خلافت اور افضیلت اور محرم پر ماتم کی حرمت وغیرہ پر بہت سی کتابیں تصنیف فرمائیں اور مخدوم محمد معین کا رد کیا ۔ ایک دفعہ مخدوم محمد معین نے آپ کو ایک رباعی لکھ کر بھیجی ۔

اے واعظ خوش کلام شیریں پیغام
منبر بسواد قبر گول کن تمام
با روئے سیہ خاک بسر فاش بگو
در تعزیت حسین صبر است حرام

اس کے جواب میں آپ نے بھی ایک رباعی لکھ کر ان کو ارسال فرمائی ۔

اے عاشق صادق محب خوش نام
در تعزیت حسین کن خرن تمام
باسوز دلت اشک ہمی ریز زچشم
لیکن ندھی راز محبت بہ عوام

اس سے مخدوم محمد ہاشم کی شریعت کے دائرہ میں رہتے ہوئے محبت اہل بیت کا بھی پتہ چلتا ہے۔

تصانیف:۔ مختلف علمی موضوعات پر آپ کی محققانہ اور عالمانہ تصانیف کی تعداد تین سو تک پہنچتی ہے جو سب اپنے اپنے موضوع پر ایک لاجواب اور بے مثال انسائیکلوپیڈیا ہیں ان میں سے کچھ کی تفصیل مخدوم امیر احمد نے مقدمہ بذل القوۃ میں اور کچھ مخدوم ابراہیم نے تکملہ مقالات الشعراء میں دی ہے۔آپ کی کچھ کتابیں چھپ چکی ہیں لیکن کئی کتابیں قلمی ہیں جو سندھ کے بعض نادر کتب خانوں میں الماریوں کی زینت ہیں ایک بار رقم الحروف ٹھٹہ شاہجہاں مسجد کے خطیب مفتی عبداللطیف مرحوم کے پاس آیا اور ان کے نادر قلمی کتب خانہ کو دیکھنے کی آرزو ظاہر کی انہوں نے از راہ عنایت اس فقیر کو دیکھانے کے لئے جب الماری کھولی تو اس میں سے بے شمار دیمک گرنی شروع ہو گئیں جو مخدوم محمد ہاشم کی قلمی نایاب اور نادر کتابوں کو کھا چکی تھیں۔اس سے اندازہ کیا جاسکتا کہ یہ قلمی " ذخیرہ کافی حد تک ضائع ہو چکا ہے اور جنکے پاس باقی ہے وہ کسی کو دینے کے لئے تیار نہیں۔

وصال:۔ آخیر ایام میں آپ کو سخت بخار اور سخت اسہال کی شکایت ہو گئ تھی جس کے باعث سخت ضعف تھا لیکن اس کے باوجود آپ نے تیمم کے ساتھ نماز فجر اداء فرمائی اور اپنے صاحبزادے مخدوم عبداللطیف کو نصیحت فرمائی کہ نماز فجر کی ادائیگی میں کچھ شک ہے لہذا اس کا فدیہ اداء کردینا

۶ رجب المرجب ۱۱۷۴ھ کو جمعرات کے دن دوپہر کو علم و فضل کا یہ آفتاب غروب ہو گیا۔ آپ کی نماز جنازہ مخدوم محمد باقر نے پڑھائی۔

کرامات:۔ جس مکان میں آپ نے بیماری کے ایام گزارے اور جہاں آپ کا وصال ہوا اور آپ کو غسل و کفن دیا گیا وہ مقام چھ ماہ تک مشک کی خوشبوؤں کی طرح مہکتا رہا۔

غسل دینے والے اولیاء کرام نے یہ بھی دیکھا کہ آپ کو غسل دیتے وقت آپ کا قلب ذکر الہیٰ سے جاری تھا چنانچہ ایک شاعر رجا ٹھٹوی لکھتے ہیں۔

بر وے تختہ غسل . عجب داں
ہمانا داشت ذکر قلبی آں گاہ
بنوعی کز سماعش حاظر ان را
بر آمد برزماں سبحان اللہ

تاریخ وفات:۔ آپ کی وفات پر بہت سے علماء و مشائخ اور شعراء نے اشعار کہے اور تاریخ وفات کہیں۔ چنانچہ غلام علی مداح ٹھٹوی نے کہا۔

مہ سپہر کرامت محمد ہاشم
کہ بود خاطرش از نور علم مالا مال
چو سال رحلت اوز عقل جستم گفت
کہ انہ دخل الجنت ھست سال وصال
۱۱۷۴ھ

محمد رفیع ٹھٹوی نے لکھا۔

نیر برج شریعت ماحی کفرو ظلام
واقف سر حقیقت و عالم علم اصول

چوں بہ جستم سال فوت آں بہار باغ دین
ہاتفم گفتا کہ گل شد مشعل دین رسول

۱۱۷۴ھ

میاں محمد رحیم ٹھٹوی نے آپ کو زمانہ کے بوحنیفہ کے نام سے یاد کرتے ہوئے لکھا

بو حنیفہ عصر خاذل اہل کفر
رخت خود بستہ سوئے جنت شتافت
سال فوتش زخرد جستم بگفت
در جوار مصطفیٰ ماویٰ یافت

مزار :۔ آپ کا مزار مبارک ٹھٹہ مکلی میں عیدگاہ کے قریب حضرت مخدوم ابوالقاسم نقشبندی کے مزار شریف کے جنوب میں واقع ہے۔

خلفاء :۔ قطب وقت حضرت فقیر اللہ علوی علامہ ابوالحسن صغیر اور آپ کے صاحبزادے مخدوم عبداللطیف ٹھٹوی یہ وہ کاملین ہیں جنہوں نے آپ سے علوم ظاہری کے ساتھ ساتھ علوم باطنی کی بھی تکمیل کی اور اجازت و خلافت سے سرفراز ہوئے۔

مخدوم معین بھی اگرچہ آپ ہی کے شاگرد ہیں لیکن بعد میں انہوں نے اپنا عقیدہ تفضیلی شعیہ اختیار کر لیا تھا۔

حالات ماخوذ از :۔ (۱) تذکرہ مشاہیر سندھ، دین محمد وفائی
(۲) تحفۃ الزائرین۔ محمد طفیل احمد نقشبندی، مطبوعہ کراچی۔

مخدوم ضیاء الدین

حضرت مخدوم ابوالقاسم نقشبندی رحمتہ اللہ علیہ جو سندھ میں " حضرت نقشبندی صاحبؒ " کے لقب سے مشہور ہیں اور جن کے زریعہ سندھ میں خوب اس سلسلۂ نقشبندیہ کو ترویج واشاعت ہوئی ان کے ایک باکمال مرید حضرت مخدوم ضیاء الدین ہیں جو اپنے وقت کے ایک جید عالم بھی تھے اور ایک کامل عارف بھی تھے ۔

نام اور نسب :۔ آپ کا نام ضیاالدین اور آپ کے والد کا نام مخدوم ابراہیم تھا، سلسلہ نسب اس طرح سے ہے ۔

" مخدوم ضیاء الدین بن مخدوم ابراہیم بن مخدوم ہارون بن مخدوم عجائب بن مخدوم الیاس "۔

مخدوم ضیاء الدین رحمتہ اللہ علیہ حضرت شیخ شہاب الدین سہروردی کی اولاد امجاد سے ہیں ۔

ولادت و تعلیم :۔ آپ کی ولادت ۱۰۹۱ ھ میں ہوئی اور آپ نے وقت کے ممتاز علماء سے تحصیل علوم ظاہری کی ، جنمیں مخدوم عنایت اللہ (المتوفی ۱۱۱۴ ھ بن فضل اللہ ٹھٹوی (شاگرد میاں احمد کتابی) جیسے عالم بے بدل کا نام خاص طور پر قابل ذکر ہے ۔ تو گویا آپ سندھ کے نامور عالم مخدوم محمد معین کے استاد بھائی تھے کیونکہ مخدوم معین نے بھی مخدوم عنایت اللہ سے تحصیل علوم ظاہری کیا تھا ۔ (۱)

چنانچہ صاحب تحفتہ الکرام مخدوم محمد معین بن مخدوم محمد امین (المتوفی ۱۱۶۱) کے متعلق لکھتے ہیں کہ !

"مخدوم معین شاگرد مخدوم عنایت اللہ است"

علم ظاہر:۔ علم ظاہر کے آپ بحرِ ناپیدا کنار تھے ، اس وقت کے بڑے بڑے علماء اور فضلاء اکثر آپ کے شاگرد تھے ۔ چنانچہ سندھ کا مشہور فقیہہ اور محقق مخدوم محمد ہاشم ٹھٹوی جس کی عالمانہ اور محققانہ تصانیف کی تعداد ۔تقریباً ایک سو پچیس کے قریب ہیں وہ بھی آپ ہی کا فیض یافتہ اور شاگرد تھا۔ چنانچہ صاحب تکملہ مقالات الشعراء مخدوم محمد ہاشم کا تذکرہ کرتے ہوئے لکھتے ہیں کہ

"مخدوم ضیاء الدین (قدس سرہ) کہ استاذ ایشاں و مرید حضرت نقشبندی صاحب بود"۔(۲)

بہرحال مخدوم محمد ہاشم کے علاوہ بکثرت علماء اور فضلاء آپ نے پیدا کئے چنانچہ صاحب تحفۃ الکرام آپ کی اس عظمت اور کارنامہ کا اعتراف کرتے ہوئے لکھتے ہیں ۔

" مخدوم ضیاء الدین بشاگردی مخدوم عنایت اللہ بن فضل اللہ تتوی استاذ گروہے کثیر از اہل فضل و کمال برآمدہ ۔ (۳)

علم باطن:۔ علم ظاہر کے علاوہ علم باطن کے بھی آپ امام تھے ، اور اس علم کی تکمیل کے لئے آپ نے سب سے پہلے نقشبندی صاحب یعنی حضرت مخدوم ابوالقاسمؒ سے شرف بیعت حاصل کیا ، جیسا کہ تحفۃ الکرام کی مندرجہ بالا عبارت سے پتہ چلتا ہے ، آپ ہی سے منازل سلوک طے کئے اور اس علم میں بھی کمال حاصل کیا ۔ اس کے علاوہ آپ نے حضرت مخدوم آدم ٹھٹویؒ کے پوتے ابوالمساکین خواجہ محمدؒ (خواجہ محمد زمانؒ کے مرشد) کی صحبت بھی اٹھائی اور آپ سے بھی اکتساب فیض باطنی کیا ، چنانچہ صاحب فردوس العارفین آپ کی جلالت علم کے ساتھ حضرت خواجہ محمدؒ سے آپ کی ارادت و عقیدت اور محبت کا ان

الفاظ میں ذکر کرتے ہیں ۔

" و مخدوم ضیاء الدین قدس سرہ کہ از کبار علماء تہتہ بودند و اکثر فضلائے آنوقت از شاگرداں اوتند ازارادتمندان صادق بودہ و درخدمت حضرت خواجہ نیازمندی تمام داشتند " ۔ (۴)

خواجہ محمد زماں سے ارادت :۔ حضرت ابوالمساکین خواجہ محمدؒ نے جب اپنی جگہ پر خواجہ محمد زمانؒ (لواری شریف) کو مسند آرائے رشد و ہدایت کیا تو مخدوم ضیاء الدینؒ نے اسی ارادت اور عقیدت اسی محبت اور نیازمندی کیساتھ حضرت مخدوم محمد زمانؒ سے بھی تعلق قائم رکھا ۔ اور آپ حضرت مخدوم محمد زمانؒ کی خدمت میں باوجود اتنی علمیت اور مقام و مرتبہ کے بڑی حسن ارادت کیساتھ حاضر ہوا کرتے تھے ۔ فردوس العارفین میں ہے ۔

" مخدوم ضیاء الدین کہ از کبار دانشمند و از داعیان شہر بود در خدمت حضرت ایشاں حسن ارادت داشتند و نیازمندئ تمام می نمود " ۔ (۵)

حضرت مخدوم محمد زمانؒ سے آپ کی اسی نیازمندی نے آپ کے شاگردوں کو بالخصوص مخدوم محمد ھاشم کو آپکا مخالف بنادیا ۔ اور وہ آپ سے بھی اسی بات پر خفا تھے کہ آپ ایک ہم عصر کا اس قدر ادب و احترم کیوں بجا لاتے ہیں ۔ مخدوم ہاشم ہمیشہ حضرت مخدوم محمد زمان کی مخالفت میں کمربستہ رہتے تھے حضرت مخدوم محمد زمان اکثر فرمایا کرتے تھے کہ مخدوم محمد ھاشم ہمارے طالبوں کو تکلیفیں دیتا ہے اور زبردستی انکو ہمارے پاس آنے سے روک کر اپنے طرف آنے کی دعوت دیتا ہے ، لیکن کیا کریں کوئی اس کے پاس جاتا ہی نہیں ہے ۔

ایک دفعہ حضرت اس کی یہ بات نقل کر کے مسکرادئے کہ وہ لوگوں سے کہتا ہے کہ میرے پاس سلوک و معرفت کے چوبیس طریقہ ہیں جبکہ فلاں

(محمد زمانؒ) کے پاس صرف ایک ہی طریقہ ہے لیکن نہ معلوم کیا بات ہے پھر بھی میرے پاس کوئی نہیں آتا سب اسہی کے پاس جاتے ہیں "۔

بہرحال مخدوم محمد ھاشم کی ایذا رسانیاں اتنی بڑھیں کہ حضرت خواجہ محمد زماں ٹھٹہ سے ترک سکونت کرکے لواری شریف آکر آباد ہوگئے۔

اخلاق :۔ اتنی تبحر علمی اور وقت کے بڑے بڑے علماء کا استاذ ہونے کے باوجود آپ انتہائی متواضع اور منکسرالمزاج تھے، غرور تکبر، خود پسندی و خود نمائی کے بجائے فقر اور فروتنی آپکا شعار تھا۔ چنانچہ میر علی شیر قانع صرف دو لفظوں میں آپ کے خلق کی تصویر کشی کرتے ہوئے لکھتا ہے کہ!

" باوفود علمیت سالک مسلک فقرو فروتنی اقصیٰ الغایہ بودہ " (۶)

زیارت رسول :۔ لوگ دور دراز سے مخدوم ضیاء الدین کی خدمت میں حاضر ہوتے تھے اور مسائل کے بارے میں شرعی فتویٰ زبانی یا تحریری حاصل کیا کرتے تھے ایک روز ایک شخص نے آپ کے شاگرد مخدوم محمد ھاشم سے ایک فتویٰ حاصل کیا اور اسکی تصدیق کی غرض سے دستخط کرانے کے لئے آپ کی خدمت میں حاضر ہوا، آپ کی رائے چونکہ اس مسئلہ میں مخدوم محمد ھاشم کی رائے سے مختلف تھی اس لئے آپ نے اسپر دستخط کرنے سے انکار فرما دیا۔ رات کو خواب میں حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی آپکو زیارت ہوئی، حضور فرما رہے تھے کہ " جس طرح محمد ھاشم کہہ رہا ہے تم بھی اسی پر فتویٰ دے دو "۔ صبح اٹھتے ہی آپ نے اس سائل کو طلب فرمایا اور اس جواب پر اسی وقت دستخط فرما دیئے۔

اس کے بعد سے جو بھی کوئی آپکے پاس فتویٰ حاصل کرنے کی غرض سے آتا آپ اسکو مخدوم محمد ھاشم کے پاس بھیجدیا کرتے اور فرماتے کہ فتوے کا کام اب اس کے ہاتھ میں دے دیا ہے۔

وفات :۔ اسی ۸۰ سال کی عمر میں ۱۱۷۱ھ میں آپ اس دارفانی سے رحلت فرما گئے۔

۱۔ تحفتہ الکرام، میر علی شیر قانع ج ۳ ص ۲۲۹، و تکملہ مقالات الشعراء ص ۲۴۱۔

۲۔ تکملہ مقالات الشعراء، مخدوم محمد ابراہیم خلیل، ص ۴۵۔

۳۔ تحفتہ الکرام، میر علی شیر قانع ج ۳ ص ۲۲۸۔ و۔ حاشیہ تکملہ مقالات الشعراء، حسام الدین راشدی ص ۶۰۔ ۱۸۴۔

۴۔ فردوس العارفین، قلمی، میر بلوچ خان تالپور ص ۴۷۔

۵۔ فردوس العارفین، میر بلوچ خان تالپور ص ۷۱۔

۶۔ تحفتہ الکرام، میر علی شیر قانع ج ۳ ص ۲۲۸ و حاشیہ تکملہ مقالات الشعراء، حسام الدین ص ۶۰

حالات ماخوذ از کتب ذیل

:۔۷۔ تحفتہ الکرام، میر علی شیر قانع، ج ۳، ۲۲۸۔

۸۔ فردوس العارفین، میر بلوچ خان تالپور ص ۴۷ تا ۷۱۔

۹۔ تکملہ مقالات الشعراء مخدوم محمد ابراہیم خلیل ۴۵-۵۹-۶۰-۱۸۴۔

۱۰۔ حاشیہ تکملہ مقالات الشعراء، سید حسام الدین راشدی ص ۴۵۔ ۶۰۔

مخدوم محمد مقیم بیلائی

مخدوم محمد مقیم ولد مخدوم میاں سعد اللہ قادری اصل میں " بٹوری " کے قریب " لکڑی " نامی گاؤں کے رہنے والے ہیں جو بعد میں ٹھٹہ سے آکر " گوٹھ بیلیہ سید یعقوب شاہ " میں مقیم ہوگئے تھے ۔ وقت کے بلند پایہ عالم اور صوفی بزرگ گزرے ہیں ۔

علم ظاہر و باطن :۔ علوم ظاہری کی تکمیل آپ نے ٹھٹہ کے اس وقت کے مشہور و معروف علماء سے کی ، اور ٹھٹہ کے ہی مشہور بزرگ خواجہ مخدوم ابوالقاسم نقشبندی سے بیعت ہو کر علوم باطنی کی ان سے تکیمل کی ۔

والد کی ناراضگی :۔ ایک دفعہ آپ کے گاؤں کھڑی میں چوہے اس کیثر تعداد میں ہو گئے کہ کھیتوں کو نقصان پہنچانے لگے لوگ آپ کی خدمت میں دعا کیلئے حاضر ہوئے آپ نے مٹی پر دم کر کے دیا اور فرمایا اس کو کھیتوں میں چھڑک دو چنانچہ جب وہ پڑھی ہوئی مٹی چھڑکی گئی تو سارے چوہے بھاگ گئے اور لوگوں کو اس مصیبت سے نجات مل گئی ۔ لوگوں نے خوش ہو کر آپ کی خدمت میں کچھ اناج بطور نذرانہ پیش کیا جس کو آپ نے قبول فرمالیا لیکن جب آپ کے والد میاں سعد اللہ کو اس بات کی خبر ہوئی تو وہ ناراض ہوئے کہ لوگوں سے اناج کیوں لیا ۔ حتیٰ کے آپ پر پابندی لگادی کہ آپ گاؤں میں نہ آئیں یہاں تک کہ والد کے وصال کے قریب آپ نے آنے کی بہت اجازت چاہی لیکن والد نے پھر بھی آپکو اجازت نہیں دی بہرحال انکے وصال کے بعد جب آپ گاؤں آئے تو لوگوں نے آپ کو آپکے والد کی جگہ پر بٹھایا اور ان کی تمام وراثت کو آپ کے سپرد کیا ۔

روحانی بصیرت:۔ آپ کی یہ عادت تھی کہ تہجد کے وقت مسجد میں مراقبہ کے لئے بیٹھتے تھے ۔ مسجد کے چاروں طرف گھنے درخت تھے جنکی وجہ سے صبح صادق کے طلوع ہونے کا کچھ پتہ نہیں چلتا تھا لیکن یہ آپ کی روحانی نظر اور بصیرت تھی کہ مراقبہ کی حالت میں سر کو جھکائے جھکائے صبح صادق کے طلوع ہوتے ہی موذن کو حکم فرما دیا کرتے تھے کہ جاؤ وقت ہو گیا ہے صبح کی اذان دو

وعظ و نصیحت:۔ جوانی کے ایام میں آپ ہمیشہ جمعہ کے دن کتاب کھول کر وعظ فرمایا کرتے تھے ۔ آخیر عمر میں آپ نے وعظ و خطاب کا سلسلہ ختم کر دیا تھا۔ کسی معتقد نے جب آپ سے اس کی وجہ دریافت کی تو آپ نے فرمایا کہ ایک دن میں وعظ کر رہا تھا کہ مسجد کے باہر کچھ بازیگر تماشہ کرنے کے لئے آگئے جس کی آواز سن کر حاضرین مجلس آہستہ آہستہ کھسک گئے فقط ایک بزرگ بچا سو اس کا دل بھی اسی کھیل کود کی طرف پڑا ہوا تھا۔ جب سننے والوں کا یہ حال ہو تو پھر وعظ کس کو کیا جائے ؟

دست غیب:۔ مخدوم محمد اسماعیل لاڑائی سے روایت ہے کہ آپ کو دست غیب بھی حاصل تھا اور روزانہ پانچ روپے آپ کو غیب سے ملتے تھے ۔ وہ فرماتے ہیں کہ ایک دن ہم کو پانچ روپے کی ضرورت پڑ گئی ہم نے سوچا کہ یہ ضرورت مخدوم سے پوری ہو گی ۔ چنانچہ ہم نے ایک آدمی مخدوم محمد مقیم کی خدمت میں بھیجدیا تاکہ وہ ان سے پانچ روپے لے آئے ۔ جب وہ آدمی مخدوم کے یہاں پہنچا تو مخدوم نے اس سے فرمایا کہ بندھے ہوئے پانچ روپے تو نہیں ہیں کھلے پیسے ہیں اس قلمدان میں گن لو جتنے ہوں اتنے لے لو ۔ اس شخص نے جب گنے تو فقط ایک روپیہ نکلا اس نے عرض کیا یہ تو صرف ایک روپیہ ہے ۔ مخدوم صاحب نے فرمایا پھر دوبارہ گنو جب اس نے دوبارہ گنا تو وہ دو روپے نکلے جب

اس نے عرض کی تو آپ نے فرمایا تیسرے بار گنو جب گنے تو تین روپے بنے اسی طرح جب پانچویں بار گنوایا تو وہ پانچ روپے بن چکے تھے ۔

قرب رسول :۔ آپ کا حضور سرور کائنات سے کتنا قریبی تعلق اور رابطہ تھا اس کا اندازہ اس واقعہ سے بخوبی ہوسکتا ہے کہ ٹھٹہ میں کسی ہندو نے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی شان میں گستاخی کردی ۔ مخدوم محمد ہاشم نے اس ہندو کو قتل کرنیکا فتویٰ جاری کردیا جبکہ مخدوم ضیاء الدین اور دیگر ٹھٹہ کے علماء نے اس کے لئے تعزیر کا فتویٰ دیا ۔ اس زمانہ کے حاکم میاں نور محمد کلہوڑا نے مخدوم محمد ہاشم کے فتویٰ پر عمل کرتے ہوئے اس شخص کو قتل کرنے کا حکم دیدیا جبکہ دوسرے علماء سے اس نے کوئی مشورہ لینا بھی گوارا نہ کیا جو مخدوم ضیاء الدین کو بڑا ناگوار گزرا اور وہ حضرت مخدوم محمد مقیم کی خدمت میں آئے اور کہا کہ آخر ہم بھی بڑے عالم ہیں مگر امرائے سلطنت نے ہم سے پوچھنا بھی گوارا نہیں کیا اب آپ حضور سرور کائنات سے پوچھ کر بتائیے کہ کون حق پر ہے اور کس کا جواب صحیح ہے ؟ ۔ مخدوم محمد مقیم نے فرمایا کہ انشاء اللہ کل آپ کو اس کا جواب دونگا جب دوسرا دن آیا تو آپ نے مخدوم ضیاء الدین سے کہا کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ بیٹی کو مار کے بہنوں کو آنکھ دکھاؤ " اس کے علاوہ تم نے جو فتویٰ دیا ہے اس کی پاداش میں تم پر یہ چٹی بھی پڑی ہے کہ فقیروں کو کھانا کھلاؤ ۔ جب وہ فقیروں کو کھانا کھلا کر آپ کے پاس آئے تو آپ نے فرمایا کہ ابھی تمہاری خطاء معاف نہیں ہوئی ہے ، دوبارہ کھانا کھلاؤ اسی طرح آپ نے ان سے تیسری بار فقراء کو کھانا کھلوایا اور پھر فرمایا کہ ہاں اب تمہاری لغزش معاف ہوگئی ہے ۔

باغ کا واقعہ :۔ آپ کو اپنے والد سے ورثہ میں ایک باغ ملا تھا پڑوس کے زمیندار کو حسد کیوجہ سے وہ بھی گوارا نہ ہوا اور اس نے یہ پروگرام بنایا کہ ٹھٹہ

کے نواب سے آپکی چغلی لگا کر آپ سے یہ باغ چھین لے ۔ جب آپ کو اس کے اس ارادے کا علم ہوا تو آپ نے فرمایا کہ " وہ زمیندار جب نواب کے پاس پہنچ ہی نہیں سکیگا تو باغ کیسے لیگا ۔ چنانچہ آپ کی زبان سے جو نکلا وہی ہوا وہ زمیندار راستہ میں ہی فوت ہوگیا جب یہ خبر آپکو ملی تو آپ کو بڑا دکھ ہوا اور یہ فرماکر آپ نے اس باغ کو چھوڑ دیا کہ جس باغ کیوجہ سے ایک آدمی کی جان چلی گئی اس باغ کو رکھ کر کیا کرنا ہے ۔ چنانچہ اس باغ کے تمام درخت سوکھ گئے اور وہ باغ ویران ہو گیا ۔ البتہ اس باغ میں ایک درخت کے نیچے ایک مجذوب بیٹھا کرتا تھا وہ درخت بدستور ہرا بھرا رہا ۔ " مجذوب کہتا تھا کہ یہ درخت میرا ہے اسکو سوکھنے نہیں دونگا باقی سارے درخت مخدوم کے ہیں بھلے سے وہ سارے سوکھ جائیں ۔

وفات :۔ آپ کی متعین تاریخ وفات کہیں مذکور نہیں لیکن چونکہ آپ مخدوم محمد حاشم کے ہم عصر ہیں اس سے اندازہ ہوتا ہے کہ آپ بارھویں صدی ھجری کے کاملین اھل اللہ میں سے ہیں ۔

حالات ماخوذ از ۔

تذکرہ مشاھیر سندھ ۔ دین محمد وفائی ، ج ۲ ص ۲۷۶ ۔

مخدوم محمد ابراهیم (مڈئی والا)

آپ مخدوم عبدالطیف کے صاحبزادے اور مخدوم محمد ہاشم ٹھٹوی کے پوتے تھے اور مخدوم ابو القاسم نقشبندیؒ کی پوتی بی بی عائشہ عرف بی بی فازو کے بطن سے ۱۱۶۲ھ میں تولد ہوئے۔

والد بزرگوار:۔ آپ نے علمی اور صوفیانہ گھرانہ میں آنکھ کھولی آپ کے والد حضرت مخدوم عبدالطیف (۱) کا اپنے وقت کے جید علماء اور صوفیاء میں شمار ہوتا تھا۔ ایسے فاضل باپ کا بیٹا بھی کیوں نہ اپنے وقت کا فاضل اور محقق ہوگا۔

اعتراف علمیت:۔ یہی وجہ ہے کہ مورخین آپ کی شان علمیت اور آپ کی اپنے اسلاف کی صحیح جانشینی اور انکی روایات کو زندہ رکھنے کا اعتراف کر رہے ہیں

چنانچہ صاحب تحفتہ الکرام لکھتے ہیں کہ:

" وخلف ارجمندش میاں ابراہیم عرف مولید نہ بدولت اشغال جدوپدر قائم میباشد

(۲) صاحب تکملہ مقالات الشعراء آپ کو یوں نذرانہ عقیدت پیش کرتے ہیں کہ

" در علوم یگانہ زمانہ، ودر ارشاد برگزیدہ دوراں، درزماں ایشاں کسے بمثل ایشاں درسندھ نبرخاستہ " (۳)

یعنی آپ علوم و معارف میں یگانۂ روزگار تھے اور آپ کی ذات رشد و ہدایت میں اس زمانہ کی بزرگ ترین شخصیت تھی اپنے زمانے میں سندھ میں آپ کا مثل کوئی نہ تھا۔

مشہور مورخ غلام رسول مہر، آپ کی علمیت کا یوں اعتراف کرتے ہیں کہ

" مخدوم محمد ابراہیم بھی اپنے وقت کے بلند پایہ عالم تھے "۔ انکی متعدد قلمی تصانیف کا ذکر مولانا محمد عبدالرشید صاحب نعمانی نے اپنے اس فاضلانہ مضمون

میں کیا ہے جو موصوف نے کتب خانہ مظہر العلوم کراچی کے مخطوطات کے متعلق لکھا ہے اور جو رسالہ "دعوت الحق" کے مختلف نمبروں میں شائع ہوا تھا (۴)

صاحب مونس المخلصین فرماتے ہیں

"از اولیائے کاملین و علمائے راسخین بود" (۵)

بیعت و خلافت:۔ علوم ظاہری کے ساتھ ساتھ علوم باطنی میں بھی آپ نے کمال حاصل کیا اس سلسلہ میں آپ حضرت خواجہ صفی اللہ نقشبندی کابلیؒ (جو حضرت امام ربانی کی اولاد امجاد میں سے کامل بزرگ تھے آپ کے اور آپ کی اولاد کے ذریعہ سندھ میں سرہند شریف کا فیض عام ہوا) سے بیعت ہوئے اور سلوک کی منزلیں طے کرتے ہوئے طریقت کی اعلیٰ مقامات پر فائز ہوئے۔

حضرت خواجہ شاہ صفی اللہؒ نے مخلوق کی ہدایت کے لئے اس علمی خانوادہ کے چشم و چراغ کو اجازت و خلافت سے سرفراز فرمایا۔ آپ کا شمار شاہ صفی اللہؒ کے لاڈلے اور بڑے خلفا میں ہوتا ہے، مرشد کے آپ خاص منظور نظر تھے اور آپ کی طویل صحبت سے فیضیاب ہوئے ہیں، حتیٰ کہ مرشد کے آخری سفر یعنی حج بیت اللہ کے لئے وہ سفر جس میں آپ کا راستہ میں وصال ہوا اس سفر میں بھی مخدوم صاحب آپ کے ساتھ ہی تھے یہاں تک کہ تجہیز و تکفین کے تمام مراحل میں شریک رہے اور نماز جنازہ کی امامت بھی آپ ہی نے فرمائی (۶) (۷)

رشد و ہدایت:۔ پھر آپ نے اپنے پیر و مرشد کے حکم پر رشد و ہدایت کا کام شروع کیا اور بیشمار مخلوق خدا کو آپ کے ذریعہ روحانی اور ظاہری فیض پہنچا، ایک اندازے کے مطابق آپ کے مریدوں کی تعداد ۲ لاکھ کے قریب ہے اسی تناسب سے آپ کے خلفاء کی تعداد بھی بہت کافی ہے (۸) آپ نے گاؤں گاؤں اور شہر شہر پھر کے تبلیغ کا کام کیا، آپ کی یہ عادت مبارکہ تھی کہ جب آپ کسی شہر یا دیہات میں تشریف لے جاتے تو وہاں جن جن لوگوں کو بیعت فرماتے تھے یا

تلقین کرتے ان کے نام تحریر فرما دیا کرتے تھے۔

صاحب تکملہ مقالات الشعراء کہتے ہیں کہ آپ کے بعض مریدوں کے پاس میں نے خود ایسے کاغذ دیکھے ہیں جن میں ان کے نام لکھے ہوئے تھے۔(۹)

عرس رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم:۔ صاحب تکملہ مقالات الشعراء لکھتے ہیں کہ ایک روز حضرت مخدوم ابراہیم رحمتہ اللہ علیہ نے حضور علیہ الصلوۃ والسلام کا عرس مبارک کیا، یعنی بارہویں شریف کی فاتحہ دلائی اور لوگوں کو کھلایا، رات کو تہجد کے وقت آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف متوجہ ہو کے بیٹھے لیکن یہ معلوم ہو کر آپؒ کو بڑا افسوس ہوا کہ بارگاہ رسالت مآب علیہ الصلوۃ والسلام میں یہ تمام عرس مبارک کی دعوت اور عظیم کھانا اور لنگر مقبول نہیں ہوا آپ کو بڑی حیرت ہوئی اور حضور علیہ السلام کی خدمت میں دست بستہ عرض کیا کہ قبول نہ فرمانے کی وجہ تو بتلا دیں، تو معلوم یہ ہوا کہ کھانا پکانے والے باورچی تمباکو نوشی والے تھے جو مزاج نبوت پر بڑے شاق تھے چونکہ وہ ایک بدعت کے مرتکب تھے لہذا انکے ہاتھ کا پکایا ہوا کھانا بارگاہ رسول صلی اللہ علیہ وسلم میں مقبول نہ ہوا۔

دوسرے دن حضرت مخدومؒ نے فوراً حکم دیا کہ دوسرے باورچیوں کو بلایا جائے جو دین میں درک اور صلاحیت رکھتے ہوں۔ چنانچہ دوسرے باورچیوں کے ذریعہ لنگر پکوا کے تقسیم کیا اور جب دوسرے دن حضرت نے اس بارگاہ عالی پناہ سے ہدیہ اخلاص قبول ہونے کی خوشخبری سنی تو آپ بیحد مسرور ہوئے۔(۱۰)

شاہ محمد فضل اللہؒ کی نظر میں:۔ اپنے وقت کے کامل ولی اللہ، حضرت خواجہ محمد معصوم ابن امام ربانی رحمتہ اللہ کے خاندان کے چشم و چراغ حضرت شاہ محمد فضل اللہ صاحبؒ (م ۱۲۳۸ھ) اپنی کتاب عمدۃ المقامات میں حضرت قیوم جہاں شاہ صفی اللہؒ کے حالات اور ان کے خلفاء کے تذکرہ کے ضمن میں

حضرت مخدوم محمد ابراھیم مڈئی والا کے میدان طریقت میں بلند مرتبت اور اعلیٰ مقام کو ان الفاظ میں بیان فرماتے ہیں کہ:

" حضرت مخدوم صاحب میاں ابراھیم صاحب رحمتہ اللہ علیہ نبیرہ مخدوم صاحب جامع کمالات ظاہری و باطنی میاں محمد ہاشم قدس سرہ کہ از فحول سرآمد علمائے عصر و احوال ایشاں مستغنی از بیان است بودند ازایشاں مجاز اندو باعلیٰ درجات کمال وا کمال مشرف۔ وجہانے از ایشاں منورشدہ درطریقہ علیہ داخل گرویدہ وارشاد ایشاں کامل آمد وخلفائے صاحب کمال از ایشاں بروئے کارشد ند و سلسلہ علیہ را رواج کلی دادند (۱۱)"

فرماتے ہیں کہ حضرت مخدوم میاں ابراھیم صاحب رحمتہ اللہ علیہ مخدوم محمد ہاشم قدس سرہ کے پوتے ہیں۔ جو اپنے وقت کے علماء کے سردار تھے انکی عظمت و شان بیان سے مستغنی ہے مخدوم ابراھیم کو حضرت شاہ صفی اللہ رحمتہ اللہ علیہ سے اجازت حاصل ہے، آپ کمال و اکمال کے اعلیٰ درجات پر فائز ہیں، ایک جہاں آپ کے نور سے منور ہو کر اس سلسلہ عالیہ نقشبندیہ میں داخل ہوا اور آپ کی رشد و ہدایت کے بدولت منزل کمال سے ہمکنار ہوا سی طرح آپ کے خلفاء نے بھی آپ کے طریقہ کار پر عمل کرتے ہوئے اس سلسلہ کو خوب ترقی دی

عظمت مرشد:۔ حضرت مخدوم محمد ابراہیمؒ کے دل میں اپنے مرشد حضرت قیوم جہاں شاہ صفی اللہؒ کی کس قدر عظمت اور کتنی قدر و منزلت تھی اس کا اندازہ اس واقعہ سے ہوتا ہے جس کا ذکر خواجہ حسن جانؒ کے والد ماجدؒ خواجہ عبدالرحمانؒ نے اپنے مریدوں سے کیا واقعہ یوں ہوا:۔

ایک روز خواجہ عبدالرحمان سرہندیؒ کشتی میں سوار ہو کر قندہار کی طرف تشریف لے جارہے تھے کہ راستہ میں آپ کے ایک مخلص سید احسان شاہ نے

عرض کیا کہ حضرت ہم سندھ والوں کی اپنے مرشد سے عقیدت کا یہ عالم ہے کہ اگر چھوٹا سا بچہ بھی مرشد خانہ قندہار سے سندھ آتا ہے تو ہم اس کے ہاتھوں کو چومتے ہیں اور اس کے پیروں کو بوسے دیتے ہیں ۔ کشتی کا ملاح یہ باتیں سنکر کہنے لگا کہ کیسے کیسے گدھے قندہار جا رہے ہیں ۔ یہ سنکر حضرت خواجہ عبدالرحمان نے فرمایا کہ ارے اسے مرشد کی قدر و منزلت کا کیا پتہ ؟ ہاں اگر اس وقت مخدوم ابراہیمؒ زندہ ہوتے تو وہ اس کی قدر کرتے کیونکہ ان کی شان یہ تھی کہ ایک روز ایک ہندو ان کے پاس کابل سے آیا اور کہنے لگا کہ میں تمہارے مرشد قیوم جہاں کی خانقاہ کے پاس سے آیا ہوں بس آپ سن کر بے تاب ہوگئے محبوب کے شہر سے آنے والے کو اپنے دل میں بٹھایا باوجود ہندو ہونے کے اس کی بڑی تعظیم و تکریم کی ، اس کی مہمان داری میں کوئی کسر نہیں چھوڑی ، حتی کہ اپنی پیاری بچی کا سونے کا زیور اس کے ہاتھ سے اتار کر اس ہندو کی بچی کو پہنا دیا ۔ عقیدت تو اسے کہتے ہیں ۔ (۱۴)

مرشد زادوں کی نگاہ میں :۔ جب مرشد سے آپ نے اپنی عقیدت و محبت کا اظہار کیا تو پھر مرشد نے بھی آپ کو اپنا منظور نظر بنا کر دولت دارین سے ہمکنار کردیا ۔ اور مرشد کے وصال کے بعد ان کی نسل میں آنے والے تمام مرشد زادوں اور صاحبزادوں نے آپ کو عزت و احترام کی نگاہ سے دیکھا اور ادب و تعظیم کے القاب سے آپ کو یاد کیا ۔

شیخ عثمان کارد :۔ شیخ عثمان اس وقت کے زبردست عالم تھے اور میاں نور محمد نصرپوری کے شاگرد تھے ۔ ان کے زمانے میں ایک مسئلہ چلا کہ کھوسہ قبیلہ کے بلوچ موقع پاکر ریاست جودھ پور کے حدود میں تخت و تاراج کرتے ہیں اور اس سلسلہ میں ہندوؤں کی عورتیں پکڑ کر لاتے ہیں انکو لونڈیاں بنالیتے ہیں آیا ان اسیروں کو لونڈیاں اور غلام بنانا اور ان کا لوٹا ہوا مال ، مال غنیمت سمجھ کر اپنے

استعمال میں لانا جائز ہے یا نہیں ؟

تو اس کا شیخ عثمان ٹھارو نے یہ جواب دیا کہ وہ کفار ذمی ہیں ، حربی نہیں ہیں اور جودھ پور دارالحرب نہیں ہے لہذا ان کے مال کو مال غنیمت سمجھنا جائز نہیں !

حضرت مخدوم ابراہیم رحمتہ اللہ علیہ نے جو علم فقہ میں بھی مہارت تامہ رکھتے تھے شیخ عثمان کے خلاف فتویٰ دیا اور پینتالیس وجوہ اور دلائل سے آپ نے ثابت کیا کہ وہ کفار ذمی نہیں رہے بلکہ حربی بن چکے ہیں چنانچہ اس مسئلہ پر آپ نے ایک تحقیقی کتاب تصنیف فرمائی جس کا نام " اِمَاطَتہِ اَذیَ العَبِیدُ عَنُ طَرِیُقِ جَوَازِ اِستِعمَالِ اَموَالِ الکَافِرِ العَنِیدُ رکھا ۔ اس میں آپ نے ذمیت کی حقیقی حیثیت کی تشریح اور وضاحت فرمائی ۔ اس سلسلہ میں آپ کے شیخ عثمان ٹھارو سے کافی مناظرے اور مباحثے ہوئے ۔ حتیٰ کہ آپ نے شیخ عثمان کو جوش غضب میں " کفار جودھ پور کا حامی قرار دے کر اس کے خلاف ایک عربی میں قصیدہ بھی لکھا جس میں اس کی زبردست ہجو کی ۔ اس کے علاوہ شیخ عثمان اور اس کے شاگرد میاں محمد صادق کے رد میں ایک اور کتاب ایک سو بیس صفحات کی تالیف فرمائی جس میں جودھ پور کے حالات بیان کرنے کے بعد ثابت کیا کہ وہ حقیقت میں دارالحرب ہے ، ضمناً آپ نے اس میں سندھ کے حالات بھی ذکر فرمائے (۱۲)

الغرض ! اور اس جیسے دیگر بہت سے مسائل پر آپ نے مفصل بحثیں فرمائی اور مختلف کتابیں تصنیف فرمائیں ، اس سے اندازہ ہوتا ہے کہ ملک کے بنیادی مسائل پر بھی آپ کی نگاہ تھی ۔ اور ملک کی سیاست پر بھی آپ کی گہری نظر تھی ۔

وصال مبارک :۔ علم و عرفان کا یہ آفتاب و ماہتاب ۱۲۲۵ھ میں شہر ٹھٹی کے

اندر غروب ہوگیا۔ مڈئی کا شہر جسے بعض کتابوں میں مانڈوی بھی لکھا گیا ہے یہ ایک کچھ کے ساحل پر سمندری بندرگاہ ہے یہیں آپ کا وصال ہوا یہیں آپ کا مزار مبارک ہے اسی نسبت سے آپ کو مڈئی والا کہا جاتا ہے۔

مزار مبارک:۔ آپ کے مزار مبارک پر گنبد بھی تعمیر ہے اور کہا جاتا ہے کہ آپ کے مزار مبارک کی یہ شان ہے کہ پرندے بھی آپ کے مزار اور گنبد کا احترام کرتے ہیں اور مزار مبارک کے اوپر سے نہیں گزرتے اگر کبھی اتفاقاً کوئی پرندہ اوپر سے گذر جائے تو وہ فوراً تڑپ کے نیچے گرتا ہے اور وہیں جان دے دیتا ہے۔ (۱۴)

تصانیف:۔ مختلف مسائل اور علوم پر آپ کی بہت سی تصانیف ہیں جن کے نام معلوم ہوسکے وہ یہ ہیں۔

۱۔ اِبْلَاغ جُهْدِالدَّمْصُ فِیْ مَسْئَلَۃِ قَصِّ اللّحٰی وَالنَّتْفِ وَالنَّمصُ۔
۲۔ اِغْنَاءُ الْوَاصِلْ۔
۳۔ اِمَاطَۃُ اَذٰی الْعَبِیْدُ عَنْ طَرِیْقِ جَوَازِ اِسْتِعْمَالِ اَمْوَالِ الْکَافِرِ الْعَنِیْدُ
۴۔ تَحْرِیْرُ فِیْ بَیَانِ آخِرِ الظُّهْر
۵۔ تَطْیِیْبُ اَفْوَاهِ الْاَخْوَانِ فِی الْمَنْعِ عَنْ شُرْبِ الدُّخَانُ۔
۶۔ تَوْثِیْقُ الْاَسْبَاقَ فِیْ مَسْئَلَۃِ الصَّدَاقُ۔
۷۔ تَهْذِیْبُ الْبَیَانِ فِیْ اَجْوِبَۃِ اَسْوِلَۃٍ مِنْ وَحِیْدٍ مِنَ الْاَکَابِرِ الْخِلَّانُ۔
۸۔ اَلْحَبْلُ الْمَتِیْنُ فِیْ اَوْصَافِ خُلَفَاءِ الرَّاشِدِیْنُ
۹۔ رِسَالَۃ فِیْ بَیَانِ السِّلْسِلَۃ
۱۰۔ سُحْقُ الْاَغْبِیَاءِ الطَّاغِیْنُ فِیْ کُمَّلِ الْاَوْلِیَاءِ وَاَتْقِیَاءِ الْعُلَمَاءُ۔
۱۱۔ سَیْرُ التَّقْرِیْرُ فِیْ تَحْقِیْقِ مَقَاصِدِ مَسْئَلَۃِ اِسْتِعْمَالِ الْحَرِیْرُ۔
۲۱۔ طَرِیْدَۃُ الْحَیَاکَ مِمَّاطَرَدَهُ الْخَصْمُ بِقَطْعِ التَّنْبَاکُ۔

۱۳۔ غُسلُ العَباکِ عَن تَصوِیبِ قَطعِ التَّنباکُ۔

۱۴۔ اَلقِسطَاسُ المُستَقِیمُ۔

۱۵۔ اَلقَولُ الرَّضِیُ بِتَصحِیحِ حَدِیثِ التِّرمِذِی۔

۱٦۔ مِفتَاحُ الکَلَامُ۔

۱۷۔ نَشرُ حَلَاوِیُ المَعَارِفِ وَالعُلُومُ

۱۸۔ نَشِیجُ الضَّحیٰ فِی حَلِّ مَسئَلَۃِ قَصِّ اللُّحیٰ۔

۱۹۔ وُصُولُ الغِنَافِی تَحرِیمِ الدُّفُوْنِ مَعَ الجَلَاجِلِ وَالغِنَا۔

۲۰۔ وَعظُ الاَنوَارِ فِی حُکمِ مَسئَلَۃِ رُؤیَۃِ القَمرِ یَومَ الشَّکِّ فِی النَّهَارُ۔

۲۱ هِدَایَتُ النَّاسِ فِی البَقَاءِ الشَّعَرِ عَلیٰ الرَّاسُ۔

اولاد:۔ مخدوم محمد ابراہیم (المعروف بہ مولیڈنہ یا مڈئی والا) کی اولاد میں ایک صاحبزادے مخدوم عبداللطیف اور ایک صاحبزادی تھیں جن کی میرسید نظر علی ابن میرا حسن اللہ صاحب قدس سرہ سے نسبت طے ہو گئی تھی لیکن آپ سے شادی نہ ہو سکی۔ (۱۳)

صاحب مونس المخلصین فرماتے ہیں کہ ہمارے زمانے میں مخدوم محمد ہاشم علیہ الرحمتہ کی اولاد میں سے اب کوئی باقی نہیں رہا کیونکہ ان کے پوتوں میں ایک غلام احمد نامی تھے سو وہ بھی لاولد فوت ہوگئے اسی طرح مخدوم محمد ہاشم کی نسل منقطع ہو گئی۔

چونکہ مونس المخلصین تقریباً ۱۳٦٦ھ کی تصنیف ہے اس لئے اس عبارت کی رو سے معلوم ہوتا ہے ۱۳٦٦ھ تک مخدوم محمد ہاشم ٹھٹوی قدس سرہ کی اولاد رہی ہے اس کے بعد ختم ہو گئی۔

شاعری:۔ حضرت مخدوم محمد ابراہیمؒ کی طبیعت شاعری سے بھی مناسبت رکھتی تھی چنانچہ آپ اشعار بھی کہا کرتے تھی جیساکہ ماقبل میں گذرا کہ جب آپ کا شیخ

عثمان سے مباحثہ ہوا تو جوش غضب میں آپ نے اشعار کے ذریعہ اس کی ہجو کی۔
علاوہ ازیں اپنے مرشد شاہ صفی اللہ رحمۃ اللہ علیہ کے انتقال پر ملال پر آپ نے تقریباً ڈیڑھ سو عربی اشعار کا ایک طویل مرثیہ لکھا جس میں اپنے قلبی غم و اندوہ کے اظہار کے علاوہ اپنے مرشد کی خصوصیات کا بھی ذکر کیا ہے اور دو تین مقامات پر مادہ تاریخ کا بھی ذکر کیا ہے۔ ایک سو پچپن اشعار کا طویل مرثیہ صاحب عمدہ المقامات نے پورا ذکر کیا ہے ہم تبرکا یہاں اس کے چیدہ چیدہ اشعار نقل کرتے ہیں۔

شمس المحبة و التقى غابت بدجى ليل القا
عن فرقه اخترق الشوى فاسترجعوا اهل البلاء
قد كان ذا يهدى العمى في دين خير الانبياء
وليبكه باغى الهدى فاسترجعوا اهل البلاء
في حين مولده النقى زارته كعبته بالثنا
سماه الادم بالصفى فاسترجعوا اهل البلاء
في شعشان انواره نقباص من ابراره
ياويل ليس بداره فاستر جعوا اهل البلاء
مات الخليفة للنبى قام القيام باصفى
من اين اجدك ياولى فاستر جعوا اهل البلاء
يازائرين لوجهه فالذاكرين ببسره
والفائضين بفيضه فاستر جعوا اهل البلاء
في فج حج اكبرى قدجاد بالروح الصفا
لحد يده اليمن النقى فاستر جعوا اهل البلاء
اهل البصيرة شافهوا الصلوٰة حين فحاضروا
صلى النبى و اصحابه فاستر جعوا اهل البلاء
ربى ادم ارشاده في جمع من قد صاده
اوصاده من جاده فاستر جعوا اهل البلاء
في يوم اثنين فارتحل وبآخر الفجر انتقل

وَبِطَلَ خَالِصِيَةِ اشْطَلَ — فَاسْتَرْ جِعُوا اَهْلُ الْبَلَاءِ
فِيْ سَادِسِ الشَّهْرِ الْبَهِيْ — ذِيْقَعْدَةَ حَضَرَ الْوَلِیْ
مَهْجُوْرَةُ الْفَيْضِ الْعَلِیْ — فَاسْتَرْجِعُوا اَهْلُ الْبَلَاءَ
فِیْ اثْنَاعَشَرَ سَنَۃً مَضَتَ — مِنْ بَعْدِ مَاتِهَا اَتَتَ
اَثَرِ اَلْفَ سِنَةٍ قَدْ خَلَتَ — فَاسْتَرْ جِعُوْا اَهْلُ الْبَلَاءَ
فَسْئَلَتْ بُشْرٰی الْهَاتِفِ — عَنَ سَنَّ وَصَلِ الْعَارِفِ
جَا كَلِمَہ الْخَيْرُ الْوَفِیْ — فَاسْتَرْ جِعُوْا اَهْلُ الْبَلَاءَ
يَرْضٰی اللّٰہ عَنْہُ جَا — اَلْفَ وَمِائَتَانِ احْتَوٰی

١٢١٢

وَاثْنَا عَشَرَ مَعًا اسْتَوٰی — فَاسْتَرَ جِعُوا اَهْلُ الْبَلَاءَ

١٢١٢

ثُمَّ اُرْثَنِیْ بِلِسَانِہٖ — بُشْرٰی اِلٰی غُفْرَانِہٖ
هُوَحَامَ فِیْ رِضْوَانِہٖ — فَاسْتَرَ جِعُوا اَهْلُ الْبَلَاءَ
تَارِيْخُہٗ الثَّالِثَ فِيْهَا — هُوَفِیْ الْحَرِيْمِ. اُلْقُدْسِ جَاءَ

١٢١٢

بِطُفَيْلِ عُمَرَ الْاَصْفِيَاءَ — فَاسْتَرَ جِعُوا اَهْلُ الْبَلَاءَ

١٢١٢

قَدْ حَارَ اِبْرَاهِيْمُ — اِذْفَاتَ عَنْہُ نَعِيْمَہٗ
مَااَنْ اَتَتَہٗ سَهِيْمَہٗ — فَاسْتَرَ جِعُوا اَهْلُ الْبَلَاءَ

۱- چنانچہ تحفۃ الکرام میں ہے کہ مخدوم عبداللطیف اپنے والد " مخدوم محمد ہاشم " کی قائمقامی اور صحیح جانشینی کا حق ادا کرتے ہوئے ہر جمعہ کو جامع مسجد خسرو (مسجد دایگراں) میں خطبہ دیتے تھے ہر روز بعد نماز عصر اپنی مسجد میں درس حدیث دیا کرتے تھے اور اپنے مدرسے میں علوم دینیہ کی بڑی بڑی کتابیں پڑھاتے تھے ، ۱۱۸۷ھ میں آپ منصب " قضاۃ عسکری " پر ممکن ہوئے آپ نے بہت سی کتابیں تصنیف فرمائیں جس میں سے آپ کی ایک مشہور کتاب " ذب الذبابات الدراسات " کے نام سے سندھی ادبی بورڈ نے شائع بھی کردی ہے ، اس کتاب میں مخدوم عبداللطیف نے مخدوم معین کے اصل چہرہ سے نقاب اٹھایا ہے - اور ان کے غلط عقائد ،

نظریات اور ان کے افعال کو ظاہر کر کے اس کا مدلل رد کیا ہے اس کتاب کو پڑھنے سے علوم دینیہ اور کتب درسیہ پر آپ کی وسعت نظر کا بخوبی اندازہ ہوجاتا ہے ۔ آپ کی علمی شان کو آشکارا کرنے کے لئے صاحب تکملہ الشعراء نے ایک واقعہ لکھا ہے کہ ایک طالب علم ٹھٹہ میں آیا اور اس نے کہا کہ میں علم معانی کی مشکل ترین کتاب "مطول" پڑھنا چاہتا ہوں ۔ لیکن میری شرط یہ ہے کہ میں اس شخص سے پڑھونگا جو اس کتاب کا صرف مقدمہ جو کہ تقریباً دو صفحہ کا ہے مجھے پورا سال پڑھاتا رہے ، اس کی یہ شرط سن کر بڑے بڑے علماء عاجز آگئے اور اس کو پڑھانے سے انکار کر دیا لیکن جب وہ آپ کے پاس پہنچا تو آپ نے فرمایا کہ میں تجھ چھ ماہ تک مقدمہ پڑھاؤں گا اس نے منظور کر لیا ۔ اور آپ کے پاس پڑھنا شروع کر دیا ، تذکرہ نگار لکھتے ہیں کہ ابھی اس کو آپ مقدمہ ہی پڑھا رہے تھے کہ اسی اثناء میں دوسرے طلباء کو آپ نے پوری مطول ختم کرادی ۔

۲۔ فٹ نوٹس تکملہ مقالات الشعراء ص ۴۶ پیر حسام الدین راشدی ، بحوالہ تحفۃ الکرام ج ۳ ، ص ۲۳۰ ۔

۳۔ تکملہ مقالات الشعراء محمد ابراہیم خلیل ص ۴۷ ۔

۴۔ تاریخ سندھ غلام رسول مہر ص ۹۹۴ بحوالہ رسالہ دعوۃ الحق بابت اگست و دسمبر ۱۹۵۲ء ۔ ۱۹۵۳ء جنوری / فروری ۔

۵۔ مونس المخلصین ، عبداللہ المعروف بشاہ آغا ، مطبوعہ کراچی ص ۱۱۳ ،

۶۔ تکملہ مقات الشعراء ، ابراہیم خلیل ص ۴۷ ۔ * آپ نے اپنے مرشد کی تاریخ وفات "قدرضی اللہ عنھما" (۱۲۱۲ھ) سے نکالی ہے ۔ (مونس المخلصین)

۸۔ تکملہ مقالات الشعراء ، ابراہیم خلیل ص ۴۷ ۔

۹۔ تکملہ مقالات الشعراء ص ۴۷ ۔

۱۰۔ تکملہ مقالات الشعراء ص ۴۸ ۔ ۴۹ ، محمد ابراہیم خلیل

۱۱۔ عمدۃ المقامات ص ۴۹۱ ، محمد فضل اللہ شاہ مطبوعہ لاہور ۔

۱۲۔ مونس المخلصین ، عبداللہ المعروف المعروف بحضرت شاہ آغا ص ۳۰ ۔ مطبوعہ کراچی ۔

۱۳۔ مونس المخلصین ، عبداللہ بشاہ آغا ، مطبوعہ کراچی ص ۱۱۳ ۔

۱۴۔ تاریخ سندھ ، غلام رسول مہر ، مطبوعہ سندھی ادبی بورڈ ، کراچی ، ۹۹۵ ۔

۱۵۔ تکملہ مقالات الشعراء ص ۱۸۶ ، ابراہیم خلیل

۱۶۔ مونس المخلصین ص ۱۱۳ ، عبداللہ المعروف بشاہ آغا ۔

مخدوم عبداللطیف (ثانی)

آپ مخدوم محمد ابرھیم (مڈئی والا) کے صاحبزادے تھے آپ کے دادا (یعنی مخدوم ھاشم کے صاحبزادے) کا نام بھی چونکہ مخدوم عبداللطیف تھا اسلئے آپ کو مخدوم عبداللطیف ثانی کے نام سے یاد کیا جاتا ہے ۔ آپ صاحب تکملہ مقالات الشعراء مخدوم محمد ابراھیم خلیل کے نانا ھیں ۔ چنانچہ مخدوم ابراھیم خلیل فرماتے ہیں کہ میری والدہ آپ کے کشف و کرامات کے اکثر واقعات مجھے سناتی رہتی تھیں آپ بہت خوش نویس تھے لہذا علماء کے درمیان جو تحریروں کے تبادلے ہوتے تھے وہ آپ ہی اپنی خوبصورت قلم سے تحریر فرماتے تھے ۔

مخدوم ابراھیم خلیل فرماتے ھیں کہ میں نے اپنے والد بزرگوار جن کا لقب دائم الصوم تھا ان سے سنا کہ وہ فرماتے تھے کہ ہم بچپن میں دیکھتے تھے کہ حضرت مخدوم عبداللطیف صاحب اور ان کے عالم و فاضل صاحبزادے میاں عبدالغفور دونوں مسجد میں تشریف فرما ہوتے تھے ، ایک حجرہ مسجد میں ہوتے اور تحریریں لکھا کرتے تھے تو دوسرے مسجد کے چبوترہ پر جلوہ فرما ہو کر جوابات تحریر فرماتے تھے میں چونکہ اس وقت چھوٹا بچہ ہوتا تھا اسلئے ان کی تحریریں ایک دوسرے کو پہنچانے کا کام انجام دیتا تھا ۔

بیعت و خلافت :۔ علوم ظاہری کی تکمیل کے بعد آپ نے علوم باطنیہ کی طرف توجہ مبذول فرمائی اور اس سلسلہ میں آپ نے اپنے والد ماجد کے پیرومرشد حضرت خواجہ شاہ صفی اللہؒ کی خدمت میں حاضر ہو کر اکتساب فیض کیا اور آپ کی صحبت میں رہ کر روحانی تربیت حاصل کی اس کے علاوہ اپنے والد بزرگوار کی صحبت بھی کافی عرصہ حاصل کی اور اس عرصہ میں اپنی تکمیل کر کے بحکم مرشدؒ اپنے والد بزرگوار سے ہی اجازت و خلافت حاصل کی اس طرح آپ نے اپنے سینہ

کو آباء و اجداد کی نسبتوں سے بھی معمور کیا اور حضرت خواجہ صفی اللہ قیوم جہاںؒ اور ان کے سرہندی آباء واجداد کے فیوضات سے بھی منور و مستنیر کر لیا۔

مقام باطن:۔ آپ کو معرفت و سلوک میں جو مقام نصیب ہوا اس کا کچھ اندازہ وقت کے ولی کامل اور خواجہ شاہ صفی اللہؒ کے صاحبزادے اور خلیفہ خواجہ محمد فضل اللہؒ کے اس ارشاد سے بھی ہوتا ہے آپ فرماتے ہیں کہ:۔

" مخدوم میاں عبداللطیف بصحبت حضرت قیوم جہاں
مشرف شدہ اندواز توجہات علیہ بہرہ کلی یافتہ و از
خدمت والد خود بکمال رسیدند و مجاز گر دیدند
اَللّٰھُمَّ اَوْصِلْهُ اِلٰی غَایَةِ مَایَتَمَنَّاهُ (۱)

آپ کے نواسے حضرت مخدوم ابراہیم خلیل فرماتے ہیں کہ آپ کو اپنے پیرخانہ بلکہ اس نسبت سے تمام سرہندی حضرات سے جو بے پناہ عقیدت و محبت تھی وہ تصور اور خیال سے بھی ماوراء ہے۔

" ارادتمندئ ایشاں بحضرات سرہندیہ فوق التصور بود " (۲)

والد ماجد اور مرشد پاک کی نظر میں:۔ آپکے والد ماجد اور مرشد برحق حضرت مخدوم ابراہیم مڈئی والا نے آپ کی تربیت فرما کر آپکو جس اعلیٰ اور بلند مقام پر پہنچا دیا تھا اس کا صحیح اندازہ تو انہی کو ہو سکتا ہے لہذا آپ کے اس مقام ارفع کو آپ کے والد ماجد و مربی و مرشد مخدوم ابراہیم کی زبانی سنئے۔ آپ آخر عمر میں فرماتے تھے کہ

اگر کوئی شخص یہ چاہتا ہے کہ وہ تصوف اور طریقت کے اس مقام پر پہنچے کہ جہاں سوائے خدا کے اور کچھ نہ ہو حتیٰ کہ اس کی ذات بھی وہاں گم ہو تو اسے چاہیے کہ ہمارے خلیفہ میاں احمد خاں نظامانی کی صحبت اختیار کرے اور اگر کوئی

یہ چاہتا ہے کہ میں اس مقام پر پہنچ جاؤں کہ مجھے مقبولیت حاصل ہو جائے اور دنیا میری طرف رجوع کرے تو اسے چاہیئے کے ہمارے خلیفہ و سین والہ کی صحبت اختیار کرے کہ ان کی صحبت میں اس کی یہ مراد برآئیگی اور اگر کوئی شخص یہ چاہتا ہے کہ وہ مثل شمشیر برہنہ بن جائے یعنی اگر اس کی زبان سے کسی کے لئے بد دعا نکل جائے تو اس کا بیڑہ غرق ہو جائے تو اس کے لئے اسے ہمارے خلیفہ "پلاس پوش" کی صحبت اختیار کرنی چاہیئے۔ ان کی صحبت سے اس کو یہی مقام ملیگا کیونکہ ان کی صحبت میں یہ تاثیر ہے اور اگر کوئی شخص یہ چاہتا ہے کہ وہ اس مقام قرب پر پہنچے کہ اس کی دعا بھی کارگر ہو اور اس کی بدعا بھی تیر بہدف ہو تو اسے چاہیئے کہ اس مقام کو حاصل کرنے کے لئے ہمارے اس خلیفہ یعنی (مخدوم عبداللطیف) کی صحبت اختیار کرے کہ ان کی صحبت میں اس کو یہ مقام حاصل ہو جائے گا۔

شان جلالی:۔ مرشد نے جو فرمایا وہ درست تھا، واقعی آپ کی یہ شان تھی کہ جس کے لئے دعا کردی اس کا بیڑہ پار ہو گیا اور جس کے لئے بددعا کردی پھر اس کے لئے دنیا میں کہیں ٹھکانہ نہیں ہوتا تھا۔ چنانچہ صاحب مقالات الشعراء نے آپ کا ایک واقعہ نقل کیا ہے جو آپ کی اس جلالی شان کو ظاہر کرتا ہے۔

کہتے ہیں کہ اس زمانہ میں ایک عمر رسیدہ شخص تھا جو آپ کے والد ماجد علیہ الرحمتہ کے مریدوں میں سے تھا اس نے ایک دن حضرت کی شان میں بڑی سخت گستاخی کی گستاخی بھی یہ کہ آپ پر ایک غیر شرعی کام کرنے کی جھوٹی تہمت لگائی۔ ظاہر ہے کہ ایک پاکدامن اور ولی اللہ کے لئے اس سے بڑھ کر اور کیا تکلیف کی چیز ہو سکتی تھی۔ اسکی اس حرکت سے آپ کو سخت ایذا پہنچی اور شاید آپ کی زبان سے اس کے لئے بددعا نکل گئی جو اس کو تیر کی طرح جا کر لگی اور وہ "خونی بواسیر" میں مبتلا ہو گیا جب کسی علاج سے فائدہ نہ ہوا تو وہ ناچار

حضرت کی خدمت میں حاضر ہو کر معافی مانگنے لگا لیکن حضرت کا دل اس قدر رنجیدہ تھا کہ آپ نے اس کو معاف کرنے سے صاف انکار کر دیا۔ جب یہاں کام بنتا نظر نہیں آیا تو وہ آپ کے پیر خانہ چلا گیا اور آپ کے مرشد زادے حضرت شاہ محمد ضیاء الحق صاحب شہید جو حضرت " مھنہ والہ " کے لقب سے مشہور تھے ان سے سفارش کرائی کہ وہ پیالہ شفا لکھ کر دے دیں تاکہ مجھے اس بیماری سے نجات حاصل ہو جائے جب حضرت مھنہ والہ نے حضرت مخدوم عبداللطیف سے اس کو پیالہ شفا لکھ کر دینے کی سفارش فرمائی تو آپ بہت پریشان ہوئے کیونکہ دل مانتا نہیں تھا لیکن ادھر پیرزادہ کا حکم تھا جس کو ٹالا بھی نہیں جا سکتا تھا۔ اس لئے آپ نے اپنے پیرزادے حضرت مھنہ والہ سے عرض کیا کہ آپ کے حکم کی تعمیل کرتے ہوئے میں اس کو پیالہ تو لکھ دونگا لیکن مجھے اتنی اجازت دے دیجئے جو میرا جی چاہے وہ اس میں لکھ دوں، حضرت نے اس کو قبول فرمالیا۔

جب مخدوم پیالہ پر لکھ چکے تو آپ نے اس پیالہ کو اٹھا کر دیکھا تو اس میں لکھا ہوا تھا کہ!

" اے اللہ تیرے ناموں میں سے ایک نام منتقم بھی ہے، اس شخص نے میرا بڑا دل دکھایا ہے اس سے تو ہی انتقام لے "

یہ دیکھ کر حضرت مھنہ والا نے پیالہ رکھ دیا اور اس آدمی سے فرمایا کہ مخدوم کسی طرح راضی نہیں ہوتے! اور خود بھی آپ نے مخدوم صاحب کا لحاظ کرتے ہوئے آپ کی منشا اور مرضی کے خلاف اس آدمی کی صحت کی طرف کوئی توجہ مبذول نہیں فرمائی آخر کار وہ شخص روز بروز بیمار سے بیمار تر ہوتا چلا گیا یہاں تک کہ اس کا یہ حال ہو گیا کہ ایک دن جب مرض نے شدت اختیار کی تو لوگوں نے اس کو چارپائی پر ڈال کر آپ کی حویلی کے باہر دروازے پر رکھدیا۔ اور آپ کو اندر اطلاع کر دی جب آپ باہر تشریف لائے تو اس پر نظر پڑی تو دل

کی چوٹ پھر ابھر آئی اور بزبان سندھی آپ نے فرمایا کہ!

ھینئن جا جیبن، سا میخ مدامی نہ لھی

یعنی جو کیل ہمارے دل میں چبھی تھی وہ ابھی نہیں نکلی۔

یہ فرما کر آپ اندر تشریف لے گئے، اور اس کے بعد سے لوگ اس آدمی کی زندگی سے مایوس ہو گئے چنانچہ چند روز کے بعد اسی مرض میں اس کا انتقال ہو گیا۔ اللہ تعالیٰ اپنے اور اپنے اولیاء کے غضب سے ہمیں محفوظ رکھے

تا دل مرد خدا نامد بدرد۔ ہیچ قومے را خدا رسوا نکرد

۱۔ عمدۃ المقامات از خواجہ محمد فضل اللہ مطبوعہ کراچی ۴۹۱

۲۔ تکملہ مقالات الشعراء از محمد ابراہیم خلیل ص ۵۰۔

۳۔ تکملہ مقالات الشعراء محمد ابراہیم خلیل ص ۵۰-۵۱۔

مخدوم عبداللہؒ

آپ مخدوم محمد عبداللطیف ثانیؒ کے صاحبزادے ہیں ۔ آپ کا سلسلہ نسب اس طرح چند واسطوں سے سندھ کے مشہور و معروف عارف کامل اور فاضل یگانہ حضرت مخدوم محمد ہاشم ٹھٹوی علیہ الرحمۃ تک پہنچتا ہے ۔

" مخدوم عبداللہ بن عبداللطیف بن مخدوم ابراھیم (مڈئی) بن مخدوم عبداللطیف اول بن مخدوم محمد ہاشم بن مخدوم عبدالغفور بن مخدوم عبدالرحمٰن بن عبداللطیف بن عبدالرحمان بن خیرالدین " سرہندی بتورائی ثم بہرامپوری ثم ٹھٹوی" صاحب مقالات الشعراء ، مخدوم محمد ابراھیم خلیل فرماتے ہیں کہ

" کمالات مآب طریقت انتساب خالوئے فقیر کاتب الحروف " (۱)

کمالات ظاہری و باطنی کے جامع مخدوم عبداللہ میرے ماموں ھیں ۔

کمالات ظاہری و باطنی:۔ آپؒ کمالات ظاہری و باطنی کے جامع تھے ۔ علوم دینیہ کے فارغ التحصیل تھے ۔ تقویٰ اور دینداری میں بے نظیر و بے مثیل تھے ۔ وعظ و تقریر میں آپ کا جواب نہ تھا ۔

قاضی میاں عبدالرحیم صاحب فرماتے تھے کہ بلاغت وفصاحت کے لحاظ سے اب آپ جیسی تقریر کرنے والا اس شہر میں کوئی دوسرا نہیں اور قدماء کے دستور اور وضع کو قائم رکھنے والا اس شہر میں میر سید صابر علی شاہ شکراللھیؒ جیسا کوئی نہیں تھا ۔ افسوس اب اس شہر میں ان دونوں میں سے کوئی بھی نہیں رہا ۔ یہ بات لکھنے کے بعد مخدوم ابراھیم افسوس کرتے ہوئے اردو کا یہ شعر نقل کرتے ہیں ۔

کس کس کو یاد کیجیئے کس کس کو رویئے
کیا کیا نہ آسماں کے ہوا انقلاب سے

آپ نثر اور نظم دونوں میں مہارت تامہ رکھتے تھے اور برجستہ شعر تحریر فرماتے تھے چنانچہ آپ کا یہ ایک شعر ہے۔

جان بے قالب درین عالم رسیدن مشکل است
طائر روح سبک روحاں پریدن مشکل است

شاعری میں آپ کا تخلص "امید" ہے۔ آپ کی تاریخ وفات کہیں سے دستیاب نہ ہو سکی، مخدوم محمد ابراھیم خلیل فرماتے ہیں کہ آپ کی تاریخ وفات میں نے نکالی اور آپ کے انتقال پرملال پر میں نے کچھ اشعار کہے تھے جو دیوان مسکین میں موجود ہیں۔ (۴)

لیکن افسوس یہ ہے کہ "دیوان مسکین ابھی تک کسی کو دستیاب نہیں ہوسکا۔

۱۔ فٹ نوٹس و تکملہ مقالات الشعراء ص ۴۳ تا ۵۲۔

۲۔ فٹ نوٹس و تکملہ مقالات الشعراء ص ۵۱ - ۵۲ تا ۶۶۔

پلاس پوش (خلیفہ)

نام آپ کا معلوم نہیں ہوسکا۔ آپ خلیفہ پلاس پوش کے ہی لقب سے مشہور و معروف ہیں حضرت مخدوم محمد ہاشمؒ کی اولاد امجاد میں جو ولئ کامل مخدوم ابراھیم (مڈئی والا) گذرے ہیں ان کے آپ اجل خلفاء میں سے ہیں۔ آپ معرفت کی بلندیوں پر پہنچے ہوئے تھے۔ آپ کے مقام معرفت کا اندازہ آپ کے مرشد کے اس ارشاد سے ہوتا ہے کہ اگر کوئی شخص معرفت اور حقیقت کے اس اعلیٰ مقام پر پہنچنا چاہتا ہے کہ وہ شمشیر برہنہ بن جائے یعنی اگر اس کی زبان سے کسی کے لئے بددعا نکل جائے تو اس کا فوراً کام تمام ہوجائے۔ تو اس مقام کو حاصل کرنے کیلئے ہمارے خلیفہ " پلاس پوش " کی صحبت اختیار کرے۔ کہ اس کی صحبت میں رہکر اسے یہی مقام حاصل ہوجائے گا۔

بیعت و خلافت :۔ حضرت مخدوم محمد ابراہیم (مڈئی والہ) سے آپ کی بیعت و خلافت کا واقعہ کچھ اس طرح سے ہے کہ ایک روز آپ حضرت مخدوم ابوالقاسم اور مخدوم محمد ہاشم علیہم الرحمۃ والرضوان کے مزارات پر حاضری کیلئے مکلی تشریف لائے جب زیارت سے فارغ ہوچکے تو دل میں خیال آیا کہ یہ بے ادبی ہے کہ اسلاف کے زیارت کریں اور ان کے اخلاف سے کنارہ کشی کریں۔ چلو ان کے سجادہ نشین (یعنی مخدوم محمد ابراہیم (مڈئی والہ) سے بھی چل کر مل لیتے ہیں ملاقات کا فیصلہ کرکے آپ شہر میں ان کی خانقاہ کی طرف چل پڑے۔ ایک عرصہ سے آپ سلوک کے اعلیٰ مقام پر اٹکے ہوئے تھے اور وہ مقام حل نہیں ہو رہا تھا۔ جیسے ہی آپ شہر پہنچ کر حضرت کی مسجد میں حاضر ہوئے تو دیکھا کہ

حضرت مخدوم محمد ابراہیم مسجد میں سامنے ہی جلوہ افروز ہیں ۔ ابھی انہوں نے مسجد میں ایک قدم ہی رکھا تھا کہ حضرت نے ان پر ایک نگاہ کرم ڈالی ۔ اس نگاہ کیمیا اثر کا پڑنا تھا کہ ان کے سلوک کے تمام مشکل مقامات حل ہوتے چلے گئے اور برسوں سے جس کی طلب میں وہ پھر رہے تھے وہاں ایک لمحہ میں ان کو میسر آگئی ۔

اے لقائے تو جواب ہر سوال
مشکل از تو حل شود بے قیل و قال

اپنی یہ حالت دیکھ کر تو وہ حضرت کے دل و جان سے فریفتہ ہوگئے۔ قدمبوس ہو کر حضرت سے بیعت ہوئے ۔ چند ہی دنوں میں کمال پر پہنچے اور خلافت و اجازت سے سرفراز ہوئے ۔

--- ۳۔ تکملہ مقالات الشعراء مخدوم محمد ابراہیم جنبل ص ۴۷۔۵۰ ۔

احمد خاں نظامانی

مخدوم محمد ہاشم ٹھٹوی کی اولاد امجاد میں سے مخدوم محمد ابراہیم (مڈئی والا) جو مشہور اور صاحب کشف وکرامت بزرگ گزرے ہیں آپ انہیں کے اجل خلفاء میں سے ہیں ۔ اپنے وقت کے مشہور صاحب خرق عادات بزرگوں میں آپ کا شمار ہوتا ہے بلوچ قبیلہ سے تعلق رکھتے ہیں ۔

اکتساب علوم باطنی:۔ علوم شرعیہ کی تحصیل کے بعد علوم باطنی کی تحصیل کے لئے آپ نے مخدوم محمد ابراہیم (مڈائی والہ) کی صحبت اختیار کی اور وہیں رہ کر اپنے روحانی مراتب کی تکمیل کی اور انہیں سے اجازت و خلافت حاصل کی اس کے علاوہ مخدوم محمد ابراہیم (مڈئی) کے مرشد یعنی حضرت شاہ صفی اللہ کی بھی آپ پر خصوصی نظر کرم تھی اور آپ ان کی بارگاہ میں بھی مقبول و محبوب تھے جیسا کہ پیر غلام رسول سرہندی فرماتے ہیں کہ !

" خلیفہ میاں احمد خاں از اکابر خلفائے طریقت عالیہ مجددیہ معصومیہ دروقت خود بودہ کہ نزد مخدوم میاں حاجی محمد ابراہیم صاحب ٹھٹوی (نبیرہ مخدوم المخادیم میاں حاجی محمد ہاشم صاحب) اخذ طریقہ و فیض یافتہ است و درنزد حضور مرشد مرشد خود حضرت قیوم جہاں خواجہ حاجی محمد صفی اللہ صاحب سرہندی کابلی علیہ الرضوان والرحمۃ مقبول گردیدہ واز انظار خاصہ اش بہرہ ور بودہ ، وہم غائبانہ از حضرت بی بی صاحبہ کلاں قدس سرہا فیوض و انظار خاصہ برسرش القاشدہ اند " (۱)

مرشد کی نظر میں:۔ حضرت مخدوم محمد ابراہیم کو اپنے دیگر خلفاء میں آپ بہت محبوب تھے ، جیسا کہ پیر غلام رسول سرہندی فرماتے ہیں کہ

"چونکہ خلیفہ صاحب مذکور الصدر از اشعہ ، ولمعان انوارو فیضان اسرار مخدوم صاحب و نیز مرشد مخدوم صاحب حضرت خواجہ صفی اللہؒ پر توش دو چنداں شدو بہ نسبت دیگر خلفاء در نزد مرشد خود ہم صاحب وقعت بود" (۲)

مرشد کی نظر میں آپ کا جو مقام تھا اس کا اندازہ آپ کے مرشد کے اس ارشاد سے بھی بخوبی ہوتا ہے کہ اگر کوئی شخص یہ چاہتا ہے کہ وہ معرفت و حقیقت کے اس سب سے اعلیٰ مقام پر پہنچ جسے مقام فنا کہتے ہیں یعنی جہاں سوائے خدا کے کچھ نہیں رہتا حتیٰ کہ انسان کی اپنی ذات بھی اس میں گم ہو جاتی ہے تو اس شخص کو چاہیئے کہ وہ ہمارے خلیفہ احمد خاں نظامانی کی صحبت اختیار کرے کہ ان کی صحبت سے انسان کو یہ اعلیٰ مقام ملتا چلا جائیگا۔ (۳)

حضرت شہیدؒ کی نظر میں:۔ حضرت شاہ محمد ضیاء الحق (المعروف بحضرت شہیدؒ والمشہور بحضرت مھنہ والے) جو آپ کے مرشد حضرت شاہ صفی اللہؒ کے داماد بھی تھے اور خلیفہ بھی ، ان کی نگاہ میں آپ کا کیا مقام تھا اس کا اندازاہ اس واقعہ سے ہوتا ہے کہ آپ کے صاحبزادے حاجی عبدالرحیم بملقب حضرت آغا صاحب ، جب آپ کے ہمراہ زیارت حرمین شریفین کیلئے گئے تو وہاں انہوں نے لپنے والد سے عرض کیا کہ مجھے بیعت کریجئے اور اس آبائی روحانی فیض اور ورثہ سے مجھے بھی سرفراز فرمادیجئے۔

تو حضرت شاہ ضیاء الحقؒ نے ان سے فرمایا کہ میں تم کو خلیفہ احمد خاں نظامانی سے بیعت کراؤنگا ، چنانچہ جب آپ وہاں سے واپسی پر سندھ پہنچے اور حضرت خلیفہ احمد خاں نظامانی آپ سے ملاقات کے لئے حاضر ہوئے تو آپ نے فرمایا کہ !

"میرے اس فرزند کو سلسلہ عالیہ میں تم بیعت کرو"

خلیفہ صاحب نے انتہائی عاجزی و انکساری سے عرض کیا کہ ان کو تو آپ خود ہی بیعت فرمائیں ہاں البتہ میں دعا میں شریک ہو جاؤنگا۔

چنانچہ لکھا ہے کہ خلیفہ صاحب آپ کو اپنے گاؤں لے گئے وہاں حضرت شہیدؒ نے ان کے گاؤں کی مسجد میں حضرت خواجہ شاہ آغا صاحب کو بیعت فرمایا اوراس وقت خلیفہ صاحب بھی موجود تھے جو حضرت آغا صاحب کو فیض پہچانے اور نسبت کے القاء کرنے میں حضرت شہیدؒ کے ساتھ برابر کے شریک رہے۔

اس واقعہ سے خلیفہ صاحب کی عظمت اس خاندان مجددیہ میں جس طرح روشن تھی اسکا بخوبی اظہار ہوتا ہے۔

حضرت شہیدؒ نے باوجود صاحب سجادہ اور صاحب نسبت ہونے اور اولاد امام ربانی ہونے کے خود بیعت کرنے کی بجائے اپنے صاحبزادے کوخلیفہ صاحب سے بیعت کرانے کے لئے کہا، پھر ان کے انکار پر ان کو اس القاء نسبت میں شریک کیا۔ اس کی وجہ بیان کرتے ہوئے پیر غلام رسول سرہندی مجددی فرماتے ہیں۔ کہ

" دراصل خلیفہ صاحب کا سینہ انوار گنجینہ دو قسم کی نسبتوں سے منور تھا ایک تو وہ نسبت جو مخدوم محمد ہاشم ٹھٹویؒ کی اولاد میں سے ہوتی ہوئی مخدوم ابراہیمؒ کے ذریعہ خلیفہ صاحب تک پہنچی تھی۔ اور دوسری وہ نسبت جو شاہ صفی اللہؒ سے ان کو پہنچی جو اولاد حضرت امام ربانی مجدد الف ثانیؒ سے تھے۔ تو چونکہ خلیفہ صاحب ان دونوں نسبتوں کے جامع تھے اس لئے آپ کو شریک کرکے آپ سے بھی القائے فیض کرایا تاکہ شاہ آغا دونوں نسبتوں سے مزین و مستیز ہوجائیں

چنانچہ تحفتہ الطالبین میں پیر غلام رسول سرہندی یوں ارشاد فرماتے ہیں۔

بہرحال خلیفہ صاحب مذکور ہم مددگار و معاون درالقائے فیض گشتند، ونسبت کہ از مخدوم صاحب والا مرتبت میاں حاجی محمد ابراہیم ٹھٹوی نقشبندی بنیرہ مخدوم محمد ہاشم ٹھٹوی علیہما الرحمۃ والرضوان بار حاصل گردید آن نسبت راہم بذریعہ میاں احمد خان نظامانی علیہ الرحمۃ بحضرت خواجہ آغا صاحب رسیدہ

بقول بزرگے ۔

ازیں افیون کہ ساقی درمے افگند

حریفاں را نہ سر ماند و نہ دستار (۴)

آفتاب و ماہتاب :۔ خلیفہ صاحب کی ریاضات کے متعلق یہ بات مشہور تھی کہ آپ نے کئی بار سندھ سے کابل تک پاپیادہ سفر کیا آخری مرتبہ آپ ایک حلوے کا مرتبان اپنے سر پر اٹھا کر وہاں پہنچے اور وہ حقیر تحفہ حویلی کے اندر بھجوا دیا گھر میں حضرت بی بی صاحبہ کلاں جو حضرت شاہ صفی اللہ سے اجازت یافتہ تھیں ، بڑی عابدہ ، زاہدہ اور عارفہ کاملہ تھیں ، خلیفہ صاحب کے انوار و تجلیات کا پہلے ہی سے مشاہدہ کر لیا تھا ، اپنے بچوں سے فرمانے لگیں کہ " جاؤ باہر جا کر ایک آفتاب و ماہتاب آرہا ہے اس کا استقبال کرو " ۔

جب بچے باہر نکلے تو انہوں نے خلیفہ صاحب کو دیکھا اور واپس اپنی والدہ صاحبہ کے پاس آکر کہنے لگے کہ ایک کالا (سیاہ فام) آدمی سندھ سے آیا ہے نہ تو وہ آفتاب ہے اور نہ وہ ماہتاب ہے ۔ اس پر حضرت بی بی صاحبہ نے فرمایا بچو!

" اس قلب پر جو اللہ تعالیٰ کے انوار و تجلیات برس رہے ہیں اس کی وجہ سے اس کا قلب آفتاب و ماہتاب کی طرح روشن ہے "

اس واقعہ کو نقل کرنے کے بعد حضرت پیر غلام رسول سرہندی فرماتے ہیں کہ ۔

حضرت شہیدؒ نے اپنے فرزند کو ان کے سامنے بیعت کرنے کے لئے جو فرمایا تھا اس کی وجہ بھی یہی تھی ۔ " وغالباً ہمیں باعث شدند بر آنکہ حضرت شہید بفرزند خود فرمود کہ شمارا درپیش میاں احمد خان نظامانی در طریقۃ داخل خواہم نمود (۵)

ہمعصر اولیاء :۔ آپ کے ہمعصر اولیاء کی نگاہ میں بھی آپ کی بڑی قدرومنزلت تھی اور وہ آپ کا بڑا ادب و احترام کرتے تھے ۔ اور آپ بھی ان کی تعظیم کرتے تھے ۔

چنانچہ مخدوم محمد ابراہیم خلیل نے اپنے عارف کامل جدامجد مخدوم غلام حیدر (المعروف بعالی حضرت) کا ایک واقعہ ذکر کیا ہے کہ ایک روز خلیفہ صاحب کے مخدوم ابراہیمؒ کے یہاں آنے کی خبر آئی، میرے جدامجد یعنی قبلہ عالی حضرت نے میرے والد ماجد (جنکا لقب دائم الصوم تھا) سے فرمایا کہ حضرتِ مخدوم صاحب (مڈئی) اور میر صاحب (میر سید نظر علی) اور یہ جو خلیفہ صاحب آئے ہیں ان تینوں کی ابروئیں ایک جیسی ہیں آج نماز جمعہ کے بعد حضرت ابوالقاسمؒ کے مزار پرانوار پر حاضری دینگے اور اس کے بعد خلیفہ صاحب کے پاس جاکر ان سے ملاقات کریں گے۔ لیکن دل کو دل سے راہ ہوتی ہے ابھی عالی حضرت جمعہ کی نماز سے فارغ ہو کر نکلے ہی تھے کہ سامنے سے خلیفہ صاحب کو آتے ہوئے دیکھا جو آپ سے ہی ملاقات کے لئے تشریف لا رہے تھے چنانچہ پھر جب یہ دونوں اپنے وقت کے اولیاء مل کر بیٹھے ہیں تو خوب قال و حال پر گفتگو ہوئی۔ (۶)

صاحب تکملہ کی نظر میں:۔ وقت کے تمام مورخین اور اولیاء اپنی اپنی جگہ پر آپ کا بڑے ادب و احترام سے ذکر کررہے ہیں چنانچہ مخدوم محمد ابراہیم خلیل آپ کی شان میں یہ القاب استعمال کرتے ہیں۔ "معدن کرامت، مخزن ولایت" اور فرماتے ہیں کہ اس ولی کامل کا ذکر شعراء کے حالات کے ضمن میں زیب تو نہیں دیتا، بلکہ ان کا ذکر تو اولیاء اللہ کے تذکرہ میں ہونا چاہیئے لیکن آپ کا یہاں ایک شاعر کی حیثیت سے تبرکا ذکر کیا جارہا ہے۔

خواجہ محمد فضل اللہ کی نظر میں:۔ عارف کامل خواجہ محمد فضل اللہ سرہندی کابلی اپنی تصنیف لطیف عمدۃ المقامات میں آپ کا ذکر حضرت مخدوم ابراہیمؒ کے دیگر اکابر خلفا کے ضمن میں کرتے ہوئے فرماتے ہیں۔

"ہر یکے صاحب معارف و اسرار مظاہر کشوف و انوار اند و براہ نمونئ خلائق مشغول" (۷)

صاحب تحفتہ الطالبین کی نظر میں :۔ حضرت پیر غلام رسول سرہندی مجددی اپنی تصنیف تحفتہ الطالبین میں رقم طراز ہیں کہ

" در وقت خود درمیان خلق مقتدر و اقبالش بلند و از ہمعصران سر بلند و قبولیت زیادہ حاصل کردہ و بجمیع نسبتہائے مخدوم صاحب حاجی صاحب محمد ابراہیم علیہ الرضوان و الرحمتہ مربوط و متسلسل مضبوط و بآں ذرائع تمام فیوض و برکات او بکلیہ مرجو و منوط اند " (۸)

شاعری :۔ آپ شاعری بھی فرماتے تھے ، تخلص احمد تھا ۔ شروع شروع میں جب آپنے شعر کہنے کی ابتداء کی تو اسی وقت سے آپ کا شہرہ دور دور ہونے لگا جب آپ کی شہرت کی صدا اس وقت کے بڑے بڑے شعرا کے ایوانوں میں پہنچی تو وہاں کھلبلی مچ گئی ۔ حسد کے باعث آپ کو نیچا کرنے کی غرض سے بڑے بڑے استاد شعراء نے اپنے شاگردوں کو اپ کا امتحان لینے کی غرض سے بھیجا ۔

چنانچہ لکھا ہے کہ کچھ شعراء حضرت مخدوم محمد ابراہیم کے پاس آئے اور عرض کیا کہ ہم نے سنا ہے کہ فقراء کی جماعت میں بھی کوئی ایسا شاعر پیدا ہوگیا ہے جس کے اشعار بڑے مقبول ہورہے ہیں ۔ کیا ہمیں اس شاعر سے ملنے کی اجازت ہے ، حضرت مخدوم صاحب نے خلیفہ صاحب کی طرف اشارہ کرکے فرمایا کہ وہ ہیں ان سے ضرور مل لو ۔

یہ لوگ آپ کے پاس گئے اور شعر و سخن کے متعلق باتیں شروع کردیں لیکن جس جس موضوع پر انہوں نے بات شروع کی حضرت خلیفہ صاحب نے اسی موضوع پر انہیں ساکت و لاجواب کردیا جب اشعار کی باری آئی تو ایک سے ایک عمدہ شعر سنا کر ان کو مبہوت کردیا اور آخر میں اپنا یہ شعر سنایا ۔

شب فراق ترا گربیاں کنم تمثیل
زنار زلف تو گیرم کہ بس سیاہ و دراز

" یہ شعر سن کر تو انہوں نے اپنی ہار مان لی اور اٹھتے ہوئے تعجب سے کہنے لگے یہ بادیہ نشین اتنا عمدہ اور نفیس شعر کہتے ہیں ۔ " اس جیسے شعر تو شہریوں کے لئے بھی حیران کن ہیں ۔ (۹)

صاحب تکملۃ الشعراء نے آپ کے کچھ اشعار ذکر کئے ہیں جنمیں سے چند یہ ہیں ۔

اے دل بدیں خیال پریشان کیستی — غیر از فراق نیست نصیب زمان ما

وے دیدہ اشکبار تو حیران کیستی — اے روزگار وصل بدوراں کیستی

بلقیس وار دررہ شوقت قدم زدم

لیکن ندامت کہ سلیمان کیستی

یہ بھی آپ کے اشعار ہیں !

برمسند ملامت نوبت بما رسیدہ

شاہد پیئے سلامت مارا کم آفریدہ

ناموس عفتم راخرمن بباد دادہ — دعوائے عصمتم راصد پردہ بردریدہ

یاراں آشارا ہر چند آزمودم — خواہند کز سرما بیرون کشند دیدہ

برا فتقار احمد رحمے کہ باشداز جاں

جاناں ترا بعالم یک بندہ آفریدہ

یہ بھی آپ ہی کا ایک شعر ہے ۔

ترا ہر آنکہ رہ و رسم دلبری آموخت

مرا تبرک دل و جاں قلندری آموخت (۱۰)

اس کے علاوہ آپ نے خواجہ شاہ صفی اللہؒ کے وصال پر بھی ایک طویل قصیدہ تحریر فرمایا تھا جس کے صرف یہ دو شعر صاحب عمدۃ المقامات نے نقل فرمائے ہیں :

ذی قعدہ بدو پگاہ ششم

کاں اختر برج شد گم

دو شنبہ دوازدہ صدو سال

کاں باز زدہ از جہاں پر و بال (۱۱)

۱۔ تحفتہ الطالبین قلمی، پیر غلام رسول سرہندی صفحہ ۶۵ ۔ ۶۶

۲۔ تحفتہ الطالبین قلمی ۔ پیر غلام رسول سرہندی ص ۶۷ ۔

۳۔ تکملہ مقالات الشعراء مخدوم ابراہیم خلیل ص ۵۰ ۔

۴۔ تحفتہ الطالبین قلمی، پیر غلام رسول سرہندی ص ۶۶ ۔

۵۔ تحفتہ الطالبین قلمی، پیر غلام رسول سرہندی ص ۶۶ ۔

۶۔ تکملہ مقالات الشعراء، باب الالف "احمد از مخدوم ابراہیم خلیل ص ۲۱

۷۔ عمدۃ المقامات از خواجہ محمد فضل اللہ ص ۴۹۱ ۔

۸۔ تحفتہ الطالبین قلمی از پیر غلام رسول سرہندی ص ۶۷ ۔

۹۔ تکملہ مقالات الشعراء، از مخدوم ابراہیم خلیل ص ۲۲۰ باب الالف "احمد"

۱۰۔ تکملہ مقالات الشعراء باب الالف "احمد" ص ۲۲، ۲۳ از ابراہیم خلیل

۱۱۔ عمدۃ المقامات ص ۴۷۹ از خواجہ فضل اللہ ۔

محمد امین چھترائی

سلسلۂ نقشبندیہ کے ایک بہت اچھے بزرگ تھے ، اتباع شریعت و طریقت ، ورع و تقویٰ ، اور پرہیزگاری سے متصف نہایت دیندار اور پرہیزگار شخص تھے ۔ آپ کے متعلق مخدوم ابراہیم خلیل فرماتے ہیں کہ ۔

دیندارو بزرگی آثاریگانہ علوم ظاہریہ و فرزانہ
رسوم باطنیہ میاں محمد امین چھترائی است "

علوم و فنون :۔ علوم ظاہریہ کے نہ صرف جامع بلکہ یگانہ تھے ، نثر اور نظم دونوں میں بڑی مہارت رکھتے تھے ، صاحب تصنیف و تالیف تھے چنانچہ حضرت مخدوم محمد ابراہیم (مڈئی والا) اور حضرت خلیفہ نظامانی کے حالات میں انہوں نے ایک کتاب قلمبند کی ہے ، جس کا نام " مناقب مخدومین معظمین " ہے ۔ اس میں ان دونوں کاملین اولیاء اللہ کے حالات واقعات ، خوارق عادات اور کرامات اور مکتوبات تحریر کئے ہیں ۔ مخدوم ابراہیم خلیل کہتے ہیں کہ وہ کتاب ان کے ہاتھ کی لکھی ہوئی میں نے دیکھی ہے اس میں انہوں نے اپنے تحریر نویسی کی بڑی مہارت دکھائی اور حضرت مخدوم ابراہیم مڈئی کے جو مکاتیب نقل کئے ہیں ان میں سے ہر ایک مکتوب علیحدہ طرز اور علیحدہ اسلوب سے نقل کیا ہے ۔

علوم باطنی :۔ آپ نے علوم باطنی کی تکمیل انہی دونوں اولیاء اللہ سے کی ، یعنی مخدوم محمد ابراہیم (مڈئی والا) اور خلیفہ نظامانی صاحبؒ ۔ ان دونوں حضرات کی صحبتیں اٹھائیں ، اور اس میں انکے فیوضات و برکات سے اپنے دامن کو معمور کیا ۔

اپنے ان دونوں مربیوں سے آپ عشق کی حد تک محبت اور عقیدت رکھتے تھے ۔ اور اپنی اس تصنیف میں آپ نے اندونوں حضرات کا جس انداز سے ذکر کیا ہے اس سے آپ کے قلبی لگاؤ اور ان حضرات سے آپکی گہری عقیدت اور والہانہ عشق وارادت کا پتہ چلتا ہے ۔

شاعری :۔ شعر و شاعری سے بھی آپ لگاؤ رکھتے تھے ، اور اس فن کو بھی آپ نے اپنے مرشد اور مربیوں کی عظمت وشان کو آشکار کرنے کیلئے استعمال کیا ، چنانچہ کئی غزلیں آپ نے حضرت مخدوم ابراہیم مٹڈی والا " کی شان میں لکھیں اور کئی غزلیں ان کے خلیفہ حضرت نظامانی رحمۃ اللہ علیہ کے متعلق لکھیں اور اس میں ان دونوں حضرت کے علو مرتبت کو آشکار کیا ۔

ایک غزل جو انہوں نے حضرت مخدوم محمد ابراہیم (مٹڈی والا) کی شان میں تحریر کی تھی اس کا مقطع یہ تھا ۔

روز و شب داشت امین سعئ قدمبوسئ تو
مگر انیست کہ باحکم ازل جنگ نکرو

اسی طرح حضرت خلیفہ نظامانی نقشبندی رحمۃ اللہ علیہ کے متعلق جو غزل آپ نے ارشاد فرمائی اس کا مقطع یہ تھا ۔

گر نظام کار خواہی او نظامانی ببیں
مصلحت گفتم امین گر بشنوئے گفتارما

حالات ماخوذ از تکملہ مقالات الشعراء محمد ابراہیم خلیل ، ٦٧ ۔

مخدوم محمد زمان ٹھٹوی رحمۃ اللہ علیہ

آپ صاحب تکملہ مقالات الشعراء مخدوم محمد ابراہیم خلیل کے اجداد میں سے سندھ کے ایک کامل بزرگ ہیں، آپ کے والد ماجد کا نام "محمد عنایت اللہ" تھا۔

شادی :- آپ کی دو شادیاں ہوئیں جس میں سے پہلی شادی ملا احسن خاں فاروقی کی صاحبزادی سے ہوئی۔ ملا احسن خاں فاروقی، میاں محمد ناصر شاکرانی کے بھانجے تھے۔ اور حضرت ابوالقاسم نقشبندی کے فیض یافتہ اور ان کے مریدوں میں سے تھے۔

اس اہلیہ سے آپکے کوئی اولاد نہیں ہوئی چنانچہ اس اہلیہ کی وفات کے بعد پھر آپ کا نکاح مخدوم ابوالقاسم کی پوتی یعنی مخدوم ابراہیم کی صاحبزادی کے ساتھ ہوا۔ انکے بطن سے مخدوم عبدالکریم جیسے کامل ولی اللہ پیدا ہوئے۔

تعلیم و تربیت :- ابتداء میں آپ نے قرآن مجید حفظ کیا، اس کے بعد علوم دینیہ کی تکمیل کی اور پھر حضرت ابوالقاسم نقشبندی کے فیوضات و برکات سے اپنے سینہ کو منور اور روشن کر کے علم باطنی میں بھی ایک اعلیٰ مقام پیدا کیا۔

مقام معرفت :- حضرت مخدوم ابوالقاسمؒ کی توجہات کے بدولت سلوک اور معرفت میں آپ اس مقام پر فائز ہو گئے تھے کہ دنیا اور اس کی ہر چیز کی محبت آپ کے دل سے نکل چکی تھی یہی وجہ ہے کہ آپ شروع میں بہت دولتمند تھے لیکن اس دولت اخروی کے حصول کے بعد دنیاوی دولت کی طلب اور حرص آپ کے دل سے نکل چکی تھی چنانچہ آپ نے اس دولت کے حصول کی طرف توجہ بھی کم کردی اور اس کے حصول کے ذرائع آہستہ آہستہ محدود اور مسدود ہوتے

چلے گئے یہاں تک کہ بالکل دنیا سے اپنے دل کو منقطع کر کے ہمہ تن خدا کیطرف متوجہ ہو گئے!

پھر تو یہ عالم تھا کہ ہر روز رات کو وتریں کھڑے ہو کر پورا پورا قرآن شریف ختم کیا کرتے تھے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی متابعت میں آپ کو بھی فقیری اور مسکینی اس قدر عزیز اور محبوب تھی کے اکثر و بیشتر بارگاہ خداوندی میں اپنی زبان سے آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کے ان دعائیہ کلمات کو دہراتے رہتے تھے۔

اَللّٰھُمَّ اَحْیِنِیْ مِسْکِیْناً وَّ اَمِتْنِیْ مِسْکِیْناً وَّ احْشُرْنِیْ فِیْ زُمْرَۃِ الْمَسَاکِیْنِ

یعنی اے اللہ مجھے مسکینی اور فقر کی حالت میں زندہ رکھ، اور اسی حالت میں وفات دے اور حشر کے دن غریبوں کے ہی زمرہ (گروہ) میں مجھے اٹھا۔

صاحب تکملہ مقالات الشعراء فرماتے ہیں کہ آپ کا یہ عالم تھا کہ آپ کے قلب میں ہر وقت " عشق خداوندی " کا ایک تلاطم خیز طوفان برپا رہتا تھا جس کے باعث " ماسویٰ اللہ " کے تمام خیالات اور غیرِ خدا کی تمام محبتیں اور تعلقات آپ کے دل سے یکسر محو ہو چکے تھے، بس آپ کے دل میں اگر کوئی چیز تھی تو وہ صرف خدا کے محبت اور اس کا تعلق تھا۔

شاید اسی مقام کے لئے عارف رومی فرماتے ہیں۔

عشق آن شعلہ است کو چوں برفروخت
ہر کہ جز معشوق باقی جملہ سوخت

یعنی عشق وہ آگ کے جو دل سے ماسوائے محبوب کو جلا کر خاکستر کر دیتی ہے۔ آپ کی صحبت پانے والے پرانے برگزیدہ لوگ جب آپ کی محفل سے اٹھتے تو یہ کہتے ہوئے جاتے تھے کہ اس صحبت میں مخدوم ابوالقاسمؒ کی صحبت کا مزا آ گیا

اس محفل نے حضرت نقشبندی کی محفل کی یاد تازہ کردی!

از هوا چونکه گزشتی وفنائے ببقا
خبرئت رفت ، مبارک که دم از کل زده ای

تکملہ مقالات الشعراء، مخدوم محمد ابراہیم خلیل مطبوعہ سندھ ادبی بورڈ ۱۶۷ - ۱۶۸ء

مخدوم عبدالکریم

آپ مخدوم ابراھیم خلیلؒ (صاحب تکملہ مقالات الشعراء) کے اجداد میں سے ہیں اور مخدوم محمد زمان ٹھٹویؒ (حضرت نقشبندی کے پوت داماد) کے قابل و لائق صاحبزادے تھے۔

اس وقت کے دو متبحر عالم اور عارف یعنی حضرت میراں حسن اللہؒ (الملقب بمیر کلاں)، اور مخدوم محمد ابراھیم صاحب (مڈئی والا) آپکے خالہ زاد بھائی تھے اور آپ اپنے ان دونوں خالہ زاد بھائیوں سے عمر میں بڑے تھے۔

حصول عمل و ہنر:۔ ابتداء میں قرآن پاک حفظ کیا اس کے بعد علوم معقول و منقول کی طرف آپ نے توجہ مبذول فرمائی اور اسمیں کمال حاصل کیا اس کے علاوہ خوشخطی میں بھی آپ نے بڑا کمال پیدا کیا تھا، فارسی خطاطی میں آپ بڑی مہارت رکھتے تھے۔ چنانچہ آپ نے اپنے ہاتھوں سے منطق کے چند رسالے یعنی " ایسا غوجی " اور قال اقول " وغیرہ نہایت خوش خط تحریر فرمائے، اوراخیر میں ان کتابوں پر اپنے دستخظ بھی ثبت فرمائے، اس کے علاوہ حدیث کی مشہور کتاب مشکواۃ شریف کا پہلا آدھا حصہ بہت خوبصورت حاشیہ کیساتھ مزین کر کے اپنے ہاتھ سے تحریر فرمایا، جسمیں اسکا متن عربی رسم الخط میں اور اس کا حاشیہ فارسی رسم الخط میں تحریر کیا اور اسی کتاب کے آخیر میں انکے صاحبزادے مخدوم غلام حیدر کے ہاتھ کی لکھی ہوئی تحریر بھی ہے۔

بیعت و خلافت:۔ علوم عقلیہ اور نقلیہ کی تحصیل کے بعد آپ علم باطن کی تحصیل کی طرف متوجہ ہوئے اور اس سلسلہ میں اس زمانے کے معروف سرہندی بزرگ وقت کے قطب حضرت شاہ صفی اللہ صاحبؒ (بمقلب قیوم جہاں) کی

خدمت اقدس میں حاضر ہوئے اوران سے بیعت ہوکر ان کے روحانی فیوضات و برکات سے مستفیض ہوئے اور سلوک کے اعلیٰ مقامات طے کر کے خلافت و اجازت سے سرفراز ہوئے چنانچہ صاحب عمدۃ المقامات شاہ محمد فضل اللہؒ نے حضرت قیوم جہاں کے خلفاء میں آپ کا بھی ذکر کیا ہے۔

مقام مرشد:۔ آپ کے مرشد کسقدر پہنچے ہوئے بزرگ تھے اس کا اندازہ ان کی اس کرامت سے ہوتا ہے ویسے اکثرو بیشتر آپ سے کرامت کا ظہور ہوتا رہتا تھا، چنانچہ ایک یہ بھی آپ کی کرامت بیان کی جاتی ہے کہ ایک روز آپ نے اپنے مریدوں کیساتھ ٹھٹہ کے مشہور بزرگ حضرت پیر پٹھا (پر پٹھا) کے مزار پر حاضری کا ارادہ فرمایا اور گھوڑے پر سوار ہو کر اپنے مخلصین کے ساتھ حضرت پیر پٹھا کے مزار کے طرف روانہ ہوگئے ابھی تھوڑی دور گئے تھے کہ آپ رک کر گھوڑے سے اتر گئے اور اپنے ساتھیوں اور ارادتمندوں سے فرمایا کہ تم تھوڑی دیر یہیں میرا انتظار کرو میں ابھی آتا ہوں، یہ فرما کے اپنا مصلیٰ ساتھ لئے جنگل میں جھاڑیوں کے اندر کہیں دور چلے گئے لوگوں کا خیال تھا کہ شاید آپ فراغ حاجت کے لئے تشریف لے گئے ہوں گے لیکن چونکہ مصلیٰ بھی آپ کے ساتھ تھا اس لئے لوگوں کو بڑی حیرت ہوئی جب بہت دیر ہو گئی اور حضرت واپس نہ آئے تو لوگوں کی پریشانی اور بڑھی اور ساتھ ساتھ فکر بھی لاحق ہو گئی اور عجیب عجیب خیالات آنے لگے، آخر ارادتمندوں سے رہا نہ گیا اور انہوں نے ایک ساتھی کو بھیجا کہ دیکھ کر آؤ، کہ حضرت خیریت سے تو ہیں؟ وہ ساتھی لرزتے کانپتے اس طرف روانہ ہوئے جس طرف حضرت نے رخ کیا تھا تلاش بسیار کے بعد انہوں نے دور سے دیکھا کہ حضرت اپنی جانماز پر تشریف فرما ہیں اور ایک بہت سن رسیدہ سفید ریش بزرگ حضرت کے پاس بیٹھے ہوئے ہیں اور حضرت ان سے گفتگو میں محو ہیں۔ یہ دیکھ کر وہ مطمئین ہوگئے اور اپنے ساتھیوں کے پاس آکر

انہیں اطمینان دلا دیا تھوڑی ہی دیر کے بعد حضرت بھی واپس تشریف لے آئے اور ساتھوں سے فرمایا کہ اب پیر پٹھا کے مزار پر جانے کی ضرورت نہیں واپس گھر چلو ، لوگ بڑے حیران تھے کہ حضرت نے اپنا ارادہ کیوں تبدیل فرمالیا ، آخرایک روز اس ساتھی سے رہا نہ گیا جو حضرت کو دیکھ کر آئے تھے ، حضرت سے تنھائی میں دریافت کر ہی لیا کہ ، حضور ! اس دن جو برگزیدہ اور سن رسیدہ بزرگ آپ کے ساتھ جانماز پر بیٹھے ہوئے تھے کیا وہ ہی پیر پٹھا تھے ؟ آپ نے ان کی طرف مسکرا کے دیکھا اور فرمایا ہاں وہ ہی تھے لیکن اگر تمہیں معلوم ہو ہی گیا ہے تو یہ خیال رہے کہ یہ راز فاش نہیں ہونا چاہیئے ۔

اس سے یہ بھی اندازہ ہوسکتا ہے کہ جب مرشد کی یہ شان تھی تو ان کے تربیت یافتہ خلیفہ کی کیا شان ہوگی ، جب پیر کا یہ عالم تھا تو انکے محبوب خلیفہ کا کیا مقام ہوگا ؟

تصانیف :۔ طریقت و حقیقت اور رشد و ہدایت میں بے پناہ مصروفیت کے باوجود آپ نے تصنیف و تالیف کا سلسلہ جاری رکھا ۔ چنانچہ آپ کی اہم تصانیف یہ ہیں ۔

۱۔ تَفْسِیْرُ سُوْرَۃُ یٰسٓ شَرِیْفُ۔

۲۔ تَفْسِیْرُ سُوْرَۃُ تَبَارَکَ۔

۳۔ تَفْسِیْرُ سُوْرَۃُ ھَلْ اَتٰی ۔

صاحب تکملہ فرماتے ہیں کہ آپ کی آخری دو تصانیف کے مقابلہ میں مذکورہ پہلی تصنیف ہمارے اس زمانہ میں ہر جگہ بہت مقبول اور معروف ہے ۔

شاعری :۔ شعر و شاعری سے بھی آپ کو لگاؤ تھا اور چونکہ اھل بیت اطہار سے آپکو بے انتہا قلبی محبت اور انس تھا اس لئے آپ نے واقعہ کربلاء کو اشعار کی

زبان میں بیان فرمایا ہے اور اس میں "صنعت مخمس" اختیار کی ہے۔ اور مخمس کا بندیہ مصرعہ ہے۔

افسوس کہ انصاف دراں قوم بنود

تکملہ مقالات الشعراء، مخدوم محمد ابراہیم خلیل، ١٦٩۔ ١٧٠۔

میر سید نظر علی

آپ " حضرت میر صاحب " کے لقب سے مشہور ہیں ، اور مخدوم ابراہیم صاحب (مڈئی والا) کے بھانجے ہیں ۔ مخدوم ابراہیم (مڈئی) کی صاحبزادی سے ہی آپ کی نسبت بھی طے ہوئی تھی ، لیکن ان سے شادی نہیں ہوئی ۔

تعلیم و تربیت :۔ آپ نے سب سے پہلے قرآن حفظ کیا ، تجوید و قرأت کا فن سیکھا ، پھر علوم ظاہری کی تحصیل کی طرف متوجہ ہوئے اور اس کے ساتھ ہی ساتھ علوم باطنیہ کی تحصیل میں بھی مصروف اور مشغول رہے ۔ اور حضرت ابوالقاسم نقشبندیؒ کے اویسی فیوضات سے بھرہ ور ہو کر فائز المرام ہوئے ۔

صاحب تکملہ مقالات الشعراء فرماتے ہیں کہ آپ " اخلاص " میں اس مقام پہنچے کہ یہ مقام اولیاء اللہ میں سے بہت کم کسی کو عطاء ہوتا ہے ۔

ریاضت :۔ شروع سے آپکی طبیعت سلوک کی طرف راغب تھی چنانچہ نو عمری میں ہی آپ نے ریاضات و مجاہدات شروع کر دیئے تھے ، لیکن اس طرح کہ کسی کو ان ریاضات کی خبر نہ ہونے پائے ، حتیٰ کے اس کو اتنا مخفی رکھتے تھے کہ گھر والوں تک کو خبر نہیں ہوتی تھی لیکن ظاہر ہے گھر والوں سے کب تک یہ بات پوشیدہ رہ سکتی تھی آخر ان کو معلوم ہو گیا کہ یہ بچہ اس نو عمری میں بڑی بڑی سخت ریاضتیں کرتا ہے لیکن گھر والوں نے اس خیال سے کہ کہیں آپ رنجیدہ خاطر نہ ہو جائیں ، آپ سے اس کے متعلق کچھ نہیں کہا ۔ اگر بزرگوں میں سے کسی کو ترس آیا تو اشاروں میں آپ سے کہا لیکن پھر بھی کھل کر منع نہیں کیا ۔ چنانچہ آپ اپنے شوق کی تکمیل کرتے رہے اور واصل باللہ ہو گئے ۔

سیرت :۔ صاحب تکملہ آپ کے اوصاف و اخلاق اور سیرت و کردار کی ان لفظوں میں تصویر کشی کرتے ہیں کہ ۔

" اقسام شرف وانواع تعظیم کہ اوسبحانہ پیدا فرمودہ ہمہ ذات آن ذات الحسنات را او تعالیٰ عطاء فرمودہ ۔۔۔۔ سید، حافظ ، قاری ، حاجی ، عالم ، کامل ، مکمل ، عامل اور ادبوند "

یعنی بزرگی اور شرافت کے جو بھی انواع اور اقسام اللہ تعالیٰ نے پیدا فرمائے ہیں یوں سمجھ لیجئے یہ سب کے سب اس ذات اقدس کے اندر موجود تھے آپ سید بھی تھے ۔ حافظ ، قاری ، حاجی اور عالم تھے خود بھی کامل تھے اور دوسروں کو کامل کرنے والے بھی تھے ، اورادو وظائف کے زبردست عامل بھی تھے "۔

" تجوید و قرأت میں یہ مقام تھا کہ حضرت مخدوم ابراہیم (مڈئی والے) فرماتے ہیں کہ جیسی قرأت یہ بچہ کرتا ہے ایسی پورے سندھ میں کوئی نہیں کرتا یہ اس انداز سے قرآن پڑھتا ہے کہ اس کے معنیٰ اور مضامین قلب میں اترتے چلے جاتے ہیں ۔

گوشہ نشینی :۔ آپ طبعاً عزلت پسند تھے ، مریدین اور متوسلین کی کثرت سے آمدورفت ، اور زندگی کے شور اور ہنگاموں سے اجتناب کرتے ہوئے ایک گوشۂ عزلت میں بیٹھ کر یاد خدا میں غرق رہا کرتے تھے ۔

آپ کی اس عادت شریفہ کو دیکھ کر حضرت مخدوم ابراہیم صاحب (مڈئی والا) کو بھی عزلت نشینی کا شوق ہوا اور انہوں نے بھی آپ سے فرمایا کہ میں بھی تمہاری طرح اب باہر نہیں نکلوں گا بلکہ گوشہ نشینی اختیار کرونگا ۔ کچھ روز تو آپ نے عزلت نشینی اختیار فرمائی لیکن چند روز کے بعد آپ باہر تشریف لے آئے اور جب ایک روز حضرت میر صاحب کے پاس تشریف لائے تو حضرت میر صاحب نے فرمایا کہ " خالو صاحب ! آپ نے تو نہ نکلنے کا پروگرام بنایا تھا ، یہ آج باہر کیسے نکل آئے ؟ اس پر حضرت مخدوم صاحب (مڈئی والا) نے فرمایا کہ اس نعمت

سے تو اللہ تعالیٰ نے صرف تم ہی کو نوازا ہے " اس پر حضرت میر صاحب نے فرمایا کہ " الحمدللہ " اللہ نے اپنے کرم و عنایت سے مجھے یہ طاقت بھی عطاء فرمائی ہے کہ اگر میں چاہوں تو " گھار " کی ندی سے لیکر خانقاہ تک کھانوں کی دیگیں ہی دیگیں چڑھوادوں اور ہر آنے جانے والے کیلئے لنگر عام کردوں، لیکن میں اپنی اس فقیری میں مست ہوں مجھے اس خلوت کدہ میں خدا کی ذات مل گئی ہے اب اس کے سامنے میرے لئے سب چیزیں ہیچ ہیں۔

مستجاب الدعوات :۔ آپ بڑے مستجاب الدعوات تھے، جو بارگاہ الہیٰ میں دعا کردی وہ ہی پوری ہو گئی۔ چنانچہ ایک روز آپ ظہر کی نماز ادا کرنے کے لئے خانقاہ سے نکل رہے تھے کہ ایک بچہ دوڑتا ہوا آپ کی خدمت میں آیا اور رو رو کر عرض کرنے لگا کہ میرے باپ پر جان کنی کا عالم طاری ہے وہ مرنے والا ہے خدا کیلئے کچھ کیجئے، اگر وہ مرگیا تو میرا کیا ہوگا میری اتنی سی عمر ہے میں تباہ ہو جاؤنگا، برباد ہوجاؤنگا۔ آپ نے فرمایا کہ اچھا یہ بتا کہ وہ کتنے سال اور زندہ رہے تو تو اپنے پاؤں پر کھڑے ہونے کے قابل ہوجائیگا، اس نے عرض کی کہ " سولہ سال آپ نے اس کو پانی پر دم کرکے دیا اور فرمایا کہ جا اپنے باپ کو یہ پانی پلا دے، اور فکر مت کر، انشاء اللہ تیرا باپ سولہ سال تک نہیں مریگا۔ چنانچہ ایسا ہی ہوا وہ پانی کو پیتے ہی صحت یاب ہو گیا اور اپنے کاروبار میں مصروف ہو گیا عرصہ دراز کے بعد پھر اس کے باپ کی ویسی ہی کیفیت ہوئی اور وہ مرنے کے قریب ہوگیا، اس کا لڑکا جو اب جوان ہو چکا تھا دوڑتا ہوا پھر حضرت کی خدمت میں حاضر ہوا، اور گڑ گڑانے لگا، آپ نے فرمایا کہ اس سے قبل جب تو میرے پاس آیا تھا، اس واقعہ کو کتنے سال ہو گئے، اس نے عرض کی کہ پورے سولہ سال ہوگئے ہیں، آپ نے فرمایا کہ بس! جو مدت مقرر ہوئی تھی وہ اب ختم ہوچکی ہے ہاں اگر اسی وقت تو زیادہ بولدیتا تو زیادہ مدت مقرر کردیتے۔ اب اللہ کی رضا پر راضی ہو جاؤ۔ اور یہ خیال دل سے نکالدو۔ یہ سن کر وہ گھر گیا جیسے ہی گھر میں

داخل ہوا اس کے والد کی روح قفس عنصری سے پرواز کر گئی۔

نگاہ دور رس:۔ مستقبل میں ہونے والے واقعات و حالات بھی آپ کی نگاہوں کے سامنے ہوتے تھے، چنانچہ ایک روز ایک مرید نے حاضر ہو کر حضرت سے دریافت کیا کہ "مسلمان ہونے کے کیا معنیٰ"؟ آپ نے فرمایا وقت آرہا ہے تمہیں خود معلوم ہوجائیگا چند روز گزرنے کے بعد ایک دن جب وہ آپ کی خدمت میں حاضر ہو کر گھر جارہا تھا تو راستہ میں اس نے ایک ہجوم دیکھا، ہجوم کے اندر جب گھسا تو اس نے دیکھا کہ ایک مجرم کو کوڑے لگائے جا رہے ہیں اور ان کوڑوں کے نشانات سطور کی شکل میں اسکی کمر پر پڑ رہے ہیں یہ منظر دیکھکر اسے بہت افسوس اور دکھ ہوا، اسی قلق اور صدمہ میں وہ اپنے بستر پر آکے پڑگیا، لیکن اس صدمہ سے اس کا بدن بالخصوص اسکی کمر دکھ رہی تھی، گھر والوں سے کہا کہ میری کمر کو دیکھو نہ معلوم اس میں کیا ہوگیا ہے۔ سخت تکلیف ہورہی ہے، جب لوگوں نے کمر کو دیکھا تو اس میں کچھ نشانات سطور کی شکل میں پڑے ہوئے تھے، بالکل ویسے ہی جیسے اس مجرم کے کمر پر پڑے تھے۔ جب کچھ درد کم ہوا تو حضرت کی خدمت میں حاضر ہوا اور تمام ماجرا بیان کیا اور دریافت کرنے لگا کہ مجرم کے کوڑے لگے اور نشانات میرے کمر پر پڑگئے آخر اس کا کیا مطلب؟ آپ نے فرمایا کہ یہی وہ "اسلام" اور مسلمان ہے جس کے متعلق تو نے مجھ سے سوال کیا تھا، درحقیت مسلمان وہ ہی ہوتا ہے کہ اپنے بھائی کی تکلیف سے خود اس کو تکلیف پہنچے، اس کے درد کو دیکھ کر وہ خود درد مند ہوجائے، اس کا دکھ پھر اس کا دکھ بن جائے۔

کرامت:۔ حضرت میر صاحب کے مریدوں میں سے حاجی قادر نام کے ایک مرید تھے جنکو ادھیڑ عمر میں دوسری شادی کی سوجی لیکن اس وقت بڑھاپے کے آثار نمودار ہونے شروع ہو گئے تھے اور دو سامنے کے دانت ان کے گر گئے تھے اور وہ

خلاء انکے بڑھاپے کی چغلی کھا رہا تھا ، اس صورت حال سے پریشان ہو کر وہ صاحب شادی سے کچھ روز قبل حضرت کی خدمت میں حاضر ہوئے اور اس عیب کو دور کرنے کی درخواست کی ، آپ نے اپنی استعمال شدہ مسواک ان کو دی اور فرمایا کہ روزانہ یہ مسواک کیا کرو ابھی کچھ ہی روز انہوں نے یہ عمل کیا تھا کہ اللہ تعالیٰ نے اس مسواک کی برکت سے اس عیب کو اس طرح دور فرمایا کہ کچھ دائیں طرف کے اور بائیں طرف کے دانت اس خلاء کے طرف بڑھ گئے اور اس طرح وہ خلاء پر ہو گئی ۔

احتیاط :۔ اگرچہ آپ حنفی المذہب تھے لیکن احتیاط کی بنا پر آپ حتی الامکان ان امور افعال اور اقوال پر عمل کرتے تھے جو چاروں مذہبوں میں جائز ہوتے تھے ، تاکہ کسی مذہب میں کسی امام کے نزدیک جائز نہ ہونے کے باعث انکے مذہب کی رو سے میرا یہ فعل کہیں مردود نہ ہو جائے یہی وجہ تھی کہ آپ وضو کے کپڑے علیحدہ رکھتے تھے اور نماز کے علیحدہ وضو فرمانے کے بعد کپڑے تبدیل فرماتے تھے اور نماز پڑھتے تھے کہ کہیں وضو کا استعمال شدہ پانی کپڑوں میں لگنے کے باعث وہ کپڑے ناپاک نہ ہو گئے ہوں ۔ کیونکہ بعض ائمہ کے نزدیک وضو کا مستعمل پانی ناپاک ہو جاتا ہے ۔ اگرچہ ان ائمہ کے نزدیک بھی ایسا پانی نجس نہیں اور وضو کے قطروں کو وہ بھی معاف قرار دیتے ہیں لیکن حضرت کی احتیاط دیکھئے کہ آپ ان قطروں کا بھی خیال فرماتے ہوئے وہ کپڑے ہی اتار دیتے تھے اور دوسرے کپڑے بدلکر نماز ادا کرتے تھے ۔

تاریخ ہائے وفات :۔ حضرت میر صاحب کے انتقال پر بہت سے احباب اور شعراء نے تاریخ وفات لکھیں جس میں سے چند تاریخ ہائے وفات جو مخدوم ابراہیم خلیل (صاحب تکملہ) نے تحریر فرمائی درج کی جاتی ہیں ۔

اے وا دریغ ! ساز سفر کرد زیں جہاں
آنکس کہ بود شمع شبستان عرفان
خنداں گلے ! کہ رونق باغ سیاوت است
تاباں مہے ! کہ پر توئے چرخ کرامت است
از فیض ورع شد بصف اولیا امام
بر آسمان معرفت آمد مہ تمام
در باغ حافظان کلام خد است گل
حجاج کعبہ را بود او ھادیٔ سبل
بر تخت دین و کشور ، تکمیل شاہ بود
براوج جاہ رتبہ اکمال ، ماہ بود
خورشید نور بخش بمثلش ، فلک ندید
خنداں چو او بہار بباغے گلے نچید
اخلاص در عمل اگر آموزی اے پسر
زنہار دربدر مشو اینجا بیا پسر
ذوق من و خدا بودت گر بدل مدام
در خانقاہ حال فزائش بکن مقام
گفتم سلیقہ راکہ بتاریخ انتقال
بر گو چناں کہ قال بود ترجمان حال
طبعم بگفت چوں بسوئے سن شافتہ
عید وصال را بشب حج یافتہ
۱۲۲۳ھ

مخدوم ابرہیم نے اپنے اس قطعہ میں حضرت میر صاحب کو یوں نذرانہ

عقیدت پیش کیا۔

یا رب طفیل ایں شہ اقلیم معرفت
عرفان من نصیبہ من کن ز مکرمت
روئے دل خلیل بکن سوئے فضل خویش
سوئے رخ حقیر بکن روئے فضل خویش

اس شعر میں بھی آپ ہی نے تاریخ وفات کہی ہے۔

بود اختری باوج کمال فیوض و رشد
زاں سال او بگفت خرد " بود اختری "

۱۲۲۳ھ

وفات:۔ ذی الحجہ کی ۹ تاریخ کو ۱۲۲۳ھ میں عیدالضحیٰ کی رات کو آپ اپنے محبوب حقیقی کے دید کی حقیقی عید سے ہمکنار ہوگئے۔

چیست ازیں خو تبر در ہمہ آفاق کار
دوست رسد نزد دوست ، یار نزدیک یار

تکملہ مقالات الشعراء، محمد ابراہیم خلیل مطبوعہ سندھی ادبی بورڈ کراچی ۱۹۵۸ء

مخدوم غلام حیدر

آپ " عالی حضرت " کے لقب سے پہچانے جاتے ہیں ، آپ کے والد کا نام مخدوم عبدالکریم تھا ۔ آپ مخدوم محمد ابراہیم خلیل (صاحب تکملہ مقالات الشعراء) کے دادا ہیں ۔

تعلیم :۔ ابتداء میں آپ نے قرآن پاک پڑھا اس کے ختم کرنے کے بعد حضرت خواجہ شاہ محمد فضل اللہ صاحبؒ نے آپ سے پوچھا کہ اب علوم دینیہ تم کس استاد کے پاس حاصل کرنا چاہتے ہو ، تمہارا دل کس کی طرف مائل ہوتا ہے ۔ آپ نے حضرت میر سید نظر علی صاحبؒ کی طرف اشارہ کرتے ہوئے فرمایا کہ میں تو ان سے علوم دینیہ پڑھونگا ۔ چنانچہ آپ نے حضرت میر صاحب سے اپنی تعلیم کا آغاز فرمایا اور آپ ہی کے پاس اس کی تکمیل فرمائی ۔

شوق علم :۔ تحصیل علوم و فنون کے آپ بچپن سے ہی کس قدر شوقین تھے اس کا اندازہ اس واقعہ سے ہوتا ہے جو مخدوم ابراہیم خلیل نے اپنے بچپنہ کے متعلق تحریر کیا ہے ۔ لکھتے ہیں کہ ایک روز میں نے اپنے استاد کے پاس جانے میں کچھ سستی برتی اور کچھ کاہلی کا مظاہرہ کیا تو میرے دادا حضرت مخدوم غلام حیدر صاحبؒ نے مجھ سے فرمایا کہ بیٹا ان قیمتی دنوں کو ایسی سستی کر کے ضائع کرنا اچھی بات نہیں ہے ، دیکھو جس زمانے میں ہم علم حاصل کرتے تھے ہم نے کبھی ایک دن کا بھی ناغہ نہیں کیا یہاں تک کہ ہماری شادی کا دن آگیا ، صرف اس شادی والے روز ہم نے سبق چھوڑا ورنہ اس کے بعد پھر لگاتار اپنا سبق شروع کردیا اور اس کے بعد پھر کبھی اپنا سبق ناغہ نہیں ہونے دیا ۔ اور تم ہو کہ معمولی سی سستی کی وجہ سے اپنا قیمتی سبق ناغہ کر رہے ہو اور ان دنوں کو ضائع کر رہے ہو جنکا کوئی بدل نہیں ۔ ان دنوں کو غنیمت جانو اور سب کاموں سے

زیادہ " تحصیل علم " کو اہمیت دو۔

تحصیل علم باطن:۔ حضرت میر سید نظر علی صاحبؒ سے علوم ظاہری کی تکمیل کر رہے تھے اور دن رات اسی میں لگے ہوئے تھے، ایک روز آپ خانقاہ میں بیٹھے ہوئے فقہ کی مشہور کتاب " ھدایہ " جو آپ نے حضرت میر صاحب سے پڑھنی شروع کی تھی اس کے گہرے مطالعہ میں غرق تھے کہ حضرت میر صاحب آپ کے پاس آکر کھڑے ہوگئے اور آپ کو دیکھ کر فرمانے لگے " غلام حیدر میداند کہ ہر چہ ہست در کتاب ہست " یعنی غلام حیدر سمجھتا ہے کہ جو کچھ ہے سب کتابوں میں ہے آپ فرماتے ہیں کہ حضرت نے یہ بات اس انداز میں فرمائی کہ میرے دل میں اترتی چلی گئی، اس کے بعد سے میں نے علوم ظاہری کی طرف توجہ کم کر کے علوم باطنیہ کی طرف توجہ مبذول کرلی، اور حضرت میر صاحب سے ہی اس کی تحصیل شروع کردی۔ الغرض سالہا سال ان کی خدمت میں رہ کر ریاضات اور مجاہدات کر کے اس کی اعلیٰ سے اعلیٰ منزلیں طے کیں۔ اور قرب خداوندی کے ارفع و اعلیٰ مقام پر فائز ہوگئے۔

فنافی الشیخ:۔ اپنے مرشد حضرت سید نظر علی صاحبؒ سے آپ کو بے پناہ محبت اور الفت تھی، یوں کہیئے کہ آپ فانی فی الشیخ تھے اپنے شیخ اور مرشد کی محبت میں ایسے فنا تھے کہ اپنی آن اور شان سب مرشد پر قربان کردی تھی اپنے مرشد کا ہر کام خود کرتے تھے حتیٰ کہ بعض دفعہ ادنیٰ سا کام بھی اگر کوئی ہوتا تھا تو اس کے کرنے سے بھی عار محسوس نہیں کرتے تھے بلکہ اس کو خود کرنے کے لئے لپک پڑتے تھے تاکہ کوئی اور خادم یہ سعادت حاصل نہ کرلے حتیٰ کہ عزیز اور رشتہ داروں کی موجودگی میں آپ نے اپنے مرشد کی ایسی ایسی خدمتیں کی ہیں کہ کوئی نوکر اپنے آقا کی اور کوئی غلام اپنے مالک کی نہیں کرسکتا محنت سے پھل ملتا ہے جب آپ نے اس قدر ریاضتیں کیں اور اس طرح مرشد کے آگے اپنی خودی اور

انا کو مٹا دیا تو پھر مرشد کے بھی خصوصی الطاف و کرم کے مستحق بنے، یہاں تک کہ بقول صاحب تکملہ مرشد کی محبت اپنے اس عاشق صادق سے عشق کی حد تک پہنچ چکی تھی۔ اور فنا کا یہ مقام حاصل ہو گیا تھا کہ۔

من تو شدم تو من شدی ، من تن شدم تو جاں شدی
تا کس نگوید بعد ازیں ، من دیگرم تو دیگری

مرشد کی خاص نظر عنایت کا اظہار ہر موقعہ پر ہوتا تھا، چنانچہ جب مرشد حضرت میر صاحب حج بیت اللہ سے واپس تشریف لائے اور مخدوم غلام حیدر صاحب آپ سے حویلی کے اندر ملنے کے لیۓ گئے تو حضرت نے فرمایا کہ "غلام حیدر کو وہ خاص تحفے ھدیئے اور تبرکات لا کر دیئے جائیں جو ہم اپنے ساتھ لیکر آئے ہیں" یہ صدقہ تھا اس فنا اور اس اپنی خودی کو مٹانے کا کہ جس کو حضرت مخدوم غلام حیدر نے اپنے مرشد کی خدمات میں ملحوظ رکھا تھا۔ عارف رومی نے خوب کہا!

ہر کہ آواز ہستی او دور شد
منتہائے کار او مسرور شد

اظہار کرامات:۔ فقراء اور اولیاء اللہ کے لیئے "اظہار کرامات" کو آپ پسند نہیں فرماتے تھے، چنانچہ "محمد درود گر" سے منقول ہے کہ آپ فرمایا کرتے تھے کہ "ہمارے نزدیک کرامات دکھلانا اور ان کا ظاہر کرنا تین وجہ سے ناپسندیدہ ہے۔ پہلی وجہ تو یہ ہے کہ جنکو کرامت سے فائدہ پہنچتا ہے وہ پھر اسی پر اکتفا اور قناعت کر کے حدود شرع سے متجاوز ہونے لگتے ہیں دوسری یہ کہ جب کرامت ظاہر ہوتی ہے تو پھر ایک سے دوسرے کو خبر ہوتی ہے اور دوسرے سے تیسرے کو اسی طرح یہ سلسلہ شہرت پھیلتا چلا جاتا ہے اور یہ شہرت صوفیاء اور فقراء کے لیئے باعث رسوائی اور ہلاکت بنتی چلی جاتی ہے۔ کیونکہ انکی ترقیات کے لیئے یہ

مانع بن جاتی ہے اور تیسری وجہ یہ ہے کہ جب لوگ ایک دوسرے سے سنتے ہیں کہ فلاں کی یہ کرامت ظاہر ہوئی اور ہمارا بگڑا ہوا کام بن گیا تو لوگوں کی جماعت کی جماعتیں اپنی حاجت برآری کے لئے آنا شروع ہو جاتی ہیں ۔ جس سے صوفی کی خلوت میں فرق آجاتا ہے ۔ اور اس کے اوقات ضائع ہونا شروع ہو جاتے ہیں "

یہی وجہ تھی کہ حضرت نے کبھی کرامت ظاہر کرنے کی کوشش نہیں فرمائی ۔ لیکن ظاہر ہے کہ کسی کے پاس مشک ہو تو اسکی خوشبو چھپی نہیں رہتی لہذا حضرت کی کوشش کے باوجود آپ کی یہ خوشبو بھی کہیں کہیں ظاہر ہو کر رہی چنانچہ آپ کی بعض کرامتیں مورخین نے نقل کی ہیں ۔ جنمیں سے چند یہ ہیں ۔

قوت باطنی :۔ سید پیر دنہ شاہ شکر الہیٰ فرماتے ہیں کہ شہر میں جہاں بھی کوئی نزاع یا جھگڑا ہوتا تھا اور میں اس جھگڑے میں کسی فریق کی جو حق پر ہوتا تھا حمایت کرتا تھا تو اس ہی فریق کے حق میں فیصلہ ہو جاتا تھا ایک دفعہ دوسرے فریق مخالف نے نہ معلوم مجھ پر کیا کیا کہ میرے ہاتھ پاؤں خود بہ خود خشک ہونے شروع ہوگئے یہاں تک کہ اٹھنا بیٹھنا میرے لئے مشکل ہوگیا حضرت کو پیغام بھجوا دیا ، عشاء کی نماز کے بعد حضرت عیادت کے لئے تشریف لائے اور پوری بات سننے کے بعد فرمایا کہ فکر کی کوئی بات نہیں کل صبح حضرت ابوالقاسم نقشبندیؒ کے مزار پر آجانا ، اللہ تعالیٰ فضل فرمائیگا ۔ سید صاحب نے عرض کیا حضور میں تو اٹھ بھی نہیں سکتا مزار پر کس طرح حاضر ہو سکتا ہوں ، آپ نے فرمایا ہمنے جو کہا ہے اسی طرح کرو ۔ آخر انہوں نے سمجھ لیا کہ حضرت جو فرما رہے ہیں اس میں بھی کوئی اثر اور راز ہے جو میری سمجھ میں ابھی نہیں آرہا لہذا انہوں نے اس بات کو قبول کر لیا ، اور صبح وہاں حاضر ہونے کا اقرار کر لیا ، سید صاحب فرماتے ہیں کہ جب صبح میں اٹھا اور مزار پر جانے کا میں نے قصد کیا تو مجھے اپنے

اندر قوت محسوس ہونے لگی ، اور اٹھ کر بیٹھنے کے قابل ہو گیا ، پھر میں نے ہمت کی تو بیٹھے بیٹھے گھسٹ کر چلنے کی مجھ میں ہمت آگئی جب میں اس طرح تھوڑی دور چلا تو میرے اندر کھڑے ہو کر چلنے کی ہمت آگئی ۔ یہاں تک کہ حضرت نقش بندی صاحب کے مزار تک میں اپنے پاؤں پر چل کے گیا ۔ شروع میں کچھ درد تھا لیکن جب میں شہر سے نکلا اور میں نے " گلن شاہ شیرازی " والا پل عبور کیا تو میرا درد بھی ختم ہو چکا تھا اور میں اپنے آپ کو پورا صحت مند اور تندرست محسوس کر رہا تھا ، جب میں مزار پر پہنچا تو اس وقت حضرت کو مراقبہ میں مصروف پایا ، مراقبہ سے فارغ ہونے کے بعد حضرت نے میری طرف متوجہ ہو کے میری خیریت پوچھی تو میں نے پورا حال کہہ سنایا ، آپ نے ازراہ تواضع فرمایا کہ یہ سب حضرت نقشبندی صاحب (ابو القاسم) کا فیض اور ان کی توجہات کا اثر ہے ۔

نگاہ دور رس :۔ ماضی حال اور مستقبل ، ان اولیاء کی نگاہوں کے سامنے ہوتے ہیں ، کسی زمانہ کی کوئی چیز ان کی نگاہوں سے اوجھل نہیں ہوتی ۔ حضرت کا واقعہ بھی اس پر شاہد ہے کہ " فقیر قادر ڈنہ " جو حضرت کے خاص مریدوں میں سے تھے وہ فرماتے ہیں کہ میں ہر روز عشاء کی نماز حضرت ابو القاسمؒ کے مزار پر اداء کرتا اور رات بھر " ذکر سلطانی " میں مصروف رہنے کے بعد فجر تک شہر پہنچ جاتا اور یہاں فجر کی نماز حضرت مخدوم غلام حیدر " کی اقتدار میں اداء کرتا ایک روز آپ نے مجھ سے فرمایا کہ تو ہر روز رات کو اتنی دور جاتا ہے اور رات ہی کو وہاں سے واپس آتا ہے ، اگر کبھی راستہ میں کوئی واقعہ پیش آجائے تو ایک وظیفہ بتلایا کہ اس وقت یہ پڑھ لینا ۔ " فقیر قادر ڈنہ " کہتے ہیں کہ حضرت کے ارشاد کے دوسرے ہی دن میرے ساتھ یہ واقعہ پیش آیا کہ ایک جگہ میرے قدم خود بخود رک گئے ایسا معلوم ہوتا تھا کہ کسی ان دیکھی طاقت نے میرے قدموں کو پکڑ لیا کوشش کے باوجود میں چلنے پر قادر نہ ہو سکا ، اس وقت مجھے فوراً حضرت

کا بتایا ہوا وظیفہ یاد آگیا میں نے اسی وقت اس کو پڑھنا شروع کر دیا اس کو پڑھتے ہی میرے قدم رواں ہوگئے اور مجھے اس مصیبت سے فوراً نجات مل گئی۔

ایسا معلوم ہوتا تھا کہ حضرت کی نگاہ بصیرت افروز نے اس ہونے والے واقعہ کا پہلے ہی سے مشاہدہ کر لیا تھا، اسی لئے اس کا علاج بھی پہلے ہی سے بتادیا تھا۔

ملفوظات:۔ آپ فرماتے تھے کہ "مراقبہ" اس کا نام نہیں ہے کہ آدمی گردن نیچی کر کے بیٹھ جائے بلکہ "مراقبہ" اس کو کہتے ہیں کہ انسان اپنے ہر ہر قول اور فعل پر نظر رکھے کہ وہ شرع اور ورع کی حد سے تجاوز نہ ہونے پائے یعنی غفلت اس کے دل میں جگہ نہ کر لے اور وہ ذکر و فکر سے کبھی غافل نہ ہو۔ چنانچہ مکتوبات امام ربانی مجدد الف ثانی میں ہے کہ "ذکر عبارت از طرد غفلت است" کہ دل سے غفلت کو ختم کر دینے کا نام ذکر ہے۔

فقیر میر محمد کہتے ہیں کہ میں اور دیگر بہت سے مخلص حضرت کی خدمت میں حاضر تھے آپ نے فرمایا کہ انسان کو صرف اتنی غذا کھانی چاہیئے کہ وہ عبادت کرنے کے لائق ہو جائے پیٹ بھر کے کبھی نہیں کھانا چاہیئے بلکہ تھوڑی بھوک ہمیشہ باقی رہنی چاہیئے اسی لئے اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے کہ کُلُوْا وَاشْرَبُوْا وَلَا تُسْرِفُوْا۔

آخیر عمر میں آپ کی زبان پر اکثر یہ کلمات سنے گئے کہ "با ادب بانصیب بے ادب بے نصیب"۔

وفات:۔ ۱۷ صفر ۱۲۶۱ھ کو مغرب کی پوری نماز ادا فرمانے کے بعد آپ اس جہان فانی سے اس جہان باقی کی طرف انتقال فرما گئے۔ اِنَّا لِلّٰہِ وَ اِنَّا اِلَیْہِ رَاجِعُوْنَ۔

تاریخ ہائے وفات :- بہت سے شعراء نے آپ کی تاریخ ہائے وفات کہی ہیں جن میں سے ایک تاریخ وفات میر سید صابر علی (جو میر غلام علی صاحب مائل، بن سید غلام علی شیر قانع کے صاحبزادے تھے) نے عربی میں کہی اور وہ فرماتے ہیں کہ چونکہ آپ "شہادتین" (کلمہ طیبہ) کا اکثر ورد رکھا کرتے تھے لہذا جب میں نے شہادتین کے عدد نکالے تو وہ بعینہٖ آپ کے تاریخ وفات کے موافق تھے۔ چنانچہ یہ تین تاریخ وفات عربی میں ہیں۔

(۱) اَشْهَدُ اَنْ لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ الْحَيُّ الْهَادِيْ وَحْدَهٗ لَا شَرِيْكَ لَهٗ اَبَدًا اَبَدًا۔

(۱۲۶۱ھ)

(۲) اَشْهَدُ اَنَّ سَيِّدَنَا وَ سَنَدَنَا وَ مَحْبُوْبَنَا مُحَمَّدًا عَبْدُهٗ وَرَسُوْلُهٗ اَبَدًا

(۱۲۶۱ھ)

(۳) يَا اِلٰهِيْ تَوَفَّنِيْ مُسْلِمِيْنَ وَ اَلْحِقْنِيْ بِالصّٰلِحِيْنَ۔

(۱۲۶۱ھ)

حضرت کے ایک مخلص اور معتقد نے فارسی میں اسطرح تاریخ کہی۔

دریغا کہ مخدوم دوراں برفت — خزاں گشت عالم بہاراں برفت

بباغ ہدیٰ بود خوشبو گلے — ببزم تقیٰ خوشنوا بلبلے

مئے یاد حق را. عجب ساقی — عجب ماحئ دور زرلقئے

گر از ذکر پر کر دم جام شراب — سر غفلت از فکر میشد کباب

ندانم چہ خواھد غم ورنج خواست — حریفاں چہ گویند ساقی کجا است

کسے از تو اے نیک خو خوش سیر — زنام و نشانش بپر سد اگر

سر آل صدیق اکبر بگو — غلام در نام حیدر بگو

زہاتف چوجستم سن انتقال — بگو شم بگفتا کہ سال وصال

بگو " باد صدیقی از صدق جان بصدیق اکبر بھم درخیال

(۱۳۶۱ھ)

اس شعر سے بھی آپ کی تاریخ وفات نکالی گئی ہے ۔

گوش جاں و دل من ، سال وفاتش زسروش

" شد زوال مہ برج شرف وغز " ، شنفت

(۱۳۶۱ھ)

ماخوذ از تکملہ مقالات الشعراء ۱۹۴ تا ۲۰۲ محمد ابراہیم خلیل ، مطبعہ سندھی ادبی بورڈ ۔

حاجی سومار سید پوری

آپ مخدوم غلام حیدر الملقب بعالیٰ حضرت کے خاص دوست اور پیر بھائی یعنی حضرت میر سید نظر علی صاحب کے خاص مریدوں میں سے تھے ۔ سلوک کی منزلیں اپنے مرشد سے طے کیں اور اس میں مرتبۂ کمال پر فائز ہوئے ، آپ کے اس مرتبہ کو مخدوم محمد ابراہیم خلیل ان الفاظ میں ظاہر کرتے ہیں کہ !

حاجی سومار آں بزرگوار شخص بود کہ در حق او چنین فرمودہ اند کہ
از آں جماعت است کہ حق تعالیٰ درباب ایشاں آیہ کریمہ فرمودہ
رِجَالٌ لَّا تُلْهِيهِمْ تِجَارَةٌ وَلَا بَيْعٌ عَنْ ذِكْرِ اللّٰهِ"

یعنی حاجی سومار صاحب کا شمار ان اولیاء اللہ میں ہوتا تھا جن کی شان اللہ تعالیٰ نے اس آیت میں ظاہر فرمائی ہے کہ : رِجَالٌ لَّا تُلْهِيهِمْ الآیَہ ، کہ ہمارے بندے ایسے بھی ہیں جن کے دل میں ہمارے یاد ایسی پیوست اور جاں گزیں ہو چکی ہے کہ خواہ وہ کسی تجارت میں مصروف ہوں یا بیع و شراء میں لیکن ان کا دل اس وقت بھی ہماری یاد سے غافل نہیں ہوتا "

حاجی صاحب کے مرشد سید نظر علی صاحب کو اپنے اس مرید سے اس کی باطنی صلاحیتوں کے باعث بے پناہ محبت تھی ، یہی وجہ تھی کہ آپ اکثر اوقات اپنے اس مرید کو یاد فرماتے تھے اور جب آپ یاد فرماتے تھے تو یہ فوراً حاضر ہو جاتے تھے ۔ اس موقعہ پر آپ کے پیر بھائی اور دوست حضرت مخدوم غلام حیدر صاحب آپ کے سامنے یہ مصرعہ پڑھتے تھے کہ :

الفت بکس مگیر ، کہ کلفت بہ الفت است

" کہ محبت کسی سے نہ کرنا کہ الفت میں بڑی کلفت ہے ۔

اور ساتھ ہی ساتھ کبھی یہ شعر بھی پڑھتے تھے کہ ۔

ہر کہ خدمت کرو ، او مخدوم شد
ہر کہ خودرا دید ، او محروم شد

حاجی سومار ، اپنے پیر بھائی حضرت مخدوم غلام حیدر کے مقام اور مرتبہ کو دیکھتے ہوئے فرمایا کرتے تھے کہ اس کو اللہ تعالیٰ کا وہ قرب حاصل ہے جو انبیاء کو حاصل ہوتا ہے ۔ یہ دوسری بات ہے کہ انبیاء کے لئے اس قرب کے حصول کا طریقہ کچھ اور ہے اور اولیا کے لئے کچھ اور ، لیکن انبیاء کے صدقہ میں آپکو انہی جیسا قرب عطاء کیا گیا ہے ۔

ا۔ تکملہ مقالات الشعراء ، محمد ابراہیم خلیل مطبوعہ سندھی ادبی بورڈ ص ۱۹۶ ۔

مخدوم عبدالکریم (ثانی)

یہ عالم و عارف ، اور ولی کامل حضرت مخدوم غلام حیدر کے فرزند اور مخدوم محمد ابراہیم خلیل کے والد بزرگوار تھے ۔ آپ کا لقب " دائم الصوم " تھا ۔

تحصیلِ علوم :۔ علوم ظاہری کی تحصیل آپ نے اپنے والد گرامی قدر جناب مخدوم غلام حیدر صاحبؒ سے کی ، اسکے علاوہ قصبہ متعلوی میں وقت کے مشہور استاذ علامہ بحرالعلوم میاں عبدالکریم صاحب بن میاں عثمان صاحب متعلوی سے بھی آپ نے اکتساب علوم کیا ۔

اس زمانہ کے مشہور علماء فضلاء اور صوفیا مثلاً میر حسین علی صاحب اور قاضی میاں عبدالرحیم صاحب اور میاں محمد صدیق صاحب آپ کے استاد بھائی تھے ان چاروں حضرات نے ان مذکورہ بالا دونوں استادوں سے ایک ساتھ اسباق پڑھے ۔

اور ادو وظائف :۔ عملیات ، اورادو وظائف کی طرف آپکی طبیعت بہت مائل تھی چنانچہ " قصیدہ بردہ شریف " کا کئی مرتبہ کئی طریقوں سے آپ نے عمل کیا اور ہر روز اس کو پانچ مرتبہ پڑھتے تھے ۔ اگر کبھی بیمار ہوجاتے تھے تو پھر بھی ایک بار ضرور پڑھتے تھے ۔ ہر روز بغیر کسی کو شریک کئے " پورا ختم خواجگان نقشبندیہ بلا ناغہ پڑھتے تھے ۔ اس آیت کریمہ کا پانچسو مرتبہ ورد فرماتے تھے لَآ اِلٰہَ اِلَّآ اَنْتَ سُبْحَانَکَ اِنِّیْ کُنْتُ مِنَ الظّٰلِمِیْنَ فَاسْتَجَبْنَا لَہٗ وَ نَجَّیْنٰہُ مِنَ الْغَمِّ وَ کَذٰلِکَ نُنْجِی الْمُؤْمِنِیْنَ "

ہر روز پندرہ سپاروں کی تلاوت آپ کا معمول تھی ، اور تہجد کے نماز میں رکعت اول کے اندر پوری سورہ یوسف اور دوسری رکعت میں پوری سورۃ یٰسین

شریف تلاوت فرماتے تھے ۔ اپنے والد ماجد کے انتقال سے قبل آپ نے روزے رکھنے کی ابتداء کی تھی اور جب تک وہ زندہ رہے یعنی دس سال تک مسلسل روزے رکھے اور ان کے انتقال کے بعد تو آپ نے روزہ کو اپنی عادت بنالیا تھا پھر تمام عمر آپ نے روزہ میں گزاری ، سوائے اس کے کہ وہ ایام جنمیں روزہ رکھنا منع ہے یعنی عیدین اور ایام تشریق کے روزے ، یا کبھی سخت بیمار ہو گئے ، یا کبھی سفر میں کسی سرہندی بزرگ کیساتھ جانا پڑگیا تو ان صورتوں میں شاذ و نادر روزے چھوڑتے تھے ۔ ورنہ ہر روز آپ کا روزہ ہوتا تھا ، اسی لئے آپ کا لقب " دائم الصوم " ہو گیا

حضرت نقشبندی سے عقیدت:۔ حضرت مخدوم ابوالقاسم نقشبندی سے آپکی عقیدت اور شیفتگی کا یہ عالم تھا کہ آپ صائم الدھر تھے ۔ ہر روز روزہ سے ہونے کے باوجود دو میل کا پیدل سفر کر کے حضرت ابوالقاسم کے مزار پر انوار پر مکلی میں حاضری دیتے تھے ۔ ہاں اگر کبھی کوئی مرید اور مخلص سواری پیش کردیتا تھا تو اس میں سوار ہو کر وہاں تشریف لیجاتے تھے ۔ آپ کے ایک مرید خاص تھے جنکا نام " بلال فقیر لغاری " تھا ، ان کی طرف جب آپ نے اپنی توجہ مرکوز فرمائی تو انکی حالت دگر گوں ہو گئی ۔، عجیب کیفیات کا ظہور ہونے لگا جو پرانے فقراء اور طلباء تھے انہیں یہ دیکھکر بڑا رشک پیدا ہوا کہ یہ نیا فقیر ابھی آتے ہی اس مقام پر پہنچ گیا اور ایسی لطف و لذت پا رہا ہے ۔ جبکہ ہم اتنے پرانے ہیں اور ہم پر یہ کیفیات اور حالات طاری نہیں ہوئے ۔ بلکہ بعض فقراء نے تو اسکا اظہار حضرت سے بھی کردیا ۔ اس پر حضرت نے فرمایا یاد رکھو ! خس و خاشاک (تنکے وغیرہ) کو آگ جلدی پکڑ لیتی ہے اور وہ جلدی روشن ہو جاتے ہیں لیکن جتنی جلدی روشن ہوتے ہیں اتنی ہی جلدی انکی روشنی ختم بھی ہو جاتی ہے ، وہ روشنی پائیدار نہیں ہوتی ۔ تم اس سے اعلیٰ مقام پر ہو اور اس سے بہتر حالت

میں ہو ۔ بدل ہونے کی ضرورت نہیں ۔

حسن صورت :۔ آپ نہایت حسین و جمیل صورت و شکل کے مالک تھے ۔ صاحب تکملہ لکھتے ہیں کہ !

" و حسن صورت نیزباں مقدار داشتند کہ ہر کسے کہ مرید ، بیک دیدار شیفتۂ جمال یوسفی میگر دید "

جو اس بھاتی صورت کو ایک بار دیکھ لیتا تھا ہمیشہ کیلئے اسکا شیدا ہو جاتا تھا

مشہور شاعر مرزا بندہ علی مرحوم سے ایک روایت منقول ہے کہ ایک روز تالپور حکمرانوں کے دربار میں " حسن کی بات چل گئی ، بہت لمبی گفتگو کے بعد تمام حاضرین محفل اس بات پر متفق ہوگئے کہ اس وقت پورے سندھ میں ان تین ماہ جبینوں جیسا کوئی حسین نہیں ہے ۔ یعنی ایک مرزا محمد باقر (والد مرزا بندہ علی) دوسرے سید قنبر علی باڈائی اور تیسرے حضرت مخدوم عبدالکریم ۔

حسن ہے بے مثال صورت لاجواب

میں فدا تم آپ ہو اپنا جواب

حسن سیرت :۔ خیر خواہی کی صفت اللہ نے آپ کو اس درجہ ودیعت فرمائی تھی کہ خواہ کوئی دوست ہو یا دشمن آپ ہر ایک کے ساتھ بھلائی اور خیر خواہی سے پیش آتے تھے ۔ اسی طرح خواہ کوئی امیر ہو یا غریب ، صغیر ہو یا کبیر ، اعلیٰ ہو یا ادنیٰ ہر ایک کیلئے آپ کا لطف اور کرم عام تھا ۔ حتیٰ کے ہندو ، کافر اور غیر مسلم بھی آپ کی نوازش ہائے بے پایاں سے محروم نہیں رہتے تھے ۔ یہی وجہ ہے کہ اس زمانے کے بہت سے ہندو آپ کا بڑا احترام کرتے اور آپ سے کمال عقیدت کے باعث آپ کے فرمان پر عمل کرتے ہوئے ماہ رمضان میں روزے رکھتے تھے ۔ اور اگر آپ کے یہاں کاریگری اور معماری کا کوئی کام نکل آتا تو کاریگر کی حیثیت کے بجائے آپ کے ایک معتقد کی حیثیت سے وہ لوگ یہ کام

خود انجام دے دیا کرتے تھے ۔

آپ بڑے انجمن ساز تھے ، محفل میں جب گفتگو فرمانے پر آتے تھے تو لوگوں کے دل موہ لیتے تھے اسی لئے حضرت میر سید علی شاہ کو کہنا پڑا کہ آپ تو بڑے جادو بیان ہیں ۔ اور ایک سیاح جس کی آنکھوں نے بے شمار لائق و فاضل علماء اور مقرروں کو دیکھا ہوگا وہ ایک روز ٹھٹہ میں آیا اور آپ کی محفل میں آکر بیٹھ گیا جب حضرت محفل سے فارغ ہو کے تشریف لے گئے تو وہ اپنے ساتھی سے کہنے لگا کہ میں نے سندھ کے تمام مشائخ اور پیروں کو دیکھا ہے اور ہر ایک کی صحبت کے مزے لوٹے ہیں لیکن میں نے دو آدمیوں جیسے پورے سندھ میں حسین اور بولنے والے شخص نہیں دیکھے ان میں سے ایک پیر سید گوہر علی صاحب (روہڑی والے) ہیں اور دوسرے یہ بزرگ ہیں اور ان دونوں بزرگوں میں بھی یہ بزرگ حسن و جمال اور گویائی و مقال میں پہلا درجہ رکھتے ہیں ۔

نظافت و پاکیزگی :۔ نظافت ، پاکیزگی اور ستھرائی کا آپ بحد خیال رکھتے تھے آپ کی اس نفاست پسند طبیعت کی اللہ نے آپ کی وفات کے بعد بھی لاج رکھی ۔ واقعہ کچھ یوں ہے کہ ایک دن " طالب فقیر " نے حضرت مخدوم غلام حیدر صاحبؒ سے پوچھا کہ " اولیاء کے مشرب مختلف ہیں ، بعض اولیاء تو یہ چاہتے ہیں کہ مرنے کے بعد ان کا جسم متغیر ہو کے فنا جو جائے ، اور بعض یہ چاہتے ہیں کہ انکا جسم بالکل صحیح سالم رہے ، تو آپ کا ان میں سے کونسا مشرب ہے ، مخدوم عالی حضرت (غلام حیدر) نے فرمایا کہ میاں ! مرنے کے بعد ہمارے جسم سے اگر کسی کو فائدہ حاصل ہوتا ہے تو ہونے دو اچھا ہے کہ ہمارا جسم کسی کے کام آجائے ۔ جب سائل نے یہی سوال حضرت دائم الصوم سے کیا تو آپ نے فرمایا کہ !

چرا آدم غذائے کرم شود ؟

یعنی آدمی کیڑوں کی غذا کیوں بنے ؟

ان دونوں بزرگوں کے ان اقوال کا ظہور انکی رحلتوں کے بعد ہوا حضرت دائم الصوم کے متعلق آپ کی قبر کھودنے والا کہتا ہے کہ میں نے تمام عمر قبریں کھودی ہیں لیکن جیسی قبر میں نے حضرت دائم الصوم کیلئے کھودی ہے ایسی قبر میں نے آج تک نہیں کھودی ، یعنی جب میں آپ کی قبر کھود رہا تھا تو جتنے نیچے میں کھودتا جاتا تھا اس قدر خوشبوؤں کی لپٹیں زیادہ ہوتی جاتی تھیں دراصل آپ زندگی میں بھی نظافت پسند تھے تو بعد مرگ بھی اللہ نے آپ کی اس اداء کو برقرار رکھا اور آپکی لطافت و نظافت میں فرق نہ آنے دیا۔

وفات :۔ ۱۷ صفر المظفر ۱۲۷۲ھ کو بوقت اشراق لوگوں کو گریاں چھوڑ کے خود فرحاں و خنداں اس جہاں سے تشریف لے گئے۔

مزار نکہت بار :۔ حضرت کے وصال کے بعد تقریباً چھ ماہ تک مسلسل بارش ہوتی رہی جس سے آپ کا مزار بھی متاثر ہوا اور اس میں شگاف پڑ گیا ، مخدوم محمد ابراہیم خلیل صاحبؒ فرماتے ہیں کہ جب میں مزار پر حاضر ہوا اور مزار کی اوپر کی جانب اس شگاف کے سامنے کھڑا ہوا تو خوشبوؤں کی لپٹوں سے میرا دماغ معطر ہوگیا ، میں نے سوچا کہ بارش خوب ہوئی ہے یہاں جو پھول اگ رہے ہیں یہ انکی خوشبوئیں ہیں لیکن اس وقت میری حیرت کی انتہا نہ رہی جب میں نے پھولوں کو اپنی ناک سے لگا کر سونگھا تو اس میں نام کو خوشبو نہ تھی ، اسوقت مجھے یقین ہوا کہ یہ حضرت کا " مزار نکہت بار " ہے جہاں سے خوشبوؤں کی بارشیں ہو رہی ہیں۔

تاریخ ہائے وفات :۔ آپ کی وفات پر بہت سے لوگوں نے اپنے غم واندوہ کو اشعار کی زبان میں بیاں کیا۔ کسی نے یوں کہا۔

اے مرگ ہزار خانہ ویراں کردی

در ملک وجود غارت جاں کردی

ہر گوہر قیمتی کہ دیدے بجہاں

بردی بنشیب خاک پنہاں کردی

قاضی عبدالقیوم ساکن ہالا کندی نے تاریخ وفات نکالتے ہوئے فرمایا۔

کریم الطبع مخدومے کے بود عبدالکریمش نام

نکو سیرت نکو صورت نکو نام دنکو اختر

گل اعلیٰ زباغ حضرت صدیق اکبر بود

زہے اعلیٰ زہے اعلیٰ زہے اکبر زہے اکبر

ازیں دنیائے دوں رخت سفر برست چوں ناگہ

خراماں گشت بار منواں بگشت جنت و کوثر

سراپا بود نیکوئی سراسر بود خوشخوئی

کہ در تھتا نظیرش نیست بل درھر ہمہ کشور

خردچوں " دربدر " گردید سالش یافت زیں مصرع

" زہے مخدوم صاحب بود صدیقی " بگو ہر در "

۱۲۷۲ھ

میاں غلام حسین نے یوں نذرانہ، عقیدت پیش کیا۔

آہ واویلا دریغ از رحلت مخدوم وقت

کز وداع اوزدل آمد ندائے وادریغ

حیف ز آں مخدوم صاحب دل کہ بعد از فوت او

روز شد بر دوستاں ھمچو شب یلدا دریغ

چوں سفر بگزید زیں عالم سروش از روئے " درد

اے پئے سال وصالش گفت " واویلا دریغ "

۱۲۷۲ھ

یہ اشعار میاں عبداللہ لکھنوی کے نتیجہ فکر سے ہیں۔

در مدح کے قلم رقیم است
کز فرقت او دلم دو نیم است
صاحب کرم و کریم نامش
مرحوم برحمت رحیم است
آنکس کہ گرفت دامن او
در حشر دراچہ خوف وبیم است
ناکرد وداع دوستاں را
ہر دل بجدائیش سقیم است
جو خواست دلم سن و فاتش
از غیب کہ لطف او عمیم است
ایں مصرعہ خواند ہاتف غیب
" اِنَّ الْاَبْرَارَ لَفِیْ النَّعِیْمِ است "

۱۲۷۲ھ

انہی موصوف الذکر کا یہ بھی قطعہ ہے۔

گر کنم پارہ پارہ دل ، چہ عجب
ور نہم در ہلاک جاں چہ شگفت
چہ غم اندوز بود وقت کہ عقل
صاحب کشف سر رب شدہ ۔ گفت

۱۲۷۲ھ

صاحب تکملہ مقالات الشعراء نے اپنے والد کی تاریخ وفات میں یوں شعر کہا،

اے آہ شد بے پاؤ سر ، روز وفات آں کریم
" فضل و شرف ، علم و عمل ، صبر و کرم " گفتا سروش

ایک اور تعزیتی قصیدہ آپ نے لکھا تھا جس کا پہلا مطلع یہ تھا۔

لائق چو برق نیست مرا خندہ ھیچگاہ
باید چو ابر گریہ نمایم چو رعد آہ

شاعری:۔ کبھی کبھی آپ اس میدان میں بھی طبع آزمائی کرتے تھے اور "کرم" تخلص رکھتے تھے آپ کی ایک غزل ہے۔

ھیچ رحے بدل ، اے سروراں نیست ترا
گوش بر شیوں ایں فاختگاں نیست ترا
اے تحلی ہمہ عشاق برہ سوختہ
گزرے بر سر آں سوختگاں نیست ترا
بخدنگ مژہ از غمزہ ابر و چو مرا
کشتہ ای حاجت با تیر و کماں نیست ترا
بصباحت بملاحت بنزاکت بہ اداء
یعلم اللہ کہ نظیرے بجہاں نیست ترا
اے کرم شکر کہ درباد چناں محو شدی
کہ بخبر نام د گر ھیچ نشاں نیست ترا

حضرت قیوم جہاں شاہ صفی اللہ کے صاحبزادے خواجہ عبدالباقی نے جب آپ کی یہ غزل سنی تو بصباحت بملاحت والا شعر آپ کو بہت پسند آیا اور فرمانے لگے کہ یہ ایک شعر لاکھ اشعار کے برابر ہے۔

یہ بھی آپ ہی کے اشعار ہیں۔

آں گلبدن چو جلوہ گر آمد ببوستاں
بلبل زگل گذشتہ و گل خود گلاب شد

مقتول سیف ھجر تو تا شد دل کرم
از آتش فراق ہما ندم کباب شد
یا شہ نقشبند ، بند کشا
نقش غیر ، از دل مرید زدا

ماخوذ از تکملہ مقالات الشعراء، محمد ابراہیم خلیل ص ۵۱۷، ۵۱۶، ۵۱۵ ص ۲۰۲ تا ۲۰۹۔

مخدوم محمد ابراهیم خلیل

ٹھٹہ کے مخادیم کی آخری کڑی ، علم و فضل کا آفتاب و ماہتاب ، مخدوم ابو القاسم نقشبندی کی پوتی بی بی فاطمہ (عرف بی بی بیگم) کے برگزیدہ شوہر مخدوم محمد زماں کی نسل کا ایک درخشندہ ستارہ ، یعنی تکملہ مقالات الشعراء کے مصنف مخدوم محمد ابراهیم خلیل ٹھٹوی ۱۲۴۳ ھ / ۱۸۲۷ ء ٹھٹھہ میں ماہ جمادی الاولیٰ میں پیدا ہوئے ، آپ کی تاریخ پیدائش اس شعر کے دوسرے مصرعہ سے نکلتی ہے ۔

سال میلاد منفیش بسرالہام گفت دل
" گوہر درج شرف علم لدن "
(۱۲۴۳ھ)

یہ وہ زمانہ تھا جب میر علی شیر قانع (مولف مقالات الشعراء) کی وفات کو چالیس سال پورے ہو رہے تھے ۔

سلسلہ نسب :۔ آپ حضرت ابو بکر صدیقؓ کی اولاد میں سے ہیں ، آپ کا سلسلۂ نسب اسطرح سے ہے مخدوم محمد ابراہیم بن مخدوم عبدالکریم ، بن مخدوم غلام حیدر بن مخدوم عبدالکریم بن مخدوم محمد زماں بن عنایت اللہ بن مخدوم امین محمد بن مخدوم کرم اللہ ۔

پس منظر :۔ علم و ادب کے لحاظ سے اس دور کا پس منظر یہ تھا کہ علم و ادب کی قدر دانی کا عروج تھا یعنی مخدوم ابراھیم کی پیدائش کے وقت تالپور حکمرانوں میں سے میر کرم علی خان ، کرم جو فارسی ادب اور اسکی شاعری کا بڑا قدر دان تھا وہ حکومت کررہا تھا ، لیکن آپ کی پیدائش کے پورے بارہ مہنیہ کے بعد یعنی

جمادی الثانی (۱۲۴۴ھ) میں وہ فوت ہوگیا اور اسکی جگہ میر مراد علی خاں علی تخت پہ بیٹھا وہ بھی اپنے مرحوم بھائی کی طرح بڑا ادب پرور تھا، لیکن افسوس کہ ۱۲۴۹ھ ○ ۱۸۳۳ء میں یہ بھی راہیٔ ملک عدم ہوا، اس زمانے میں فارسی ادب کے انحطاط کا دور شروع ہو چکا تھا اور انگریزی زبان اور ادب کی آمد آمد تھی، اگرچہ اس دور میں بھی کچھ ادب نواز حکمران آئے مثلاً میر نواز محمد خان، میر محمد خاں میر نصیر خان اور میر صوبیدار خان، جو بڑے علم دوست حکمران تھے حتیٰ کے آخر الذکر دو حکمرانوں کے تو فارسی میں دیوان بھی موجود ہیں، لیکن ان کے بعد جب ۱۸۴۳ء / ۱۲۵۹ھ میں اس سرزمین پر انگریزوں کا تسلط ہوا اور تالپور حکمرانوں کا دور ختم ہوا تو ساتھ ہی ساتھ علم و ادب اور فارسی کا دور بھی اختتام کو پہنچ گیا، ارباب ہنر کی توجہ اسطرف سے ہٹ کر انگریزی زبان کی طرف لگ گئی اور اس وقت سندھ میں یہ ضرب المثل مشہور ہو گئی کہ!

فارسي پڙ هيس ، تيل و کئيس
انگريزي پڙهيس ، کھوڙي چڙهيس

فارسی پڑھو گے تو تیل بیچو گے اور انگریزی پڑھو گے تو عزت کے گھوڑے پر سواری کرو گے۔

یہ فارسی علم و ادب کے انحطاط اور تنزلی کا جب زمانہ آیا تو اس وقت مخدوم ابراہیم خلیل کی ۱۷ برس کی عمر تھی اور اس وقت تک وہ فارسی اور عربی کی تکمیل کر چکے تھے، تو گویا یوں سمجھ لیجئیے کہ یہ فارسی ادب کا شہسوار اگر ۱۷ سال بعد یعنی اس دور انحطاطی میں پیدا ہوتا تو یہ فارسی سے بالکل نا آشنا انگریزی ادب کا شہسوار بنکے حصول اقتدار کی تلاش میں ہوتا۔

تعلیم قرآن:۔ قرآن کریم سے آپ نے اپنی تعلیم کا آغاز کیا اور آٹھ سال کی عمر جب ہوئی تو پورا قرآن ناظرہ ختم کر لیا، لیکن ناظرہ قرآن بھی آپ نے اتنا عمدہ

یاد کیا اور وہ آپ کو اسقدر پختہ تھا کہ اگر کوئی شخص قرآن کے کسی مقام میں سے کوئی آیت یا کوئی لفظ پڑھ کے پوچھتا تھا تو آپ اس آیت سے متصل کم و بیش دو ورق حفظ سنا دیا کرتے تھے لیکن افسوس صغر سنی میں اس طرف توجہ نہ دینے کے باعث آپ مکمل حفظ نہ کر سکے اگرچہ حفظ قرآن میں تھوڑی ہی کسر رہ گئی تھی ۔

تحصیل علوم و فنون :۔ قرآن ختم کرنے کے بعد آپ نے اپنے والد ماجد مخدوم عبدالکریم سے فارسی تعلیم کا آغاز کیا اور گلستان بوستان ان سے پڑھنی شروع کیں اس کے ساتھ ہی ساتھ والد ماجد نے آپ کو درس نظامیہ کا جو مشہور نصاب ہے اس کی ابتدائی کتابیں بھی آپ کو شروع کرادیں ۔ کچھ ہی عرصہ بعد آپ نے اس نصاب کی آخری کتابیں بھی اپنے والد کے پاس پڑھ کر ختم کرلیں جن میں توضیح تلویح مطول ، کافیہ ، کنزالدقائق ، سلم ، شرح چغمنی ، مشکواۃ ، سنن ابو داؤد ، جلالین ، مدارک ھدایہ جیسی اہم کتابیں شامل تھیں ۔یوں سمجھ لیجئے کہ علوم ظاہریہ کے اندر آپ نے کمال حاصل کر لیا ۔

ذکاوت و ذہانت :۔ ذکاوت و ذہانت کی یہ کیفیت تھی کہ ایک روز آپ کے چھوٹے بھائی مخدوم میاں فیض احمد نے آپ سے معانی کی مشکل ترین کتاب " مطول " کا ایک مقام دریافت کیا آپ نے اس مقام کی بڑی شافی اور وافی تقریر فرمادی لیکن وہ تقریر ایسی تھی جو ان کے استاذ کی تقریر کے مخالف تھی ، انہوں نے اس مقام کے میاں فیض احمد کو اور معنی بتائے تھے ، وہ بڑی الجھن میں پھنس گئے کہ کس کی تقریر کو صحیح قرار دیں ، جبکہ ہر ایک اپنے تقریر کو صحیح قرار دیتا تھا ، آخر یہ معاملہ وقت کے استاد کامل حضرت قاضی میاں عبدالرحیم صاحب کے پاس فیصلہ کے لئے پہنچا جو مخدوم فیض احمد کے استاد کے بھی استاد تھے ، قاضی عبدالرحیم صاحب نے دونوں کی تقریروں کو سننے کے بعد مخدوم ابراہیم کی بیان

کی ہوئی تقریر کو بالکل درست اور صحیح قرار دیا اور ان استاد کو جو میاں فیض احمد کے استاد تھے غلط تقریر کرنے پر زجرد توبیخ فرمائی۔

اسمیں مزید تعجب کی بات یہ ہے کہ وہ استاذ مطول تین چار مرتبہ اس سے قبل پڑھا بھی چکے تھے جبکے مخدوم ابراہیم نے ابھی مطول پوری پڑھی بھی نہیں تھی۔

منطق سے احتراز:۔ علم منطق سے آپ کو بڑا گہرا لگاؤ تھا، چنانچہ اس کی تمام کتابیں آپ نے پڑھیں لیکن جب آپ " سلم " تک پہنچے اور اس کتاب کے ابھی آپ نے چند ہی اوراق پڑھے تھے کہ آپ کو عجیب عجیب لایعنی سے خواب نظر آنے لگے، آپ نے سمجھ لیا کہ یہ اس " کتاب کا اثر ہے، چنانچہ اس ہی دن سے آپ نے اسکا پڑھنا بند کر دیا، استاذ کو آپ کے یکدم چھوڑنے پر بڑا تعجب ہوا آپ سے اس کی وجہ دریافت کی، جب آپ نے یہ تمام حقیقت حال استاد کے سامنے بیان کی تو انہوں نے اپنے حال پر ایک آہ بھری اور افسوس کرتے ہوئے کہنے لگے کہ " سبحان اللہ " اللہ نے تمہیں کتنی عمدہ اور اچھی طبیعت عطا فرمائی ہے ایک ہم ہیں کہ ہمیں آج تک اس سلسلہ میں کچھ نظر نہیں آیا۔

ذوق معرفت:۔ آپ نے ایسے گھرانہ میں آنکھ کھولی تھی اور ایسے ایسے لوگوں کے فیضان نظر سے مستفیض ہوئے تھے جو سب کے سب متبحر عالم، عظیم صوفی، صاحب سلوک و طریقت، عالم باعمل اور اہل عرفان و نظر تھے یہی وجہ ہے کہ اس پاک اور صاف معرفت و طریقت کے نور سے روشن اور منور ماحول میں پرورش پانے والا یہ نوجوان بھی اپنے وقت کا کامل اہل دل اور اہل نظر بنا اس کی پوری زندگی عرفان الہی کی خوشبوؤں سے بسی ہوئی تھی یہی وجہ ہے کہ تصوف اور سلوک کے آثار اسکی پوری حیات میں بھی نمودار تھے اور اس کی شاعری میں بھی جھلک رہے تھے۔ چنانچہ اس دعوے کی تائید کے لئے چند آپ

کے اشعار ملاحظہ ہوں جو تصوف کے رنگ میں ڈوبے ہوئے ہیں۔

آپ فرماتے ہیں!

بے خودی مثل حلال است گوارا پسند

حرفے از ہوش نگوئی کہ حرام است اینجا

"ذکر خدا" جو غفلت کے پردوں کو دل سے ہٹا دینے اور یاد الٰہیٰ کو ہمہ وقت جاں گزیں کر دینے کا نام ہے، اس کی بڑی پیاری تشریح آپ کے الفاظ میں

ز ذکر و فکر بیک لحظ ہم مشو غافل

کہ تاشود بتو ظاہر کمال نام خدا

چو زنگ غیر زدوی بیا کہ بنمایم

ترا در آئینہ جاں جمال نام خدا

خدا کند کہ رود میل ماسوا زدلم

شود بجذبہ جاہ و جلال نام خدا

خلیل بحر معینم عطاء نمود ایں در

ببیں وصال خدا در وصال نام خدا (۱)

"کُلُّ شَیْئٍ ھَالِکٌ اِلَّا وَجْہَہٗ" کے معنی کا دلکش پیرایہ میں بیان۔

بغیر از حق ہمہ باطل محبت رانمی شاید

عزیزاں بیوفا دلدار الفت رانمی شاید

کسے کز وے دماغت رانیاید بوئے مہر آئیں

محبت رانمی باید صداقت رانمی شاید

بایں بے اعتدالی لاف تقویٰ اے خلیل از تو

شریعت رانمی زیبد طریقت رانمی شاید

عرفاء فرماتے ہیں کہ "اُرِیْدُ اَنْ لَّا اُرِیْدُ" اسی سلب ارادہ اور "فنائے

افعالی " کو بڑے خوبصورت انداز میں یوں اداء کرتے ہیں ۔

بکش صاف از دل خود خار خار آرزو ھارا
کف افسوس رانی برگ برگ رنگ وبوھارا
مزن حرفے بہ دور حلقۂ ذکر خفی اے دل
دریں محفل نبا شد بار ساز گفتگو ھارا
تواضع سر بلندی می دہداین نکتہ رایا بی
بسر رفیق چوبینی سوئے پستی آبجو ھارا

آیۂ کریمہ رِجَالٌ لَّا تُلۡهِيهِمۡ تِجَارَةٌ وَلَا بَيۡعٌ عَن ذِكۡرِ ٱللَّهِ " کی تفسیر اور تشریح صوفیاء کے قول " " دست بکار دل بیار " کی کتنی عمدہ اور نفیس تشبیہ دیتے ہوئے فرماتے ہیں ۔

اہل دل فارغ و سند از این و آن دینوی
پر تو خورشید ہر گز نیست تر دامن در آب

الغرض آپ کی تمام نثر اور نظم میں بلکہ آپ کی زندگی کے گوشہ گوشہ میں تصوف کی رنگینیاں بکھری ہوئی نظر آئیں گی ۔ اسی لئے مقدمہ تکملہ مقالات الشعراء میں پیر سید حسام الدین راشدی لکھتے ہیں کہ ۔

" بنا براں وقتے کہ بسن شباب رسید و صوفی باصفا و اہل دل و عرفان بار آمد و پیر طریقت گردید "

جوانی تک آپ کامل ولی ، اہل عرفان اور پیر طریقت بن چکے تھے ۔

ذوق سخن :۔ مخدوم ابراہیم نے جس ماحول اور جس زمانہ میں تربیت پائی اس میں شعر و شاعری خوب رائج تھی ، آپ کے خاندان کے اکثر افراد شعر و شاعری کا ذوق رکھتے تھا اس کے علاوہ آپکے خاندانی مرشد خانہ یعنی حضرت شاہ صفی اللہ کی نسل میں بھی بہت سے بلند پایہ شعراء گزرے ، مزید یہ کہ اس زمانہ میں میر قانع کی نسل میں بھی اعلیٰ اعلیٰ ذوق کے شاعر موجود تھے جنکے کلام کی دھوم تھی ، ان

سب چیزوں کیساتھ ساتھ آپ کو دوست بھی ایسے ملے جو یہ ذوق بدرجہ اتم رکھتے تھے چنانچہ ان مذکورہ بلا امور کے باعث بالعموم اور بالخصوص اپنے ایک خاص دوست کی صحبت سے متاثر ہو کر آپ کو بھی کم عمری میں ہی شعر و شاعری کا شوق ہو گیا، اور آپ نے فارسی میں شعر کہنا شروع کر دئے، ایک بغیر جلد کی بیاض اور ڈائری " بنائی جس میں ایک طرف آپ نے اپنی نظم لکھی اور دوسری طرف نثر، نظم والے حصہ میں اپنی غزلیات جمع کر کے لکھنا شروع کیں اور نثر والے خانہ میں مکاتیب تحریر فرمائے، ایک دن اتفاقاً وہ بیاض گم ہو گئی اور جب کہیں نہیں ملی تو آپ نے ایک " مجلد بیاض " بنوائی اور اس ہی سابقہ طریقہ سے اپنے کلام کو جمع کرنا شروع کر دیا جو بعد میں " دیوان مسکین " کے نام سے وجود میں آیا کیونکہ آپکا تخلص مسکین تھا۔ اور وہ حصہ جسمیں مکاتیب جمع کئے تھے اس کے مجموعہ کو " کشکول مسکین " کا نام دے دیا گیا۔

پہلے آپ کا تخلص " مسکین " تھا لیکن بعض دوستوں کے مشورہ سے بالخصوص میاں محمد زاہد بن میاں عبدالواسع ساکرانی کے مشورہ سے بعد میں آپ نے اپنے نام " ابراہیم " کی مناسبت سے خلیل، تخلص اختیار فرمالیا تھا۔ چنانچہ بعد کے کلام کا مجموعہ " دیوان خلیل " کے نام سے ہی مرتب ہوا۔

سندھی اور اردو زبان میں بھی آپنے طبع آزمائی فرمائی ہے، اردو کلام کہنے کا شوق آپکو سید غلام محمد گرامی کی صحبت میں حاصل ہوا جب ان کے یہاں ٹھٹہ میں چار پانچ روز قیام کے دوران آپ کو ان کی صحبت نصیب ہوئی تھی، آپ سندھی میں " اداسی " تخلص رکھتے ہیں۔

وفات:۔ ۱۳۱۳ھ میں جب آپ ستر (۷۰) سال کی عمر کو پہنچے تو آپ کو خیال ہوا کہ میری اتنی عمر ہو گئی ہے شاید اب میرا وقت قریب آگیا ہے اور اسی سال میں راہی ملک عدم ہو جاؤں چنانچہ آپ نے اپنے اس گمان کے بموجب اپنی تاریخ

وفات بھی اس شعر میں نکال لی کہ!

سروش گفت بگوشش کہ غیر روئے حساب

" خلیل راجناں برد لطف ایزد " خواں

۱۳۱۲ھ

لیکن خدا کو ابھی آپ کا اس دنیا میں رہنا اور آپ کے فیوضات سے مخلوق کا مزید مستفیض ہونا منظور تھا۔ لہذا اس سال آپ کی وفات نہیں ہوئی۔

اسی طرح ۱۳۱۶ھ میں بھی آپ کو یہی خیال پیدا ہوا اور اس خیال کے بموجب آپ نے پھر اپنی تاریخ وفات اس شعر کے ذریعہ نکالی۔

سال و داع خود چو بپر سیدم از سروش

" بے بحث وکد بگفت بگو " خیر خاتمہ "

۱۸۵۶ ۵۴۰

دوسرا شعر یہ فرمایا۔

ادا نہ گشتم و گفتم سن از سر الہام

رود " خلیل " بیاراں وداع می گوید

(۱۳۱۶ھ)

لیکن خدا کا کرنا ایسا ہوا کہ اس سال تو آپ دنیا ہی میں رہے مگر اس سے اگلے سال یعنی ۱۳۱۷ھ میں دنیا کو چھوڑ کر آخرت کی طرف روانہ ہو گئے۔

تاریخ ہائے وفات:۔ آپ کی وفات پریوں تو بہت سے شعراء نے تاریخیں کہیں لیکن یہاں آپ کے دوست اور سندھ کے مشہور فارسی شاعر حضرت مولانا عبدالکریم درس کی کہی ہوئی تاریخ درج کی جاتی ہے۔

خلیلے نقشبندی لوح دلہا

از و فیضان حق میگشت حاصل

بحق پیوست آں حق گوئے حق جوئے

بروز آورد کو میداشت در دل

فلک سال و صلش گفت اے " درس "

بگو " بستان جنت کرد منزل

۱۳۱۷ھ

آپ ہی کی کہی ہوئی دوسری تاریخ

سخنگرے دانائے " مسکین خلیل "

ملیک سخن اوستاد کہن

پئے سال تاریخ با " درس گفت

فلک " کاملے نقشبند سخن "

(۱۳۱۷ھ)

مزار مبارک :۔ آپ کا مزار مبارک ٹھٹہ کے مشہور قبرستان میں حضرت ابوالقاسم نقشبندی کے مزار کے سر کی جانب مغرب کی طرف جبوترہ کے نیچے واقع ہے ۔اور انہیں کے برابر میں دوسری قبران کی بیٹی کی ہے ۔

" دیوان خلیل " میں آپ نے اپنی ایک غزل کے اوپر تحریر فرمایا ہے کہ " یہ غزل میری لوح قبر پر زیب دیگی " وہ غزل یہ ہے ۔

بقبرم چوں رسی درخواست از حق کن تبو فیرے

کہ ایں بے چارہ را از نور غفراں بخش تنویرے

بظاہر از زبان حال من صد نکتھایا بے

بباطن گر فروماندم ز تقریرے ز تحریرے

من آنم کز لب و کلکم چہ فن میخاست لیک اکنوں

بنا بشکستہ ام چوں مفرد اندر جمع تکسیرے

طلب گارے ضیائے " نور حقم " بعد مردن ہم

زخاکم بگز رانے یا خدا روشندلے پیرے

خلیل امید وارت شد بمرگ و زندگی یارب

در آمیزی برد حش نور خود چوں شکرد شیرے

اسی دیوان میں ایک اپنی درد بھری فریاد اور اپنے رب کے حضور میں آنسو بھری التجا کی ہے، جسے " رباعی " کی شکل میں لکھنے کے بعد اس پر یہ تحریر کیا ہے کہ یہ رباعی اس لائق ہے کہ اس کو میرے مزار کی تختی پر لکھدیا جائے۔ ذرا دیکھئے کہ اس رباعی میں درد کتنا بھرا ہوا ہے فرماتے ہیں

(گنہ گارم ، تبہ کارم ، شعارم جرم و عصیاں است بغفلت ، یا رب ، لیکن لبے امید احسان است

ملکن شرمندہ ام ، یارب مپرس اعمال نیک از من بدم راشو ، بدریائے کہ نامش بحر عرفان است) ۔

تصنیفات :۔ آپکی کئی تصانیف ہیں جنکا ذکر تکملہ مقالات الشعراء میں ملتا ہے

(۱) تکملہ مقالات الشعراء ۔ مقالات الشعراء مولفہ میر قانع سے بچے ہوئے شعراء کا تذکرہ ۔

(۲) دیوان مسکین ۔ ابتدائی کلام کا مجموعہ ۔

(۳) کشکول مسکین ۔ ابتدائی نثری مجموعہ ۔

(۴) دیوان خلیل ۔ خلیل تخلص رکھنے کے بعد کا مجموعہ ۔

(۵) مائدہ خلیل ۔ تخلص تبدیل کرنے کے بعد کے مکاتیب کا مجموعہ ۔

(۶) تحفتہ الفقیر ۔ اپنے دادا مخدوم غلام حیدر کے حالات میں ۔

نمونہ شاعری :۔ آپ کے علم و عرفان کی نکہتوں سے پر اشعار کے چمنستان سے چند پھول نمونہ کے طور پر پیش کئے جاتے ہیں ۔

دیدار خود بمن بنما اے شفیع سما
رنجور رابنجش شفا اے شفیع ما

شمع دل فسردہ مارا بنور حق
روشن بکن برائے خدا اے شفیع ما

لطفے بضعف من بنما رحمت جہاں
رحمے بکن بزاری ما اے شفیع ما

نفس غنیم ملک دلم میز ند مدام
بھر مدد زروضہ برآ اے شفیع ما

دائم بعجز از در تو اے حبیب خدا
جوید خلیل راہ ھدیٰ اے شفیع ما

بارگاہ رسالت مآب میں ایک اور ھدیہ محبت

من محو زبانے کہ ثنا خواں محمد
قربان ثنا خوان زمان دان محمد

دریائے عنایت شو دم روز قیامت
ھر قطرہ زموج یم احسان محمد

کہں سوئے بتاں مائل ، کس جانب آتش
من بلبل مستانہ بستان محمد

از ھول قیامت بنود بیم " خلیلا "
آنراکہ فدا گشت بیاران محمد

اس عاشق رسول کا ایک اور عشق بھرا افسانہ۔

دلا دیوانہ روئے محمد شو محمد شو
بجاں آشفتہ موئے محمد شو محمد شو

چہ گرد باغ عالم مثل بلبل ہر زہ میگر دی
غبار جنت کوئے محمد شو محمد شو
اگر خواہی بمحشر آب ورنگ سرخروئی را
شہید تیغ ابروئے محمد شو محمد شو
چہ بری شوکت خلق عظیم رحمت عالم
فدائے سیرت و خوئے محمد شو محمد شو
خلیل از ناز خواہی بانیاز از و جدخواں ہر دم
دلا خاک رہ کوئے محمد شو محمد شو

دو جہاں کے والی، غمزدوں کے جارہ گر، دکھ درد کے ماروں کے فریادرس یعنی شفیع محشر، رحمۃ للعالمین صلی اللہ علیہ وسلم کے حضور دل درد مند کی "مدد" کے لئے پکار۔

بعالم رحمت از رحمت در آمد
تو الحق رحمت للعالمینی
بصورت احمدے نزدیک معنیٰ
تو چیزے دیگرے در دور بینی
پریشانم بسودایت پریشان
فَلَا اَدۡرِیۡ شِمَالِیۡ عَنۡ یَمِیۡنِیۡ
خلیلا باشد از روئے ترحم
حَبِیۡبُ اللّٰہِ مُعِیۡنِیۡ مُسۡتَعِیۡنِیۡ

اپنے رب کے حضور ایک "مناجات"

بقلبم نقش فرما کلمۂ اللہ یا اللہ
بعشق حسن خود گرداں دلم آگاہ یا اللہ

شب و روزم بذکر و فکر خود مستغرقم فرما
دلم رانیک حافظ باش از بد راہ یا اللہ
بخنداں از لقائے خو یشتن روز جزا مارا
مکن در ساعتہ حشرم باشک وآہ یا اللہ
نگاہ رحمتت سازد سلیمان مور رایک دم
گدا گردد بلطفت شاہ عالیجاہ یا اللہ
شہ ما رحمت عالم بود باشد کر بر حالم
نظر ہا از کرم سازد بھر آنماہ یا اللہ
خلیل از صدق میگوید کہ از یمن حبیب حق
نگویم وقت نزع روح جز اللہ یا اللہ

ابتداء میں جب آپ مسکین تخلص رکھتے تھے اس وقت کا کلام

برنگ قطرہ سیماب بیقرار شدم ؎
چو چشم ابر زھجر تو اشکبار شدم
بدل مدام خیالش انیس وحشت ما است
کدام وقت بگو تاجدا زیار شدم
من از وصال تو اے غنچہء حدیقہء حسن
نہال عیش شدم ، گل شدم ، بہار شدم
لبشوق ذوق قدمبوسیٔ تو مثل حنا
ز خود گزشتم و پا مالت اے نگاہ شدم
ز بخت خویش چگویم ندید مش بارے
اگر چہ در سرے کویش ھزار بار شدم
نکرد شاد دلم رابلطف اے مسکین

اگر چه در غم عشقش نزار وزار شدم

اسی زمانہ کی ایک خوبصورت غزل

گَر مَعاذ اللہ زھجرش آیدم پیغام غَم

آں قدر گریم کہ در چشم نماند نام نم

ظم من رنگیں شود چوں غنچہ بوئے خویش دھد

گر کشایم یک دم اندر وصف آں گلفام فم

کے شودیاراں ببیش صاحب کشف قلوب

رونق آئنیہء اسکندری و جام جم

حر ہر وضع کہ میخواہد ولت مسکین بگو

چوں مدد گار تو ھاتف باشد و الہام ھم

لاد:۔ آپ کے تین صاحبزادے اور تین صاحبزادیاں تھیں ۔ لڑکوں کے نام

د زماں حبیب ، محمد حسن اور آدم تھے ۔ آپ کی تیسری بچی کی قبر آپکی قبر سے

الکل متصل ہے ۔ آدم پیدا ہوتے ہی مر گئے تھے ۔

ا۔ یہ حضرت خواجہ معین الدین اجمیری چشتی کے مصرعہ پر تضمین ہے ۔

مقدمہ تکملہ مقالات الشعراء ، پیر حسام الدین راشدی ص ۲۱ تا ۳۶ ۔

و تکملہ مقالات الشعراء ، ابراہیم خلیل ، ص ۲۱۰ تا ۲۳۲ ، ۵۵۹ تا ۵۶۱

مخدوم فیض احمد

آپ مخدوم ابراہیم خلیل (صاحب تکملہ مقالات الشعراء) کے بھائی تھے۔ آپ کے والد کا نام مخدوم عبدالکریم المعروف بدائم الصوم صاحب (م ۱۲۷۲ھ) تھا۔ مخدوم ابراہیم کے علاوہ آپکے دو اور بھائی میاں عبدالطیف (م ۱۳۰۷ھ) اور میاں محمد اکرام تھے اور ایک آپ کی بہن تھیں جنکی وفات ۱۳۱۷ھ میں ہوئی تھی

آپ بھی مخدوم ابراہیم کی طرح بڑے لائق فائق اور فاضل و کامل تھے اور علوم و عرفان میں اپنے والد کے صحیح وارث تھے۔

تعلیم:۔ تمام علوم ظاہری کی آپ نے تکمیل کی حتیٰ کہ ریاضی، حکمت منطق، اور علم نجوم جیسے نادر علوم میں بھی مہارت پیدا کی۔ ابتداء میں منطق کی مشہور کتاب "سلم" سے آپ کو بہت شغف تھا۔ بعد میں ان علوم سے توجہ ہٹا کر آپ نے اپنی تمام تر توجہ علم تفسیر اور علم حدیث کی طرف مبذول کردی اور اس سلسلہ میں علم تفسیر کے اندر بیضاوی جیسی عظیم تفسیر اور حدیث میں بخاری جیسی کتاب جسے اَصَحُّ الْکُتُبِ بَعْدَ کَلَامِ اللّٰہِ کہا جاتا ہے اس میں آپ ہمہ تن مصروف ہو گئے۔ اور اپنا تمام تروقت ان علوم متبرکہ میں صرف فرمانے لگے۔ آپ کے استاذ جامع العلوم مولوی عبدالعزیز صاحب، پنجابی تھے جنہوں نے ۱۲۹۶ھ میں وفات پائی ان کی وفات پر مخدوم خلیل نے یہ اشعار کہے تھے۔

دریغا حبر دھر و فخر دوراں
سر علمائے عالم کرد رحلت
عزیز الاسم صراف دقائق
عظیم الخلق نقاد روایت

بسال نقل ایں علامہ وقت
چو پر سیدم زعقل پر درایت
دل من بے سر اندیشہ گفتا
" کہ شداز حق عزیز مصر جنت "
(۱۲۹۶ھ)

ان کی تاریخ وفات آپ نے یہ بھی فرمائی تھی۔

خرد بے سرجہد تاریخ او
بگفتا۔ " مکان عزیز است خلد "
(۱۲۹۶ھ)

خوشنویسی:۔ آپ بڑے خوش نویس تھے آپکا خط بہت پیارا تھا، بلکہ مخدوم خلیل فرماتے ہیں کے نہ صرف پورے شہر میں بلکہ اس وقت پورے سندھ میں آپ جیسا خوشنویس کوئی نہ تھا۔ نہ صرف یہ کہ آپ فارسی رسم الخط میں ماہر تھے بلکہ عربی رسم الخط میں بھی کمال رکھتے تھے۔

زیارت حرمین شریفین:۔ آپ ۱۲۸۹ھ میں حج بیت اللہ کے لئے حرمین شریفین گئے، جب یہ سعادت عظمی حاصل کرکے آپ اپنے گھر مراجعت فرما ہوئے تو مخدوم خلیل نے ایک نظم لکھی جو پوری دیوان خلیل میں موجود ہے، اس کے چند اشعار یہ ہیں۔

بیا اے برادر بگو سر بسر
ز آغازو انجام سیر و سفر
بحمد اللہ فرخ شگوں آمدے
بگو چوں برفتے وچوں آمدے

زبطحیٰ و یثرب بگوے بیاں
ز روئے کرم زیں حقائق بخواں

بایں آب شو غفلت از روئے من
بکن رشک گلشن سرے کوئے من

چو از شوق کروے خرام حرم
چہ کروے دعا بھر من از کرم

جوں از گلشن مکہ بیروں شدے
بوئے مدینہ بگو چوں شدے

بیان ساز از برج آں آفتاب
بگو یعنی از روضۂ آنجناب

بگو تاکہ گردم فنا فی الرسول
بکن فارغم از عقال عقول

بیاکن ز آداب و عجز اے ادیب
کہ کردے اداء در حضور حبیب

بز لفش چہ گفتی ز آشفتگی
بنازش چہ کردی زخود رفتگی

بگو از اشارات ابروئے او
بس آنگاہ از پرتوے روئے او

زچشمش کہ شو نرگس باغ ھو
الا اے برادر بگو ھو بھو

شاعری:- بچپن سے ہی آپ شعر و شاعری کی طرف مائل تھے، اور اپنے اشعار کی اصلاح اپنے بڑے بھائی مخدوم ابراھیم خلیل سے لیا کرتے تھے، چنانچہ "مائدہ

خلیل میں میاں ضیاء الدین صاحب کے نام مخدوم خلیل کا ایک گرامی نامہ ہے جس میں آپ لکھتے ہیں کہ

اخوی امجدی میاں فیض احمد اکنوں پیش فقیر مشق سخن
می کند ، غزلے از کلام روبرائے اصلاح مرقوم ،
امید کہ از نظر اکسیر اثر مس وجودش مطلا گردد

اور صرف شعر و سخن ہی نہیں بلکہ علمی اور فنی دیگر کتب میں جو مقامات وضاحت طلب اور مشکل ہوتے تھے مخدوم فیض احمد آپ سے پوچھ لیا کرتے تھے چناچہ ایک مرتبہ مخدوم خلیل نے تقریر کی وہ اس تقریر کے مخالف تھی ، جو میاں فیض احمد کے استاذ کی تھی ، آخر جب یہ تنازعہ ان کے استاذ کے استاد کے پاس گیا تو انہوں نے مخدوم خلیل کی تقریر کو صحیح قرار دیا۔

الغرض مخدوم فیض احمد اپنے بڑے بھائی مخدوم خلیل سے مشق سخن کرتے تھے اور اپنے کلام کو ایک بیاض میں لکھ لیا کرتے تھے ، اس بیاض میں ایک طرف فارسی کی غزلیں لکھتے تھے اور دوسری طرف اپنی اردو کی غزلیں تحریر فرماتے تھے لیکن افسوس سفر حج کے دوران آپ کا مال اور اسباب چوری ہو گیا ، اسی میں وہ آپ کی قلمی اور انتہائی قیمتی جان سے زیادہ عزیز اور تمام عمر کا سرمایہ وہ بیاض بھی چوری ہو گئی ، جس کا آپ کو بہت قلق ہوا ، اور اس وقت سے آپ ایسے بددل اور برداشتہ خاطر ہوئے کہ پھر شعر کہنا ہی چھوڑ دیا اور شعر و شاعری سے مکمل کنارہ کشی اختیار کر لی ۔ جس زمانہ میں آپ لکھتے تھے اس وقت فیض تخلص رکھتے تھے ، آپکے دو شعر مخدوم خلیل کو یاد تھے جو انہوں نے اپنے تکملہ میں ذکر کر دیئے وہ یہ ہیں ۔

تیرے کہ بصنم بشست گیرد
یا رب بد لم نشست گیرد

اور دوسرا شعر یہ ہے

باغ ملک کشید نم از اشک شادیم
بر شاخ کہکشاں سمن ماہ تازہ شد

تکملہ مقالات الشعراء، ابراہیم خلیل ص ۲۱۱ - ۳۸۸، ۵۰۹ - ۸۲۴ -

مخدوم محمد زمان جیب

آپ مخدوم محمد ابراھیم خلیل کے بعد مجبوب اور بہت ہی پیارے صاحبزادے تھے، آپ کی ولادت ۲۳، صفرالمظفر ۱۲۶۹ھ بروز اتوار بوقت شب ہوئی آپ کی تاریخ ولادت اس شعر کے آخری مصرعہ سے نکلتی ہے۔

مدہ اے دوست تارفکر را تاب
بگویا دا چراغ بزم اداب

(۱۲۶۹ھ)

علم و فضل:۔ اول سے آخر تک تمام درسی کتب آپ نے پڑھیں اور علوم متداولہ کی تکمیل کی اس کے بعد آپ "طب" کی طرف متوجہ ہوئے اور اپنی ذہانت اور فطانت کے باعث تھوڑے ہی عرصہ میں اس فن کے اندر بھی مہارت حاصل کرلی، علم طب کی تکمیل اپنے کامل و اکمل باپ مخدوم ابراھیم کے پاس ہی کی، آپ فرماتے ہیں کہ مجھ سے اس نے تعلیم حاصل کی اور اس فن میں وہ برتری اور مقام حاصل کرلیا کہ اس کی تدبیرات اور اختراعات پر میں بھی حیران رہ جاتا تھا۔

نظم و نثر:۔ نظم و نثر دونوں کے آپ بہترین صاحب قلم تھے، جیب تخلص تھا چنانچہ صاحب مفرح القلوب، مرزا محمد شفیع کی تاریخ رحلت آپ نے یوں لکھی

وا حسرتا کہ عمر محمد شفیع را
اسپ قضائے قادر بیچوں بریدہ پے است
بیروں جہد سال وفاتش خرد بگوش
گفتا کہ، مہرآں محمد شفیع ویست

(۱۳۰۱ھ)

اسی طرح حضرت میاں عبد العزیز صاحبؒ کے صاحبزادے المعروف شاہ صاحب کی وفات پر آپ نے یہ تاریخ وفات تحریر فرمائی۔

از فوت شاہ صاحب و تقویٰ ہزار حیف
احباب در غمش ہمہ سوزند چوں چراغ
از من مپرس رحلت اور اسن اے عزیز
تاریخ وے بپرس ز " بردل نہاد داغ "

(۱۳۰۱ھ)

اسی طرح فارسی نثر بھی آپ کی بڑی پایہ کی تھی، چنانچہ آپ کے تحریر کردہ ایک مکتوب کے اقتباس سے اس کا بخوبی اندازہ ہوسکتا ہے جو آپ نے میاں محمد بلالؒ کو ارسال فرمایا۔

مکتوب یہ ہے

" گل گلزار صداقت، بلبل شاخسار رفاقت،
نور باغ اھلیت و وفا، نور محفل قابلیت وصفا،
احسن الاخلاق، سرا سر وفاق، میاں محمد بلال
سلمہ اللہ المتعال، "

بعد ترسیل نسیم تسلیم عنبر شمیم کہ فضارت غنچہ یک وجودے رادوبالا سازد، وکلفت و ملالت رابرھم زند، بمد عا میگرایم دیریا زوفرصتی ست دراز، کہ صبایا دگیری آں یک رنگ برغنچہ دل ایں مھر منزل نورہ زیدہ یعنی ورق گل احوال خیر مآل ازمنقار بلبل قیال نرسیدہ خدایا مانع آں جز فراخی عیش ملاقات بکر نگاہ

امرے دیگر مباد ہر روز از صباح یا رواح چشماں بشارع
قد دم نگراں ، وجاں از فرط انتظار جویاں ، الغرض اسرار
شوق در ونی در معرض اظہار در آور دن - گویا شتررا
از سوراخ سوزن کشیدن است و کلمات اشتیاق
مالا یطاق راگفتن رشتۂ کہکشاں برانگشت
پیچیدن است "۔

وفات حسرت آیات:۔ لیکن افسوس ایسا قابل ولائق بیٹا، اس روحانی اور علمی خانوادہ کا یہ چشم و چراغ ۲۶ رجب الرجب ۱۳۰۶ ھ عشاء کے وقت عین عالم شباب میں اپنے عزیزو اقارب، اس آستانہ سے تعلق رکھنے والے مریدین و متوسلین دوست احباب اور خود اپنے بوڑھے باپ کو روتا ہوا چھوڑ کر اس دنیا سے کوچ کر گیا۔ انا للہ وانا الیہ راجعون۔

اپنے اس جواں سال و جواں ہمت بیٹے کی درد ناک وفات کا ذکر مخدوم محمد ابراہیم خلیل اپنے تکملہ مقالات الشعراء میں ان درد بھرے الفاظ میں فرماتے ہیں۔

واویلا ! واحسرتا ! خاک بدحاں قلم و سیاہی بروئے رقم چساں
نویسم کہ ایں نو گل حدیقہ، جوانی وایں نور حدقہ، کامرانی، ایں
راحت جان من ، وایں روح وریحان من ایں انسان عین جان و
تن ، وایں عین انسان روح من این قرۃ العین ، واین راحت
بے ریں ، این فرخندہ پسر وایں جان پدر ، ایں ادیب وایں
حبیب ، ایں بیچارہ گیم راچارہ ، وایں قوت قلب آوارہ ، ایں
توان ناتوانئ من ، وایں محبوب جانی من ایں قابل بے بدیل و
ایں جیب روح خلیل ، ایں مس وجود مرا اکسیر وایں عصائے

پدر پیر، شب جمعہ بیست و ششم رجب اول وقت صلوۃ العشاء سن یک ہزار دسہ صد وشش بالا درعین شباب از اقارب و احباب و داع ساخت ۔ د اعلام سرور کو خدائی خو ورا سرنگوں انداخت اقارب را افسردہ و پدر پیر رامردہ کردہ"

اس حادثہ جانکاہ نے بوڑھے باپ کی ہمتوں کو سلب کر لیا ، اس کی ذھن و قویٰ ، اور قلب و دماغ کو معطل اور ہوش و حواس کو باختہ کر دیا بہت دنوں تک آپ تمام کام چھوڑ چھاڑ کے اسی غم میں بے خود و بے قرار ، اور محزون و اشکبار پھرتے رہے ، کچھ عرصہ بعد جب آپکو ہوش آیا اور قلم پکڑنے کی کچھ ہمت ہوئی تو آپنے پھر اس کے غم میں مرثئے، قصیدے اور تاریخیں لکھیں اور اس کے ذریعہ اپنا دل بھلایا ، اپنے متوحش قلب کو کچھ مانوس کیا ان میں سے چند درد بھرے نالے ھدیہ ناظرین کئے جاتے ہیں تاکہ اندازہ ہوسکے کہ اس بوڑھے باپ پر اس وقت کیا بیتی تھی ۔

افسوس کہ از برم پسر شد
اے وائے کہ ہوش من زسر شد
ہے گلشن زند گا نیم را
گل رفت نہال شد ثمر شد
" اے حیف زھجز کشت مارا
(۱۳۰۶ ھ) ایں سطر صریح سن اثر شد
" اے جان پدر کجا برفتی
(۱۳۰۶ ھ) کہ اشک آمدہ صبر بے جگر شد
یا رب بطفیل رحمت خلق
ارحمہ کہ رحم خواہ در شد

(۲)

اے وائے کہ شد از برمن راحت جانم
آرام دل وتقویت روح و روانم
چیر ندز گلزار " خلیلے" گل رعنا
برندز درج من مسکین در یکتا
اے وا چمن شادیء ماسوخت سراپا
غم خیمہ برافراشت بصحرائے دل ما
اے چارہ بے چارہ دلاں ، چارہ من کن
تقدیر بجمعیت آوارہ من کن
مارا ز کرم صبر عطاء سازم دریں غم
مرحوم برحمت بکن آں بندہ خود ہم
فرمود سروش ازدر غیم ببداھت
" ادخلہ برحمتک بگو بے سر وقت
(۱۳۰۶ ھ) ۴

(۳)

کرو چوں یارا ، ود اعم نورچشم من پسر
سوخت دل ، چشم سر شک آور وہ زخون شد جگر
بھر سالش از سر آھم ، دل سوز اں بگفت
اے حریق غم بگو ، " داغ دل و جان پدر "
(۱۳۰۶ ھ)

(۴)

افسوس کہ رفت ارجمندم پر درد فتاد بند بندم

تیرم بجگر غمش نشانده دردا کہ دورئے من نمانده
ایں باد سموم گلشنم سوخت ایں شعلہ بجانم آتش افروخت
ایں تیغ نمود سخت مردم مردم بحال سختم
ایں نیزہ جو بارہ بارہ ام ساخت رایات ھجوم حزن افراختم
دل درھم و برھم ست زیں غم زیں غصہ بود بچشم من نم
ممنوں بکرم نمود مارا کز غیب شنیدم ایں ندارا
تاریخ " حبیب " راحت جاں " مغفور " بجز رخ کسل خواں ؟

(۱۳۰۶ھ)

(۵)

اے محمد زماں رحلت تو
سینہ والد تو چاک بشد
اے پسر نوجواں چرا رفتی
پدر پیر تو ھلاک بشد
درفراق تو ھر مرید ترا
بغم و حزن انہماک بشد
دل بشو رید آب گشتہ بگفت
" مایہ عمر وائے خاک بشد

ایک مخمس مرثیہ بھی لکھا جس کے پہلے دو بند اسطرح سے ہیں۔

(۶)

محمد زماں بود نور نگاہ محمد زماں مشعل خانقاہ
شداز مہر در منزل حجرہ ماہ ودا عش مرا کرد حال تباہ
کجا رفت، مارا چرا سوخت، آہ!

محمد زماں بارۂ جان ما محمد زماں شمع ایوان ما
محمد زماں سرد بستاں ما محمد زماں حسن دیوان ما

کجا رفت، مارا چرا سوخت، آہ

اور آخری دو بند یہ ہیں۔

مرا مبتلا ساخت آن خوش "حبیب" اسیرِ بلا ساخت آں خوش "حبیب"
رفیق اذیٰ ساخت آں خوش "حبیب" بایں ماجرا ساخت آن خوش "حبیب"

کجا رفت، مارا چرا سوخت، آہ

ترا دمبدم دل بجوید "حبیب" شب و روز بوئے تو بوید "حبیب"
باشک آب رخ را بشوید "حبیب" بسو زد خلیل د بگوید "حبیب"

کجا رفت، مارا چرا سوخت آہ

چھیاسٹھ اشعار کا ایک طویل مرثیہ اور لکھا ہے جس کے چند اشعار یہ ہیں۔

(۷)

نے کلکم کہ باشد غم حکایت
نماید نا لھائے ماتم آیت
خرام قد آں سرور خراماں
چو یاد آید، رود آرام ازجاں
جبیں او مرا چیں در جبیں کرد
فراق او دل مارا حزیں کرو
بیاد بینیش حالم چوں بینی
زباغم لالہ ہائے داغ چینی
غم وندان او دنداں شکن شد
زحزنش، بر رخ دل صدشکن شد

چو زیخا در خیال گوش رفتم

تکلف برطرف ، از ہوش رفتم

"لمحزوں" رسول حق چو فرمود

مرا از حزن حالت جوں تو اں دید

سروشم دوش بے روئے انائت

بدل گفتا " بود خرم بجنت "

(۱۳۰۶ھ)

(۸)

رباعی

اے وائے کہ رفت راحت جان و تنم

ہم طاقت وہم صبر رمید از بدنم

یا رب زکجا رسید ایں باد سموم

وا سوخت تمام برگ و بار چمنم

(۹)

آں پسر کا ندر فراقش یکدمم نامد قرار

جز بخواب اکنوں میسر نیست میش زنہار

(۱۰)

یعقوب صفت بحزن گریاں ماندم

اے آہ کہ یوسف دلم رفت بخاک

(۱۱)

پیش تو اے پسر پارہ جاں آمدہ ام

پدر پیرم و نزدیک جواں آمدہ ام

(۱۲)

نازنیں طبعے بروئے ناز در گوشم بگفت
سال تاریخ وصال او " بفضمن نور حق "

(۱۳)

آپ کی تاریخ ولادت بگو باد چراغ بزم ادب " تھی اسکی مناسبت سے تاریخ وفات یہ بھی نکالی۔

بتاریخش جو گشتم بے سرجاں
بگفتم " گل چراغ بزم ادب

(۱۳۰۶ھ)

تکملہ مقالات الشعراء، ابراہیم خلیل، باب الحاء، حبیب، ص ۱۲۷ تا ۱۵۲،

ٹھٹہ کے جن مخادیم کے حالات گزرے ان کے نسب نامہ کے تفصیلی نقشے یہ ہیں۔

(۱)

نسب نامہ حضرت مخدوم ابوالقاسم نقشبندی

(۲)

نسب نامہ مخدوم محمد ابراہیم خلیل

(۴)

نسب نامہ میر سید نظر علی

سید غلام محمد

سید عنایت اللہ عرف (سائینڈنہ)

میر احسن اللہ عرف (میر کلاں)

(ان کی والدہ بی بی نادو مخدوم ابوالقاسم کی پوتی تھیں۔)

سید روشن علی — سید ناصر علی (م/ ۱۲۲۳ھ) مخدوم ابراہیم کا بھانجہ (ٹڈی) — میر سید نظر علی — ایک بچی — سید جمن شاہ — سید حسین علی

سید حسین علی

سید پیار علی

سید حسین علی علی

بی بی نورالنساء — بی بی شہربانو — روشن علی — میر غلام محمد — میر احسن اللہ (م/ ۱۳۰۰ھ)

میر احسن اللہ

میر بخش علی۔

(۴)
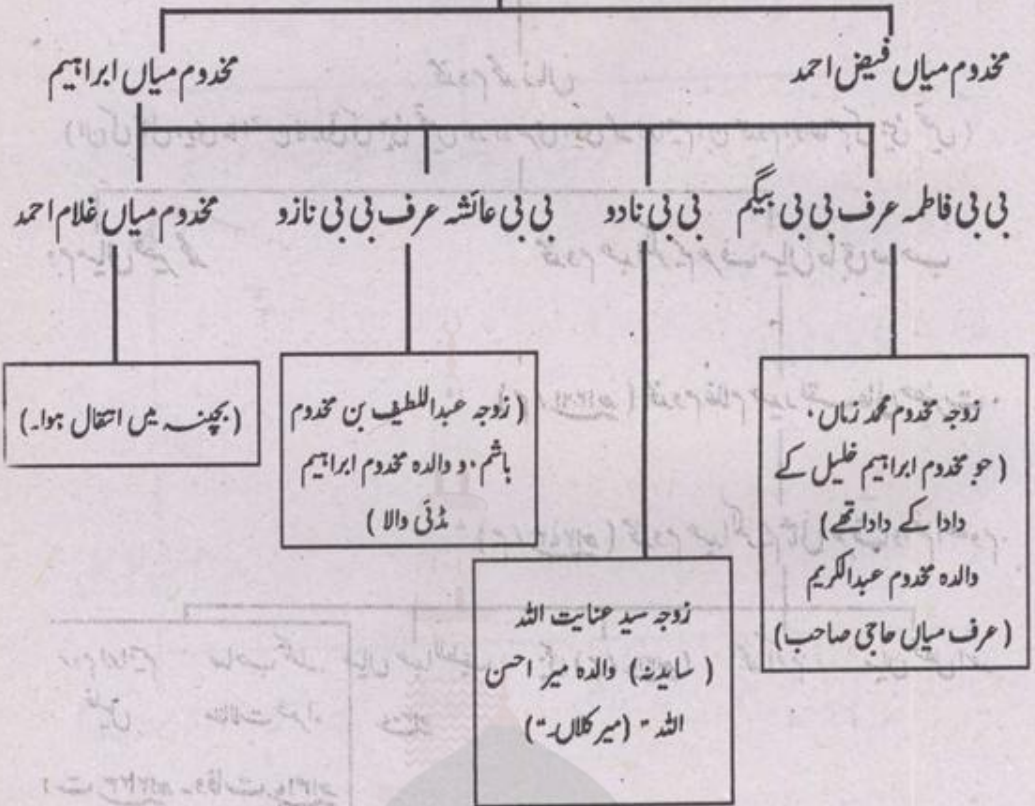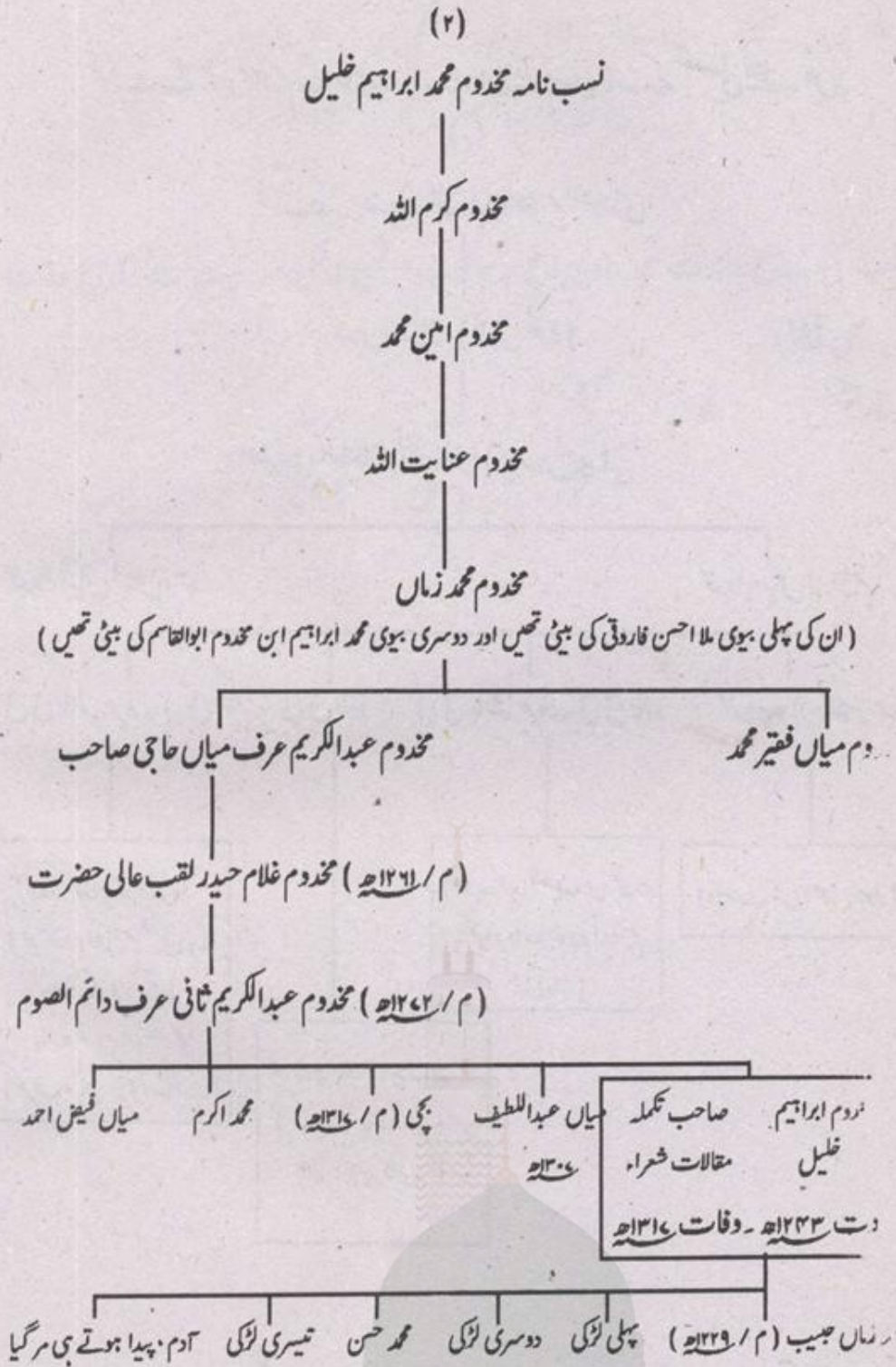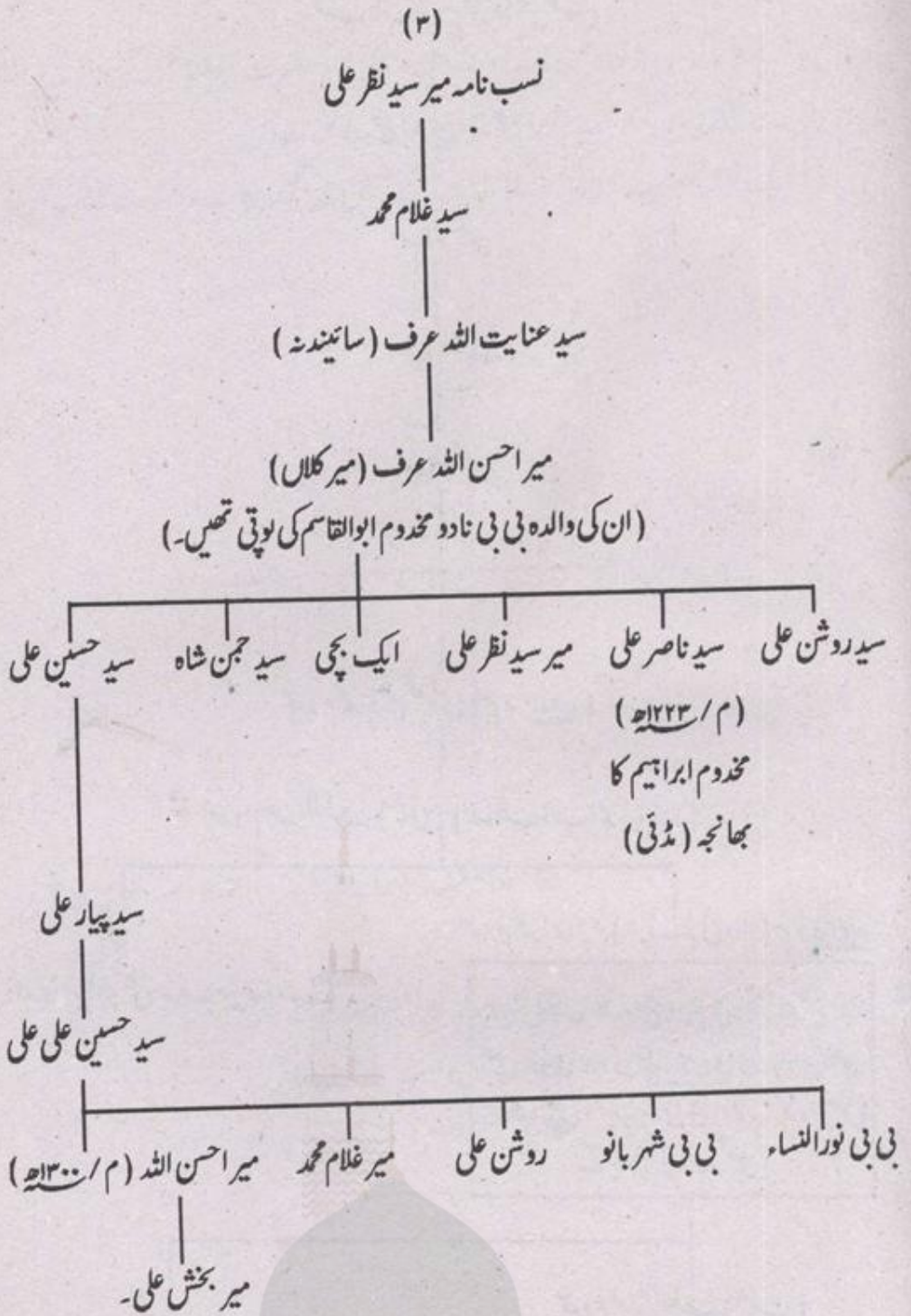
نسب نامہ مخدوم محمد ھاشم ٹھٹوی
خیرالدین سندھی
عبدالرحمن
عبداللطیف
عبدالرحمن
عبدالغفور
مخدوم محمد ہاشم ٹھٹوی (م/۱۱۷۴ھ)
مخدوم عبداللطیف (ثانی) (صاحب ذب الذبابات)
مخدوم محمد ابراہیم (عرف مڈّی والا) م/۱۲۲۵ھ
لڑکی
(والدہ میر نظر علی عرف میر صاحب)
ان کی والدہ مخدوم ابوالقاسم کی پوتی بی بی نازو تھیں۔ بی بی نازو کی ایک بہن بی بی نادو میر احسن کی والدہ تھیں۔ تیسری بہن بی بی فاطمہ مخدوم خلیل کے پر دادا کی والدہ تھیں)
مخدوم عبداللطیف (ثالث)
لڑکی
(میر نظر علی سے منسوب تھیں لیکن شادی نہ ہوئی)
بی بی بتول
(مخدوم خلیل کی والدہ)
مخدوم عبداللہ امید
مخدوم خلیل کے ماموں
مخدوم عبدالغفور
(مؤلف حجم ذبغ العیون فی ردبیع الفق المفتون)

ٹھٹہ کے ان مذکورہ مخادیم کے مزارات مکلی میں حضرت ابوالقاسم کے مزار کے احاطہ میں ہیں ان کے نقشے یہ ہیں، جو مخدوم ابراہیم خلیل کے بنائے ہوئے ہیں

ایک نقشہ حضرت ابوالقاسم کے حالات کے ضمن میں گزر چکا ہے دوسرے نقشے یہ ہیں۔

نقشہ نمبر ۲
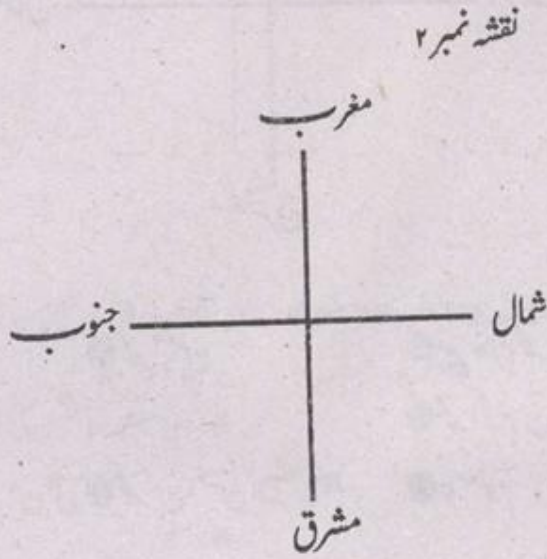
- عبداللطیفؒ (برادر خلیل) بن مخدوم عبدالکریم بن مخدوم (غلام حیدر)
- مخدوم میاں عبدالکریم نقشبندی (عرف دائم الصوم م / ۱۲۷۲ھ)
- مخدوم محمد ابراہیم رحمت اللہ علیہ
- محمد زماں، جبیب (خلیل کا فرزند
- ؟ نامعلوم۔

نقشہ نمبر ۳
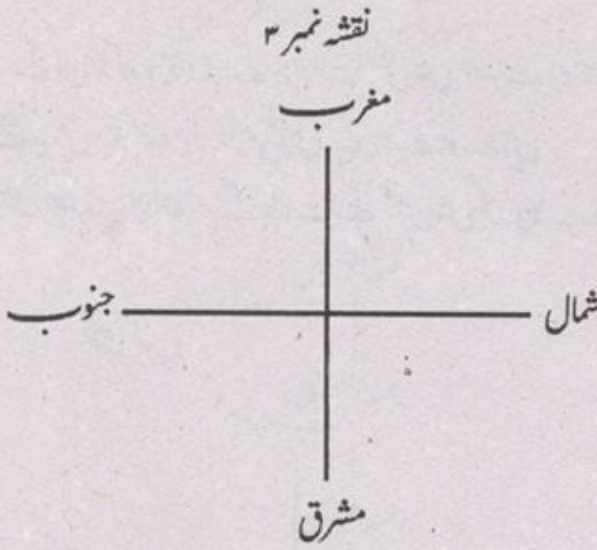
● محمد معین ● میر غلام محمد بن میر حسین

● محمد اکرم بن ابراہیم خلیل

● میر احسن اللہ بن میر حسین علی ● محمد بن احسن اللہ ● نامعلوم

(م ۱۳۰۰ھ)

● میر حسین علی بن میر پیار علی ● سقط حسن اللہ ● نامعلوم

● میر بخش علی بن احسن اللہ ● عبدالقادر بن مخدوم غلام حیدر مانکانی

● میر روشن علی بن میر حسین علی ● آدم (ابراہیم خلیل کا فرزند) ● نامعلوم

● میر پیار علی والد میر حسین علی ● عمر بن حافظ عبداللہ ● نامعلوم

● محمد حسن بن ابراہیم خلیل ● نامعلوم

● میر نظر علی۔ بن احسن اللہ (لقب حضرت میر صاحب)

● مخدوم میاں غلام حیدر (لقب اعلیٰ حضرت و میاں صاحب

● مخدوم فیض احمد

صورت قبہ مسجد شریف۔ مزار کرام۔

نقشہ نمبر ۴

عورتوں کا چبوترہ
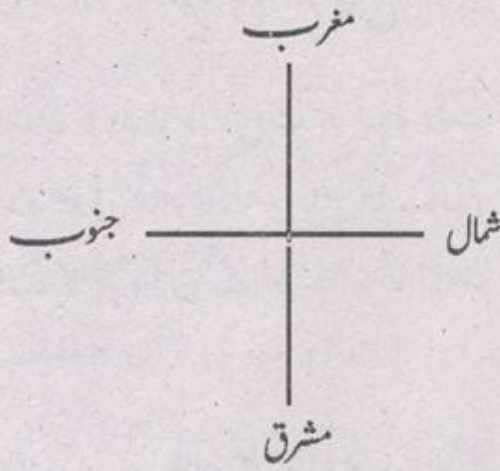
● ہمشیرہ حضرت میر صاحب ● نامعلوم ● نامعلوم ● نامعلوم ● بی بی لاڈو (خلیل کی دادی)

● پیلو کا درخت   نیم کا درخت

● نامعلوم   ● بی بی مستورہ (خلیل کی پھوپھی)

● نامعلوم

● نامعلوم   ● نامعلوم

● نامعلوم

● بی بی بتول (خلیل کی والدہ)

● نامعلوم   ● نامعلوم

● بی بی وسندی (والدہ میر حسین)

● بی بی فاطمہ (حضرت ابوالقاسم کی پوتی   ● نامعلوم

● بی بی عائشہ (   )   ● ماہ جی خلیل کی زوجہ

● بی بی مادو (   ) ● خلیل کی پہلی بیٹی   ● خلیل کی دوسری بچی   ● بدرالنساء زوجہ خلیل ● نادو بنت حاجی محسن

● نامعلوم   ● زینت النساء   ● حلیمہ زوجہ محسن

● نور النساء (میر حسین علی شاہ) شاہ کی بیٹی   ● بی بی موجود خلیل کی زوجہ ثالث

● شہر بانو (   )   ● نامعلوم   ● خوشنو زوجہ صابر

● نامعلوم   ● نامعلوم   ● خیرو بنت صابر

● نامعلوم   ● نامعلوم ● نامعلوم

● نامعلوم   ● نامعلوم ● نامعلوم ● نامعلوم

میر علی شیر قانع

سر زمین سندھ کا وہ نامور سپوت جو اپنے وقت کا محقق عظیم مورخ ، بہترین مصنف عمدہ صوفی شاعر اور جید عالم تھا ، تاریخ سندھ کے ایک بڑے حصہ سے پردہ اٹھانے کا سہرہ اس کے سر ہے ۔ وہ سلسلہ ، عالیہ نقشبندیہ ہی کا فیض یافتہ تھا ۔

نسب اور خاندان :۔ میر غلام علی قانع پورا نام ہے ۔ سندھ کے اس علمی مذہبی اور بزرگ گھرانے کے فرد تھے جس کا تعلق شیراز سے تھا ، ان کے مورث اعلیٰ قاضی سید شکر اللہ شیرازی(۱) اپنے وطن سے ۹۲۸-۹۲۷ ھ میں ھجرت کر کے یہاں ٹھٹہ میں آکر مقیم ہو گئے تھے ، اور یہاں مرزا شاہ بیگ کے دور میں ٹھٹہ کے قاضی القضاہ مقرر کئے گئے تھے ، آپ کا سلسلہ نسب اس طرح سے ہے ۔

" غلام علی شیر قانع بن میر عزت اللہ (م ۱۱۶۱ ھ) بن میر محمد کاظم بن میر محمد بن ظہیرالدین ۱۰۳۷ ھ بن میر سید شکر اللہ ثانی بن سید وجیہہ الدین بن سید نعمت اللہ بن سید عرب شاہ بن امیر نسیم الدین معروف بمیر میرک شاہ ، بن میر جمال الدین بن فضل اللہ حسینی شیرازی "

اس خاندان کے افراد نے سندھ میں بڑے بڑے علمی کارنامے انجام دیئے ہیں ۔ آپ کے والد کے چھ فرزند تھے ۔ (۱) سید فخرالدین (۲) سید یار محمد (۳) سید محمد امین (۴) سید محمد صالح (۵) سید ضیاء الدین ضیاء (۶) میر غلام علی شیر قانع

ولادت :۔ میر قانع کی ۱۱۴۰ ھ میں ٹھٹہ شہر کے اندر ولادت ہوئی ، تاریخ ولادت اس سے نکلتی ہے ۔ " خَلَقَ اِنْسَاناً مِنَ السُّلَالَۃِ "

تعلیم :۔ ٹھٹہ اس زمانے میں اہل علم و ہنر کا مرکز بنا ہوا تھا ، چنانچہ آپ نے

وقت کے بڑے بڑے جید علماء سے تحصیل علم کیا، آپ کے اساتذہ میں ان علماء و شعراء کے نام لئے جاتے ہیں ۔ (۱) میاں نعمت اللہ (۲) میاں محمد صادق (۳) میاں عبدالجلیل ٹھٹوی کے صاحبزادے (۴) آخوند محمد شفیع ٹھٹوی (۵) آخوند ابوالحسن ٹھٹوی بے تکلف (۶) مرزا محمد جعفر شیرازی ۔

علم باطن :۔ علوم ظاہری کے بعد علوم باطنی کی طرف متوجہ ہوئے اور اس میں درک حاصل کیا ۔ اس کا اندازہ آپ کی بعض تصانیف سے ہوتا ہے جو تصوف کے موضوع پر ہیں اور اس میں بہت سے اہم باطنی اور روحانی مسائل پر بڑا شافی اور وافی قلم اٹھایا ہے ، مثلاً مثنوی ختم السلوک ، آپ کی ایک تصنیف ہے اس مثنوی میں انہوں نے معرفت حق تعالیٰ ، توحید علمی توحید ایمانی ، توحید حالی تصوف کی حقیقت ، فقر ، توبہ ، توکل ، شکر و رضا ، رجا ، جمع و تفرقہ ، فنا و بقاء غیب و شہود ، تجلی و محبت سماع جیسے اہم مسائل اور تصوف کی ان مشکل ترین اصطلاحات کو حل کیا ہے ، اس کے علاوہ انہی کی دوسری تصنیف " طومارسلاسل گزیدہ " ہے جس میں سندھ کے صوفیاء کے حالت اور ان کے سلسلہ ہائے طریقت کو بیان کیا گیا ہے ۔

ان کی ایک اور تصنیف " معیار سالکان طریقت ہے " جس میں تقریباً ایک ہزار سندھ کے صوفیا اور علماء کے سن ولادت اور سن وفات کو ذکر کیا ہے جس سے ان صوفیاء کے زمانہ حیات کو سمجھنے میں بڑی آسانی ہوجاتی ہے ۔

علاوہ ازیں انکی دیگر تصانیف مثلاً " غوثیہ " " زینت الاخلاق " روضتہ الانبیاء مثنوی محبت نامہ ، وغیرہ ان کی طبیعت کی روحانیت کی طرف رغبت اور علوم باطنیہ سے مناسبت پر دلالت کرتی ہیں ۔

پھر اس علم باطن کو صرف علم اور تصنیف و تالیف تک محدود نہیں رکھا بلکہ اس کو عملی طور پر بھی اختیار کیا ، یعنی حضرت خواجہ محمد معصوم صاحب

(ابن امام ربانی مجدد الف ثانی) کی اولاد امجاد میں سے ایک ولی کامل حضرت خواجہ شیخ عبدالاحد سے بیعت ہوئے، اور اس طرح سرہندی خاندان کے ذریعہ نقشبندی سلسلہ کے فیوضات و برکات سے خود کو بہرہ ور کیا۔

مسلک و سلسلہ طریقت:۔ اگرچہ مسلکاً تفضیلی شیعہ تھے لیکن طریقت میں حضرت شیخ عبدالاحد سے انکو انتساب تھا۔ جبکہ آپ کے والد میر عزت اللہ کو حضرت مخدوم آدم ٹھٹوی کے پوتے اور مخدوم ابوالقاسم کے فیض یافتہ مخدوم محمد (ابوالمساکین) سے انتساب تھااور وہ ان سے بیعت تھے چنانچہ "طومار سلاسل" میں میر قانع اپنا اور اپنے والد کا علیحدہ علیحدہ شجرہ طریقت یوں بیان کرتے ہیں۔

"میر عزت اللہ، مرید۔ میاں محمد (بنیرہ، مخدوم آدم) مرید۔ مخدوم ابوالقاسم نقشبندی، ۔مرید شیخ سیف الدین، مرید۔ برادر خود خواجہ معصوم ولد مجدد الف ثانی۔

اور اپنا شجرہ طریقت یوں بیان کرتے ہیں۔

"میر علی شیر قانع، مرید۔ شیخ عبدالاحد، مرید۔ والد خود حاجی غلام معصوم، مرید۔ شیخ محمد اسماعیل، مرید حضرت قیوم زمان محمد صبغتہ اللہ، مرید خواجہ محمد معصوم ولد مجدد الف ثانی۔

اس کے علاوہ میر قانع کے خاندان کے دیگر افراد بھی اس ہی سلسلہ نقشبندیہ سے منسلک تھے چنانچہ سید رحمت عرف سید متو، سید محمد ناصر، وسید عبداللہ، سید نعمت اللہ شکر الہی کے لڑکے، وغیرہ اسی سلسلہ کے اندر حضرت ابوالقاسم نقشبندیؒ کے حلقہ ارادت میں داخل تھے۔

یہی وجہ ہے کہ شیعیت کی طرف مائل ہونے کے باوجود وہ بہت وسیع المشرب تھے۔ انکے مسلک پر اور وسیع المشربی پر یہ چند اشعار شاہد ہیں۔۔

۱) چورافضی نکنم سرد دل ببغض کسے (مقالات الشعراء ۶۰۵)
زچار یار دریں دہر گرم محفل ما است

۲) بہر شکم بخویش نمایند شیعہ نام (ص ۶۰۸)
حیدر بچشم شاں است مگر " حیدر کلیچ

۳) خاجی رانبود علم الہیٰ معلوم (ص ۶۱۹)
خبر از شہر چہ دارد کہ ز در میگز رو

۴) نبود . عجیب نمانشد ارصاف رافضی (ص ۲۳۷)
گہ دل زگرد کینہ اصحاب شستہ ایم

۵) ز بغض وحب احدے بیش وکم بر لب نمی آرم
بود چوں چار عنصر اعتدال مہر اصحابم

شعر و شاعری:۔ زمانہ طالب علمی سے ہی آپ شعر و سخن کا ذوق رکھتے تھے ۔ اور ۱۱۸۲ھ میں بارہ سال کی عمر سے شعر کہنے شروع کر دیئے تھے ، کچھ ہی عرصہ میں ایک ضخیم دیوان تیار ہو گیا تھا ، جو تقریباً " آٹھ ہزار " اشعار پر مشتمل تھا ، لیکن اسکو چند ذاتی وجوہات کی بنا پر انہوں نے دریا میں پھینک دیا دو سال تک خاموش بیٹھنے کے بعد ۱۱۵۵ھ میں پھر شاعری کی طرف لگے ، اس زمانہ میں میر حیدرالدین ، ابو تراب کامل ، جیسے کامل شاعر اور ادیب سے ملاقات ہوئی جو ان کے ذوق سخن کی زیادتی اور ازدیاد کا باعث ہوئی ، انکی شاگردی اختیار کی اور اس میں پھر مصروف ہو گئے ۔

ابتداء میں " مظہری " تخلص رکھتے تھے ، لیکن جب یہ حسین مقولہ نظر سے گزرا کہ " عَزَّ مَنْ قَنَعَ " تو اس وقت سے اپنا تخلص " قانع " رکھ لیا ۔

اس خاندان کے لوگوں نے ہر دور میں آسودہ حالی کی زندگی بسر کی ، ہر زمانے میں حکومت وقت کی طرف سے ان کو اعزازات اور اکرامات سے نوازا گیا

چنانچہ میاں غلام شاہ کلہوڑہ (والی سندھ ۱۱۷۰-۱۱۸۶ھ) نے میر قانع کو اس خاندان کی تاریخ لکھنے پر ملازم رکھ لیا تھا۔ اور انہوں نے شاہی حکم کے مطابق دو تاریخیں لکھنے شروع کر دی تھیں، ایک شاہ نامہ کی وزن پر نظم میں اور ایک نثر میں لیکن اس کی وجہ معلوم نہیں ہو سکی کہ انہوں نے اس کام کو مکمل کئے بغیر کیوں چھوڑ دیا اور، اور اس ملازمت کو چھوڑ کر ٹھٹہ واپس کیوں آگئے۔

میر قانع کے چند اشعار بطور نمونہ لکھے جاتے ہیں۔

ایک طویل نعت شریف کے چند اشعار

چوں خیمہ زد بروئے زمیں مہر انورش
ذرات کائنات شدند محو یکسرش

چوں استوائے شمس کمال ظہور اوست
ناف زمین پدید شد انوار باہر ش

خورشید از خطوط شعاعیست ناظرش
داغ جبیں مہ اثر بندگی درش

دو لاب چرخ آب کش بوستان او
کز محو رش بود بمیاں چوب محو رش

بنوا ختند نوبت چارم بنام آنکہ
بردوش مصطفے شدہ معراج ظاہرش

تحویل تاکہ یافتہ درخانہ نبی
سعدین برج آمدہ شبیر و شبرش

ماناکہ اوست مہر خلافت کش از شرف
ہر چارم آسمان خلافت بود سرش

ایک اور نعت بحضور سرور کائنات صلی اللہ علیہ وسلم

رحمت عام تو با رحمت حق دوش بدوش
بازوئے لطف تو بالطف خدا دست و بغل
بحر افضال ترا خیمۂ گردوں چوں حباب
دست انعام ترا حاصل کونین اقل
زائر کوئے تو گرید بزبان الہام
ازرہ صدق موالات بآئین غزل
یا رب ایں ، ارض مقدس چہ مکانست و محل
کز ثری تا بثریا ہمہ نور است منزل
وادیٔ ایمن ویا صحن گلستان ارم
ارض بطحا است ویا مشرق انوار ازل
باد بے اذن ، در ان کو نوز وز انکہ بود
خاک راہش کحل دیدہ کل مکمل
در بیابان نجف ہر کہ دود برہنہ سر
نور خورشید تجلی حقش گشتہ کلل
ہر کہ جز مدح و ثنائے تو زباں بکشاید
سخنش گرہمہ وحی است کہ باشد مھزل
تصوف کی رنگ میں رنگے ہوئے چند اشعار
میان ماؤ جاناں غیر راماواچر باشد
کہ چوں حرف " خود " آیدھم دو لب از ھم جدا باشد
بے گم گشتگان راھادی راہ ھدیٰ گردو
جرس سال ہر کہ اوراذکر قلبی دائماً باشد
اگر خارے خوروبر عضوم دل ہی رنجد
بلائے جملہ اھل وہ بلے سر کتخدا باشد

پئے سر سبزی خود میل آبش دیده ام قانع

از آں غافل بود دانہ کہ برواد آسیا شد

وفات:۔ میر قانع چونسٹھ (۶۴) سال کی عمر پا کر ۱۲۰۳ھ میں اس دنیائے فانی سے رخصت ہو گئے ان کے والد کی وفات ۱۲۶۱ھ میں ہوئی تھی اس وقت میر قانع ۲۱ سال کے تھے۔ میر قانع کی قبر مکلی میں انکے خاندانی قبرستان میں واقع ہے۔

اولاد:۔ اپنے پیچھے انہوں نے تین نرینہ اولاد چھوڑیں، ایک کا نام "علی ولی اللہ رکھا، یہ نام میر قانع کو بہت پسند تھا کیونکہ یہ نام سورت کے مشہور بزرگ سعد اللہ سورتی کے دونوں صاحبزادوں کے ناموں اور میر قانع کے والد کے نام کے اجزاء پر مشتمل تھا جیسا کہ دونوں صاحبزادوں کا نام عبد العلی اور عبد الولی تھا اور ان کے والد کے نام "میر عزت اللہ" کا آخری جز فقط "اللہ" ہے لہذا انکا مرکب بناء علی ولی اللہ بلکہ قانع کی اس نام اور اس نام کی ترکیب سے پسندیدگی کا یہ عالم تھا کہ اس نے یہ ارادہ کر لیا تھا کہ اگر اللہ تعالیٰ دوسرے لڑکے مجھے عطاء فرمائیگا تو میں ان کے نام اسی ترکیب پر ایک کا نام غلام علی دوسرے کا نام غلام ولی اللہ، رکھوں گا، چنانچہ اس نے اپنی یہ آرزو صاحب تحفتہ الطاہرین شیخ محمد اعظم ٹھٹوی سے بیان کی اور انہوں نے اس کی آرزو کو یوں اشعار کے رنگ میں ڈھالا۔

علی شیر قانع حسینی کہ او

بود زبدہ آل خیر البشر

یکے روز می گفت با من براز

کہ ایزد ببخشد مرا دو پسر

یکے رانجوانم غلام علی

غلام ولی اللہ نام د گر

اس واقعہ کے بعد ۱۱۸۱ھ میں اللہ تعالیٰ نے میر قانع کو ایک فرزند عطاء کیا اس کا نام انہوں نے "غلام علی" رکھا، اور ۱۱۸۴ھ میں ان کو دوسرا فرزند عطاء ہوا، اس کا نام انہوں نے "علی ولی اللہ" رکھا۔ اور تعجب کی بات یہ ہے کہ یہ دونوں نام تاریخی تھے کہ ان سے ان دونوں بچوں کی تاریخ ولادت بھی نکلتی تھی۔

تیسرا سب سے بڑا لڑکا جو ۱۱۷۱ھ میں تولد ہوا تھا اس کا نام "میر امیر علی" رکھا تھا۔۔ میاں غلام محمد ٹھٹوی نے ان کی تاریخ ولادت یہ کہی ہے "در چمن جاہ شگفتہ گلی"

ان تینوں فرزندوں میں "میر غلام علی" جو شاعر تھے اور مائل تخلص رکھتے تھے اپنے باپ کے صحیح جانشین بنے، اور ان کی تمام روایات کو قائم رکھا۔ اور بھی ان کی جو اولادیں ہوئیں ان میں بھی یہ شعرو سخن کا ذوق چلتا رہا، مثلاً انکے صاحبزادے میر صابر علی ہوئے جو سائل تخلص رکھتے تھے، ان کے صاحبزادے میر حسن علی ہوئے جو ضیاء تخلص رکھتے تھے، اور پھر ان سے میر صابر علی تولد ہوئے جو صابر تخلص رکھتے تھے۔ الغرض یہ گھرانہ علم و سخن کا گہوارہ بنا رہا۔

تصانیف:۔ میر قانع نے بارہ سال کی عمر یعنی ۱۱۵۲ھ سے لیکر اپنی وفات یعنی ۱۲۰۳ھ تک مسلسل اپنے قلم کو رواں رکھا، اور اس عرصہ میں جو انہوں نے تصانیف تیار کی ہیں وہ علم و ادب کا جہاں لازوال گنجینہ ہیں وہاں سندھ کی علمی، ادبی، روحانی، ملکی اور سیاسی تاریخ کا ایک بیش بہا خزینہ ہیں۔

یوں تو میر کی بہت سی تصانیف ہیں جن کے ابھی تک نام بھی نہیں معلوم۔ ہاں مگر مختلف مقامات سے جتنی تصانیف کے نام معلوم ہو سکے وہ یہ ہیں۔

(۱) "دیوان علی شیر ۱۱۵۲ھ کی تصنیف ہے، جس میں بارہ سال کی عمر تک اپنے آٹھ ہزار اشعار جمع کیے تھے لیکن اس کو دریا میں ڈبو دیا۔

(۲) مثنوی شمئہ از قدرت حق ۔ یہ کتاب کا تاریخی نام ہے جس سے اس کا سن تالیف ۱۱۶۵ھ نکلتا ہے ۔ یہ نسخہ اس وقت کہیں موجود نہیں ۔

(۳) مثنوی قضاؤ قدر ۔ آقا رضا نگہت شیرازی کی خواہش پر ۱۱۶۷ھ میں تالیف کی گئی ۔ اس کا ایک نسخہ سندھی ادبی بورڈ میں میر کے اپنے ہاتھ کا موجود ہے ۔

(۴) نو آئین خیالات ۔ یہ بھی تاریخی نام ہے جس سے ۱۱۶۹ھ اس کا سن تالیف نکلتا ہے میر کی عمدہ نثر پر مشتمل ہے اس کے کچھ اقوال مقالات الشعراء میں نقل کئے ہیں ۔

(۵) مثنوی قصئہ کا مروپ ۔ تین ہزار اشعار پر مشتمل اس مثنوی کو ۱۱۶۹ھ میں تحریر کیا ۔

(٦) دیوان قال غم ۔ غزل قصیدے ، مخمس ، ترجیع وغیرہ پر مشتمل تقریباً نو ہزار اشعار ۱۱۷۱ھ میں لکھے گئے ، یہ اس کا تاریخی نام ہے ۔

(۷) ساقی نامہ ۔ اشعار پر مشتمل ہے اس کتاب کا بھی اب کہیں وجود نہیں ۱۱۷۴ھ میں یہ کتاب لکھی گئی ۔

(۸) واقعات حضرت شاہ ۔ ایک ہزار بیت پر مشتمل ہے ۱۱۷۴ھ میں تالیف کی گئی ۔

(۹) چہار منزل ۔ ۱۱۷۴ھ ایک ہزار بیت مثنوی ۔ نایافت ہے ۔

(۱۰) ترویج نامہ حسن و عشق ۔ ۱۱۷۴ھ نثر میں یہ کتاب ہے بھی نایافت ہے ۔

(۱۱) اشعار متفرقہ درضائع و تاریخ ۔ (۱۱۷۴ھ) ہزار بیت پر مشتمل ہے ، نایافت ہے ۔

(۱۲) بوستان بہار ۔ (معروف مکلی نامہ) (۱۱۷۴ھ) مقابر قبرستان مکلی کے متعلق ہے ۔ " مہران " رسالہ کے ۱۹۵٦ء شمارہ ۲ ۔ ۴ میں سید حسام

الدین راشد نے شائع کیا۔

(۱۳) تاریخ عباسیہ ، (۱۱۷۵ ھ) میاں غلام شاہ کلوڑہ کے حکم سے کلہوڑوں کے حالات میں لکھنی شروع کی لیکن نامکمل رہی ۔ نثر میں ہے ۔

(۱۴) مقالات الشعراء ۔ (۱۱۷۴ ھ) سندھ کے شعراء کے حالات ۔

(۱۵) تاریخ عباسیہ ۔(۱۱۷۵ ھ) ، یہ نظم ہے ، بیس ہزار بیت میں کلھوڑو خاندان کی تاریخ لکھی ہے ۔

(۱۶) تحفتہ الکرام ۔ (۱۱۸۱ ھ) قدیم تاریخ ۳ جلدوں میں تیسری جلد میں تاریخ سندھ ہے ۔

(۱۷) مثنوی اعلان غم ۔ (۱۱۹۲ ھ) برٹش میوزئم میں موجود ہے (۱۱۳۳) اشعار پر مشتمل ہے ۔

(۱۸) زبدۃ المناقب ۔ (۱۱۹۲ ھ) کتاب کے ۳۶۲ صفحہ ہیں ایک ہزار دوسو اشعار پر مشتمل ہے۔

(۱۹) مختار نامہ ۔ (۱۱۹۴ ھ) مختار ثقفی کے حال میں ہے جس میں سات ہزار بیت ہیں ۔(سندھی ادبی بورڈ میں موجود ہے)

(۲۰) نصاب البلغاء ۔ (۱۱۹۸ ھ) حیات انسانی سے متعلق امور کی لغت اور انسائکلوپیڈیا ۔

(۲۱) مثنوی ختم السلوک ۔(۱۱۹۹ ھ) تاریخی نام ہے ۔ تصوف میں ہے ۔ سندھی ادبی بورڈ میں موجود ہے ۔

(۲۲) طومار سلاسل گزیدہ ۔ (۱۲۰۲ ھ) یہ تاریخی نام ہے ۔ سندھ کے مشہور صوفیائے کرام کے سلسلہ ہائے طریقت کا بیان ہے ۔ مولف کے ہاتھ کا نسخہ سندھی ادبی بورڈ میں موجود ہے ۔

(۲۳) شجرہ اطہر اہل بیت ۔ (۱۲۰۲ ھ) تاریخی نام ہے ۔ سندھ کے اہل بیت کا شجرہ ۔

(۲۴) معیار سالکان طریقت ـ (۱۲۰۲ھ) ایک ہزار صوفیاء سندھ کی تاریخ ولادت و وفات جو تحفۃ الکرام میں رہ گئی تھیں ـ یہ برٹش میوزیم میں ایک نسخہ موجود ہے ـ (ADD-۲۱،۵۸۹)

(۲۵) روضتہ الانبیاء ـ اس کا سن تالیف معلوم نہیں ـ

(۲۶) زینت الاخلاق ـ منظوم ہے جو نصائح پر مشتمل ہے ـ

(۲۷) غوثیہ ـ سلوک، معرفت و تصوف میں منظوم رسالہ ہے ـ

(۲۸) مثنوی قصاب نامہ ـ ٹھٹہ کے ایک قصائی کے جوان لڑکے کی موت پر ایک منظوم داستان ـ

(۲۹) میزان الافکار ـ منظوم رسالہ ہے ـ

(۳۰) تذہیب طباع ـ اسکا سن تالیف اور موضوع نہیں معلوم ـ

(۳۱) سرفراز نامہ ـ پند و نصیحت پر مشتمل منظوم رسالہ ـ

(۳۲) حدیقۃ غلباء ـ مختلف عنوانات کے تحت فارسی کے شعراء کا کلام، مولف کے ہاتھ کا نسخہ سندھی ادبی بورڈ میں ہے ـ

(۳۳) مثنوی کان جواہر ـ منظوم کلام پر مشتمل ـ

(۳۴) میزان فارسی ـ اس کی تفصیل معلوم نہیں ـ

(۳۵) رسالہ معمامع شرح نظم اور نثر کی کتاب ـ

(۳۶) لب تاریخ کلھوڑہ ـ مضمون نام سے ظاہر ہے ـ

(۳۷) بیاض محک الشعراء :ـ " محک کمال، محسن " کے طرز پر شعراء کے کلام کا مجموعہ، سندھی ادبی بورڈ میں موجود ہے ـ

(۳۸) دیوان اشعار ـ منظوم کلام پر مشتمل ـ

(۳۹) قصائد و منقبت ـ مؤلف کے لکھے ہوئے قصائد و مناقب کا مجموعہ ـ

(۴۰) انشائے قانع ـ قانع کے مکاتیب پر مشتمل، سندھی ادبی بورڈ میں موجود ہے ـ

(۴۱) مثنوی محبت نامہ۔ ۱۰۹ اشعار پر مشتمل، موضوع ہے "شمع اور پروانہ کی گفتگو۔

۱۔ آپ کا مزار مکلی میں شیخ اسحاق پوتہ کے مزار کے قریب ہے، مقالات الشعراء "باب القاف قانع"۔

۲۔ ترجمہ وہ عزت پا گیا جس نے قناعت اختیار کی۔

حالات ماخوذ از:۔ ۳۔ مقدمہ مقالات الشعراء، سید حسام الدین راشدی ص ۱ تا ۳۰، مقالات الشعراء، علی شیر قانع، باب القاف قانع ص ۵۳۱ تا ٦۴٦۔

مخدوم رکن الدین ٹھٹوی

مخدوم بلال کے اس عظیم اور صاحب کشف وکرامت خلیفہ کی تعریف کرتے ہوئے صاحب حدیقتہ الاولیاء فرماتے ہیں ۔

" آں عارف حق ، ولی مطلق ، مرشد کامل ،
صاحب حال ، اھل دل ، صدر نشین مجامع قدس
محرم سرائر محافل انس ، خدا وند مناقب علیہ ،
و کرامات جلیہ یعنی درویش رکن الدین ولد وشیہ ،
صاحب ولایت و اھل حال بودہ " (۱)

نام و نسب :۔ آپ کا اسم گرامی رکن الدین تھا لیکن مخدوم متو کے نام سے مشہور تھے ۔ آپ حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی اولادامجادمیں سے تھے ۔ آپ کے والد ماجد کا نام حدیقتہ الاولیاء کے ایک نسخہ میں" وشیہ " لکھا ہوا ہے جس کے معنیٰ آباد اور سبزے کے ہیں اور اسی کے دوسرے نسخہ اور تحفتہ الکرام میں دیتہ " لکھا ہوا ہے جسے سندھی میں " ڈنو " یا " ڈتھو " کہتے ہیں اس کے معنیٰ " خدا کی بخشش " کے ہیں ۔ (۲)

علمی اور مذھبی خدمت :۔ آپ اپنا تمام وقت وظائف ، طاعات و عبادات میں گزارتے تھے ، جو وقت بچتا تھا وہ مخلوق خدا کی رشد و ھدایت میں صرف فرماتے تھے ، جب آپ مسند رشد و ھدایت پر متمکن ہوئے تو دور دور سے سالکان طریقت آپ کی خدمت میں حاضر ہو کر طالب طریقت ہوئے اور آپ سے فیوضات حاصل کر کے مراتب علیا پر فائز ہوئے ، چنانچہ تاریخ معصومی میں ہے ۔

" سالکان طریق زھد و تقویٰ و طالبان منہاج ارشاد و ھدیٰ نسبت

باد در غایت ارادہ بودند و اعتماد بر سلوک اد نمودہ "

یوں تو آپ تمام علوم ظاہری کے جامع تھے لیکن علوم حدیث میں بالخصوص یگانہ روزگار تھے آپ نے " شرح اربعین " اور شرح کیدانی " اور دیگر بہت سی کتابیں بھی تصنیف فرمائیں ۔ (۳)

کرامت :۔ آپ کی بہت سی کرامتیں عوام میں مشہور ہیں جن میں سے ایک یہ واقعہ بھی ہے کہ حضرت شیخ بہاؤ الدین ذکر یا ملتانیؒ کی اولاد میں سے شیخ اسماعیل نامی ایک بزرگ تھے جو موضع " لار " میں سکونت پذیر تھے اسی علاقہ کا سردار جس کا نام " صدھو ساکر " تھا اس کو آپ سے کچھ عداوت ہو گئی ۔ اور وہ ہر وقت آپکو ایذاء اور تکلیف دینے کے در پے رہنے لگا ، یہ حضرت مخدوم رکن الدینؒ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور اس رئیس کی ایذا رسانیوں کا ذکر کر کے اس مشکل سے نجات دلانے کی درخواست کی حضرت مخدوم نے اس سردار کے پاس پیغام بھیجا کہ وہ اپنی ان شرارتوں سے باز آجائے اور ناحق کسی شخص کو اور وہ بھی ایک برگزیدہ کو تکلیف نہ دے لیکن اس نے اپنے مال و متاع اور جاہ و عزت کے نشہ میں حضرت کے اس پیغام کی کوئی پرواہ نہ کی بلکہ مزید ایذاء رسانیوں میں اضافہ کر دیا ۔ یہ سن کر حضرت غیظ و غضب میں آگئے اتفاق سے کچھ روز بعد راستہ میں اسی سردار کا حضرت مخدوم سے آمنا سامنا ہو گیا ، آپ نے اس پر ایک جلال کی نظر ڈالی جس کی وہ تاب نہ لاسکا اور ایسا سخت بیمار ہوا کہ اس کے ایک ایک عضو سے خون جاری ہو گیا ، یہاں تک کہ اسی بیماری میں وہ ھلاک ہو گیا (۴) اللہ تعالیٰ اپنے بندوں کے غضب سے ہمیں محفوظ رکھے

قرب خداوندی :۔ حضرت مخدوم پر ان کے رب کے خاص الطاف و کرم کا اس واقعہ سے اندازہ ہوتا ہے کہ ایک روز آپ مسجد میں آرام فرما رہے تھے کہ امام مسجد نے آپ کے قریب کھڑے ہو کر اپنی چادر کو اس طرح جھاڑا کہ اس کا

کچھ کوڑا حضرت مخدومؒ کے جسم مبارک پر آکر گرا، اس کا گرنا تھا کہ اس ہی وقت امام صاحب کے ہاتھ اور پاؤں شل اور بے حس و حرکت ہو گئے، کچھ دیر بعد جب حضرت کی آنکھ کھلی تو انہوں نے آپ کے قدموں پر سر رکھ کر اس گستاخی کی معافی چاہی، اس پر آپ نے فرمایا کہ "خدا کے عزت و جلال کی قسم مجھے تو اس کا پتہ بھی نہیں تھا اور اس تمہاری حرکت کا مجھے احساس تک نہیں تھا۔ یہ اس رب ذوالجلال کی مجھ پر خاص عنایت ہے کہ اس کو اپنے اس بندہ اور دوست کی اتنی سی گستاخی اور بے ادبی بھی گوارہ نہ ہوئی۔ بہر حال آپ نے اپنا دست شفاء امام صاحب کے ہاتھ اور پاؤں پر پھیرا تو وہ اسی وقت درست ہو گئے اور انکو اسی لمحہ شفا مل گئی۔(۵)

وفات:۔ اس عندلیب گلشن عرفان کی روح ۹۴۹ھ (۶) میں قرب خداوندی کے باغوں کی طرف پرواز کر گئی۔ حدیقۃ الاولیاء کے ایک نسخہ اور تحفۃ الکرام میں آپکا سن وفات ۹۸۸ھ مذکور ہے جبکہ حدیقۃ الاولیاء کے دوسرے نسخہ میں ۹۷۸ھ مذکور ہے (۷) مقالات الشعراء میں ہے کہ بادشاہ ہمایونکے عہد میں ٹھٹہ کے اندر آپ نے وفات پائی۔

۳۔ حاشیہ و مقالات الشعراء ص ۲۸۴ بحوالہ تاریخ معصومی ص ۲۰۰ تحفۃ الکرام ۲۱۸۔۳

۴۔ حدیقۃ الاولیاء، سید عبدالقادر، مطبوعہ سندھی ادبی بورڈ ص ۱۶۳۔

۵۔ ایضا ۱۶۳

۶۔ حاشیہ مقالات و مقالات الشعراء ص ۲۸۴۔

۷۔ حاشیہ حدیقۃ الاولیاء، پیر حسام الدین راشدی ص ۱۶۳۔

قاضی علی محمد فقیر

صاحب تکملہ مقالات الشعراء آپ کی تعریف ان الفاظ میں کرتے ہیں ۔
" جاں فدائے اہل سلوک ، ودرقربانیان اصحاب معرفت مسلوک قاضی علی محمد "

خاندان :۔ آپ کے والد کا نام قاضی محمد یحیٰ تھا ۔ ٹھٹہ کے مشہور شاعر قاضی غلام علی جعفری آپ کے سگے بھائی تھے ۔ آپکا تعلق ٹھٹہ کے " قاضی " خاندان سے تھا ۔ یہیں آپکی ولادت ہوئی تھی ۔

علم ظاہر :۔ علوم ظاہری کی اکثر کتب آپ نے مخدوم محمد ابراھیم خلیل (صاحب تکملہ مقالات الشعراء) کے پاس پڑھیں ، چنانچہ فقہ میں قدوری درمختار ، اور علم میراث میں سراجی کا باقاعدہ آپ سے درس لیا اور ان فنون میں مہارت تامہ حاصل کی بالخصوص ترکہ اور علم میراث میں یدطولیٰ رکھتے تھے ۔

علم باطن :۔ علوم باطنی کی تحصیل بھی آپ نے مخدوم ابراھیم خلیل سے ہی کی اور انہیں سے سلسلہ نقشبندیہ میں شرف بیعت حاصل کیا ، یہی وجہ ہے کہ وہ اس خاندان سے اور اسکے بزرگوں سے بڑی عقیدت رکھتے تھے ۔ اور مخدوم ابراھیم خلیل کا اپنے اشعار میں بوجہ تعظیم کے کبھی نام نہیں لیتے تھے بلکہ آپکو " حضرت " کے نام سے یاد کرتے تھے ۔

چنانچہ ان کی ایک غزل ہے جس کے آخری شعر میں وہ حضرت مخدوم ابراھیم خلیل کا یوں ادب سے ذکر کرتے ھیں ۔

خال آں رخسار خوش می آیدم
نامہ تاتار خوش می آیدم

کے بگلشن خاطرم گیرد قرار
کوچہ دلدار خوش می آیدم
سینۂ من لالہ زار از داغہا است
سیراین گلزار خوش می آیدم
چوں کشم کحل الجواہر راچشم
خاک پائے یار خوش می آیدم
بھر دیدارش چو "حضرت" اے فقیر
رخنہ دیوار خوش می آیدم

جاہ و منصب:۔ اپنے والد قاضی محمد یحییٰ کے انتقال کے بعد آپ ٹھٹہ شہر کے قاضی مقرر ہوئے یعنی ۱۲۵۹ھ میں منصب قضات پر ممتکن ہوئے۔

اس کے علاوہ آپ کو "پالکی نشین" ہونے کا بھی سرکاری اعزاز حاصل ہے۔ دراصل اس زمانے میں ٹھٹہ کے دو بزرگ اور اعلیٰ خاندانو کو حکومت کی طرف سے یہ اعزاز حاصل تھا کہ وہ "عیدین" کے روز شہر سے عیدگاہ تک جو کہ مکلی میں واقع تھی "پالکی" میں سوار ہو کر جائیں، ان میں سے ایک پیر مراد شیرازی کا خاندان تھا اور دوسرا آپ کے جدامجد قاضی شیخ محمد رچی کا خاندان تھا یہ دستور اس وقت سے چلا آرہا تھا، اور آپکو بھی یہ اعزاز حاصل ہوگیا۔ آپ نے اس پالکی سے متعلق دو تاریخی قطعے لکھے ہیں جنسے پتہ چلتا ہے کہ یہ اعزاز اس خاندان کو ۹۳۶ھ میں حکومت وقت کی طرف سے عطا ہوا تھا۔ ایک قطعہ یہ ہے۔

امداد شد زشاہ ہمایوں چوں پالکی
قاضی بشد، بفرط مبارک زھر طرف
تاریخ وے بجست خرد از سروش دوش
دل گفت، گو، "بزیب ھویدا شدہ شرف"

۹۳۶ھ

شاعری :۔ شاعری سے شغف رکھتے تھے ، اور اس فن میں بھی ان کے استاذ مخدوم ابراہیم خلیل تھے ، چناچہ ان کے استاذ خود فرماتے ہیں کہ تاریخگوئی میں یہ بڑی مہارت رکھتے تھے ۔ تخلص فقیر رکھتے تھے ۔آپکی ایک غزل اور ایک رباعی تو پہلے گزری ایک اور آپ ہی کی غزل ہے ۔

اے بنقد دل خریدارت نہ من ، صد ہچوں من
جان فروش حسن بازارت نہ من ، صد ہچوں من
کشتۂ تیر نگاہ و تیغ ابر ویت لبے
درد مند چشم بیمارت نہ من ، صد ہچوں من
من نہ تنہا چشم برارہم ز شوق مقدمت
جان بلب مشتاق دیدارت نہ من ، صد ہچوں من

ایک اور آپ کی غزل ہے ۔

جز عداوت بجہاں آہ دگر چیزے نیست
اندریں دور بجز فتنہ و شر چیزے نیست
نیست امید کہ از ہم نفساں نفع رسد
حاصل از اھل جہاں غیر ضرر چیزے نیست
وائے زیں زھد و ریاضات جناب زاھد
ھمہ تزویر دریا ھست دگر چیزے نیست
نیست اندیشۂ زپا لغز صراطم ھر گز
دستگیرم چو رسول است خطر چیزے نیست
آزمودم کہ بجا گفت فقیرا " واقف "
از غم دورئ احباب بتر چیزے نیست

وصال :۔ ۳ رمضان المبارک ۱۳۰۶ ھ میں آپ اپنے مرشد کی حیات میں ہی

اس دارفانی سے رحلت کر گئے آپ کے مرشد مخدوم ابراہیم نے آپ کی بہت سی تاریخ وفات لکھیں جس میں سے ایک یہ ہے۔

دریغا که برو از صف دوستاں
نکو نام ، نیکی منش را اجل
کسے کز و دا عش به تھتھا شد
بنائے شریف شرف راخلل
مرابود بازوئے قوت بجاں
مرا تقویت بود در ہر عمل
زہاتف چو جستم سن رحلتش
بگفتا " جدی در بھشتش محل "

۱۳۰٦ھ

اولاد:۔ آپ کے ایک صاحبزادے تھے جنکا نام قاضی محمد یحیٰؒ تھا جو غلام رسول کے نام سے مشہور تھے ، ان کا انتقال آپ کی زندگی میں ہی ہو گیا تھا۔ ان کی تاریخ وفات ۲۵ ربیع الاول ۱۳۰۲ھ ہے۔ مخدوم ابراہیم نے ان کی تاریخ وفات میں یہ قطعہ کہا تھا۔

غلام رسولم چو زیں دار رفت
زعین الم گریۂ زار فت
بفر مود سالش دل غم سرشت
" مکین جمال قصور بہشت

۱۳۰۲ھ

غلام رسول کے ایک صاحبزادے محمد حسین تھے ان کا بھی اسی سال انتقال ہو گیا تھا۔ مخدوم خلیل نے ان کا بھی قطعہ تاریخ وفات لکھا تھا جس کا

آخری مصرعہ یہ تھا۔

دل آہ کشیدہ گفت نو گل

پژمردہ زبے شگفتگی ماند

چونکہ قاضی علی محمد کی نرینہ اولاد میں کوئی نہیں رہا تھا اس لئے آپ کے انتقال کے بعد عہدہ قضات آپ کے بھتیجے قاضی فضل اللہ کو ملا۔

حاشیہ تکملہ مقالات الشعراء، پیر حسام الدین راشدی۔ ص ۴۹۰ تا ۵۰۰

قاضی غلام علی جعفری

" قاضی غلام علی " ٹھٹہ کے قاضی خاندان کے چشم وچراغ تھے، آپ کے والد کا نام قاضی محمد یحیٰ تھا، آپ قاضی شیخ محمد اوچی کی اولاد میں سے ہیں، قاضی شیخ اچی وہ ہیں جنکو ۹۳۶ ھ میں ٹھٹہ کے عہدہ قضات پر فائز کیا گیا تھا اور ان کا سلسلہ نسب حضرت جعفر طیار تک پہنچتا ہے، بہر حال یہ عہدہ ان کی اولاد میں نسل در نسل چلا آرہا تھا، چنانچہ شاہ حسن ارغوں کے عہد حکومت میں قاضی سید شکر اللہ ٹھٹوی کے بعد آپ کو اس عہدہ قضات پر متمکن کیا گیا۔

روحانیت :۔ اس دینوی شان و شوکت اور اس سرکاری جاہ و منصب کے ساتھ ساتھ آپ روحانی ذوق بھی رکھتے تھے، تہجد گزار تھے ہر وقت درود وظائف میں مشغول رہتے تھے۔ اور کیونکہ آپ کا پورا خاندان حضرت مخدوم ابوالقاسمؒ کا ارادتمند اور عقیدت مند تھا اس لئے وہ آپ کی اولاد سے بھی عقیدتمندانہ راہ و رسم رکھتے تھے، چنانچہ آپ اپنے بھائی قاضی علی محمد کی طرح حضرت مخدوم ابراہیم خلیل سے شرف تلمذ بھی رکھتے تھے اور شرف بیعت بھی، یہی وجہ ہے کہ وہ اپنے ان مرشد کا اپنے اشعار میں ادب و احترام کے باعث نام لینا بھی پسند نہیں کرتے بلکہ آپ کو حضرت کے نام سے یاد کرتے ہیں چناچہ اپنی ایک " حمد " کے آخیر میں وہ حضرت مخدوم خلیل کے انکو روحانی تربیت دینے اور ان کے فیض نظر سے اسرار معرفت کے سمجھنے کی اہلیت اپنے اندر پیدا ہونے کا یوں ذکر کرتے ہیں۔

مبارک ست در اول مقال نام خدا
تبارک اللہ چہ جاہ و جلال نام اللہ

بند چشم و دل و سوے ما سوا منگر
مبین بدیدہ جاں جز جمال نام خدا

نمود " حضرت " من " جعفری " مرا ایں راہ

دلا بنام خدا کن خیال نام خدا

اسی طرح اپنے ایک اور غزل کے آخری شعر میں اپنے مرشد کو " حضرت کے لفظ سے یاد کرتے ہوئے خود کو عشق و معرفت کی راہ میں حضرت کے دامن سے وابستہ رہنے کی تلقین کرتے ہوئے ، فرماتے ہیں!

سلوک عشق بکن جعفری نواز " حضرت "

براست و چپ منگر شرع را برو منہاج

آپ کے مرشد حضرت مخدوم خلیل کو بھی آپ سے بڑے محبت تھی ، جس کا اظہار آپ کے ان الفاظ سے ہوتا ہے جس میں آپ نے ان کو اپنا قوت بازو اور اپنا معین اور خیر خواہ فرمایا ۔ فرماتے ہیں ۔

" بالجملہ قاضی بازوئے قوت فقیر بود ، و در

اعانت ، فقراء گوئی از ہمگناں میسر بود

وصال :۔ افسوس مخدوم خلیل کے نقشبندی میخانہ کا یہ مے خوار ۳ جمادی الاول ۱۳۰۳ھ بروز پیر اپنے مرشد کی آنکھوں کے سامنے ہمیشہ کے لئے اس جہاں سے رخصت ہو کر اس میخانہ کو سونا کر گیا ۔ ساقی میخانہ یعنی مخدوم خلیل نے اپنے اس لاڈلے شاگرد اور مرید و مخلص کی جدائیگی پر اشعار کے ذریعہ جس غم و اندوہ کا اظہار کیا اس سے آپ کی سیرت و خصلت اور مرتبۂ ولایت پر بھی روشنی پڑتی ہے ۔

آپ فرماتے ہیں ۔

افسوس کہ از معرکہ احباب بدر رفت

آں شخص کہ حیرت اثر خبرت اوست

در شغل وظائف ہمہ دم شاغل و قائم

درکار تلاوت شدن از سیرت اوست

دیندار خرد پر ورد خائف متہجد

حق گوئی ہر کس بجہاں طینت اوست

تاریخ وفاتش چو بجستم زخرد گفت

" ایں واقعۂ سخت " سن رحلت اوست

۱۳۰۳ھ

مزار: - آپ کا مزار " مکلی " کے مشہور قبرستان میں واقع ہے، مخدوم خلیل نے ایک مرثیہ جو آپ کے متعلق لکھا تھا اس کے اس شعر سے یہی پتہ چلتا ہے فرماتے ہیں -

روح اوراست جائے در جنت

مرقدش را مقام " در مکلی "

شاعری: - چونکہ آپ نے شعر و سخن میں مخدوم ابراہیم جیسے صوفی اور ولی سے اصلاح لی ہے اسی لئے آپ کا کلام تصوف کی رنگینیاں لئے ہوئے ہوتا ہے -

مثلاً آپ کا ایک شعر ہے جس میں مقام فنا کی طرف اشارہ کیا گیا ہے -

رفتم از خود جعفری از غیر " واقف " نیستم

آں قدر مستم نمیدانم کہ هستم در قفس

یہ بھی اسی رنگ کے اشعار ہیں -

تاکہ از دیر و حرم نام و نشان خواهد بود

دل من معتکف کوئے بتاں خواهد بود

اے کہ گاہے نہ کنی یاد ز نامم ہر گز

نام تو روز و شبم ورد زباں خواهد بود

اسی قسم کے یہ بھی اشعار ہیں -

تاکہ طاق ابرو انش راتما شاکردہ ام

پشت سوئے مسجد و دیر و کلیسا کر دہ ام

مذہب و ملت نمیدانم نہ کفر و دیں را

در سلوک عشق ترک جملہ یکجا کردہ ام

ایک نئے اور نرالے اسلوب کے ساتھ چند اشعار

گر سر قتل منت هست بتا ، بسم اللہ

سر من باد بپائے تو فدا ، بسم اللہ

کشتن من بسبب راحت تو ہست گر

حاضرم ، سرز تنم ساز جدا ، بسم اللہ

بارگاہ ختم الرسلین شفیع المذنبین میں نالہ و فریاد کرتے ہوئے گڑگڑا رہے ہیں۔

از ابر لطف مزرع خشک دل مرا

سر سبز کن زبہر خدا اے شفیع ما

شمع ولم کہ صر صر تقصیر کرد گل

روشن بکن زنور ھدیٰ اے شفیع ما

بنگر بعجز وزاری من اے حبیب حق

درھائے رحمتت بکشا اے شفیع ما

جان، دولم بپائے سگ درگہ درت

قربانی و فدا بخد اے شفیع ما

چوں " حضرت " است جعفریم شائقت مدام

دیدار خود بمن بنما اے شفیع ما

حالات ماخوذ از حاشیہ و تکملہ مقالات الشعراء ۴۹۷ تا ۵۰۰ پیر حسام الدین راشدی و مخدوم ابراہیم

قاضی محمد محفوظ

ٹھٹہ کے ایک اعلیٰ اور برگزیدہ خاندان یعنی "قاضی خاندان" سے تعلق رکھتے تھے۔

نام اور خاندان:۔ انکا اسم گرامی محمد محفوظ تھا، والد کا نام قاضی محمد یحییٰ (ثالث) تھا۔ قاضی محمد یحییٰ (م ۱۲۵۷ھ) وہ ہیں جنکو ان کے والد نے اپنی زندگی ہی میں عہدہ قضات پر متمکن کردیا تھا مشہور شاعر قاضی علی محمد ثانی فقیر (م ۱۲۵۹ھ) آپ کے سگے بھائی تھے۔

مخدوم ابوالقاسم سے عقیدت:۔ چونکہ اس پورے خاندان کو حضرت مخدوم ابوالقاسم نقشبندی اور ان کی اولاد سے عقیدت و محبت تھی اس لئے آپ کا قلب بھی اس ارادت اور عقیدت سے معمور تھا، جس کا اندازہ اس واقعہ سے ہوتا ہے کہ شاہ بندر کے ایک انگریز میہو نامی ڈپٹی کلکٹر نے جب ۱۲۹۲ھ میں آپ کے بھائی قاضی غلام علی پر ایک فوجداری مقدمہ قائم کیا تھا تو اس وقت آپ پریشان ہوکر حضرت مخدوم ابوالقاسم کے مزار پر انوار پر حاضر ہوئے اور اس مصیبت سے نجات کے لئے دعا کی اور پھر یہ معمول بنا لیا تھا کہ ہر ہفتہ آپ کے مزار پر حاضر ہوتے تھے۔ اور حضرت کی خدمت اقدس میں اس آفت ناگہانی سے خلاصی اور چھٹکارا پانے کی درخواست کرتے تھے۔

ایک روز ۹۔ رجب ۱۲۹۲ھ کو حضرت مخدوم ابوالقاسم نقشبدی کے مزار پر دعا کیلئے حاضر ہوئے تو وہاں کھڑی ہوئی ایک گھوڑی نے آپ کو ایسی لات ماری کہ آپ وہیں شہید ہوگئے۔ لیکن آپ کی اس دربار کی حاضری اور وہاں کی ہوئیں دعائیں کام آگئیں اور قاضی غلام علی صاحب کو دوسرے ہی مہینہ یعنی رمضان

المبارک ۱۲۹۲ھ میں کراچی کے سٹی مجسٹریٹ "مسٹر گیبن" نے تمام الزامات سے باعزت طور پر بری کر دیا۔

اس واقعہ پر آپ کے بڑے بھائی قاضی علی محمد فقیر نے اپنے کلام میں خدا کا شکر ادا کیا اور اس میں اپنے مرحوم بھائی محمد محفوظ کا بھی ذکر ہے۔

کہتے ہیں۔

میکنم صد شکر از افضال رب العالمین
از پئے شکرانہ اش برخاک می مالم جبیں

بر جناب مصطفیٰ وآل واصحابش تمام
از دار و جاں میفر یسم صد درود وصد سلام

کز شرور کافراں مارا رھا یندہ خدا
از طفیل احمد مختار ختم الانبیاء

تھنیت گہ باشد امشب کلیہ اخراں ما
چوں مصلے عبداز صوت مباکباد ما

گر بودے ذی تھینت "محفوظ" ما امشب چہ خوش
تاشیندی این مبارک باد ھا یارب چہ خوش

صد مبارکباد مبریاران ولی "محفوظ" کو
نافر ستم تھینت نامہ بفرحت سوئے او

برمزار آں شھید انتظار ایں مر ام
فاتحہ خوانم بگویم حسب حال خود تمام

"از فقیر" ایں روز و شب باشد بدرگاہت دعا
مثل محفوظ کن از خدام شاہ کربلا

وصال:۔ ۹۔ رجب ۱۲۹۲ھ کو مغرب کے وقت جب آپ مخدوم ابوالقاسم کے

مزار پر اپنے بھائی غلام علی کی مقدمہ میں خلاصی کی دعا کے لئے گئے تو گھوڑی کی لات لگنے سے وہیں شہید ہو گئے ۔

تاریخ ہائے وفات :۔ آپ کی وفات پر بہت سی تاریخ وفات لکھی گئیں جس میں سے ایک آپکے بھائی قاضی علی محمد فقیرؔ کی لکھی ہوئی تاریخ یہ ہے ۔

شد ازیں دھرچو ناگاہ محمد محفوظ
آہ سوز غم اومرغ ولم کرد کباب
وائے زیں ماتم جانکاہ چہ برما بگزشت
دل و جاں مضطرب افتاد و جگر شد خوناب
سال ایں ماتم جانسوز فقیرا بنویس
" وائے زیں سوز نہاں طیر دلم گشت کباب "
(۱۲۹۲ھ)

اس خاندان کے مرشد اور استاد اور مربئ روحانی حضرت مخدوم ابراھیم خلیل نے آپکی وفات پر جسطرح غم کا اظہار کیا اس کا آخری شعر ہے ۔

در رحلت او بے سرا ندیشہ ، سرد شم
گفتا ۔ " بجناں نزد محمد محفوظ "
(۱۲۹۲ھ)

آپ ہی کا ایک اور مصرعہ ہے ۔

سانس بسر در دم ۔ " داغ جگر و جاں " ۔ گفت (۱۲۹۲ھ)

اولاد :۔ آپکے ایک صاحبزادے تھے جنکا نام قاضی فضل اللہ تھا وہ آپ کے انتقال کے بعد عہدہ قضات پر متمکن ہوئے اور ان کے بعد ان کے صاحبزادے قاضی محمد یحییٰ نے عہدہ قضات سنبھالا ، انکا سن پیدائش ۱۳۱۴ھ ہے ۔ مخدوم خلیل نے آپکی پیدائش پر یہ تاریخی شعر کہا تھا ۔

بتاریخ ولودش گفت هاتف
بگو - "باشد بفضل اللہ یحییٰ"
(۱۳۱۴ھ)

حالات ماخوذ از حاشیہ و تکملہ مقالات الشعراء، پیر حسام الدین راشدی - و مخدوم ابراہیم خلیل -
ص ۴۹۸ - ۵۰۲ - ۵۰۷

قاضی محمد یحییٰ (ثالث)

ٹھٹہ کے قاضی خاندان کے چشم و چراغ تھے ، آپ کے والد قاضی محمد حسین (ثانی) نے اپنے زندگی میں آپ کو عہدہ، قضات پر فائز کر دیا تھا۔

اس عہدہ پر متمکن ہونے کے باوجود نہایت متقی و پرہیزگار اور نقشبندی صوفیاء اور اولیاء سے ارادت و عقیدت رکھنے والے تھے ، ان حضرات اولیاء اللہ کی محبت سے انکا سینہ روشن و منور تھا ۔ اور یہی وصف آپ کی اولاد میں بھی نسل در نسل آیا اسی لئے آپکا اور آپ کی اولاد کا ذکر ان صفحات کی زیب و زینت بنایا جا رہا ہے اور صوفیاء کے تذکرہ میں اس کو شامل کیا جا رہا ہے ۔

نسب :۔ آپکا سلسلہ نسب حضرت جعفر طیار رضی اللہ تعالیٰ عنہ تک پھنچتا ہے ۔ آپ کے مورث اعلیٰ شیخ قاضی محمد اچی (م ۹۶۳ ھ) ہیں جو (۹۳۶ ھ) میں عہدہ قضات پر متمکن ہوئے اور یہ عہدہ نسلا بعد نسل انکی اولاد میں چلتا رہا ۔ قاضی محمد اچی تک آپ کا سلسلہ نسب اسطرح سے ہے ۔

قاضی محمد یحییٰ ثالث (م ۱۲۵۸ ھ) بن قاضی محمد حسین (ثانی) (م ۱۲۵۰ ھ) بن قاضی محمد یحییٰ (ثانی) (م ۱۱۸۸ ھ) بن قاضی محمد محفوظ (اول) (م ۱۱۷۳ ھ) بن قاضی محمد یحییٰ (اول) (م ۱۱۳۷ ھ) بن قاضی محمد حسین (اول) (م ۱۱۰۷) بن قاضی علی محمد (اول) بن قاضی شیخ فرید اول بن قاضی شیخ محمد اچی (۱)

بیعت و عقیدت :۔ آپ مخدوم ابراہیم خلیل کے دادا مخدوم غلام حیدر (م ۱۲۶۱ ھ) المعروف بعالی حضرت ، سے عقیدت رکھتے تھے اور انہیں سے آپ کو شرف بیعت حاصل تھا ۔ اپنے مرشد کی عقیدت اور محبت میں آپ نے اپنی انا اور خودی کو فنا کر کے سلوک کے اعلیٰ مقامات طے کر لئے تھے ۔ اس لئے کہ اس

طریقہ کے حصول میں صرف خودی ایک ایسی چیز ہے جو زبردست مانع اور رکاوٹ بنتی ہے جب یہی ختم ہو جائے تو منزل سامنے ہوتی ہے چناچہ آپ نے اپنی خودی کو کس طرح ختم کیا، اس کا اندازہ مخدوم خلیل کے ان تعریفی الفاظ سے ہوتا ہے جو انہوں نے آپ کے متعلق فرمائے، آپ فرماتے ہیں کہ!

"خدمات دست بستہ بجا آوردہ، آں قدر مفتون ارادہ بود
کہ کارے کہ موجب علو رتبہ او بسیار حقیر بود باعث توقیر
خود دانستہ بے امر مرشد نیز تبقدیم میر ساند، و مرائجہ
دعوات عظیمہ و فوائد جسیمہ بدست آورد" (۱)

یعنی ایک دینوی جاہ و منصب کے لحاظ سے ایک اعلیٰ عہدہ پر فائز ہوتے ہوئے اپنے مرشد کی عقیدت اور محبت پر اس قدر فنا تھے کہ چھوٹے سے چھوٹا اور حقیر سے حقیر کام بھی خود کرنے کے لئے دوڑ پڑتے تھے اس طرح مرشد کی خدمت کو اپنے لئے سرمایہ افتخار سمجھتے تھے۔

نگاہ مرشد:۔ آپ کی خدمت اور عقیدت کے جذبات نے آپ کے مرشد کے دل میں بھی آپکے لئے بڑی جگہ پیدا کردی تھی، اور ان کی آپ پر خاص نظر عنایت رہتی تھی۔ چنانچہ ایک دفعہ آپ عارضۂ چشم میں مبتلا، ہو کر نابینا ہوگئے، عالی حضرت، جناب مخدوم غلام حیدر کے تمام خدام اور مخلصین کو اپنے اس رفیق اور ساتھی کے اس حادثہ جانکاہ پر بہت صدمہ ہوا اور وہ اس کے متعلق انکے پاس بیٹھے ہوئے باتیں کر ہی رہے تھے کہ آپ کے مرشد حضرت مخدوم غلام حیدر بھی وہاں تشریف لے آئے اور فرمایا کہ "کسی قسم کا کوئی فکر کرنے کی ضرورت نہیں قاضی بے عیب ہے، اس میں کسی قسم کا کوئی عیب نہیں"۔ یہ فرمانا تھا کہ قاضی محمد یحییٰ کو شفاء ملتی چلی گئی، اور مخدوم ابوالقاسم کی برکت سے انکی بیماری اور انکا وہ عیب دور ہو گیا۔

وصال:۔ ۱۲۵۸ھ میں آپ اس جہان فانی سے جہان باقی کی طرف کوچ کر گئے انا للہ و انا الیہ راجعون۔

اولاد:۔ آپ نے اپنے بعد چار لڑکے اور ایک لڑکی بی بی خیر النساء چھوڑی۔ آپ کے تمام صاحبزادے اپنے وقت کے علم و فضل تقویٰ و پرہیزگاری کے آفتاب و ماہتاب تھے، انکے نام یہ ہیں۔

۱۔ قاضی علی محمد فقیر، (م ۱۳۰۶ھ)

۲۔ قاضی غلام علی جعفری (م ۱۳۰۳ھ)

۳۔ قاضی محمد محفوظ (ثانی) (م ۱۲۹۲ھ)

۴۔ محمد حسین (ثالث) (م ۱۳۱۶ھ)

حالات ماخوذ از حاشیہ و تکملہ مقالات الشعراء، پیر حسام الدین راشدی و محمد ابراہیم خلیل ص

ص ۱۱۲- ۱۱۷

فقیر ملنگ دولھا دریا خان

حیدرآباد سندھ کے ایک مشہور بزرگ حضرت بابا سید محمد قاسم علی شاہ بخاری کے چہیتے اور لاڈلے مرید جنکو ۱۹۶۰ء میں مکلی کے اندر حضرت سید عبداللہ شاہ اصحابی کے مزار پر آپ نے بیعت کرنے کے بعد اپنے مریدوں کے مجمع سے مخاطب ہو کے فرمایا " دیکھو یہ میرا ملنگ ہے اور یہ سندھ کا دولھا ہے، دیکھو کتنا خوبصورت اور حسین لگ رہا ہے " ۔ اس وقت سے آپ " ملنگ دولھا " کے لقب سے مشہور ہو گئے ۔

نام و ولایت :۔ آپ کا اصلی نام دریا خان تھا ۔ آپ کے والد کا نام جا کر خان کھانگرو تھا ۔ آپ کے دو اور بھائی بھی تھے ایک محمد بچل اور دوسرے حاجی محمد ہوندل آپ سب سے چھوٹے بھائی تھے، آپ کی ولادت حیدرآباد کے ایک چھوٹے سے گاؤں گوٹھ بیگن گھانگرو میں ہوئی ۔

والدہ :۔ آپ کی والدہ بھی بڑی عابدہ زاھدہ تھیں، فقیری کا رنگ آپ کو اپنی والدہ کی گود سے ملا ہے ۔

ابتدائی دور :۔ شروع سے آپ کا معمول تھا کہ آپ اپنے گاؤں کی پرانی مسجد کی صفائی اور اس کی دیکھ بھال خود کیا کرتے تھے ۔ جب اذان کا وقت ہو جاتا تو خود اذان دیا کرتے تھے ۔ اور وھیں مسجد کے باھر کے احاطہ میں آرام فرمایا کرتے تھے مسجد کے قریب سید کامل شاہ کا ایک مسافر خانہ تھا اس میں جو مسافر باہر سے آتے تھے آپ ان کی خدمت بھی اپنے ہاتھوں سے کیا کرتے تھے ۔

کرامت :۔ آپ کے بچپن کی ایک کرامت مشہور ہے کہ آپ کی والدہ نے آپ کو محلہ سے آگ جلانے کے لئے کچھ انگارے لانے کے لئے کہا آپ مٹی کا برتن لے

کر گئے لیکن راستہ میں بچوں نے وہ برتن توڑ دیا آپ بغیر برتن کے پڑوس میں گئے اور ان سے کہا کہ میری جھولی میں انگارے دے دو پہلے تو انہوں نے انکار کیا پھر مزاقاً ان کی جھولی میں دھکتے ہوئے انگارے ڈال دئے لیکن سب یہ دیکھ کر حیران رہ گئے کہ ان انگاروں نے آپ کے دامن کو نہیں جلایا اور وہ انگارے آپ نے اپنی والدہ کو لاکر دے دیئے۔

مرشد سے محبت:۔ آپ کو اپنے مرشد حضرت بابا قاسم علی شاہ بخاری سے بہت محبت تھی اور آپ انکا کوئی حکم نہیں ٹالتے تھے۔ ان کے وصال کے بعد پابندی سے مکلی میں ان کے مزار پر حاضری دیا کرتے تھے۔ اپنے مرشد کے حکم اور ان کی خاص ھدایت کے مطابق آپ ۱۸ سال اپنے گاؤں بیگن گھانگرو میں قیام پذیر رہے اور وہاں سے باہر نہیں نکلے بلکہ اگر کبھی اتفاق سے گھانگرو موری تک بھی چلے جاتے تھے تو آپ کے پیروں پر سوجن آجاتی تھے اور آپ فوراً واپس اپنے گاؤں آجاتے تھے۔

دینی اور رفاہی خدمات:۔ ۸۴ء میں آپ نے اپنے گاؤں کی پرانی مسجد کو شہید کرا کے اس کی جگہ بالکل نئی اور خوبصورت مسجد "اولیائے محمد مسجد" کے نام سے تعمیر کرائی۔ اور اس کے برابر میں سید کامل شاہ کے نام سے ایک نیا مسافر خانہ تعمیر کرایا اور اس کے اوپر اپنے مرشد بابا سید قاسم علی شاہ کے نام سے ایک دینی مدرسہ تعمیر کرایا جہاں بچوں کو قرآن کی تعلیم دی جاتی ہے۔ ۱۹۸۵ء میں حج سے واپس آنے کے بعد آپ نے لاکھوں روپے کی لاگت سے مسجد کا مینارہ تعمیر کرایا۔

وفات:۔ آپ کے مرشد نے جس طرح شادی نہیں کی اسی طرح آپ نے بھی شادی نہیں کی جس طرح آخر عمر میں انکو خونی پیچش کا عارضہ لاحق ہوا تھا اسی

طرح ان کو بھی ہوا جس طرح آخیر میں ان پر فالج کا حملہ ہوا تھا اسی طرح اس مرید صادق پر بھی فالج کا حملہ ہوا اور ۷ جمادی الثانی ۲۹ نومبر ۱۹۸۷ء بروز اتوار صبح ساڑھے سات بجے آپ اس دار فانی سے رحلت فرما گئے۔

مزار:۔ آپ کا مزار آپ کے آبائی گاؤں گوٹھ بیگن گھانگرو میں ہے یہاں چاند کی ۷، ۸، ۹ جمادی الثانی کو آپ کا تین روزہ عرس نہایت عقیدت و احترام سے منایا جاتا ہے۔

جانشین:۔ آپ کے پہلے خلیفہ آپ کے بڑے بھائی حاجی محمد ہو نڈل تھے ان کے بعد اب اس گدی کے موجودہ سجادہ نشین ان کے بڑے صاحبزادے فقیر غلام حیدر گھانگرو ہیں۔

(۲) تحفۃ الزائرین۔ محمد طفیل احمد نقشبندی، مطبوعہ کراچی۔

سید محمد قاسم علی شاہ بخاری

آپ کے والد گرامی کا نام سید بہادر علی شاہ بخاری اور جد امجد کا نام سید عباس علی شاہ بخاری تھا۔ آپ صحیح النسب سید حسینی بخاری ہیں۔

ولادت:۔ آپ کی ولادت ۱۸۹۴ء، ۱۳۱۴ھ کو ضلع مانسہرہ کے قصبہ پیراں میں بھٹیاں کے مقام پر ہوئی۔

سلسلہ نسب:۔ آپ کا سلسلہ نسب بائیسوں پشت میں حضرت جلال الدین شاہ سرخ بخاری سے اور تینتالیسویں (۴۳) پشت میں حضرت مولیٰ علی کرم اللہ وجہہ سے جاملتا ہے۔

والدین کی رحلت:۔ آپ پر بچپنہ ہی سے ولایت اور درویشی کا رنگ غالب تھا عشق الہیٰ اور تلاش حق میں ہر وقت پہاڑوں بیابانوں اور جنگلوں میں ہمیشہ سرگرداں رہتے تھے آپ کے والدین اکثر آپ کو ڈھونڈ ڈھونڈ کر گھر پر لاتے لیکن آپ یاد الہیٰ میں کھو کر یکسوئی کی تلاش میں پھر جنگلوں کی طرف نکل جاتے۔ اسی طرح ایک بار جب آپ یاد مولیٰ میں جنگلوں کی طرف نکل گئے تو آپ کے والد جنکو آپ سے بے پناہ محبت تھی آپ کو ڈھونڈنے کے لئے نکلے لیکن جب تلاش بسیار کے باوجود آپ ان کو نہ مل سکے تو وہ آپ کی جدائیگی کا صدمہ برداشت نہ سکے اور جاں بحق ہو گئے اور اس کے کچھ ہی دنوں کے بعد انکی والدہ بھی اسی صدمہ میں اس دار فانی سے کوچ کر گئیں۔

روحانی تصرفات:۔ آپ سندھ بلوچستان اور پنجاب کے صحراؤں جنگلوں اور ریگستانوں میں سلوک کی راہیں طے کرتے ہوئے جب کلکتہ (ھندوستان) پہنچے تو وہاں اس وقت جادوگروں کا بڑا زور تھا، جادوگروں نے آپ کو علی الا علان

مقابلہ کی دعوت دے دی اور کہا کہ اگر تم حق پر ہو تو ہمارا مقابلہ کر کے دکھاؤ چنانچہ انہوں نے اپنے جادو کے ذریعہ آپ پر آگ کے شعلے برسانے شروع کر دیئے آپ نے بلند آواز سے اللہ کا نعرہ لگا کر ایک جلال بھری نظر سے ان جادوگروں کی طرف دیکھا تو اس ہی آگ نے انہی جادوگروں کو جلا کر خاکستر کر دیا۔

بیعت و اجازت:۔ وہیں کلکتہ میں ایک بڑے باکمال بزرگ حضرت سید شاہ عبدالقادر رحمتہ اللہ علیہ رہتے تھے جو جیلانی سادات میں سے تھے وہ ایک روز خود آپ کے پاس آئے اور آپ کے سر پر ہاتھ رکھ کے اپنے جلال کو کم کرنے کی آپ کو نصیحت کی اس وقت آپ کی طبیعت بیحد علیل تھی خونی پیچش جاری تھی انہوں نے آپ سے فرمایا کہ سامنے گنے کے کھیت میں جاؤ اور وہاں سے فلاں نشانی والا گنا خرید کر لاؤ اور اس کو چوس لو ابھی تمہاری طبیعت ٹھیک ہو جائیگی ۔ آپ نے عرض کیا کہ میرے پاس تو پیسے نہیں ہیں ان جیلانی بزرگ نے آپ کو اپنے پاس سے پانچ پیسے نکال کر دئے اور فرمایا کہ ان پیسوں کا گنا خرید کر لے آؤ۔ آپ نے ان کے حکم کے مطابق وہ گناہ خرید کر تناول فرمایا تو اسی وقت آپ کو شفاء حاصل ہو گئی ۔ اس کے بعد حضرت شاہ عبدالقادر نے آپ کو بیعت فرمایا اور کچھ عرصہ تربیت فرما کے اور روحانی نسبتیں عطا فرما کے سلسلہ عالیہ نقشبندیہ اور سلسلہ عالیہ قادریہ کی اجازت و خلافت آپ کو عطا فرما دی چھ سال کا عرصہ آپ نے کلکتہ میں اپنے مرشد کے پاس رھکر گزارا اور ان سے فیوضات و برکات حاصل کئے اور کمال کی منزلیں طے فرمائیں۔

سلسلہ طریقت:۔ آپ کا نقشبندی سلسلہ طریقت صرف نو (۹) واسطوں سے حضرت امام ربانی مجدد الف ثانی تک اس طرح پہنچتا ہے۔

" سید قاسم بخاری عن شاہ عبدالقادر عن شمس الدین عن سید شاہ ظہور عن فضل الرحمن گنج مراد آبادی عن حضرت آفاق عن شہ

ضیاء اللہ عن شہ زبیر عن شہ محمد نقشبند عن خواجہ محمد معصوم عن شیخ احمد سرہندی "۔

سفر اجمیر شریف:۔ یہاں سے آپ اپنے مرشد کے حکم پر اجمیر شریف کے لئے روانہ ہو گئے، ابھی آپ اجمیر نہیں پہنچے تھے کہ وہاں کے ایک کامل مجذوب جنکا نام ملتان شاہ تھا انکا آخری وقت آگیا تھا انہوں نے اپنے متعقدین کو وصیت فرمائی کہ میرے وصال کے بعد میری گدی کا اصل وارث پہنچنے والا ہے جو میرے سوئم کے بعد تمہیں مسجد کے باہر ملیگا اور اس کی یہ نشانی ہو گی اس کو میری جگہ پر بیٹھا دینا۔ چنانچہ ایسا ہی ہوا اور انکے وصال کے بعد حضرت سید قاسم علی شاہ بخاری جب انکے محلہ میود کالج مولد قصائی میں مسجد کے پاس پہنچے تو لوگوں نے ان مجذوب کی بتائی ہوئی نشانیوں کے مطابق آپ کو پہچان لیا اور آپ کو ان کی مسند پر لا کر بڑی عزت و تکریم سے بٹھا دیا۔

عطائے خواجہ:۔ اجمیر شریف میں آپ نے ایک عرصہ قیام فرمایا اور خواجہ غریب نواز رحمۃ اللہ علیہ کے آستانہ پر طویل چلہ کشی بھی فرمائی۔ آپ فرماتے تھے کہ خواجہ صاحب نے مجھ سے فرمایا کہ میں عطائے رسول ہوں تم ہماری عطاء ہو ہمارے نائب ہو اسی وقت سے آپ عوام میں عطائے خواجہ اور اجمیری بابا کے نام سے مشہور ہو گئے۔

طویل چلہ کشی:۔ آپ نے حضرت خواجہ کے حکم سے تارہ گڑھ میں چھ ماہ کی طویل چلہ کشی کی۔ اس دوران آپ نے اناج کا ایک دانہ نہیں کھایا جب بھوک زیادہ ستاتی تھی تو درخت کے پتوں کو کھا لیا کرتے تھے اور ہمہ وقت ذکر و فکر میں مصروف رہتے تھے۔ جب اسی حال میں چھ ماہ گزر گئے اور ریاضت آپ کی حد سے زیادہ ہو گئی تو حضرت خواجہ غریب نواز رحمۃ اللہ علیہ کے روحانی اشارہ سے وہاں کے سجادہ نشین تارہ گڑھ میں آپ کے پاس پہنچے اور آپ کو اس حال

میں دیکھا کہ آپ کا سارا جسم سوکھ گیا ہے اور صرف ہڈیاں باقی رہ گئی ہیں تو آپ کو فوراً اپنی گود میں لیکر دودھ کے قطرے آپ کے حلق میں ڈالے اور آپ کو اپنے ہمراہ لیکر آگئے ۔ یہ آپ کا اجمیر شریف میں آخری چلہ تھا

صلاح الدین بابا کا ارشاد :۔ کوٹری (سندھ) کے نامور مجذوب اور اہل دل بزرگ حضرت بابا صلاح الدین فرمایا کرتے تھے کہ جب قراداد پاکستان روحانی طور پر منظور ہونے لگی تو حضرت غریب نواز رحمۃ اللہ علیہ نے اسکی منظوری دینے اور اس پر دستخط کرنے سے انکار فرما دیا اسوقت حضرت سید محمد قاسم علی شاہ نے حضرت خواجہ غریب نواز رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت میں عرض کیا کہ آپ دستخط فرما دیں میں اس کی ذمہ داری لیتا ہوں ۔ جب آپ نے ذمہ داری اٹھالی تو خواجہ ھند خواجہ غریب نواز نے مسکراکر دستخط فرمادیئے اور پاکستان وجود میں آگیا ۔

اور یہ قول اس ولیٔ کامل حضرت بابا صلاح الدین رحمۃ اللہ علیہ کا ہے کہ جنکی خدمت میں غزالیٔ زماں رازی دوراں حضرت علامہ سید احمد سعید شاہ صاحب کاظمی جب تشریف لائے تو واپسی پر آپ نے اپنے خاص شاگرد علامہ قاری عبدالرزاق صاحب سے فرمایا کہ یہ صاحب نسبت اور بڑے باکمال بزرگ معلوم ہوتے ہیں ۔

پاکستان ہجرت :۔ جب پاکستان بن گیا تو آپ اجمیر شریف سے ہجرت فرما کے پاکستان تشریف لے آئے اور یہاں اپنے قیام کے لئے آپ نے حیدرآباد کا انتخاب فرمایا ۔ حیدرآباد میں ایک عرصہ تک آپ نے بکرا منڈی کے علاقہ میں قیام فرمایا ۔ پھر یہاں سے آپ بیراج کالونی منتقل ہو گئے اور کچھ عرصہ یہاں رہائش پذیر رہے ۔ کچھ عرصہ کراچی اور کچھ عرصہ مکلی میں حضرت عبداللہ شاہ اصحابی کے مزار کے پاس جلوہ افروز رہے ۔ سندھ اور پنجاب کا دورہ کیا اور تمام

کامل اولیاء اللہ کے مزارات پر حاضری دی اور لنگر تقسیم فرمایا۔ اور بہت سے اولیاء کے مزارات پر چلے گئے۔

عادات و خصائل:۔ آپ انتہائی صبر و تحمل کے مالک تھے اگر کوئی آپ کے ساتھ بد سلوکی سے پیش آتا تو آپ اس کے ساتھ خندہ جبینی سے پیش آتے اگر کوئی آپ سے ناروا سلوک کرتا تو آپ اس سے درگزر فرما دیا کرتے تھے۔ غصہ کو پی جانا آپ کا خاص شیوہ تھا۔

مصروفیات:۔ آپ ہمہ وقت ذکر و فکر مواقبہ یا خلق خدا کی خدمت میں مصروف رہتے تھے آپ کے آستانہ میں بیماروں بالخصوص آسیب زدہ لوگوں کا ہجوم رہتا تھا جو آپ کی دعاؤں سے صحت یاب ہو کر جاتے تھے۔ رات کو ایک بجے تک آپ کی محفل گرم رہتی تھے جس میں آپ وعظ و نصیحت اور بزرگوں کے حالات سناتے رہتے تھے، قرآن کے تفسیری نکات بیان فرمایا کرتے تھے۔ لوگوں کو شرعی مسئلے بتاتے تھے۔ مثنوی مولانا روم سے بڑا والہانہ لگاؤ تھا ایک شخص مثنوی شریف پڑھتا تھا اور آپ اس سے محظوظ ہوتے تھے اور اس کی شرح بیان کرتے تھے۔ قرآن پاک کی بڑے عمدہ لہجہ اور انداز میں تلاوت کرتے تھے آخر دنوں میں گفتگو بہت کم فرماتے تھے۔ ہر وقت یاد الہیٰ میں مستغرق رہتے تھے۔

محبوب چیزیں:۔ فرماتے تھے مجھے اس وقت صرف دو چیزیں بہت زیادہ محبوب ہیں ایک یہ میری ہزار دانہ تسبیح اور دوسرے مکلی شریف یہی وجہ ہے کہ ہر وقت آپ کے ہاتھ میں یہ تسبیح ہوتی تھی اور آپ اس پر اللہ کا ذکر کرتے رہتے تھے اسی طرح مکلی میں اولیاء کے مزارات پر حاضری دیا کرتے تھے۔ بالخصوص حضرت سید عبداللہ شاہ اصحابی سے آپ کو خصوصی محبت انسیت اور تعلق خاص حاصل تھا۔ اگر کبھی سر میں درد ہوتا تو وہاں کے مزار کا تیل منگوا کر سر میں لگاتے اگر جسمانی کوئی تکلیف ہوتی تو مزار شریف کے پھول منگا کر تناول فرمالیا

کرتے تھے ۔ جوں ہی جمعرات کا دن آتا خواہ آپ کہیں بھی ہوں حضرت عبداللہ شاہ اصحابی رحمۃ اللہ علیہ کے مزار پر ضرور حاضری دیا کرتے تھے حتیٰ کے وصال سے قبل فالج کی حالت میں لوگ اٹھاکر آپ کو وہاں لے گئے ۔ اور حاضری کے وقت بڑے مؤدب کھڑے ہوتے تھے اور آپ کی قلبی کیفیت اس وقت بالکل بدل جایا کرتی تھی ۔ زیارت کے لئے جاتے تو راستہ میں فقراء مساکین کو خیرات کرتے ہوئے جاتے زیارت کے بعد فاتحہ وغیرہ اور دعا وغیرہ سے فارغ ہو کر مزار شریف کے پھول بطور تبرک خود بھی کھاتے اور دوسروں کو بھی کھلاتے ۔

تعلیم و ارشاد :۔ شہرت اور ناموری سے دور بھاگتے تھے ۔ شروع شروع میں گوشہ تنہائی کو زیادہ مرغوب رکھتے تھے اور لوگوں کی خواہش کے باوجود کسی کو بیعت نہیں فرماتے تھے لیکن ۵۱ء میں آپ نے حضرت عبداللہ شاہ اصحابی کے مزار پر لوگوں کی روحانی تربیت کا آغاز فرمایا ۔ جب کوئی آپ سے بیعت کی خواہش لیکر آتا تو آپ اس کو حضرت عبداللہ شاہ اصحابیؒ کے مزار پر بھیج دیتے تھے اسکے بعد اس کو مرید کر کے صاحب مزار کے حوالہ کر دیا کرتے تھے ۔ اس کے بعد سے ہزارہا مخلوق خدا آپ کے حلقہ ارادت میں داخل ہو کر راہ ھدایت پر گامزن ہوئی

لیکن آپ نے اپنی ساری زندگی کسی کو خلافت نہیں دی اور کسی کو اپنا خلیفہ اور جانشین بھی نہیں بنایا ۔

عشق مصطفیٰ :۔ حضور سرور کون و مکان صلیٰ اللہ علیہ وسلم سے آپ کو والہانہ عشق تھا ۔ ویسے تو آپ سارا سال ایک گوشۂ تنہائی میں گزار دیتے تھے لیکن جوں ہی ربیع الاول شریف کا مبارک مہینہ آتا تھا تو جشن عید میلادالنبی صلیٰ اللہ علیہ وسلم کی بڑے دھوم دھام سے تیاری کرتے تھے ۔ خود بنفس نفیس اپنے مریدوں اور زائروں کو عید میلادالنبی کی دعوت دیتے اور فرماتے تھے کہ میرے نانا صلیٰ اللہ علیہ وسلم کے جشن میں ضرور شرکت کرنا ۔ ۱۲ ربیع الاول کو

ملک کے کونہ کونہ سے آپ کے مریدین و متوسلین کی آمد کا سلسلہ شروع ہو جاتا تھا اور رات کو ایک عظیم الشان محفل ہوتی تھی، جس میں نعت خوانی کے علاوہ علمائے کرام کی تقاریر بھی ہوتی تھیں اور صلواۃ وسلام کے بعد خصوصی دعا بھی ہوتی تھی۔

وفات:۔ ہفتہ کے دن آپ کی طبیعت بہت علیل ہو گئی لیکن اس حالت میں بھی نماز کی ادائیگی کا خیال بار بار آپ کو لگا رہا تھوڑی دیر میں پوچھتے تھے کہ کیا نماز کا وقت ہو گیا؟ ہفتہ اور اتوار کی درمیانی شب رات تقریباً دس بجے ۲ رجب المرجب ۱۴۰۰ ھ، ۱۴ مئی ۱۹۸۰ء کو آپ نے مریدین کو حجرہ سے باہر جانے کا حکم دیا جیسے ہی لوگ باہر گئے آپ کی روح قفس عنصری سے پرواز کر گئی۔

مزار:۔ کچھ لوگ کراچی میں ہی آپ کی تدفین کے حامی تھے لیکن اکثر مریدین کی رائے کے مطابق آپ کی محبوب جگہ مکلی میں آپ کو ۳ رجب المرجب شام پانچ بجے سپرد خاک کر دیا گیا۔

تحفۃ الزائرین۔ محمد طفیل احمد نقشبندی، مطبوعہ کراچی۔

سید عبدالہادی

آپ کا اسم گرامی سید عبدالہادی ہے لیکن آپ مشہور جمیل شاہ گرنادی کے نام سے ہیں ۔ اور آپ کا معروف لقب " سخی داتا " ہے ۔ آپ صحیح النسب حسینی سادات میں حضرت امام موسیٰ کاظم رضی اللہ تعالی عنہ کی اولاد میں سے ہیں ۔

ولادت :۔ آپ کی ولادت ۲۷ رمضان المبارک بروز جمعرات ۵۸۰ ھ پیر محتاج شہید مقدس ہی ہوئی ۔ آپ مادرزاد ولی تھے ۔ رمضان المبارک کے دنوں میں اپنی والدہ کا دودھ نہیں پیتے تھے اگر وہ زبردستی پلاتیں تو آپ اپنا منہ پھر لیا کرتے تھے ۔

تعلیم و تربیت :۔ آپ نے صرف سات سال کی عمر میں قرآن پاک مکمل حفظ کر لیا اس کے بعد علوم دینیہ کی تحصیل کی طرف متوجہ ہوئے اور پندرہ سال کے قلیل عرصہ میں تمام علوم دینیہ کی تکمیل کر لی اور تفسیر و حدیث میں ایک خاص مقام حاصل کیا اس کے بعد علوم باطنی کی طرف متوجہ ہوئے اور اس میں بھی کمال حاصل کیا ۔

ریاضات :۔ زیارت حرمین شریفین اور سعادت حج حاصل کرنے کے بعد آپ نے ہندوستان کا رخ کیا اور وہاں کوہ گرنار (جونا گڑھ) کے اندر عبادات اور ریاضات اور چلہ کشی میں منہمک اور مصروف ہو گئے ۔ اس غار میں آپ کی عبادات اور ریاضات کا نقشہ کھینچتے ہوئے صاحب حدیقۃ الاولیاء اشعار کی زبان میں فرماتے ہیں ۔

اندریں غار حیل مادی گرفت — روز و شب در سنگ مارا گرفت
از خلائق دور باحق در حضور — مخفی در چشم چوں در دیده نور
درریاضت بردگو اززاهداں — در تعبد بگرشت از عابداں
مختفی بود از خلائق ماه وسال — منتروی در کنج غاری لایزال
کس نده مطلع برحال شاں — گدھری بوده نہاں درجوف کاں

الغرض آپ ایک عرصہ دراز تک اس غار کے اندر عبات الہیٰ میں مصروف رہے اور اس دوران آپ اپنے چہرے پر نقاب ڈالے رہے جب آپ نقاب اٹھا کر غار سے باہر آئے تو آپ کے چہرے سے چمکنے والے انوار و تجلیات کو دیکھ کر مخلوق خدا آپکی شیدائی ہو گئی اور دور دراز سے لوگ آپکی زیارت کو آنے لگے اور آپ کے فیوضات سے مستفیض ہونے لگے۔

چناچہ صاحب حدیقۃ الاولیاء فرماتے ہیں۔

بعد ازاں آں گوهر بحر مهشور — از نقاب اختفا چهره کشود
زائراں آستائش صد هزار — می رسند از ہر طرف لیل و نہار
سرفراز آں و خداونداں جاه — سروراں صاحب تخت و کلاه

حجرہ شریف:۔ اسی پہاڑ کے کنارہ پر آپ نے اپنی عبادت اور مخلوق خدا کی فیضیابی کے لئے ایک حجرہ تعمیر کرالیا اور وہاں رشد وہدایت کا سلسلہ شروع کردیا جہاں بڑے بڑے تخت و تاج والے حاضری کو اپنی سعادت سمجھتے تھے وہ حجرہ آج بھی وہاں موجود ہے۔

سلسلہ طریقت:۔ آپ کے آباؤ اجداد کا سلسلہ عالیہ چشتیہ تھا لیکن آپ خاص خاص افراد کو سلسلہ عالیہ قادریہ میں اور عام طور پر لوگوں کو سلسلہ عالیہ نقشبندیہ میں بیعت فرمایا کرتے تھے۔ آپ کے دربار سے تمام سلاسل کے لوگ یکساں فیض حاصل کر کے جاتے تھے۔ حتیٰ کے سندھ اور ہندوستان کے مشائخ

آپ کے آستانہ سے فیضیاب ہونے کے لئے آپکے در پر حاضری دیا کرتے تھے۔ چنانچہ صاحب حدیقۃ الاولیاء فرماتے ہیں ۔

حتیٰ کہ ہمگی سلسلہ ارادت جمیع مشائخ سندھ و اکثر ھند انتظام بوئے یافتہ "

سندھ میں آمد :۔ ٹھٹہ میں جب جادوگروں نے لوگوں کو زیادہ پریشان کرنا شروع کر دیا اور جادو کے زور پر لوگوں کو اپنی طرف راغب کرنے لگے تو ٹھٹہ کے معروف بزرگ حضرت محمد حسین عرف پیر پٹھا کی استدعا پر آپ سندھ میں تشریف لے آئے اور ٹھٹہ میں قیام فرما کے مخلوق خدا کی رھبری اور ہدایت میں مصروف ہو گئے ۔

آخیر عمر میں آپ نے اس پہاڑ میں جہاں پیر پٹھا کا قیام تھا ایک چھوٹا سا حجرہ اپنے لئے تعمیر کرالیا تھا جہاں آپ ہمیشہ عبادت میں مصروف رہا کرتے تھے ۔

عشق رسول :۔ آپ کے عشق رسول کا یہ عالم تھا کہ جب بھی آپ کے سامنے آپ کے محبوب آقا کا نام آجاتا تھا تو آپ کے چہرہ کا رنگ خوشی سے کھل جایا کرتا تھا ۔ اگر آپ کے سامنے کسی سے کوئی خلاف شرع کام سرزد ہو جاتا تو آپ فوراً جلال میں آجاتے تھے اور اس کو سخت تنبیہہ فرمایا کرتے تھے ۔

اعلائے کلمۃ الحق :۔ اگر حاکم وقت بھی شریعت سے سر موانحراف کرتا تھا تو آپ اس کو بھی فوراً تنبیہہ فرما کے اس کی اصلاح فرمایا کرتے تھے ۔ اور سرکش بادشاہوں کو شریعت مطہرہ کے آگے جھکنے پر مجبور کر دیا کرتے تھے ۔

مھد میں کلام :۔ آپ نے پیدائش کے ساتویں روز جب موذن آذان دے چکا تو آپ نے فصیح زبان میں یہ کلمات ارشاد فرمائے ۔

"لَا اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ لَا نَعْبُدُ اِلَّا اِیَّاہُ مُخْلِصِیْنَ لَہُ الدِّیْنُ"

بت پرستی کا خاتمہ :۔ آپ کے ٹھٹہ تشریف لانے کے بعد جب مندروں کے پجاری بتوں کی پوجا کرنے کے لئے مندروں میں گئے تو وہ بتوں کی پوجا نہ کر سکے ، ہزار کوشش کے باوجود ان کے سر معبودان باطلہ کے آگے نہ جھک سکے لوگوں نے ان کو بتایا کہ یہ اس ولی کامل کے قدموں کی برکت ہے جو ابھی ٹھٹہ میں آیا ہے آپ کے اس روحانی تصرف اور برکت کو دیکھ کر بہت سے پجاری حلقہ بگوش اسلام ہو گئے اور آپ سے بیعت ہو کر سچے اسلام کے شیدائی بن گئے ۔

وصال :۔ آخیر عمر میں آپ مخلوق خدا سے مکمل قطع تعلق کر کے اپنے رب کی طرف ہمہ تن متوجہ ہو گئے تھے اور تریسٹھ سال کی عمر میں ربیع الاول ۶۵۲ ھ میں اپنے خالق حقیقی سے جا ملے ۔

سجادہ نشین :۔ جب آپ کی رحلت کا وقت قریب آیا تو آپ نے فرمایا کہ میرے بعد دو آدمی ایک لڑکے کو لیکر آئیں گے جس کی چھ انگلیاں ہونگی اسی کو میری جگہ پر بٹھا دینا وہ ہی میرا سجادہ نشین ہو گا چنانچہ آپ کے ارشاد کے مطابق مذکورہ نشانی والا لڑکا آیا اور اس کو آپ کی جگہ پر آپ کی درگاہ کا سجادہ نشین بنا دیا گیا ۔

خلفائے کرام :۔ آپ کے سندھ میں چار مشہور خلفاء ہوئے ہیں ۔

۱۔ حضرت شاہ وجیہ الدین ، ۲۔ حضرت شیخ زکریا ،
۳۔ حضرت شیخ کریم قتال ، ۴۔ حضرت شیخ میموں ۔

مزار شریف :۔ آپ کا مزار شریف ٹھٹہ سے تقریباً بارہ میل دور جنوبی سمت میں ایک پہاڑی پر واقع ہے جو پہاڑی پیر پٹھا کے نام سے مشہور ہے ۔٭

تحفۃ الزائرین ۔ محمد طفیل احمد نقشبندی ، مطبوعہ کراچی ۔

صوفیائے بدین

شیخ حاجی عبداللطیف

سرزمین سندھ میں فیوضات نقشبندیہ کے چشمے جہاں سے پھوٹے وہ لواری شریف ضلع بدین کا آستانہ ہے اور اس میخانہ نقشبندیہ کے ساقی سلطان الاولیاء حضرت خواجہ محمد زمان صاحب رحمتہ اللہ علیہ کی ذات گرامی ہے اس عظیم ہستی کے والد حضرت شیخ حاجی عبداللطیف صاحب ہیں جو اس علمی اور روحانی خانوادہ کے وہ پہلے بزرگ ہیں جنہوں نے نقشبندی تجلیات سے بندگان خدا کے قلوب کو منور کیا ورنہ آپ سے قبل آپ کے تمام آباؤاجداد سلسلہ سہروردیہ میں بیعت و ارشاد کا سلسلہ رکھتے تھے۔

نسب :۔ شیخ حاجی عبداللطیف صاحبؒ کا سلسلہ نسب حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ تک پہنچتا ہے۔ اور نسب نامہ کی جس شاخ سے آپ کا تعلق ہے وہ " بکری شاخ " کھلاتی ہے جو مورخین کی نگاہ میں سب سے صحیح ترین اور حضرت ابو بکر صدیقؓ سے سب زیادہ قریب ترین شاخ ہے۔

شجرہ نسب :۔ آپ کا شجرہ نسب حضرت ابو بکر رضی اللہ تعالی عنہ تک اس طرح ہے۔

" خواجہ محمد زمان بن شیخ حاجی عبدالطیف بن شیخ طیب ، بن شیخ ابراھیم بن شیخ عبدالواحد بن شیخ عبدالطیف بن شیخ احمد بن شیخ بقا بن شیخ محمد بن شیخ فقراللہ بن شیخ عابد بن شیخ عبداللہ بن شیخ طاوس بن شیخ علی بن شیخ مصطفیٰ بن شیخ مالک بن شیخ محمد بن ابوالحسن بن محمد بن طیار بن عبدالباری بن عزیز بن فضل بن علی

بن اسحاق بن ابراھیم ابوبکر بن قائم بن عقیق بن محمد بن
عبدالرحمان بن حضرت سیدنا ابوبکر الصدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ "

سندھ میں آمد:- بزرگان لواری شریف کے اجداد عباسی خلفاء کے دور میں یعنی خلیفہ مہدی کی رحلت کے ایک سال بعد خلیفہ ہارون الرشید کے دور حکومت میں تقریباً ۷۸۶ء کے لگ بھگ ترک وطن کر کے سندھ میں تشریف لائے۔ یہ وجہ معلوم نہیں ہوسکی کہ ان حضرات کو ترک وطن پر کسی چیز نے مجبور کیا۔ بہرحال اسوقت سندھ پر عربوں کی حکومت تھی اور اس خاندان کو عربوں کے ہم وطن اور اعلیٰ خاندان سے ہونے کے باعث بڑی عزت اور مقام حاصل تھا اور اگر یہ صدیقی بزرگ چاہتے تو اپنی پسند کے بڑے بڑے عہدے یہاں سندھ میں حاصل کرسکتے تھے لیکن قضیہ کربلا کے بعد سے یہ بزرگ اسقدر محتاط ہوگئے کہ انہوں نے حکومت کرنے یا کسی بھی حکومت میں حصہ لینے یا حکومت کی نوکری اور ملازمت کرنے سے بھی گریز کیا۔ الغرض یہ حضرات " ننگر " ٹھٹہ کے قریب آکر رہائش پذیر ہوئے اور عبادات اور ریاضات میں مصروف ہوگئے آہستہ آہستہ اپنی زہد و عبادت اور خلوص و دیانت کے باعث یہ عوام میں مشہور ہوتے چلے گئے اور لوگوں نے ان کے ہاتھ پر بیعت ہونا شروع کردیا۔ لیکن ان حضرات کی انکساری کا یہ عالم تھا کہ اتنی شہرت اور مقبولیت کے باوجود اپنے کو شیخ یا پیر کھلوانا کبھی گوارا نہیں فرماتے تھے۔ بلکہ ہمیشہ اپنے آپ کو فقیر کھلوایا کرتے تھے۔

غالباً سمہ خاندان کے دور حکومت کے آغاز میں جب سندھ میں خانہ جنگی شروع ہوئی تو یہ خاندان سندھ کو خیرباد کہہ کے ریاست " کچھ " جاکر آباد ہوگیا، لیکن وہاں رہائش اختیار کرنے کے باوجود سندھ سے مکمل طور پر لاتعلق نہیں ہوا چنانچہ اس کا نتیجہ یہ نکلا کہ ۹۱۰ھ میں (۱۵۰۴ء) کے قریب حاجی عبداللطیف کے

اجداد میں شیخ عبداللطیف (کلاں) کے نام سے ایک بزرگ گزرے ہیں ۔ انہوں نے اپنے مریدین کے اصرار پر دوبارہ سندھ میں آکر رہائش اختیار کرلی ۔

سہروردی طریقہ کی ابتداء :۔ مخدوم عبداللطیف کی پندرھویں پشت میں شیخ مالک بن محمد کے نام سے ایک بزرگ گزرے ہیں جو ایک مرتبہ زیارت بیت اللہ کے دوران سہروردی سلسہ کے مشہور بزرگ شیخ محمد یمانی کی تعریف سنکر مکہ معظمہ میں انکی خدمت میں حاضر ہوکر ان سے اس سلسلہ میں بیعت ہوگئے ، اور ڈیڑھ سال کے عرصہ میں سلوک کی منزلیں طے کرکے خلافت و اجازت سے سرفراز ہوئے ، اسطرح اس خاندان لواری شریف کے آپ وہ پہلے بزرگ تھے جن سے سلسلہ سہروردی کی ابتداء ہوئی جو شیخ طیبؒ تک جاری رہی ، اور شیخ طیب کے بعد خواجہ حاجی عبداللطیفؒ وہ پہلے بزرگ ہوئے ہیں جنہوں نے سلسلہ نقشبندیہ میں فیض حاصل کیا ۔

آباؤ اجداد :۔ حاجی عبداللطیفؒ صاحب کے اجداد میں آپ کے ہم نام شیخ عبداللطیفؒ گزرے ہیں جو اس خاندان کے چودہ سہروردی بزرگوں میں سے سب سے زیادہ صاحب علم و عرفان اور بڑی عزت و منزلت والے تھے بہت سی کتابوں کے مصنف بھی تھے ، ہر وقت گوشہ تنہائی میں بیٹھ کر عبادت میں مصروف رہا کرتے تھے ۔ سو سال سے زیادہ کی عمر پائی تھی اتنی عمر میں اسقدر ضعف کے باوجود کبھی عبادت میں آپ نے کوئی فرق نہیں آنے دیا ۔ آپ سے بہت سی کرامتیں ظاہر ہوتی تھیں جن میں سے بعض کرامات لطیفۃ التحقیق میں اس کے مصنف سید رفیق علی حسینی بشنگی نے درج کی ہیں ، گوشہ گمنامی میں رہنے کے باوجود آپ کی شہرت سندھ کی سرحد عبور کرتی ہوئی ہندوستان کے دارالحکومت دہلی تک جا پہنچی اور وہاں کے اس وقت کے مغل بادشاہوں نے آپ کو بلا کر بڑے اعزاز و اکرام سے نوازا ، بڑے بڑے محققین سے آپ کے نسب نامہ کو تیار

کرایا اور اس پر شاہی مہر لگوا کر آپ کو دیا وہ نسب نامہ آپ کے پوتے شیخ ابراھیم سے حج کے سفر کے دوران جہاز کے غرق ہونے کے وقت پانی میں ڈوب گیا۔ پھر کلھوڑا خانداں کے دور حکومت میں اس وقت کے حکمرانوں نے شیخ حاجی عبداللطیفؒ کے زمانہ میں آپ کا نسب نامہ تحقیق کرا کے دوبارہ تیار کرایا جو اس خاندان میں آج تک محفوظ ہے ۔ اس مشہور بزرگ کا مزار " راٹھور گاؤں " میں ہے۔ بہرحال شیخ عبداللطیف (کلاں) کے تین فرزند تھے ۔ جو یکے بعد دیگرے انتقال کر گئے ان میں سے صرف ایک فرزند رہے ، جن کا نام عبدالواحد تھا۔ اور شیخ عبدالواحد کے بھی صرف ایک فرزند تھے ، جن کا نام ابراھیم تھا جو عبدالواحد کے انتقال کے وقت صرف ایک سال کے تھے ۔ وصال کے وقت شیخ عبدالواحد نے وصیت فرمائی تھی کہ جب یہ بچہ چودہ سال کا ہوجائے تو یہ میری دستار (جسمیں میں نے اپنی طریقت و شریعت کی امانت رکھدی ہے) اسکے سر پر رکھدینا انشاء اللہ طریقت کا سارا نور اسکے سینہ میں آجائیگا " مقررہ وقت پر وصیت کی بجا آوری کی گئی ، اور آپ اپنے وقت کے بڑے صاحب کشف و کرامت بزرگ بنے آپ کا مزار " ریاست کچھ " کے اندر " نریہ " نامی گاؤں میں مرجع خلائق ہے ۔ پانی پر چلنے اور ہوا پر اڑنے کی بہت سی کرامتیں صاحب لطیفۃ التحقیق نے ذکر کی ہیں ۔ شیخ ابراھیم کے بعد آپ کے چار فرزندوں میں سے " شیخ طیب " اس مسند پر جلوہ افروز ہوئے آپ بڑے زاہد و عابد تھے ہر رات پچاس نوافل ادا کرنا اور اکثر ایام میں روزے رکھنا آپ کا معمول تھا ، آپ کا مزار (لون واری) لواری شریف میں ہے ۔ آپ کے فرزند حاجی عبداللطیفؒ ہیں اور آپ کے پوتے حضرت خواجہ محمد زمان صاحبؒ ہیں ۔ جو یکے بعد دیگرے اس مسند ارشاد پر متمکن ہوئے ۔

علم شریعت و طریقت :۔ اس زمانہ میں ٹھٹہ علم و فن کا مرکز بنا ہوا تھا ، حاجی عبداللطیفؒ صاحب بھی علوم شرعیہ کی تحصیل کے لئے ٹھٹہ تشریف لے گئے

جہاں علم شریعت کی تکمیل کے بعد حضرت مخدوم آدم ٹھٹوی کے فرزند ارجمند حضرت مخدوم فیض اللہ کی خدمت اقدس میں حاضر ہوکر ان کے ہاتھ پر سلسلہ عالیہ نقشبندیہ میں بیعت ہوگئے، آپکی صحبت میں سلوک کی منزلیں طے کرتے ہوئے بہت جلد آپ حضرت فیض اللہ کے خاص اور قابل ترین مریدین میں شامل ہوکر اجازت و خلافت سے سرفراز ہوگئے۔

حضرت شیخ فیض اللہ کی وفات کے بعد آپ حضرت مخدوم کے خلیفہ حضرت مخدوم ابوالقاسم نقشبندی کی خدمت اقدس میں حاضر ہوکر ان سے اکتساب فیض کرتے رہے اور مخدوم ابوالقاسم کے بعد آپ حضرت ابوالمساکین خواجہ محمد کی صحبت سے بھی فیض یاب ہوئے۔ ان بزرگان نقشبندیہ کے فیوضات سے اپنے قلب کو منور کرکے آپ نے سیکڑوں مخلوق خدا کے قلوب کو اس فیض سے مستیز اور روشن کیا۔

اخلاق و عادات:۔ آپ انتہائی پاک طینت، نیک سیرت، انتہائی سخی، بیحد رحم دل اور بڑے عابد و زاھد اور پورے قرآن کے حافظ تھے۔ علوم ظاہری و باطنی کے جامع اور معرفت کے دریا تھے۔ مسافر دوست اور بڑے مہمان نواز تھے۔ تہجد گزار اور شب زندہ دار تھے اس مقام اور مرتبہ کے باوجود عجز و انکساری کا یہ عالم تھا کہ ایک روز ھالہ کے مخادم میں سے ایک صاحب آپکے پاس آئے آپ ان کے ادب کے لئے کھڑے ہوگئے اور تمام دن بڑے ادب واحترام سے ان کی خود تواضع کرتے رہے، جب مریدین نے آپ سے پوچھا کہ جب نسب اور سلسلہ کے لحاظ سے آپ ان مخدومین کے برابر ہیں تو پھر اسقدر ادب کرنے کی کیا ضرورت ہے؟ اس پر آپ نے فرمایا کہ ہمارے بزرگوں کے مرشد نے مخدوموں کے بزرگوں سے بیعت کی تھی تو ایک طرح سے یہ بھی ہمارے مرشد ہوئے اس لئے ان کا ادب کررہا ہوں۔

شادیاں :۔ آپ نے تین شادیاں فرمائیں ۔ پہلی زوجہ سے تین لڑکے ہوئے ۔ دوسری سے دو لڑکیاں ہوئیں اور تیسری زوجہ سے حضرت سلطان الاولیا ، خواجہ محمد زمان تولد ہوئے ۔ تیسری شادی کا واقعہ اس طرح سے ہے کہ ایک روز مخدوم ابوالقاسم اپنے مریدین کے ہمراہ ایک بہت بڑے نیم کے درخت کے نیچے آرام فرمارہے تھے ، درخت بہت بڑا اور گھنا سایہ دار تھا ، اس میں بہت سے پھول لگے ہوئے تھے بلکہ اس کے نیچے زمین بھی اس کے پھولوں سے بھری پڑی تھی مختلف قسم کے پرندے اس درخت پر چہچہا رہے تھے ، یہ سماں دیکھ کر مخدوم ابوالقاسم نے خواجہ ابوالمساکین شیخ محمد کو (خواجہ محمد زمان کے مرشد) جو اس وقت وہاں موجود تھے مخاطب کر کے فرمایا کہ آپ کے مریدین اور اصحاب میں ایک ذات ایسی بھی ہوگی کہ اس کے ارد گرد لوگ اس ہی طرح اکھٹے ہونگے جس طرح اس درخت کے اردگرد یہ طیور اور پرندے اکٹھے ہو رہے ہیں ۔ پھر شیخ حاجی عبداللطیف کی طرف مخاطب ہو کے فرمایا (جو اسی مجلس میں حاضر تھے) کہ وہ مرد حق آپ کی " صلب " سے ظاہر ہوگا ۔ اس وقت اسی محفل میں ایک کامل درویش مولانا عبدالسلام صاحب بھی موجود تھے انہوں نے اس ہی وقت اپنے صاحبزادی کا نکاح شیخ حاجی عبداللطیف سے کردیا اس خیال سے کہ شاید اس ولی کامل کی ولادت کا شرف میری لڑکی کو حاصل ہو جائے ۔

ایذا رسانی :۔ شیخ حاجی عبداللطیف کی پہلی زوجہ سے جو تین لڑکے ہوئے ان کے نام تھے ۔ محمد اکرام (انکے کوئی اولاد نہیں ہوئی) ابوالقاسم (ان کا لڑکا محمد مسعود ہوا اور اس کے بعد ان کی بھی کوئی اولاد نہیں ہوئی) اور فیض محمد ، (انکا لڑکا محمد حسین ہوا ، ان کا لڑکا ابراہیم ہوا اسکے بعد ان کی نسل نہیں چلی) ۔ چونکہ ، صوفیاء و مجاذیب کی پیشگوئیوں کی بناء پر حاجی عبداللطیف کو ایک کامل ولی کی ولادت کاانتظار تھا اس لئے یہ تینوں لڑکے حسد کی وجہ سے آپ کے

مخالف ہو گئے، حتیٰ کے وہ مخالفت دشمنی کی حسد تک پہنچ گئی، لواری کا امیر اور رئیس محمد زمان ٹہریہ اگر آپ کی حمایت میں کمر بستہ نہ ہوتا تو شاید یہ تینوں لڑکے کوئی بڑا قدم اٹھانے سے بھی گریز نہ کرتے بہرحال پھر بھی انہوں نے اپنے والد کو تکلیفیں پہنچانے میں کوئی کسر نہیں چھوڑی ۔ آپ کے لئے زندگی تلخ اور تنگ کر دی ۔

تصرف باطنی :۔ آپ بڑے صاحب کرامت اور بڑی روحانی طاقت کے مالک تھے ۔ چنانچہ آپ کا ایک واقعہ مشہور ہے کہ اس زمانہ میں ایک شخص جادو اور سفلی علم کا ماہر تھا ۔ ایک دن اس نے اپنے جادو کے زور سے ایک شریف خاندان کی لڑکی کو اپنے دامن عشق میں پھنسانے کی کوشش کی جس پر اس لڑکی کے والد کے دل سے اس کے لئے بد دعا نکل گئی، جس کا اثر یہ ہوا کہ وہ جادوگر ایک موذی مرض میں مبتلا ہو گیا، جب جادوگر کو یہ معلوم ہوا کہ یہ اس لڑکی کے باپ کی بد دعا کا اثر ہے جو بزرگ اور درویش بھی ہے، تو اس کے پاس جا کر اس سے معافی مانگنے لگا، لیکن اس بزرگ نے فرمایا کہ " قضا کا قلم چل چکا ہے اب بات میرے بس سے باہر ہے " جا کر کسی کامل ولی کا دامن پکڑو ان سے فریاد کرو "۔

آخر یہ جادوگر ڈھونڈتا ہوا حضرت حاجی شیخ عبداللطیف کی خدمت میں پہنچ گیا اور آہ و زاری کر کے اپنے درد کی دوا طلب کی، آپ کو اس پر رحم آ گیا ایک نگاہ کرم اس پر ڈالی اور اس کے مرض کو دور کر دیا ۔ اور اس موذی مرض سے اسے نجات دلا دی ۔

وفات :۔ آپ کی تاریخ وفات صحیح طور سے معلوم نہیں لیکن اندازہ یہ ہے کہ تقریباً ۱۱۴۹ھ ۱۷۳۶ء میں آپ نے اس دار فانی سے رحلت فرمائی ۔ آپ کا مزار قدیم لواری شریف میں واقع ہے ۔

آپ کے حالات مندرجہ ذیل کتب سے ماخوذ ہیں۔

(۱) لطیفۃ التحقیق، قلمی، سید رفیق علی حسینی پشنگی۔

(۲) مرغوب الاحباب، قلمی، میر نظر علی خان تالپور۔

(۳) فردوس العارفین، قلمی، میر بلوچ خان تالپور۔

(۴) اولیائے لواری شریف، عبدالکریم جان محمد تالپور

سلطان الاولیاء خواجہ محمد زمان (کلاں)

نقشبندی سلسلہ کے وہ جگمگاتے ہوئے آفتاب و ماہتاب جنکے فیوضات کی ضوریز کرنوں نے نہ صرف سرزمین سندھ کو بلکہ پورے ہندوستان اور اس کے علاوہ دیگر بہت سے ممالک کو ایسا مستنیز کیا کہ وہاں آج تک ان کی جلائی ہوئی شمعوں سے بدعقیدگی اور بداعمالیوں کی ظلمتین چھٹ رہی ہیں اور قلوب کی دنیا میں اجالا ہو رہا ہے۔

خواہ وہ پنجاب میں سید امام علی شاہ صاحب (اترچھتر) میاں شیر محمد صاحب شرقپوری (شرقپور شریف) مولانا منظور صاحب (ساہیوال)، بہادر شاہ طیب اللہ (سیالکوٹ) کے آستانے ہوں۔

خواہ وہ سندھ میں حضرت حاجی احمد متقیؒ، شیخ عبدالرحیم گرہوڑی، شیخ ابو طالب (اگھمی)، حاجی محمد صالح کھڑائی شیخ حافظ ھدایت اللہ کے میخانے ہوں۔

خواہ وہ ہندوستان میں خواجہ محمد مسعود دھلوی، مفتی اعظم ہند مفتی محمد مظہر اللہ شاہ (شاہی امام شاہی مسجد فتحپوری دھلی)، شاہ محمد رکن الدین الوری ریاست الور) شاہ ہدایت اللہ جیپوری (ریاست جیپور) مولانا حمید الدین حیدر شاہ ناگوری کے مشہور پیر خانے ہوں۔

خواہ کابل، بدخشاں، اور کشمیر میں شیر محمد کابلی، محمد شریف بدخشانی، انور شاہ کشمیری کے دولت خانے ہوں۔

یہ سب اس ہی "میکدہء لواری" کا فیض کرم ہے، اس ہی ساقی میخانہ مخدوم زمانہ خواجہ محمد زمان کی کرم گستری ہے، انہی کے ہاتھوں لٹائے ہوئے مئے معرفت کے وہ جامہائے شیریں ہیں جس سے بے شمار مخلوق خدا فیضیاب

اور سرشار ہو رہی ہے اور انشاء اللہ قیامت تک ہوتی رہے گی ۔

نام و نسب :۔ آپ کا اسم گرامی " محمد زماں " ہے ، لقب " سلطان الاولیاء " ہے ، آپ کے والد گرامی کا نام نامی " شیخ حاجی عبداللطیف " ہے ، آپ کا سلسلہ نسب حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ تک پھنچتا ہے ۔

آباؤ اجداد :۔ پشت در پشت آپ کے آباؤ اجداد سہروردی سلسلہ کے کامل اولیاء ہوئے ہیں ۔ نقشبندی سلسلہ آپکے والد ماجد شیخ حاجی عبداللطیفؒ سے شروع ہوا ہے ، آپ کے آباواجداد کے حالات ان کے سندھ میں ورود کی تاریخ ، آپ کا شجرہ نسب ، یہ سب تفصیلات گزشتہ اوراق میں آپ کے والد ماجد حاجی عبداللطیف کے حالات کے ضمن مین گزر چکی ہیں ۔

قبل ولادت پیش گوئیاں :۔ ولادت سے قبل بڑے بڑے مشائخ اور صوفیاء نے آپ کی تشریف آوری کی خوشخبریاں دی تھیں ، چنانچہ مخدوم آدم ٹھٹویؒ نے فرمایا تھا کہ میرے اس ٹھٹہ کی خانقاہ میں ایک دن ایسا آئے گا کہ یہاں ایک دیہاتی آکر تعلیم و تربیت حاصل کرے گا ۔ جس میں سلسلہ نقشبندیہ کی تمام لیاقتیں کمال کو پہنچی ہوئی ہونگی ۔

اسی طرح شیخ فیض اللہ (مخدوم آدم کے صاحبزادے) جب سرھند سے واپس آئے تو مخدوم محمد زمان کے والد کو مخاطب کر کے فرمایا کہ ہم نے آپ کی شفارش جب خواجہ، سرھند حضرت امام ربانی سے کی تو وہانسے آواز آئی کہ ہم ان کو بشارت دیتے ہیں کہ ان کی پشت سے ایک ایسا فرزند پیدا ہوگا جسمیں ہمارے سلسلہ کی تمام لیاقتیں اور نور موجود ہو گا ۔ اسکے علاوہ خواجہ ابوالقاسم نقشبندی کی بشارت کا ذکر پچھلے اوراق میں گزر چکا ہے ۔

شیخ بہاؤ الدین ملتانی کا ارشاد :۔ صاحب لطیفتہ التحقیق لکھتے ہیں کہ یہ

واقعہ ثقہ راویوں سے منقول ہے کہ جب قطب زماں حضرت خواجہ بہاؤالدین ذکریا ملتانیؒ کا قدیم لواری کی طرف سے گزر ہوا تو شمال کی جانب ایک پست اور نشیبی علاقہ جب آیا تو آپ اپنی سواری سے اتر گئے ۔ اور ادب کے باعث پیدل چلنے لگے جب آپ کے مریدین نے اس کی وجہ دریافت کی تو آپ نے فرمایا کہ اس جگہ پر آسمان سے انوار الہیٰ برس رہے ہیں ، اس کی وجہ سے میں ادباً اتر گیا ہوں ۔ بعد میں زمین کا یہی نشیبی علاقہ جو عبدالسلام درس کی ملکیت تھا ، ان کے وصال کے بعد وراثت میں انکی صاحبزادی کو ملا جو حاجی عبداللطیف کے عقد میں تھیں اور مخدوم محمد زماں کی والدہ محترمہ تھیں ۔

ولادت :۔ آپکے والد کو مشائخ اور اولیاء کی ان پیش گوئیوں پر مکمل یقین تھا چنانچہ ان کے یہاں جب بھی کوئی بچہ پیدا ہوتا تو وہ اس کے چہرہ پر آثار ولایت کو تلاش کرتے ہوئے فرمایا کرتے تھے کہ " یہ بچہ وہ نہیں ہے " ۔ اس طرح آپ کے یہاں تین لڑکے ہوئے جو حضرت حاجی عبداللطیف کے اس شوق و وارفتگی کو دیکھ کر حسد کرنے لگے اور مزاق کرتے ہوئے اپنے والد سے کہا کرتے تھے کہ " کہاں ہے وہ کامل انسان جسکے انتظار میں ہو " ؟ لیکن بہر حال اولیاء کی زبان سے نکلی ہوئی بات پوری ہونی تھی آخیر ۲۱ رمضان المبارک ۱۱۲۵ ھ ، ۱۷۱۳ ء کو "حضرت مخدوم محمد زماں کی ولادت ہو گئی ۔

تعلیم و تربیت :۔ بچپنہ میں اپنے والد گرامی کے پاس ہی قرآن پاک ختم کیا اب ارادہ تھا کہ مزید تعلیم بھی اپنے والد کے پاس ہی حاصل کریں لیکن والد کی خصوصی توجہ کو دیکھ کر سوتیلے بھائیوں کو آپ سے اسقدر حسد اور جلن ہو گئی کہ وہ ایک روز جبکہ آپکے والد کہیں سفر پہ گئے ہوئے تھے آپکی جان کے درپے ہو گئے ، لیکن آپکو انکے مذموم ارادوں کا علم ہو گیا آپ گھر چھوڑ کر " تنگر ٹھٹے " **آگئے** اور یہاں مولوی محمد صادق کے مدرسہ میں داخل ہو کر دینی تعلیم حاصل کرنا

شروع کردی ، اپنی ذکاوت اور ذہانت کے باعث اپنے ساتھیوں سے سبقت لیجاتے ہوئے آپ نے بہت جلد عربی زبان اور دیگر علوم دینیہ پر عبور حاصل کرلیا۔

علم باطن :۔ روزانہ مدرسہ جاتے ہوئے آپ کا گزر حضرت ابوالمساکین خواجہ (۱) محمد کی خانقاہ سے ہوتا تھا ، ایک مرتبہ جب آپ ادھر سے گزرے تو اس ولی کامل (ابوالمساکین خواجہ محمد) کی نگاہ آپ پر پڑگئی ایک ہی نظر میں پہچان لیا کہ یہ وہ ہی شخص ہے جس کے لئے میرے مرشد شیخ ابوالقاسم نقشبندی نے پیش گوئی فرمائی تھی ، چنانچہ خواجہ ابوالمساکینؒ آپکو اپنے ساتھ لیکر اپنی خانقاہ میں آگئے آپ پر بڑی محبت اور شفقت فرمائی اور پھر روز کا یہی معمول بن گیا کہ جب آپ کو دیکھتے تھے اپنے ہمراہ لیکر خانقاہ میں آجاتے تھے ، چنانچہ صحبت نے اپنا اثر دکھایا اور آپ خواجہ ابوالمساکین سے سلسلہ عالیہ نقشبندیہ میں بیعت ہوکر آپ کے ارادتمندوں میں داخل ہوگئے۔

معرفت الہی میں انہماک :۔ آپ خود فرماتے ہیں کہ بیعت ہونے سے قبل میرا یہ حال تھا کہ علم ظاہر کی طرف مجھے اسقدر رغبت تھی کہ اگر کبھی خواجہ ابوالمساکین مجھے اپنے ہمراہ لیکر خانقاہ میں آتے تھے تو میں کوئی نہ کوئی بہانہ بنا کر وہاں سے نکل جایا کرتا تھا ، لیکن جب اس ولی کامل کی نگاہ پڑی اور دل میں " معرفت الہیٰ " کا ایک شعلہ فروزاں ہوا تو پھر عالم یہ ہوگیا کہ " کتابوں سے مجھے نفرت ہوگئی ہر وقت خانقاہ میں بیٹھا مراقبہ میں مصروف رہکر معرفت الہیٰ کے مزے لوٹتا تھا اور تجلیات خداوندی سے لطف اندوز ہوتا تھا۔

خلافت و اجازت :۔ راہ سلوک میں شب و روز محنت اور لگن نے آپ کو بہت جلد منزل سے ہمکنار کردیا۔چناچہ ایک روز خواجہ ابوالمساکین اپنے جدامجد مخدوم آدم ٹھٹویؒ کے مزار شریف کی مرمت کے لئے مکلی کی طرف پالکی میں سوار

ہو کے تشریف لیجارہے تھے کہ راستہ میں پالکی کو رکوا کر آپ کو آواز دی اور فرمایا کہ یہاں پالکی میں ہمارے پاس آکر بیٹھو ، ہر چند آپ نے عذر کیا لیکن خواجہ ابوالمساکین نے آپ کا ہاتھ پکڑ کر آپ کو زبردستی اپنے ساتھ بیٹھا لیا ۔ جب مکلی پہنچے تو دوسرے تمام مریدین کو حکم فرما دیا کہ جاؤ اور مزار شریف کی مرمت کرو لیکن آپکو اپنے ساتھ ایک علیحدہ جگہ پر لے گئے اور اسرار معرفت سے آشنا کرنے لگے ، کسی مرید نے آپکو بھی چلنے کے لئے کہا تو حضرت خواجہ نے فرمایا کہ انہیں لیجانے کی ضرورت نہیں ، حضرت خواجہ مخدوم نے ہمیں الہام فرمایا ہے کہ ہم انہیں یہاں ہی بیٹھائیں کیونکہ ان کے ذمہ ایک اور کام سونپا جارہا ہے ۔

اعلان خلافت :۔ اپنے مریدین و متوسلین اور عوام وخواص میں اس کا اعلان اس طرح فرمایا کہ حضرت مخدوم محمد زمانؒ کو اپنے مسند پر بیٹھا کے اپنی دستار ان کے سر پر رکھ کے ان کی جوتیاں اپنے ہاتھ سے درست کر کے سبکو حکم دیا کہ انکے قدموں پر جھک کے ان سے بیعت کرو کیونکہ آج کے بعد سے یہی تمہارے مرشد ہیں ، جو کوئی ہمارا ہے ان کا ہو کر رہے اور جو ان سے انحراف کریگا وہ ہمارا نہیں ہے پھر فرمایا کہ واللہ ! یہ قطب وقت قطب ارشاد ہیں اسوقت روئے زمین پر ان جیسا کوئی ولی نہیں " پھر حضرت خواجہ نے آپ کا ہاتھ اپنے ہاتھ میں لیکر آپ سے دعا کروائی ۔ الغرض سب آپ کا یہ مقام اور مرتبہ دیکھ کر آپ کے قدموں پہ گر پڑے اور آپ سے بیعت ہو گئے ، اس دن کے بعد سے حضرت خواجہ ابوالمساکین نے تمام امور رشد و ھدایت آپکے سپرد کردئے ، حتیٰ کے پیری مریدی بھی چھوڑ کر عزلت نشیں ہو گئے ۔ صرف جمعہ کے دن یا کبھی مکلی میں مزارات کی زیارت کے لئے باھر نکلتے تھے ورنہ ہر وقت ایک حجرہ میں عبادات و ریاضات اور مشاہدہ الہیٰ کے اندر مستغرق رہتے تھے ۔

مرشد کی حج پر روانگی :۔ کچھ عرصہ بعد خواجہ ابوالمساکین حج بیت اللہ کے

لئے تشریف لے گئے وہاں سے جو خطوط حضرت خواجہ محمد زماں کو ارسال فرمائے اس میں آپکو " فضیلت پناہ ، و کمالات دستگاہ ، صاحب کمال فضیلت مآب برادر طریق ، رفیق راہ رفیق اخوی ، برادر دینی جیسے القاب سے آپکو یاد کرتے ہوئے مخلوق کی رہبری کیلئے آپکو ھدایات جاری فرمائی ہیں اور ایک مکتوب میں تحریر فرمایا ہے کہ اگر تمہیں کوئی مشکل پیش آئے تو ہماری خانقاہ کے حجرہ کے دروازہ کے سامنے بیٹھکر دعا کرنا انشاء اللہ مشکل آسان ہو جائیگی اور کبھی کبھی حجرہ کے اندر بیٹھکر دعا کرنا اور مراقبہ میں مصروف رہنا ۔

مرشد کی حج سے واپسی :۔ دو سال کے بعد حضرت خواجہ ابوالمساکین جب حج کر کے واپس سندھ تشریف لائے تو نماز ظہر کے لئے مسجد میں تشریف لے گئے اور نماز سے فارغ ہو کے سیدھے اپنے حجرہ میں تشریف لے گئے ، لوگ اس انتظار میں بیٹھے تھے کہ آپ باہر تشریف رکھیں گے اور مخلوق کو فیض پہنچائیں گے ۔ لیکن جب خواجہ حضرت محمد زماں نے آپ سے عرض کیا کہ " حضور ! اصحاب آپ کے انتظار میں بیٹھے ہیں تو اس کے جواب میں آپ نے فرمایا کہ اس کام کے لئے ہم نے آپ کو مقرر کیا ہے اگر آپ کو ہمارے ہوتے ہوئے حجاب آتا ہے تو ہم یہاں رہیں گے ہی نہیں " ایک دفعہ حضرت خواجہ نے حضرت محمد زمان کیطرف مخاطب ہو کے فرمایا کہ لوگ سمجھتے ہیں ہم حرمین شریفین سے اپنے خاندان والوں کی خاطر یہاں آئے ہیں ، حالانکہ ایسا ہرگز نہیں ہے بلکہ ہم تو صرف آپ کی تعلیم و تربیت کے لئے یہاں آئے ہیں کیونکہ ایک روز ہم خانہ کعبہ میں بیٹھے ہوئے تھے کہ ہم نے آپ کی طرف توجہ کی تو معلوم ہوا کہ طریقت کی کوئی پیچیدہ راہ آپ کو درپیش ہے ، اگرچہ ہم ہر دم آپ کی طرف متوجہ رہتے تھے اور یہ مشکل بھی ایک توجہ سے حل کر سکتے تھے لیکن ہمیں غیب سے اشارہ ہوا کہ ہم واپس سندھ جا کر آپ کے مزید مدارج طے کرائیں اور پھر واپس مکہ مکرمہ آجائیں ۔ اس لئے ہم یہاں آئے ہیں ۔

اوج کمال: ۔ الغرض حضرت خواجہ ابوالمساکین آپ کی ترقی مراتب اور سلوک کے اعلیٰ اور انتہائی درجات طے کرانے کی طرف متوجہ ہوئے اور کچھ ہی عرصہ میں آپ کو طریقت و حقیقت " کی اوج کمال " پر پہنچا دیا ۔ جس بلند اور اعلیٰ مقام پر آپ فائز ہوئے اس کا اندازہ حضرت خواجہ ابوالمساکین کے اس ارشاد مبارک سے ہوتا ہے جو آپ نے مخدوم محمد زماں کو مخاطب کرتے ہوئے فرمایا ۔ فرماتے ہیں تمہیں مبارک ہو! اس لمحہ تم پر وہ حالت وارد ہو رہی ہے جو اس سے قبل صرف جنید بغدادی اور بایزید بسطامی کو حاصل ہوئی تھی ، لیکن دونوں بزرگ بھی اس حال کو کمال تک پہنچانے سے پہلے ہی وصال فرما گئے تھے جب کہ مجھے یقین ہے کہ تم اس حال کو درجہ کمال تک پہنچاؤ گے ۔

حضرت خواجہ نے یہ بھی ارشاد فرمایا کہ ۔

" سرہائے مشائخ ملک در زیر پائے تو دادہ اندوتر ابرتمامی
خاندان ہائے ملک سرداری بخشیدند تو سرتاج مشائخ ہستی " ۔

یعنی مشائخ جہاں کے سر تمہارے قدموں میں دے دئے ہیں ، اور تمکو طریقت کے تمام خاندانوں کی سرداری بخشکر " سرتاج مشائخ " بنادیا گیا ہے ۔

یہ بھی فرمایا کہ تمہارے پاس وہ ہی آئیگا جو سعید ہوگا ، اور اھل نجات سے ہوگا ، اور جو بد بخت ہوں گے انکو تمہارے پاس بھیجا ہی نہیں جائیگا ۔ لہذا تمہارے پاس جو آئے اس کو " حق " کا پتہ بتانا اپنے دل کو ہمیشہ خوش اور حق کی طرف متوجہ رکھنا ، اپنے تمام کام رب کریم کے حوالے کر دینا رزق کمانے کے لئے کبھی پریشاں نہ ہونا ، کیونکہ ہم نے آپ کا رزق اللہ پاک سے مانگ لیا ہے جو تم چاہو گے خدا کی بارگاہ سے وہ ہی تم کو مل جائے گا ، تمہارا آستاں ہمیشہ آباد رہیگا تمہارے بعد تمہارے فرزند اس مسند کو رونق بخشیں گے ، تمہارا مکان فقر کے فیض سے قیامت تک معمور رہیگا ، آخر میں فرمایا ۔

" و اگر مشکلے در امر ظاہر و باطن پیش آید از من
ہمت طلب کرد ھر حال باتو ممد و معاون ھستم "

یعنی ظاہری و باطنی کوئی سی بھی مشکل اگر تمہیں کبھی در پیش ہو تو ہماری طرف اپنی ہمت متوجہ کر کے ہم سے طلب کرنا، یاد رکھنا! ہر حال میں تم ہم کو اپنا معین و مددگار پاؤ گے "

یہ چند وصیتیں فرمانے کے بعد آپ کے مرشد واپس حرمین شریفین چلے گئے۔

مرشد کی مریدین کو وصیت :۔ آپ کے مرشد حضرت خواجہ ابوالمساکین نے مکہ مکرمہ روانگی سے قبل اپنے تمام مریدیں کو بلاکر نصیحت اور وصیت فرمائی کہ خواجہ محمد زماں کو بہت راضی اور خوش رکھنے کی کوشش کرنا، ان کی مرضی کے خلاف کوئی کام نہ کرنا، کیونکہ یہ جب تک خوش رہیں گے اس شہر کو کوئی خطرہ نہیں خدا نخواستہ اگر یہ ناراض ہو کے چلے گئے تو یاد رکھنا ٹھٹہ شہر تباہ ہوجائیگا اور اس پر طرح طرح کی مصیبتیں نازل ہوجائیں گی ۔اور جب تک آپ یہاں رہیں گے یہ شاد اور آباد رہے گا۔

ٹھٹہ سے روانگی :۔ مرشد کے واپس حرمین شریفین جانے کے بعد آپ کئی سال تک ٹھٹہ میں رشد و ھدایت کا کام سرانجام دیتے رہے، اور بے شمار لوگ آپ سے مرید ہو کر واصل بحق ہوتے رہے لیکن حاسدوں سے آپ کی یہ شان و شوکت یہ عظمت و مرتبت دیکھی نہ گئی، اور وہ آپ کی تکلیف کے درپے ہوگئے اور طرح طرح کی ایذاء رسانی میں مصروف رہنے لگے، بالخصوص وہاں کا ایک " محمد ہاشم " نام کا مولوی حسد اور بغض کے باعث آپ کو بہت پریشان کرنے لگا آخر تنگ آکر خواجہ محمد زماں" ٹھٹہ کو خیرباد کہ کے اپنے وطن " لواری " تشریف لے آئے۔

آپ کے مرشد کی پیش گوئی کے عین مطابق آپ کے یہاں سے تشریف لیجانے کے بعد ٹھٹہ شہر پر " نادر شاہ " نے حملہ کر کے اس کو تخت و تاراج کردیا ہر طرف فتنہ و فساد اور لوٹ مار سے سارا شہر تباہ و برباد ہو گیا اور آپ کا دشمن " محمد ہاشم " جذام کی بیماری میں مبتلا ہو کر مر گیا۔

لواری شریف میں آمد:- جب آپ لواری شریف تشریف لائے اس وقت آپ کے والد گرامی بقید حیات تھے ، انہوں نے آپکے آنے کے بعد پیری مریدی چھوڑ دی ، اگر کوئی طالب آتا تو اس کو حضرت مخدم محمد زماں کے پاس بھیج دیتے تھے ۔ اس زمانہ میں " پرانی لواری " سیم کی وجہ سے تباہ ہو رہی تھی اور لوگ بڑی تعداد میں وہاں سے ترک سکونت کر رہے تھے ، لیکن جب تک آپ کے والد بقید حیات رہے (یعنی ۱۱۴۹ ھ تک) اس وقت تک آپ نے وہیں قیام فرمایا والد کی وفات کے ایک سال بعد یعنی (۱۱۵۰ ھ) میں آپ نے قدیم لواری کے قریب ایک نئی بستی آباد کر کے وہاں مستقل رائش اختیار کر لی اور اس کا نام بھی " لواری " ہی رکھا ۔ اسی سال آپ نے یہاں باقاعدہ رشد و ھدایت کا سلسلہ شروع کیا ، ورنہ اس سے قبل آپ نے خلوت گزینی اور عزلت نشینی کو اپنا رکھا تھا ۔ دن رات مسجد کے اندر مراقبہ میں مصروف رہا کرتے تھے تمام رات عبادت میں گزار کر عشاء کے وضو سے صبح کی نماز ادا فرمایا کرتے تھے ۔ شام کو گھر آتے تھوڑا سا کھانا اگر تیار ہوتا تو تناول فرماکر پھر مسجد میں تشریف لیجاتے ۔ لیکن جب باقاعدہ خلق خدا کی رھبری اور ھدایت کے کار عظیم کی طرف آپ نے توجہ دی تو یہ عالم تھا کہ روز پانچ سو طالبان حق کا آپ کی خانقاہ میں ھجوم رہتا تھا بلکہ بعض دفعہ تو چار چار ہزار آدمی آپ کی خدمت میں حاضر ہو کر اکتساب فیض کیا کرتے تھے ۔ اور لنگر سے بھی فیضیاب ہوتے تھے ۔

شاہ لطیف بھٹائی کی عقیدت:- سندھ کے مشہور صوفی شاعر بزرگ

حضرت شاہ عبداللطیف بھٹائی آپ سے بڑی عقیدت رکھتے تھے ۔ چنانچہ ایک روز وہ آپ سے اکتساب فیض کیلئے اپنے گاؤں " بھٹ " سے چل کر لواری حاضر ہوئے جب حجرہ کے دروازہ کے پاس پہنچے تو اپنے خادم کو اندر بھیج کر کہا کہ جاؤ حضرت خواجہ سے میرے لئے اندر آنے کی اجازت طلب کرو خادم نے جب اندر جاکر حضرت سے عرض کیا تو آپ نے فرمایا کہ سید صاحب سے جاکر کہو کہ آپ وہیں ٹھہریں ہم خود آپ کے استقبال کے لئے آتے ہیں ۔ خادم نے جب شاہ صاحب کو یہ پیغام پہنچایا تو انہوں نے خادم سے دریافت کیا کہ " جب تم اندر گئے تو حضرت خواجہ کس کام میں مصروف تھے " ؟ اس نے کہا کہ وہ خاموش بیٹھے ہوئے تھے ، تو شاہ صاحب نے فرمایا کہ پھر اس مصروفیت اور مشغولیت سے انہیں کب فرصت ملیگی ، آؤ ہم خود ہی اندر چلتے ہیں ۔ چنانچہ جب شاہ صاحب اندر حضرت خواجہ محمد زمانؒ کے سامنے پہنچے تو آپ کی شان میں یہ شعر پڑھتے ہوئے آپ سے ملاقات کی کہ !

سا مي سفر هلياء کو پر وڙي پنڌ
حسن هيڏا هان ڪنڌ آون نہ جيندي ان ري

اس کا ترجمہ

راهی سفر کو چلدئے منزل کہاں کس کو پتا
گردن ہے جھکی خم ، جیون میں کس طرح ان کے سوا

اس کا جواب شعر ہی کی زبان میں دیتے ہوئے حضرت مخدوم محمد زماں نے فرمایا!

فرمود ند ڪين آهن ٿئون ٻ ومجي ڪي کهاء
لاڳا پالوڪ جالاس سٻ لهزاء سامي
پوءَ سلنداء ڳالهہ ٻره پان جئي ڳيڇهہ جيئي ده

جس کا ترجمہ یہ ہے۔

کچھ نہیں ہو " کچھ نہیں ، کچھ نہیں کا ورد کر
خنجر لا سے تعلقات جہاں کو قطع کر
پھر تجھے سمجھائیں گے وہ راز دلبر سر بسر

اس پر شاہ صاحب نے فرمایا جس کا ترجمہ یہ ہے۔

زہے نصیب قلم نے جو لوح پر لکھا
سکھی ! یہ میرے مقدر میں ہو گیا اچھا
نوشتہ ہے وہ میرے اختیار سے بالا
کروں میں یہ کس سے فریاد کس پہ ہے دعویٰ
کہ جو ہوا میرے محبوب ہی نے مجھ سے کیا

اس کے جواب میں جو آپ نے فرمایا اس کا اردو میں ترجمہ یہ ہے۔

بیٹھ ان کی بزم میں جو کاتب تقدیر ہیں
چاہیں تو پھلا لکھا ، بدلا کے دیگر لکھ سکیں
ہو سکے دیدار جاناں کس طرح تجھ کو نصیب
عین ممکن ہے کہ کوئی ایسی ہی تعلیم دیں

اس شعری مکالمہ کے بعد شاہ صاحب نے دریافت کیا کہ فنا کے بعد کیا ہے ؟
آپ نے سوالیہ جواب دیتے ہوئے فرمایا پہلے یہ تو معلوم کرو کہ فنا سے پہلے کیا ہے ؟

یہ نکتہ سنکر شاہ لطیف بھٹائی کی عقیدت آپ سے اور بڑھ گئی ، اور انہوں نے حضرت سے عرض کیا کہ میرے خواہش ہے کہ میں آپ سے مرید ہو جاؤں ۔ آپ نے فرمایا ہمارے طریقہ میں بعض شرعی اوقات کے علاوہ سماع اور گانا بالکل منع ہے اور قطعاً حرام ہے ۔ اس پر شاہ صاحب نے غدر کرتے ہوئے فرمایا کہ میری تو پوری زندگی سماع میں گزری ہے اب اس کا چھوڑنا میرے لئے

بہت مشکل ہے ۔ اس کے بعد بہت دیر تک معرفت کے اسرار و رموز کی باتیں ہوتی رہیں ، جب شاہ صاحب نے جانے کیلئے اجازت طلب کی تو آپ نے " خلافت کی چادر " ان کو پھنائی اور ان کو رخصت کر دیا ۔

کہتے ہیں کہ شاہ لطیف بھٹائی کو وہ چادر اس قدر محبوب تھی کہ انہوں نے وصیت کی تھی کہ جب میں مروں تو یہ چادر میرے کفن پہ رکھدینا ۔

چنانچہ ایسا ہی کیا گیا اور وہ چادر آپ کے جنازہ پر ڈالی گئی اور دفن کے بعد آپ کے مزار کے اوپر ڈالدی گئی ۔

جب شاہ صاحب رخصت ہو کے روانہ ہو گئے تو آپ نے فرمایا کہ انہوں نے ہماری صحبت تو اختیار کی لیکن اتنی ہمت نہ کر سکے کہ ہمارے " سلسلہ طریقت " میں داخل ہو جاتے ۔ اگر یہ ایسا کر لیتے تو ہم ان کو بحر توحید میں ایسے غوطے دلواتے کہ ان کی ہستی مٹ جاتی یعنی " فنا " کا اعلیٰ مقام ان کو نصیب ہو جاتا ۔ اس پر ایک مرید نے آپ سے شاہ صاحب کے مقام اور مرتبہ کے بارے میں پوچھا تو آپ نے فرمایا ، صاحب قلب بود مثل شما " یعنی تمہاری طرح صاحب دل ہے " " صاحب دل ہونا " تصوف کا بڑا اعلیٰ مقام ہے ۔ یہ فرما کر آپ نے حضرت شاہ صاحب کے مقام کو بھی بیان فرما دیا اور اس ہی کے ضمن میں اپنے ذی استعداد مریدین کے مقام کو بھی آشکار فرما دیا ۔ حضرت شاہ صاحب ہمیشہ حضرت خواجہ کی شان میں یہ شعر پڑھتے رہتے تھے ۔ جس کا کسی اردو کے شاعر نے یوں ترجمہ کیا ہے ۔

ان کو دیکھا ہے میں نے اے ماور
ہے میسر جنہیں وصال حبیب
نہیں میرے زبان میں تاب سخن
کر سکوں جو بیاں ذکر . عجیب

اصل شعر اس طرح سے ہے۔

سئي مون ڏٺا ماء جن ڏٺو پر نئي
کي تنهنس سندي ڪاڪري سگها ڳالهڙي

حلیہ :۔ درمیانہ قد گندمی رنگ ، دبلا پتلا جسم ، گول سر، کشادہ جبیں ژولیدہ اور پیچیدہ ابرو ریش مبارک لمبی اور سفید ، چہرا بڑا نورانی ۔

اوصاف و شمائل :۔ شریعت و طریقت کے تمام فضائل و کمالات سے آپ کی ذات سجی ہوئی تھی ۔آپ کی زبان سے کبھی کوئی ناشائستہ لفظ نہیں نکلا ، دنیا والوں سے کبھی آپ نے اپنی غرض وابستہ نہیں کی ۔ بلکہ آپ اکثر فرماتے تھے کہ ہم ان پیروں میں سے نہیں جو مریدوں کے دروازوں سے خیرات مانگتے ہیں ۔ استغنا اور بے نیازی کا یہ عالم تھا کہ کبھی کسی سے کوئی سوال نہیں کیا حتیٰ کے وقت کے حکمراں میاں غلام شاہ کلھوڑہ نے بڑی منت سماجت کر کے جاگیریں خانقاہ کے لئے پیش کیں تو وہ بھی قبول فرمانے سے انکار کردیا اور فرمایا کہ " اگر کوئی شخص کسی دنیا کے حاکم سے دوستی رکھے تو اس کو رزق کی کمی نہیں ہوتی تو پھر جس شخص کی احکم الحاکمین سے دوستی ہو بھلا وہ کب محتاج اور مسکین و فقیر رہ سکتا ہے ، بلکہ وہ تو ایسا شہنشاہ ہوتا ہے کہ غلام شاہ جیسے سینکڑوں حاکم اس کے غلام ہوتے ہیں " ۔

توکل :۔ توکل اور خدا پر آپ کے بھروسہ کا یہ عالم تھا کہ لنگر میں ہر روز سینکڑوں آدمیوں کا کھانا پکتا تھا بلکہ بعض دفعہ تو ہزارہا آدمی اس سے فیضیاب ہوتے تھے لیکن آپ نے کبھی اکٹھا اناج لنگر کے لئے خرید کر نہیں رکھا خواہ ارزانی کا زمانہ ہو یا فراوانی کا ، بلکہ روزانہ جتنے سامان کی ضرورت پڑتی تھی نقد پیسے دیکر دکان سے منگوا لیا کرتے تھے ۔اور فرمایا کرتے تھے کہ ہم دونوں جہاں سے

فارغ ہیں ۔ ہمیں کسی چیز کی احتیاج نہیں ، ہمارا رب نہ صرف ہمیں بلکہ ہمارے مریدین کو رزق پہنچا رہا ہے ۔ اللہ تعالیٰ نے آسمانوں کے خزانوں کی چابیاں ہمارے ہاتھ میں دیدی ہیں ، اسلئے اگر ہم چاہیں تو روزانہ لاکھوں روپے خرچ کرکے دونوں وقت لنگر میں عمدہ پلاؤ پکوا کر مریدین کو کھلائیں ، لیکن چونکہ اس میں دکھلاوا اور تصنع ہے اسلئے ہم اس سے اجتناب کرتے ہوئے لنگر میں ایک وقت سوکھی روٹی اور دوسرے وقت کسی اور معمولی چیز سے کام چلالیتے ہیں ۔

تحمل و بردباری :۔ آپ کے تحمل ، بردباری اور رحمدلی کی اس سے بڑھ کر اور کیا مثال ہو گی کہ آپ کا حجام جو آپ کے بال بنایا کرتا تھا بڑا دیہاتی اور اجڈ قسم کا آدمی تھا ، آپ کے ناخن تراشتے وقت آپ کی انگلیوں سے خون تک نکالدیا کرتا تھا ، جب بال کاٹتا تو پورے سر کو زخمی کر دیا کرتا تھا ، مریدین نے عرض کیا کہ اس ظالم حجام کو نکال کر کسی اور حجام کو بلالیں ، لیکن آپ منع کرتے ہوئے فرمایا کرتے تھے کہ " یہ بیچارہ برس ہا برس سے ہماری خدمت کر رہا ہے اب اس کو نکال کر کسی اور حجام کو رکھنا بے مروتی ہو گی ، اور یہ آیت تلاوت فرماتے تھے کہ والسابقون السابقون اولیک هم المقربون ا یعنی جنہوں نے پہل کی ہے وہ ہی مقرب ہیں " ۔

عفو و درگزر :۔ عفو و درگزر کرنا آپ کی طبیعت اور طینت سے تھا ۔ چنانچہ ایک دفعہ محرم کی دسویں تاریخ کو شیعوں کا ایک بڑا جلوس تعزیہ لیکر آپ کی مسجد کے دروازے کے پاس سے ماتم کرتا ہوا گزر رہا تھا جس سے بڑا شور و غل ہو رہا تھا جبکہ آپ اس وقت عبادت اور مریدین کو توجہ دینے میں مصروف تھے ، ان کے شور سے جب خلل واقع ہوا تو جان نثار مریدین کی ایک کثیر جماعت جو ہر وقت خدمت اقدس میں حاضر رہتی تھی ، اس نے عرض کیا کہ اگر حکم ہو تو ان ماتم کرنے والوں کو مار کر ادھر سے بھگا دیں ۔ آپ نے فرمایا وہ اپنے آپ کو

خود پیٹ رہے ہیں ۔ ہمیں کیا نقصان پہنچا رہے ہیں ۔

کرامت :- شہرت اور دکھلاوے کے لئے " اظہار کرامت " کو آپ بہت برا سمجھتے تھے ، ایک دن ایک شخص نے آپ سے ذکر کیا کہ شاہ کریم بلڑی والا ایک دفعہ درویشوں کو لیکر دریا کے اوپر سے چلتا ہوا دوسرے کنارے پر پہنچ گیا اور کسی کا کوئی کپڑا پانی میں بھیگا تک نہیں ۔ آپ نے فرمایا کہ " کرامت کا دن ابھی آگے ہے ، مردوں کی مردانگی کا کل قیامت کے دن پتہ چلیگا دیکھتے ہیں کون اپنی جماعت کو سلامتی کے ساتھ دارالسلام (جنت) تک پہنچاتا ہے "

بہرحال اس کے باوجود بے اختیاری طور پر بے شمار کرامات کا آپ سے ظہور ہوا ۔ مثلا ایک کرامت آپ کی اس وقت ظاہر ہوئی جب آپ کی والدہ کا انتقال ہوا ، تو ان کی فاتحہ کے لئے جس دن کھانا پکایا گیا تو آپ نے حکم دیا کہ ان تمام گاؤں والوں کو خوب سیر ہو کر کھانا کھلایا جائے ۔ مریدین نے عرض کی کہ حضور ہم نے جتنا کھانا تیار کیا ہے اس میں بمشکل صرف وہ لوگ کھا سکینگے جو قبرستان تک گئے تھے ، یہ سن کر آپ خود باورچی خانہ میں تشریف لے گئے اور دو دیگوں میں سے ایک دیگ کی طرف اشارہ کر کے فرمایا ، پہلے اس دیگ سے کھانا کھلانا شروع کرو ، چنانچہ آپ کے حکم پر عمل کیا گیا اور اللہ نے اس ایک دیگ میں ایسی برکت عطا فرمائی کہ صرف اس ایک دیگ سے سارے گاؤں والوں نے سیر ہو کر کھانا کھالیا اور دوسری دیگ کی نوبت ہی نہیں آئی ۔

اسی طرح آپ کا ایک مرید جس کا نام " تھانیرے " تھا ، اپنے گاؤں سے حضرت کی خدمت میں " لواری شریف " آرہا تھا ، راستہ میں اس نے کسی اپنے جاننے والی کو دیوار میں سے ایک ناریل چھپا کر دیا ، جب آپ کی خدمت میں پہنچا تو آپ نے فرمایا " بعض لوگ دیواروں کے اندر سے ناریل چھپا کر دیتے ہیں ۔ یہ سن کر " تھانیرا " گھبرا گیا اور عرض کرنے لگا قبلہ ! آپ کو کس نے بتایا ؟

آپ نے فرمایا" حق تعالیٰ ہمیں ہر ایک انسان کے مخفی رازوں سے مطلع فرما دیتا ہے"۔

غلام شاہ کلہوڑہ کی عقیدت :۔ اس وقت سندھ میں کلہوڑا خاندان کی حکومت تھی اس وقت کا حکمراں غلام شاہ کلہوڑا کسی کو خاطر میں نہیں لاتا تھا، لیکن آپ کا بڑا احترام کیا کرتا تھا۔ ایک دفعہ اس نے آپ کو لکھا کہ " قبلہ! ہم حاکم لوگ دنیا کے کاروبار میں ایسے گرفتار رہتے ہیں کہ فرصت ہی نہیں ملتی کہ آپ کا آکر دیدار کر سکیں اور آپ سے دعائیں کروائیں۔ ایسی صورت میں اگر آپ یہاں آکر قدم رنجہ فرمادیں اور اپنے دیدار سے مشرف فرما دیں تو تادم زیست آپ کا احسان مندر رہوں گا۔ آپ نے جواب میں تحریر فرمایا۔ " ہم فقیروں کے لئے سفر کی تکلیفیں برداشت کرنا بہت مشکل ہے ہم آپ کی غیر موجودگی میں آپ کے لئے دعا گو ہیں "۔ دوسری بار پھر اس نے آپ سے استدعا کی کہ اگر آپ خود تشریف نہیں لا سکتے تو اپنے کسی درویش کو ہی بھیج دیجیئے تاکہ اس سے آپ کا روحانی فیض حاصل کر سکیں، اس کے جواب میں آپ نے اپنے ایک مرید " حاجی محمد کلہوڑا " کو روانہ کیا اور جاتے وقت آپ نے ان کو ھدایت فرمائی کہ ہر حال میں ہماری صورت کا دھیان رکھ کر میاں غلام شاہ سے گفتگو کرنا، وہ تم سے کچھ سوالات کرے گا، ہم وہ سوالات مع جوابات کے تمہیں بتائے دیتے ہیں، اس کو یہی جوابات دینا۔

- اس کی آرزو ہے کہ " کچھ ریاست " میں جاڈیجا قوم میں شادی کرے، اور اس ارادے سے وہ وہاں جانے والا ہے، ۔ اس کا پہلا سوال اسی کے متعلق ہو گا کہ آیا وہ اس ارادے میں کامیاب ہوگا یا نہیں : تو اس کو جواب دینا کہ ہم نہ تو برھمن ہیں اور نہ کاھن جو حساب کتاب لگا کر تمہارے سوال کا جواب دیں۔

- دوسری بات تم سے یہ کہے گا کہ " ہماری خواہش ہے کہ ہم حضرت خواجہ کو کچھ جاگیریں عطاء کریں " ۔ تم اس کو جواب دینا کہ اللہ کے فضل سے فقیروں کے پاس کھانے پینے کا بہت سامان پڑا ہوا ہے اگر کبھی ضرورت پڑی تو سرکاری نوکری کرنے یا جاگیریں لینے سے اجتناب نہیں کریں گے ۔
- واپس آنے کے وقت وہ تمہیں کپڑے اور پیسے دیگا ، اس کو قبول کر لینا ، ورنہ وہ سمجھے گا کہ یہ درویش بھی مالداروں اور مغروروں کی طرح انعام و اکرام رد کر دیتے ہیں اور خواہ مخواہ شک میں پڑ جائے گا " ۔

آپ کی ھدایات لیکر حاجی محمد صاحب جب اس کے پاس پہنچے تو اس نے ان کی بڑی تعظیم کی اور بعینہٖ وہ سوالات کئے جو آپ نے حاجی محمد صاحب کو پہلے ہی بتادیئے تھے ۔ پھر کہنے لگا کہ ہماری دلی آرزو ہے کہ ہم کسی طرح حضرت خواجہ محمد زمانؒ کی زیارت کریں مہربانی کر کے اس کی کوئی تدبیر بتائیں ۔ حاجی محمد صاحب نے فرمایا فکر نہ کریں انشاء اللہ آج ہی رات آپ کی آرزو پوری ہو جائے گی ۔ چنانچہ ایسا ہی ہوا اس رات خواب میں حضرت کی اسکو زیارت نصیب ہو گئی ، اور اس زیارت سے بہت خوش اور مسرور ہوا اور آپ کا مرید بن گیا

دیوان خانچند کی مایوسی :۔ میاں غلام شاہ کلہوڑا نے ایک دفعہ اپنے مشہور وزیر گدو مل کے بھائی دیوان خانچند کو لواری کی خانقاہ کے لئے جاگیروں کا پروانہ لیکر آپ کی خدمت میں بھیجا ، لیکن آپ نے لینے سے انکار کرتے ہوئے فرمایا کہ " اتنی ساری زمین کی آبادی کے لئے بیج اور ھل وغیرہ کا خرچہ کا کیا ہو گا ؟ ۔ دیوان خانچند نے عرض کیا کہ حضور ! یہ تمام اخراجات اس غلام کے ذمہ ہیں آپ صرف اسکو قبول فرمالیں ۔ لیکن آپ نے فرمایا ہم فقیر آدمی ان معاملات میں پھنسنا نہیں چاہتے آخر وہ بالکل مایوس اور ناامید ہو کر واپس لوٹ گیا ۔

سرفراز شاہ کلہوڑہ کی عقیدت :۔ میاں غلام شاہ کلہوڑہ نے جب اپنا ولی عہد اور جانشین مقرر کرنے کا ارادہ کیا تو بعض اس کے مشیروں نے اس کو مشورہ دیا کہ اپنے بڑے لڑکے میاں سرفراز شاہ کی بجائے وہ اپنے چھوٹے لڑکے کو ولی عہد مقرر کردے ، یہ خبر جب سرفراز شاہ کو پہنچی تو اس کی راتوں کی نیندیں اڑ گئیں ایک رات وہ مخفی طور سے حضرت خواجہ محمد زمانؒ کی خدمت میں حاضر ہوا اور آپ سے فریاد کرنے لگا ۔آپ نے فرمایا " فکر مت کرو تم ہی تخت کے والی و وارث ہوگے " ۔ چنانچہ ایسا ہی ہوا اور جب وہ سندھ کا حکمراں بن گیا تو اظہار عقیدت کے طور پر اپنے آپ کو حضرت خواجہ کا مرید کھلوانے لگا ۔ نئے سرے سے لواری کے لئے جاگیریں پیش کیں لیکن آپ نے قبول فرمانے سے انکار کردیا ۔ تین چار سال بعد جب وہ اپنے عزیز و اقارب کے ہمراہ آپ کی زیارت کے لئے لواری پہنچا تو بعض خوشامند پسند اس کے مشیروں نے اس کو مشورہ دیا کہ آپ سندھ کے حاکم ہیں آپ کی شان کے خلاف ہے کہ آپ کسی فقیر کے پاس چل کر جائیں بلکہ ان کو اپنے پاس بلائیں ، سرفراز شاہ نے ان کے کہنے میں آکر گدو مل اور مرزا نبی بیگ کو حضرت کی خدمت میں بھیجا کہ ان کی خدمت میں عرض کرو کہ وقت کا حاکم آپ سے ملاقات کا اشتیاق رکھتا ہے وہ دور دراز کا سفر کر کے آیا ہے اگر آپ قدم رنجہ فرمائیں تو ہماری عزت افزائی ہوگی ، آپ نے کہا کہ فقیروں کا در ہمیشہ کھلا ہوا ہے جو چاہے وہ آئے جو چاہے وہ نہ آئے ۔ اگر یہاں سرفراز کو ہماری ملاقات کی ضرورت ہے تو ہمارے پاس آجائے ، ہمیں اس کی ضرورت نہیں جو ہم اس کے پاس جائیں "۔ دیوان اور مرزا نے بڑی منتیں کیں لیکن سب بے سود رہیں ۔

حافظ ھدایت اللہ حضرت کے خاص مرید اور خلیفہ اس وقت وہاں موجود تھے انہوں نے عرض کیا کہ قبلہ ! حاکم وقت کو ناامید کرنا اچھی بات نہیں مبادا کہیں وہ ناراض ہوجائیں تو خواہ مخواہ ہمیں پریشانی میں ڈال دیگا ۔ اس پر آپ کو

جوش آگیا اور تخت و تاج کو اپنے قدموں سے روندنے والے اس اقلیم ولایت کے بے تاج بادشاہ نے فرمایا کہ "اگر ایسا ہوا تو ہم بھی وما رمیت از رمیت ولکن اللہ رمی" والی آیت پر عمل کر کے دکھائیں گے۔ پھر جب آپ کا غصہ ٹھنڈا ہو گیا، تو اپنی خوشی سے اپنے صاحبزادوں کو چند درویشوں کے ہمراہ سرفراز شاہ کے پاس بھیج دیا جو کچھ دیر اس کے پاس اس کی دلجوئی کے لئے بیٹھ کر واپس تشریف لے آئے۔

شادیاں:۔ آپ نے دو شادیاں فرمائیں، پہلی زوجہ سے ایک لڑکا ہوا مگر فوت ہو گیا اور اس کے بعد زوجہ محترمہ بھی وفات پا گئیں، دشمن خوش ہو کر کہنے لگے کہ اب یہ خاندان ہمیشہ کے لئے ختم ہو جائیگا یہ جھونپڑے اور مٹی کے برتن اب ٹوٹ کر نیست و نابود ہو جائیں گے جب آپ نے سنا تو فرمایا "حق تعالیٰ سے ہمیں الہام ہوا ہے کہ یہ مسند قیامت تک قائم رہے گی جھونپڑیوں کے عوض یہاں محلات بنیں گے۔ اور مٹی کے برتنوں کی جگہ تانبے کی دیگیں ہونگی چنانچہ اس کے بعد پیر ایوب کی اولاد کے ایک شریف شخص کی صاحبزادی سے آپ کا عقد ہوا۔ اور ان سے "خواجہ گل محمد" کی ولادت ہوئی جو آپ کے بعد اس مسند کی رونق بنے اور آپ کے ارشاد کے مطابق آج تک یہ مسند پر بہار و لالہ زار ہے۔

آخری ایام:۔ آخری ایام میں آپ جوڑوں کے درد، بخار اور کھانسی میں مبتلا رہنے لگے تھے وصال سے ایک سال قبل یعنی ۱۱۸۷ھ میں اپنے ایک دوست کو فرمایا اب ہمارے آخری دن آگئے ہیں اس لئے جس شخص کو ہماری صحبت سے فائدہ اٹھانا ہے وہ بغیر کسی دیر کے آجائے ان دونوں آپ کا سارا وقت حضور سرور کائنات صلی اللہ علیہ وسلم کی روحانی معیت اور صحبت میں گزرتا تھا، اپنے مریدین سے فرماتے تھے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم پر ہر جمعرات کو سو مرتبہ دورد شریف پڑھا کرو۔

ت :۔ ۴ ذیقعد ۱۱۸۸ھ ۱۷۷۴ء کو صبح دستور کے مطابق لنگر کیلئے ناشتہ تیار
ںا ۔ لیکن نقد پیسے تو تھے نہیں ۔ جب حضرت سے ذکر کیا گیا تو فرمایا کہ شیخ
ںٰ ذکر یا ملتانی نے جب وفات فرمائی تو اس وقت ان کے پاس دو لاکھ
ی اشرفیاں موجود تھیں لیکن آج ہمارے پاس " دو کڑوں " کے علاوہ اور
ں پھر فرمایا باورچی خانے کے چاقو بیچکر ناشتے کے لئے سامان لیکر آؤ ، تعمیل
گئی ، جب ناشتہ تیار ہو گیا تو سب کو کھانا کھلانے کا حکم دیا ، لوگ کھانا
میں مصروف ہوئے اس اثناء میں آپ بار بار دریافت کرتے رہے کہ
سب نے کر لیا یا نہیں ؟ جب سب کھانا کھا کر فارغ ہو گئے تو آپ نے
ہ کر آنکھیں بند فرمالیں ۔ اور جان جان آفرین کے سپرد کر دی آپ کا
رک اسی حجرہ میں دفن کر دیا گیا ۔

ا :۔ جس حجرہء مبارک میں آپ مدفون ہیں اس کے متعلق بشارت دیتے
پ نے فرمایا تھا کہ اس حجرہ کے اردگرد جو بھی مدفون ہیں وہ سب مرحوم
ہیں ۔ اور اس حجرہ کا یہ مقام ہے کہ اس کی خاک اگر کسی کی قبر میں رکھ
، تو اسکی بھی نجات کی امید رکھنا ، پھر فرمایا کہ یہاں اسی کو بھیجا جائیگا
نسمت میں نجات اور سعادت لکھی ہوگی ۔ جو ایک بار ہماری پاس یہاں
ہم اس کا ہاتھ نہیں چھوڑیں گے ۔

:۔ بعض دفعہ سندھی اشعار کی زبان میں معرفت کے دریائے بے بہا
بان سے جھڑتے تھے ۔ ایسے کل پچاس سندھی اشعار ہیں جو آپ نے فی
ائے ۔

ب جھڙي آهم حقيت حبيب جي
كين چئبو سو ذئي ، نہ كين مخلوقا
ر جي سا چاهہ ، جامع ليل ونهار كي

جس کا اردو میں ترجمہ یہ ہے ۔

میں حقیقت احمدی میں ہوں . تعجب کا شکار
کیا انہیں مخلوق سمجھوں ، یا کہوں پروردگار
میرے دل سے یہ صدا آتی ہے یارو ! باربار
وہ ہیں مانند شفق اور جامع لیل و نہار

ایک اور معرفت و حقیقت سے بھرا ہوا محبت و عشق کی چاشنی لئے ہوئے
آپ کا شعر ہے ۔

ڇڏيان هي جهان هوپڻ گهوري گهورين
پلڪ پريان ساڻ جي مون سري جيڏيون

اردو شاعری کی زبان میں اس کے معنیٰ یہ ہیں ۔

یہ جہاں بھی ترک کردوں وہ جہاں بھی چھوڑ دوں
جلوہء جاناں اگر مین اک نظر میں دیکھ لوں

وصال یار اور " قیمت دیدار " کو بیان کرتے ہوئے فرماتے ہیں ۔

یعنی

عارف ۽ عشاق ، پسڻ گهرن پرين جو
جنت جا مشتاق ، اجا او دانها ٿيا

طالب دیدار دلبر ، عارف و عشاق ہیں
دور ہیں منزل سے وہ ، جنت کے جو مشتاق ہیں

کلام :- آپکا کلام دو حصوں پر مشتمل ہے ، ایک ملفوظات اور دوسرے ابیات ۔

ا۔ ملفوظات ، یعنی آپ کے وہ اقوال اور ارشادات جو آپ اپنے مریدین کی
رشد و ھدایت کے لئے وقتاً فوقتاً فرماتے رہتے تھے ، انمیں سے کچھ تو " فردوس

العارفین " (قلمی) میں میر بلوچ خان تالپور نے اور " مرغوب الاحباب " (قلمی) میں میر نظر علی خان تالپور نے جمع کردئے ہیں اور کچھ ملفوظات آپ کے ایک نامور خلیفہ شیخ عبدالرحیم گرھوڑی نے اپنی عربی کتاب " فتح الفضل " میں درج کئے ہیں ، اور کچھ ملفوظات " مقولات تصوف " نامی کتاب میں شیخ میاں ابراہیم نے فارسی میں تحریر کردیئے ہیں اور اس کا سندھی ترجمہ غلام حسین دیہ نے کیا ہے شائع ہو چکا ہے ، آپ کے اقوال کی تعداد تقریباً " ۴۴۶ " ہے جس میں سے " ۲۴۳ " اقوال کا ترجمہ اور شرح حضرت خواجہ گل محمد صاحب قدس سرہ نے " الور دالمحمدی " کے نام سے فرمائی ہے جبکہ بقیہ " ۲۰۳ " اقوال کی تشریح میں ایک کتاب آپ کے خاص مرید سید نور علی شاہ نے " تکملہ الور دالمحمدی " کے نام سے مرتب کی ہے ۔

۲۔ ابیات ۔ آپ کے سندھی زبان میں کہے ہوئے عارفانہ اشعار ایک اندازہ کے مطابق " ۸۴ " کے قریب ہیں ۔ ان ابیات کی شرح آپ کے خاص خلیفہ شیخ عبدالرحیم گرھوڑی نے عربی میں فرمائی ہے ، اور اس کا سندھی ترجمہ ڈاکٹر عمر بن محمد داؤد پوتہ مرحوم نے کر کے " سندھی ابیات " کے نام سے ۱۹۳۹ ء میں شائع کرایا ہے ۔

۔ آپ کے تفصیلی حالات گذشتہ اوراق میں گذر چکے ہیں ۔

ان حالات کی ترتیب و تدوین میں مندرجہ ذیل کتب سے مدد لی گئی ہے ۔

(۱) فردوس العارفین قلمی ، میر بلوچ خان تالپور (۲) مرغوب الاحباب قلمی ، میر نظر علی خاتالپور

(۳) لطیفتہ التحقیق قلمی ، سید رفیق علی پشنگی (۴) الجواہر البدائع قلمی ، بلال ۔

(۵) صقال الضمائر ، خواجہ محمد سعید (۶) لواری جالال ، ڈاکٹر گربجشانی ۔

(۷) اولیائے لواری شریف ، ڈاکٹر عبدالکریم جان محمد تالپور (۸) مقولات تصوف ، عبدالکریم تالپور ۔

(۹) خزینتہ المعرفت ، میاں محمد ابراہیم ۔

محبوب الصمد خواجہ گل محمد

سلطان الاولیاء خواجہ محمد زمانؒ (کلاں لواری شریف) کے وہ لاڈلے ، محبوب اور لائق و فاضل صاحبزادے جو مادر زاد ولی تھے اور بچپنہ میں ہی جنکی پیشانی سے آثار ولایت ہویدا تھے ۔یہی وجہ ہے کہ آپ گیارہ سال کی عمر میں اپنے قطب وقت باپ کی عظیم مسند رشد و ھدایت پر رونق افروز ہوگئے ۔

نام و ولادت :۔ آپ کا اسم گرامی محمد اور لقب محبوب الصمد تھا ، آپ کی ولادت باسعادت ۱۱ ربیع الاول ۱۱۷۷ھ ۱۷۶۳ء جمعرات کے دن رات کو یعنی شب جمعہ کو ہوئی ۔

آثار ولایت :۔ عہد طفولیت سے ہی آپ میں انوار ولایت چمکنے لگے تھے ، چناچہ ایک دن جبکہ آپ کی عمر بمشکل تین سال کی ہوگی آپ خانقاہ میں دوڑے ہوئے آرہے تھے کہ آپ کے پیر سے ایک پتھر کو ٹھوکر لگی جو جاکر ایک برتن کو لگا جس سے اس برتن میں آواز پیدا ہوئی حضرت سلطان الاولیاء اس وقت وہاں موجود تھے خواجہ گل محمد نے آپ سے مخاطب ہو کے فرمایا بتایئے یہ برتن کیا کھ رہا ہے !۔

آپ نے فرمایا ، تمہیں بتاؤ ، اس پر آپ نے فرمایا کہ یہ برتن کھ رہا ہے ۔ "حَسْبِیْ رَبِّیْ جَلَّ اللّٰہُ مَافِیْ قَلْبِیْ غَیْرُ اللّٰہِ" (یعنی میرے لئے میرا رب کافی ہے اور میرے اندر اللہ کے سواء اور کوئی چیز نہیں) یہ سن کر تمام حاضرین اس ننھے سے بچہ کی عارفانہ بات پر حیران رہ گئے ۔

اسی طرح ایک دفعہ جبکہ آپ کی عمر تقریباً پانچ برس کی ہوگی آپ مسجد کے صحن میں ایک درخت پر جا کے بیٹھ گئے ۔جب والد گرامی نے پوچھا کہ بیٹا

یہاں کیا کر رہے ہو تو جواب دیا " اللہ کو یاد کر رہا ہوں " حضرت خواجہ نے دریافت کیا کہ " اللہ کیا چیز ہے " تو صاحبزادے نے فوراً جواب دیا " خدا نور ہے اس جواب پر حضرت خواجہ بہت خوش ہوئے اور حاضرین کو مخاطب کر کے فرمایا کہ دیکھو اس نے کتنا عمدہ جواب دیا ہے جو قرآن کے مطابق ہے کیونکہ اللہ خود فرماتا ہے ۔" اللہ نور السموت و الارض "۔

سلطان الاولیاء کی نظر کرم :۔ یہی وجہ تھی کہ آپ کے والد گرامی حضرت خواجہ سلطان الاولیاء کی آپ پر خصوصی نظر کرم تھی اور وہ آپ سے بیحد پیار و محبت کرتے تھے ۔ چنانچہ جب ایک درویش کے دل میں یہ وسوسہ پیدا ہوا کہ آپ اس قدر صاحبزادے سے کیوں پیار فرماتے ہیں تو آپ نے اس خطرہ، قلب پر مطلع ہوتے ہوئے فرمایا کہ صاحبزادے سے ہمارا یہ قرب حقیقی ہے نہ کہ مجازی کیونکہ ہمیں معلوم ہے کہ اللہ تعالیٰ کا ان پر بے انتہا پیار ہے ، اسی لئے ہم بھی ان سے پیار کرتے ہیں ورنہ یہ تمام مرید بھی ہمارے فرزند ہی ہیں " کبھی اپنی مسند پر بیٹھا ہوا دیکھتے تو تبسم کرتے ہوئے فرماتے ۔" جان پدر ، اپنی جگہ پہچان کر بیٹھ گئے ہیں " اور کبھی یہ شعر پڑھتے ۔

بہر خانہء دل اے جان آں کیست ایستا دہ
بر تخت شہ کہ باشد خبر شاہ و شاہ زادہ

ترجمہ

دل کے گھر پر وہ کون کھڑا ہے ، بادشاہ کے تخت پر بادشاہ اور اس کے شاہزادے کے علاوہ اور کون بیٹھ سکتا ہے

فیض رسانی :۔ ان مندرجہ بالا واقعات سے پتہ چلتا ہے کہ حضرت نے بچپنہ میں ہی نہ صرف آپ کو یہ سجادگی تفویض فرما دی تھی بلکہ اپنے سامنے ہی طالبان حق کو فیض دلوانے کا سلسلہ بھی شروع کرا دیا تھا ۔ چنانچہ بعض اوقات حضرت

سلطان الاولیاء اپنی دستار مبارک اپنے سر سے اتار کر صاحبزادہ، والا قدر کے سر پر رکھ دیا کرتے تھے اور پھر فرمایا کرتے تھے کہ اب مریدوں کو توجہ دو، کبھی یہ بھی فرماتے تھے کہ جان پدر قلندر ہے اور اس حدیث کے مصداق ہے جسمیں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد مبارک ہے کہ ہر سو سال کے بعد اللہ تعالیٰ اس امت میں ایک شخص کو مبعوث فرماتا ہے جو اس کے دین کی " تجدید کرتا ہے ۔ اس سے معلوم ہوا کہ مرشد کی نگاہ میں آپ مجدد وقت بھی تھے ۔ چنانچہ فردوس العارفین کے مصنف کے مطابق اس پیش گوئی کا ظہور اس وقت ہوا جب بارھویں صدی کے اختتام کے بعد تیرھویں صدی کہ آغاز میں اس " مجدد وقت " کا فیض چودھویں رات کے چاند کی طرح پھیلنا شروع ہوا اور اس نور ھدایت نے اطراف و اکناف عالم کو روشن و منور کر دیا۔

تعلیم و تربیت:۔ آپ کو قرآنی تعلیم کے لئے مدرسہ میں داخل کر دیا گیا لیکن ابتداء میں آپ کا دل پڑھائی میں نہیں لگتا تھا ۔ اس صورتحال کو دیکھ کر بعض مریدوں کو خیال پیدا ہوا کہ پھر یہ صاحبزادہ مسند رشد و ھدایت کس طرح سنبھالیں گے ۔ حضرت سلطان الاولیاء نے ان خطرات پر مطلع ہوتے ہوئے فرمایا " آنا نکہ می دھند بہر حال می دھند " یعنی اللہ کو جو انہیں دینا ہے وہ ہر حال میں دیگا " آپ کا فرمان پورا ہوا اور رفتہ رفتہ علم کا شوق پیدا ہوا اور آپ نے تمام دینی اور عربی علوم کی تکمیل کی ۔ جب آپ کے والد کا انتقال ہوا اس وقت آپ بہت چھوٹے تھے اس لئے آپ کے والد کے خاص خاص مریدوں نے مشورہ کرنے کے بعد آپ کی تعلیم و تربیت کے لئے فقیر عبدالرحیم گرھوڑی سے کہا جس کو انہوں نے بخوشی قبول کرتے ہوئے اپنے پیرزادے کی تعلیم و تربیت میں کوئی کسر نہ چھوڑی ، حتیٰ کہ علم عروض و قافیہ تک کی آپ نے تعلیم حاصل کی ۔ اس فن میں آپ کے استاذ مولانا شرف الدین شھداد پوری تھے ۔ جنہوں نے اس کے علاوہ

علم صرف و نحو اور دیگر علوم کی بھی آپ کو تعلیم دی وہ فرماتے ہیں کہ ایک روز میں صاحبزادہ صاحب کو ایک بہت مشکل مسئلہ سمجھا رہا تھا لیکن میں نے محسوس کیا کہ آپ خاموش کسی اور خیال میں مستغرق ہیں اور میری باتوں پر توجہ نہیں دے رہے اس پر مجھے افسوس ہوا اور میں نے آخر میں یہ کہہ دیا کہ آج تو میری ساری محنت رائیگاں گئی ۔ یہ سنکر صاحبزادہ صاحب نے وہ سارا کا سارا سبق لفظ بلفظ مجھے سنا دیا جو میں نے انہیں پڑھایا تھا۔

رسول اللہ کا لطف و کرم :۔ ایک روز خواجہ محمد زمانؒ نے ابتدائی ایام میں آپ کو سبق یاد نہ کرنے پر تنبیہہ فرمائی ۔ دوپہر کو جب آپ قیلولہ فرمانے لگے تو خواب میں حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی آپ کو زیارت ہوئی حضور فرما رہے تھے کہ " صاحبزادہ کو تکلیف دینے کی کوئی ضرورت نہیں ہم خود ان کے معلم ہیں " ۔ اس واقعہ کے بعد سے حضرت خواجہ نے آپ کو کبھی کوئی لفظ نہیں کہا اور تعلیم کے معاملہ میں کبھی تنبیہہ نہیں فرمائی ۔ اور بغیر اسکے آپ نے علوم کی تکمیل فرمائی ۔ اور علم ظاہری میں اس مقام پر پہنچے کہ اس زمانہ کے سید محمد اور قاضی احمد جیسے بڑے بڑے علماء اور فضلاء کہا کرتے تھے کہ اتنے علم و دانش رکھنے کے باوجود ہم خود کو آپ کے سامنے ایک بچہ کی طرح محسوس کرتے ہیں ، اور سید محمد کہا کرتے تھے کہ ظاہری علوم میں اگر کوئی مشکل ہمیں در پیش ہوتی تھی تو آپ کے پاس جا کے حل ہو جاتی تھی ۔ حتیٰ کے علم نجوم کے اسرار و رموز بھی آپ ایسی شرح و بسط کے ساتھ بیان فرمایا کرتے تھے کہ علماء کی عقلیں دنگ رہ جایا کرتی تھیں ۔

سجادہ نشینی :۔ حضرت سلطان الاولیاء خواجہ محمد زمانؒ کے وصال کے وقت آپ کی عمر صرف گیارہ سال تھی ، چناچہ حضرت کی جگہ آپ کو سجادہ نشین بنانے پر بعض مریدین کو اعتراض بھی ہوا کہ آپ ابھی بچے ہیں مریدین کی تربیت

کسطرح کریں گے ، لیکن شیخ عبدالرحیم گرھوڑی اور شیخ حاجی ابو طالب جیسے سلطان الاولیاء کے قابل خلفاء نے عقلی اور نقلی دلائل سے یہ ثابت کیا کہ " ولایت اور رشد و ہدایت کا مقام عمر کی کثرت اور قلت پر موقوف نہیں بلکہ یہ مقام اللہ تعالیٰ جس کو اور جس وقت چاہے عطاء فرمادیتا ہے ، حتیٰ کہ بعض تو مادر زاد ولی ہوتے ہیں " بہرحال شیخ عبدالرحیم گرھوڑی نے سب کے شکوک و شبہات زائل کیئے اور سب سے پہلے یعنی حضرت سلطان الاولیاء کے وصال کے تین روز بعد آپ کے ہاتھ پر بیعت کی ، اس کے بعد آپ کے دیگر خلفاء مثلاً شیخ ابو طالب حاجی طاہر ، حافظ ہدایت اللہ وغیرہ نے اور آخر میں باقی سارے مریدین نے بیعت کا شرف حاصل کیا ۔ صرف ایک ظاہری عالم نے حضرت خواجہ گل محمد کی بیعت سے انکار کیا چنانچہ اس کو جماعت سے خارج کردیا گیا ۔

عادات و خصائل :۔ تمام دن حجرہ میں تشریف فرماہو کے لوگوں کو رشد و ہدایت فرمایا کرتے تھے صرف نماز کے لئے مسجد میں جایا کرتے تھے یا کھانا کھانے کے لئے گھر میں تشریف لیجایا کرتے تھے ، تقوے کا یہ عالم تھا کہ کبھی کسی غیر محرم عورت سے آپ نے کلام نہیں فرمایا ۔ بڑوں کی عزت اور چھوٹوں پر شفقت آپ کی طینت میں داخل تھا ۔ چنانچہ اپنے والد کے اصحاب میں سے جب بھی کوئی آپ کی مجلس میں آتا آپ اپنے پاؤں اگر پھیلے ہوئے ہوتے تو فوراً سکیڑ لیا کرتے تھے ۔ لوگ بالخصوص عورتیں دعا کرانے کے لئے آپ کے پاس آکر آپ کو بہت تنگ کیا کرتی تھیں لیکن آپ کبھی پریشان ہوکر کسی کو جھڑکتے نہیں تھے بلکہ ہر ایک پر رحم وکرم کی نظر فرمایا کرتے تھے ، حضرت سلطان الاولیاء آپ کے متعلق فرمایا کرتے تھے کہ یہ قطب ارشاد اور قطب مدار بنے گا اور اسکا دل قلندروں جیسا ہوگا ۔ چنانچہ شیخ عبدالرحیم فرماتے ہیں کہ آپ جیسا فرائض کی حفاظت اور نگہداشت کرنے والا قلندر نہ کوئی ہوا ہے اور نہ آئندہ کوئی ہوگا "

انہوں نے کہا کہ آپ میں دو ایسی خصلتیں ہیں جو نہ کسی شیخ اور مرشد میں جمع ہوئی اور نہ ہونگی لوگوں نے پوچھا وہ کونسی خصلتیں ہیں ۔ آپ نے فرمایا ایک تو یہ کہ آپ کی ظاہری روش ایسی سنت کے مطابق ہے کہ اس پر کوئی اعتراض نہیں کرسکتا ، اور دوسری یہ ہے کہ آپ سے کبھی کوئی رنجیدہ نہیں ہوسکتا " ۔ چنانچہ ایک دن حضرت خواجہ کی محفل میں خلق کو رنجیدہ کرنے کی بات چلی تو آپ نے فرمایا کہ بہت سے لوگ ایسے ہیں جو کسی کو تنگ نہیں کرتے لیکن وہ " مرید " ہیں اور " مراد " اسے کہا جاتا ہے کہ جو خود بھی کسی چیز سے تنگ اور پریشان خاطر نہ ہو " ۔

قناعت :۔ کھانے میں روکھا سوکھا ، میٹھا پھیکا ، پہننے میں موٹا جوٹا جیسا مل جاتا استعمال فرمالیا کرتے تھے لیکن زبان پر کبھی اعتراض نہیں لائے ایک دفعہ آپ نے مسہل لیا ہوا تھا جس کی وجہ سے آپ کا پرھیزی علیحدہ کھانا پکایا گیا تھا لیکن مریدین کی غفلت سے ان پرھیزی چاولوں میں نمک تین مرتبہ ڈلنے کے باعث اس کو زھر کردیا گیا جب وہ کھانا آپ کے سامنے پیش ہوا تو آپ نے بغیر کسی کراہت کے زبان پر شکوہ کا ایک لفظ لائے بغیر بڑی طمانیت سے کھانا تناول فرمالیا ۔ جب آپ کا بچا ہوا کھانا بطور تبرک مریدین میں تقسیم کیا گیا اور لوگوں نے ان زہر جیسے کڑوے چاولوں کو چکھا تو حیرت میں پڑگئے کہ حضرت نے اس کو کس طرح تناول فرمالیا ، جب آپ سے دریافت کیا گیا تو آپ نے فرمایا کہ " ہماری روزی یہی تھی ہم نے اسی سے اپنی حاجت کے مطابق کھالیا " ۔

کرامت :۔ آپ کی کرامات بے اندازہ ہیں ، بہت سی کرامات " فردوس العارفین " نے نقل کی ہیں جس میں سے ایک یہ ہے کہ ایک بار ڈاکوؤں نے " لواری شریف " پر حملہ کردیا جب آپ کو معلوم ہوا تو آپ باہر کی دیوار پر چڑھ گئے اور اپنی چادر مبارک ہاتھ میں لیکر اس کو ہلایا اس عمل کے کرنے سے

سارے ڈاکو بھاگ گئے جب آپ سے اس کے متعلق دریافت کیا گیا تو آپ نے فرمایا اس وقت مشائخ کی ارواح مبارکہ ہماری مدد کے لئے یہاں جمع تھیں۔

اسی طرح جس زمانے میں حضرت سلطان الاولیاء خواجہ محمد زمان کے مزار مبارک کی تعمیر کا کام زور شور سے ہو رہا تھا، ایک دن پیسے اچانک ختم ہوگئے آپ نے پریشان ہو کر اپنے گھر کا سارا زیور گروی رکھ کے پیسوں کے بندوبست کرنے کا ارادہ فرمایا۔ رات کو خواب میں حضرت محمد زمان کو دیکھا کہ آپ فرمارہے ہیں "فکر کرنے کی ضرورت نہیں" دو تین دن کے لئے کام رکوادو جتنے پیسوں کی ضرورت ہوگی وہ جلدی ہی تم تک پہنچ جائیں گے۔ چنانچہ ایسا ہی ہوا دوسرے ہی دن ایک اجنبی شخص دو ہزار روپے کی ایک تھیلی لیکر آیا اور آپ کی خدمت میں پیش کردی جس سے روضہ کی تعمیر کا باقی کام مکمل کیا گیا۔

قرب وصال:۔ آپ کو اپنی وفات کا پہلے ہی علم ہو گیا تھا چناچہ بیماری سے کچھ دن قبل آپ نے فرمایا کہ "اٹھارہ سال کی عمر سے پہلے ہمیں یہ جہاں بہتر لگتا تھا، اس کے بعد تیس برس تک دونوں جہاں ایک جیسے لگنے لگے۔ لیکن اب وہ جہاں ہمیں سب سے زیادہ عزیز ہے"۔ آپ کو چیچک کی بیماری ہوئی جس کے سبب پورا بدن دانوں سے بھر گیا، حرارت کے باعث پورا جسم تپتا تھا، لیکن کبھی آپ نے نہ آہ وزاری کی اور نہ کسی نے آپ کے کراہنے کی آواز سنی۔ وفات سے چند روز قبل آپ کی زبان مبارک سے اکثر لوگوں نے یہ شعر سنا۔

غنیمت داں دے خور در گلستان
کہ گل تا ہفتہ دیگر بناشد

وصال:۔ الغرض ایک دنیا کو رھبری و ھدایت کرتے ہوئے آپ ۲۷ ربیع الاول ۱۲۱۸ھ ۱۸۰۳ء مغرب اور عشاء کے درمیان اکتالیس سال کی عمر پا کر اس دار فانی سے دار باقی کی طرف رحلت فرماگئے۔

اولاد:۔ آپ کے چھ فرزند ہوئے جن کے اسماء یہ ہیں ۔
۱۔ غوث عالم خواجہ محمد زماں ثانی ۔ ۲۔ شیخ عبداللطیف صغیر ۔ ۳۔ ابوالقاسم ۴۔ محمد اکرم ۔ ۵۔ آدم ۔ ۶۔ حاجی محمد ۔ موخرالذکر چاروں لڑکے ناخلف اور نافرمان نکلے ، چونکہ پہلے دونوں لڑکے فرمابردار اور مطیع تھے اور والد گرامی کی نظر عنایت بھی ان پر زیادہ تھی اس لئے یہ چاروں ان دونوں سے حسد رکھتے تھے ، جلتے تھے اور انہیں تکلیفیں اور ایذائیں دیتے تھے ۔ اسی وجہ سے آپ کا اپنے ان دونوں (اول الذکر) بیٹوں کے ساتھ بڑا پیار تھا ۔ چناچہ ایک دن آپ خانقاہ کی طرف آرہے تھے راستہ میں یہ دونوں فرزند دوڑ کر آپ کے سامنے آگئے ، آپ نے دونوں کو محبت بھری نگاہوں سے دیکھتے ہوئے فرمایا " محمد زماں بالکل بڑے حضرت (خواجہ محمد زماں) جیسا ہے اور عبداللطیف بالکل حاجی عبداللطیف جیسے ہیں " ۔

سجادہ نشین :۔ وفات سے کچھ دن قبل ایک رات اپنے بڑے صاحبزادے محمد زماں (ثانی کو اپنے پاس بلایا ، تمام حاضرین کو اکٹھا کر کے خلوت میں انکو کچھ نصیحتیں کیں اور پھر فرمایا کہ اب یہ جماعت آپ کے سپرد ہے آپ ہی ان کے امام ہیں " ۔ اس پر آپ کے صاحبزادے محمد زماں نے عرض کیا کہ آپ کے اور بھی فرزند ہیں ۔ اس اہم منصب پر کسی اور کو فائز کردیں اور مجھے معاف فرما دیں اس پر آپ نے فرمایا کہ یہ معاملہ ہمارے اور تمہارے دونوں کے اختیار سے باہر ہے کیونکہ اللہ تعالیٰ نے اولؔ سے ہی اس منصب کے لئے اس کے لائق جس کو پیدا فرمایا ہے اس ہی کو یہ ذمہ داری سونپی جائے گی ۔ پھر دوبارہ صاحبزادہ نے عرض کیا کہ میں اتنا زیادہ علم بھی نہیں جانتا ہوں لہذا مجھے اگر آپ معاف فرما دیں تو زیادہ اچھا ہوگا " اس پر آپ کو جوش آگیا ۔ اور آپ نے فرمایا کہ " آج تم جیسا عالم پوری دنیا میں تلاش کرنے سے بھی نہیں ملیگا ۔

ملفوظات:۔ آپ اپنی محفل میں اکثر بڑی نصیحت آمیز گفتگو فرمایا کرتے تھے۔ ان میں سے چند ملفوظات نقل کئے جاتے ہیں۔ آپ فرماتے ہیں:۔

(۱) اونٹ جیسے حیوان پر جب عشق مجازی کا غلبہ ہوتا ہے تو وہ چار مہینہ کھانا پینا چھوڑ دیتا ہے، اب ذرا غور کرو کہ جس انسان اور ولی کامل پر عشق حقیقی کا غلبہ ہوگا تو اس کا کیا حال ہوگا۔

(۲) زندگی اور دنیا دونوں فانی ہیں اس سے دل نہیں لگانا چاہئے۔

(۳) دولت مندوں سے کوئی طمع اور لالچ نہیں رکھنی چاہیئے۔ اور نہ ان کی کسی قسم کی خوشامد کرنی چاہیئے۔ ان سے ہمیشہ پرہیز کرنا چاہیئے۔

(۴) حقیقی دانش مند وہ ہے جو دنیا سے قطع تعلقات کرتا ہے۔

(۵) طریقت کی راہ میں اندر کی آنکھ کی ضرورت ہے نہ کہ باہر کی آنکھ کی۔

(۶) فقیروں کی نظر ہمیشہ دل کیطرف ہوتی ہے نہ کہ زیب و زینت کی طرف

(۷) بہترین مرد اس کو کہا جاتا ہے جس نے اپنے مرشد کو پہچانا۔

مدحیہ اشعار:۔ شیخ عبدالرحیم گرھوڑی نے آپ کی مدح اور تعریف میں بہت سے اشعار کہے ہیں جن میں سے بعض اشعار یہ ہیں۔

گل محمد دل منناز لہا تمام
غیر بلبل ایں چہ داند خاص و عام

دست مشرک کے رسد گل پاک را
خاک رائے نور ایمان خاک را

خاک مسجود است بہر بوئے گل
جز خراباتے بنا شد جائے حل

عارف آں باشد کہ باشد گل شناس

کل ببنید جملہ پیند بے قیاس

حالات ماخوذ از کتب ذیل

(۱) فردوس العارفین ، قلمی ، میر بلوچ خان

(۲) مرغوب الاحباب ، قلمی ، میر نظر علی خان ۔

(۳) اولیائے لواری شریف ، عبد الکریم بلوچ

(۴) لواری جالال ، ڈاکٹر گر بخشانی ۔

(۵) الجواہر البدائع ۔ قلمی ۔ بلال

غوث عالم خواجہ محمد زمان (ثانی)

سندھ میں نقشبندی سلسلہ کی عظیم مسند "لواری شریف" کے تیسرے سجادہ نشین یعنی سلطان الاولیاء حضرت خواجہ محمد زماں (اول) کے پوتے اور محبوب الصمد خواجہ گل محمد کے صاحبزادے غوث عالم خواجہ محمد زماں ۔آپ کے متعلق حضرت سلطان الاولیاء محمد زماں رحمتہ اللہ علیہ کے احباب اور مریدین جو آپ کے دور تک زندہ رہے ان کا بیان ہے کہ آپ صورت و سیرت اخلاق و عادات ظاہر و باطن خصائص و شمائل نام و کام الغرض ہر چیز میں اپنے دادا کے مشابہہ اور مماثل تھے ۔

بشارت :۔ آپ کی ولادت سے قبل حضرت سلطان الاولیاء خواجہ محمد زماں کے ایک خاص مرید حضرت حافظ ہدایت اللہ بار بار کہا کرتے تھے کہ وصال سے پہلے کچھ عرصہ قبل حضرت سلطان الاولیاء نے مجھے دو بشارت دی تھیں ان میں سے ایک یہ تھی کہ ہم تمہاری زندگی میں ضرور واپس آئیں گے ۔ دوسری یہ تھی کہ مرنے سے قبل تم پر ضرور حقیقت احمدی واضح ہوگی لوگ ان سے کہتے کہ یہ تو ناممکن ہے کہ کوئی انسان اس دنیا سے چلے جانے کے بعد دوبارہ واپس آئے لیکن حافظ ہدایت اللہ ہمیشہ یہی کہتے تھے کہ مجھے اپنے پیر کے قول پر پورا یقین ہے ۔ چناچہ جب غوث عالم تولد ہوئے اور آپ کا نام بھی آپ کے دادا کے نام پر محمد زماں رکھا گیا تو اس روز حافظ ہدایت اللہ نے کہا الحمدللہ ایک وعدہ تو پورا ہو گیا اور مجھے اللہ سے امید ہے کہ آپ کا دوسرا وعدہ بھی ضرور پورا ہوگا ۔چنانچہ ایسا ہی ہوا اور سکرات کے وقت حافظ ہدایت اللہ نے لوگوں کو بلا کر کہا کہ لوگ

آج میرے مرشد کا دوسرا وعدہ بھی پورا ہو گیا اور الحمد للہ آج مجھ پر حقیقت احمدی واضح ہو گئی ہے۔

مماثلت :۔ شیخ سدہ تورہ حضرت غوث عالم کے متعلق کہا کرتے تھے کہ نام کا ایک جیسا ہونا عام بات ہے۔ اور بعض حالتوں میں حقیقت کی یکسانیت بھی ممکن ہو جاتی ہے لیکن ہر ایک انسان کا جسم علیحدہ علیحدہ ہوتا ہے مگر غوث عالم خواجہ محمد زماں اسم اور جسم اور حقیقت میں بعینہ اپنے دادا حضرت محمد زماں جیسے ہیں۔ اس ہی طرح مؤلف مرغوب الاحباب کے دادا بھی یہی کہا کرتے تھے کہ آپ میں اور آپ کے دادا میں ذرہ برابر فرق نہیں ہے۔

ولادت :۔ آپکی ولادت رمضان المبارک جیسے رحمتوں اور برکتوں والے مہینہ میں ۱۱۹۹ھ ، ۱۷۸۴ء میں ہوئی۔ دن اور تاریخ صحیح طور سے معلوم نہ ہو سکے

طفولیت :۔ آپ مادر زاد ولی تھے چنانچہ آپ کے والد آپ کے متعلق فرمایا کرتے تھے کہ ایسے فرزند دنیا میں بہت کم پیدا ہوتے ہیں، بچپنہ ہی میں آپ سے کرامات کا ظہور ہونے لگا تھا چناچہ جس زمانہ میں آپ مکتب میں پڑھتے تھے ایک درویش آپ کے پاس آیا اور فریاد کرنے لگا کہ ایک عرصہ سے بارش نہیں ہوئی اور خشک سالی کے باعث ہمارے کئی جانور ہلاک ہو گئے ہیں آپ نے اس درویش کو اطمینان دلایا اور کاغذ کے ٹکڑے پر کچھ تحریر کر کے اس کو دیا اور فرمایا کہ اس کو مدرسہ کی فلاں دیوار پر جا کے لٹکا دو۔ درویش نے یقین کر کے ایسا ہی کیا اور خدا کی قدرت دوپہر کی وقت گھنگور گھٹائیں آسمان پر چھاگئیں اور موسلادھار بارش آسمان سے برسنے لگی۔ اس ہی طرح میر نور علی لکھنوی آپ کے بچپن کا ایک واقعہ بیان کرتے ہیں کہ ایک دن موسم گرما کی سخت دوپہر میں آپ نے گرم کوٹ منگایا اور پہن لیا۔ کچھ دیر کے بعد جب لوگوں نے اس کے متعلق

دریافت کیا تو فرمانے لگے کہ آج فلاں ملک میں بہت زیادہ بارش ہو رہی تھی جس سے وہاں کی بہت سے عمارتیں گر گئیں ہیں ہم یہ واقعات دیکھ رہے تھے کہ ہمیں بھی سردی محسوس ہونے لگی اس لئے مجبوراً کوٹ پہننا پڑا۔

سید احمد بریلوی:۔ آپ کے ایک مرید صادق شیخ محمد عابد کی موجودگی میں ایک روز آپ کے سامنے سید احمد بریلوی کا ذکر ہوا کہ ان کا کہنا ہے کہ وہ سکھوں سے جہاد کے لئے نکلے ہیں اس پر آپ نے فرمایا کہ اگر وہ سچ مچ اور حقیقتاً اللہ تعالیٰ کی طرف سے جہاد پر مامور کئے گئے ہیں تو یقیناً انکو فتح ہو گی اور وہ کامیابی اور نصرت خداوندی سے ہمکنار ہونگے اور اگر وہ ایسے ہی نکل کھڑے ہوئے ہیں تو دیکھو انکا کیا انجام ہوتا ہے۔ کیونکہ بادشاہت بھی اللہ کی قدرت کے تحت ہے۔

ایک ولی کی زبان سے نکلے ہوئے الفاظ حرف بحرف صحیح نکلے اور سید احمد بریلوی اس لڑائی میں سخت شکست سے دوچار ہو کر مارے گئے۔

بعض مورخین نے سید احمد بریلوی کے اس اقدام پر جو شکوک و شبہات کا اظہار کیا ہے حضرت مخدوم محمد زمان (ثانی) کے ان ارشادات سے ان شکوک و شبہات کو تقویت ملتی ہے۔

خلافت و نیابت:۔ آپ کے والد محبوب الصمد خواجہ گل محمد آپ سے بہت محبت فرماتے تھے اور آپ کو بڑے پیار سے " میاں جیو " کہہ کر پکارا کرتے تھے۔ اور کبھی کسی کام کی تکلیف نہیں دیتے تھے آپ کی والد کے ایک خاص خدمت گذار شیخ پیرانہ کا بیان ہے کہ کسی قوی سبب سے آپ اپنے والد بزرگوار کے آخری بیماری کے ایام میں عیادت کیلئے نہیں آتے تھے، صرف ایک دفعہ آئے تو آپ کے والد نے ایک لوٹے کی طرف اشارہ کر کے فرمایا کہ یہ مجھے دیدو آپ نے وہ لوٹا اپنے والد کے سامنے لا کر پیش کر دیا۔ اس پر آپ کے والد نے خوش ہو

کے فرمایا "بچے تمہاری یہ ایک ہی خدمت قیامت تک کیلئے کافی ہے"۔

آپ کے والد کی وصیت کے مطابق خلافت اور نیابت کی ذمہ داری آپ ہی کے سپرد کی گئی۔ جس وقت آپ کی والد گرامی کا انتقال ہوا اس وقت آپ کی عمر بمشکل انیس (۱۹) سال تھی۔

سطان الاولیا کی ہدلیت :۔ آپ کو مسند نشین ہوئے ابھی کچھ ہی دن گذرے تھے کہ ایک روز فجر کی نماز کے بعد جبکہ آپ مسجد میں اپنے احباب کے ساتھ بیٹھے ہوئے تھے ایک مشہور مجذوب بزرگ خواجہ مومن اچانک مسجد میں داخل ہوئے اور کہنے لگے کہ اے دوستو! حضرت سلطان الاولیاء خواجہ محمد زماں نے مجھے ایک پیغام دیا ہے جس کو تم سب متوجہ ہو کر سن لو حضرت خواجہ نے فرمایا ہے کہ میری اولاد میں ایک ایسا شخص پیدا ہوگا جس کا نام میرے نام جیسا ہوگا جب وہ مسند ارشاد پر بیٹھے گا تو تم اس ہی وقت تک زندہ رہو گے میری طرف سے سب کو کہہ دینا کہ اس مرد خدا کی بیعت کریں۔ کبھی بھی اس کی مخالفت نہ کریں کیونکہ وہ حق اور باطل کو پرکھنے والا ہے۔

فصیل برائے حفاظت :۔ ۱۸۰۴ء میں احمد شاہ درانی کے پوتے شاہ شجاع نے سندھ پر حملہ کر دیا پورا ملک اس کی لپیٹ میں آگیا اور چاروں طرف لوٹ مار ہونے لگی لوگ پریشان ہو کر اپنی گھر بار چھوڑ کر بھاگنے لگے چناچہ شہر لواری بھی خالی ہو گیا آپ بھی مجبوراً ترک وطن کر کے قریب ہی کسی علاقہ میں جاکر آباد ہو گئے ادھر مکان شریف کا پورا سامان لوٹ لیا گیا۔ حق کی روضہ شریف کا بھی لحاظ نہیں کیا گیا۔ جب کچھ امن ہوا تو آپ وطن واپس تشریف لائے۔ اور اس قسم کے حادثات اور واقعات سے محفوظ اور مامون رہنے کیلئے آپ نے ایک دیوار بطور فصیل کے تعمیر کرانی شروع کر دی۔ اس وقت آپ کے پاس صرف دو تولہ سونا موجود تھا۔ لیکن آپ نے کام کا آغاز کر دیا۔ پھر اللہ تعالیٰ نے غیب سے ایسی

مدد کی کہ ہر مہینہ ہزارہا روپیہ آتا گیا یہاں تک کہ ۱۲۲۶ھ ، ۱۸۱۱ء میں فصیل کا کام پایہ تکمیل کو پہنچ گیا۔

حاسدوں کی شرارت:۔ آپ کے علو مرتبت اور مقام سے جلنے والے حاسدوں نے اس فصیل کی تعمیر کو دوسرا رنگ دے دیا۔ اس وقت کے حاکم میر غلام علی خان تالپور کے کان جاکر بھردئے کہ اس فصیل کی تعمیر تمہارے خلاف انگریز حکومت کے اشارہ پر اور ان ہی کی مالی امداد پر کی گئی ہے۔ میر صاحب کے دماغ میں یہ بات بیٹھ گئی اور انہوں نے آپ کو لکھا کہ یہ فصیل فوراً گرادی جائے۔ آپ نے ان کو جواب میں لکھا کہ آپ کو ہماری دعا خواہی کا پہلے سے علم ہوگا ہم درویشوں نے جو اس کام میں ہاتھ ڈالا ہے وہ صرف آپ کی خیر خواہی کیلئے ہے۔ لیکن ایسا معلوم ہوتا ہے کہ بعض حاسدوں کے کہنے سے آپ ہم سے پہلے والے تعلقات توڑنا چاہتے خیر ہم فقیروں کا تو محافظ اللہ تعالیٰ ہے اور اللہ اپنے امر پر غالب ہے۔

لیکن میر صاحب پر اس جواب کا کوئی اثر نہیں ہوا اور اس نے اپنے آدمیوں کو بھجوا کر اس فصیل کو تڑوا دیا اس پر آپ کو بہت افسوس ہوا اور آپ نے فرمایا کہ۔

"افسوس میر صاحب ہم سے بدگمانی کرتے ہیں کہ ہم انگریزوں سے ملے ہوئے ہیں ہم درویشوں پر یہ ان کی سراسر تہمت ہے میر صاحب کو خدا کا خوف نہیں۔ اللہ تعالیٰ سے امید ہے کہ یہی انگریز خود میروں کے گھروں سے نکلیں گے آپ کی آہ اثر کر گئی اور کچھ ہی دنوں کے بعد انگریزوں نے میروں سے حکومت چھین لی۔

میر غلام علی کی ندامت:۔ جب میر غلام علی تالپور نے فصیل منہدم کرادی تو اس کے کچھ دنوں کے بعد ایک مجذوب اچانک اس کے دربار میں آیا

اور بلند آواز سے کہنے لگا کہ!

" اے بدنصیب انسان تو نے ایک صاحب دل کی نسبت بدگمانی کی اور یہاں تک کہ تو حد سے تجاوز کر گیا اور تو نے فصیل گرادی ۔ یہ سن کر میر صاحب سکتہ میں آگیا اور ندامت اور افسوس کے ساتھ سر پر ہاتھ مار کے کہنے لگا " تقدیر میں یہ لکھا تھا " اس پر مجذوب نے جواب دیا کل جب تمہاری اولاد کو انگریز تنگ کریں گے تب بھی ایسے ہی کہو گے کہ " تقدیر میں لکھا تھا " ۔

حرمین شریفین کی زیارت :۔ اس واقعہ کے ایک سال بعد آپ کو حرمین شریفین کی زیارت کا شوق دامن گیر ہو گیا چنانچہ ۱۲۲۸ ھ ، ۱۸۱۲ء میں ذی الحجہ کی ۱۶ تاریخ کو خواجہ عبداللطیف کو اپنا قائم مقام بنا کر سفر حج پر روانہ ہو گئے ۔ " کچھ " کا صحرا پار کر کے اپنے ایک اور ساتھی کی معیت میں آپ مانڈوی بندر پر پہنچے جہاں " غوراب " پر سوار ہو کے آپ جدہ کی طرف روانہ ہو گئے کچھ دنوں کا سفر طے کر کے جب آپ ایک بندرگاہ پر پہنچے تو جہاز کے معلم کو کسی کام سے وہاں کچھ دن ٹھرنا پڑا لیکن فراق محبوب کی یہ چند گھڑیاں بھی آپ سے برداشت نہ ہو سکیں اور آپ یہ جہاز چھوڑ کر دوسرا جہاز جو جانے کیلئے تیار تھا اس میں سوار ہو گئے ۔ اس پر ایک وڈیرے نے عرض کیا کہ حضور اگر دو چار دن تاخیر ہو گئی تو کیا حرج ہے آپ نے فرمایا اپنے مشائخ کے مزارات پیچھے چھوڑ کر آئے ہیں لیکن آگے کا جو خیال ہے وہ اب برداشت کرنا بہت مشکل ہے یہاں بیٹھنے سے صدہا درجے بہتر ہے کہ دوسرے جہاز پر سوار ہو کر جلدازجلد منزل مقصود پر پہنچ جائیں۔

شیخ عابد کی ارادت :۔ راستہ میں جب آپ یمن کی " مخہ " بندرگاہ پر پہنچے تو وہاں شہر کے کئی معزز حضرات آپ کے استقبال کیلئے آئے جن میں اس وقت کے مشہور و معروف اور متبحر عالم اور مفتی شیخ محمد عابد مدنی بھی تھے ۔ جنہوں نے بڑی

ارادت و عقیدت سے آپکا استقبال کیا اور کئی دن آپ کی پاس رہے اور آپ کی ذات و صفات سے بڑے متاثر ہوئے اور وہیں آپ سے مرید ہوگئے ۔ چناچہ ایک دفعہ صرف آپ سے ملاقات اور اکتساب فیض کی غرض سے لواری شریف بھی تشریف لائے ۔ شیخ عابد فرمایا کرتے تھے کہ میں نے اپنی ساری زندگی میں آپ جیسا کامل انسان روئے زمین پر نہ دیکھا اور نہ سنا ۔

مکہ اور مدینہ میں آمد اور مراجعت :۔ آخر کار آپ جدہ کی بندرگاہ پر پہنچ گئے ۔ لیکن کچھ ملکی خانہ جنگی کی وجہ سے آپ کو سواری نہ مل سکی آپ وفور اشتیاق میں پیدل ہی چل دئے ابھی دو چار میل چلے تھے کہ قدرت نے یاوری کی اور آپ کو سواری مل گئی ، آپ گھوڑے پر سوار ہو کر مکہ معظمہ پہنچ گئے ۔ ادب اور احترام کی وجہ سے آپ شہر مکہ سے باہر ہی گھوڑے سے اتر لئے ۔ اور کعبہ معظمہ تک پیدل ہی چلکر آئے ۔ اور مقام سعی پر جب پہنچے تو خواجہ نقشبند کا یہ شعر آپ کے ورد زبان تھا ۔

مفلسانم آمدہ در کوئے تو
شیاء للہ از جمال روئے تو

آپ جب تک وہاں رہے شہرت سے اجتناب فرماتے رہے اس ہی لئے لباس بھی اسی ہی ملک کا زیب تن فرماتے تھے خادموں کو بھی اپنے پاس جمع ہونے سے منع فرماتے تھے طواف بھی اکثر رات کے وقت کیا کرتے تھے ۔ دن کو اکثر دینی مشاغل کے بعد ایک ستون سے ٹیک لگا کر مراقبہ میں مشغول ہو جایا کرتے تھے ۔

اس کے بعد جب آپ بیت الرسول مدینہ منورہ کی جانب روانہ ہوئے تو ادب و تعظیم کا عالم یہ تھا کہ عصر سے لیکر شام تک آپ پیدل سفر فرمایا کرتے تھے اور وہاں پہنچ کر پانچ ماہ کے قیام میں آپکا یہ معمول تھا کہ اکثر اوقات روضہ،

رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف با ادب متوجہ ہو کے مراقب ہوجایا کرتے تھے۔

آپ مکہ سے ۲۰ رمضان المبارک ۱۲۳۰ھ ، ۱۸۱۴ء کو واپس اپنے وطن کے لئے روانہ ہوئے اور ماہ شوال کے ۱۲ تاریخ کو مانڈوی بندرگاہ سے گزرتے ہوئے لواری شریف مراجعت فرما ہوئے۔

نزول آفت :۔ یہاں آنے کے بعد یکے بعد دیگرے چند حادثات پیش آتے چلے گئے سب سے پہلے ۱۲۳۶ھ میں آپ کے پیارے بھائی خواجہ عبداللطیف کا انتقال ہوگیا اس کے بعد ۱۲۳۷ھ میں آپ کے پیارے صاحبزادے مادر زاد ولی خواجہ محمد سعید کا وصال ہوگیا ان پے در پے حادثات اور واقعات نے آپ کے دل کو پریشان اور غمزدہ کردیا اپنے اس غمزدہ دل کو تسلی دینے کیلئے غمزدوں کے آقا سرور کائنات صلی اللہ علیہ وسلم کے حضور آپ نے دوبارہ حاضر ہونے کا مصمم ارادہ فرمالیا۔ اور ۱۲۳۸ھ ۱۸۲۲ء کے ماہ صفر میں آپ دوبارہ حرمین شریفین کی حاضری کے لئے روانہ ہو گئے۔

بھائیوں کی رقابت :۔ آپ کے بھائی جنہوں نے فقیر اور درویشی کی راہ کو چھوڑ کر دنیا داری کی راہ کو اپنالیا تھا آپ کے اس روحانی مقام اور شہرت سے جلنے لگے اور ہر وقت درپئے آزار رہنے لگے حتیٰ کے ایک مرتبہ آپ کو حجرہ میں تنہا دیکھ کر اندر آگئے اور آپ کو چیخ چیخ کر خوب برا بھلا کہنے لگے اور آپ کی جوتیاں اٹھا کر باہر پھینک دیں لیکن ان تمام اشتعال انگیزیوں کے باوجود آپ نے انتہائی صبر و تحمل کا مظاہرہ فرمایا اور ان کو کچھ نہ کہا۔ حتیٰ کے شور و غل سن کر خلیفہ گل محمد جو برابر کے کمرے میں سو رہے تھے وہ آگئے اور انہوں نے آپ کے بھائیوں کو ڈانٹنا شروع کیا لیکن آپ نے ان کو بھی منع فرما دیا آخر یہ ایذاء رسانی کا سلسلہ یہاں تک پہنچا کہ ان بھائیوں نے وقت کے حاکم میر کرم علی خان تالپور

کو آپ کے خلاف بھڑکا دیا بعض دوستوں نے آپ سے بھی کہا کہ آپ بھی میر صاحب کو لکھیں کہ وہ طرف داری چھوڑ کر انصاف سے کام لیں لیکن اپ نے فرمایا کہ!

مخالفوں کی چالبازیوں اور حاکموں کی حرفتوں سے
بدر جہاں بہتر ہے کہ جلا وطنی اختیار کر لی جائے

یہ کہہ کر آپ نے لواری شریف کو الوداع کہا اور وہاں سے دو چار میل کے فاصلے پر میر محمود خان شہراوانی کی جاگیر " بھماڑی " میں آپ منتقل ہو گئے۔

اپنے مقبول بندوں کی ایذاء اور تکلیف خدا کو کب گوارہ ہو سکتی ہے۔ چنانچہ دست قدرت کی کار فرمائیاں دیکھئے! اللہ کے ولیوں کو دربدر کرنے والے خود دربدر ہو گئے میر کرم علی خاں کی حکومت صرف تین ماہ کے اندر اندر ختم ہو گئ جب آپ کو یہ خبر ملی تو آپ نے فرمایا۔

شاید ہمارے بڑوں کی خواہش نہیں کہ ہم اپنے
مکانوں کو چھوڑ کر یہاں رہیں۔ کیونکہ ہمارے جدامجد
نے خدا سے دعا کی تھی کہ ہمارا یہ مکان قیامت تک
معمور رہے اس کے علاوہ اس جگہ جو کنوئیں کھدوائے
تھے وہ بھی کڑوے نکلے یہ سب اسباب اس ہی لئے ہیں
کہ ہم واپس اپنے گھر کو جائیں ورنہ درخت کے نیچے
زندگی گذار کر اللہ کی طلب میں رضا بھی فقیری ہے

الغرض چھ ماہ کی خود اختیاری جلاوطنی کے بعد آپ واپس لواری شریف تشریف لے آئے آپ کی واپسی بھائیوں پر بڑی شاق گذری انہوں نے پہلے سے زیادہ ریشہ دوانیاں شروع کر دیں۔ آخر چار دن بعد بہت تنگ آکر آپ تلہار کے قریب رہائش پذیر ہو گئے یہاں بھی بھائیوں نے آپ کو نہ چھوڑا اور کئ بار ڈاکوؤں اور لٹیروں کے ذریعہ آپ کو پریشان کروایا وقت کے حاکموں سے ملکر آپ

کے خلاف شازشیں کیں لیکن ہمہ وقت غیبی امداد آپ کے شامل حال رہی اور دنیا کی کوئی طاقت آپ کو نقصان نہ پہنچا سکی۔

رعب اور ھیبت:۔ آپ اکثر اوقات خاموش رہا کرتے تھے آپ کے مبارک چہرے پر اتنا نور اور رعب ہوا کرتا تھا کہ ھیبت الٰہی کے باعث حاضرین میں سے کسی کی ہمت نہیں ہوتی تھی کہ آپ کے سامنے لب کشائی کر سکے اگر کبھی آپ گفتگو فرماتے تو رعب کے باعث کسی کی جرأت نہیں ہوتی تھی کہ اس پر کوئی سوال کر سکے یا اس کو رد کر سکے۔

اتباع شریعت و طریقت:۔ آپ علوم شریعت و طریقت سے آراستہ و پیراستہ تھے اتباع شریعت کا بڑا خیال رکھتے تھے چنانچہ پانچوں وقت کی نماز پابندی کے ساتھ جماعت سے ادا کرتے تھے۔ تمام دن مجلس میں بیٹھ کر رشد و ھدایت کا کام انجام دیتے تھے۔ رات کے وقت بھی کم آرام فرماتے تھے۔ اکثر رات عبادت و ریاضت میں صرف کر دیا کرتے تھے کھانا بہت کم تناول فرماتے تھے درویش عالی سے روایت ہے کہ ایک دن آپ کھانا کھا رہے تھے اور میں مکھیوں کو ہٹا رہا تھا اس وقت میرے دل میں اچانک خیال آیا کہ آپ کچھ زیادہ تناول فرمالیں تو کتنا اچھا ہو۔ حضرت نے میرے دل کی بات بھانپ لی اور میرے طرف دیکھ کے فرمایا کہ اتنا بھی ہم ہی کھاتے ہیں ورنہ ہمارے خواجہ صاحب (مرشد و والد) اس سے بھی آدھا بمشکل تناول فرماتے تھے اور اس کے باوجود تندرست و توانا رہتے تھے۔ فرمایا دراصل عارفوں کا کھانا کچھ اور ہی ہے بڑے بڑے مشائخ کا یہ دستور رہا ہے کہ وہ کم سوتے کم بولتے اور کم کھاتے تھے۔

جود و سخاوت:۔ آپ حلم و حیا اور جود و سخاوت میں بحر بیکراں تھے ایک دن آپ کے ایک جاننے والے نے پیغام بھیجا کہ مجھے پانچ سو روپوں کی سخت ضرورت ہے اگر بھیج دیں تو بڑی عنایت ہوگی آپ نے اسی وقت پانچ سو روپے نکال کر

دیدئے اور حاضرین سے مخاطب ہو کے فرمایا کہ یہ رقم ہمارے پاس کئی دنوں سے پڑی ہوئی تھی اور اس کے خرچ کی ضرورت ہی نہیں پڑ رہی تھی خیال آیا اس میں بھی کوئی حکمت اور مصلحت ہوگی سو اب پتہ چلا کہ یہ رقم اس کے نصیب کی تھی۔

فقراء کی اعانت:۔ آپ خاموشی کے ساتھ اکثر غربا اور فقراء کی مدد کیا کرتے تھے، چناچہ ایک دفعہ ایک بڑھیا (جس کا شوہر سلطان الاولیاء سے بیعت تھا) روتی ہوئی آپ کی خدمت میں حاضر ہوئی اور عرض کرنے لگی کہ میرے بیٹے کو حاکم نے قید کر رکھا ہے اور اس کی رہائی کیلئے دو ہزار روپے جرمانہ رکھا ہے۔ جبکہ میرے پاس ایک تانبے کا سکہ بھی نہیں ہے آپ نے اس ہی وقت اپنے ایک دولتمند مرید کو حکم دیا کہ اس عورت کے ساتھ جاؤ اور دو ہزار روپے دے کر اس کے لڑکے کو آزاد کرا کے لے آؤ چناچہ ایسا ہی ہوا اور وہ لڑکا آزاد ہو گیا اور اس کی بوڑھی ماں آپ کو ہزاروں دعائیں دیتی ہوئی خوش خوش اپنے گھر لوٹ گئی۔

کرامت:۔ بچپنے ہی میں آپ سے کرامات کا ظہور ہونے لگا تھا جب عالم شباب میں پہنچے تو کرامات کا ظہور بھی شباب پر تھا چنانچہ سید میر نور علی کہتے ہیں کہ ایک دفعہ میں اپنے گاؤں سے آرہا تھا تو راستہ میں آپ کے بہت سارے مرید ملے جنہوں نے آپ کے لئے مجھے بہت سے نذرانے بھی دئے اور اپنی اپنی خواہشوں کی تکمیل کے لئے دعاؤں کی درخواست بھی کی میر صاحب کہتے ہیں کہ جب میں نے حاضر ہو کر ان سب کی خواہشات اور آرزوؤں کو بیان کرنا چاہا تو آپ نے فرمایا کہ بیان کرنے کی ضرورت نہیں ہمیں ہر ایک کی خواہش کا بخوبی علم ہے۔

اس ہی طرح ایک صاحب اتنے شدید بیمار ہوئے کہ ان کے بچنے کی کوئی امید نہ رہی انہوں نے وصیت کی اور کچھ رقم خانقاہ کے لئے وقف کر دی جب آپ

کو پتہ چلا تو آپ نے فرمایا کہ سید صاحب کی امانت حفاظت سے رکھنا کیونکہ ان کے مرنے میں ابھی کافی دن باقی ہیں ۔ چنانچہ ایسا ہی ہوا اور سید صاحب اس بیماری سے تندرست ہوگئے اور کئی سال زندہ رہنے کے بعد فوت ہوئے ۔

سجادہ نشینی و نیابت:۔ رمضان المبارک میں ۱۲۴٦ھ ، ۱۸۳۰ء کو آپ بیمار پڑگئے اور یہ بیماری آپ کی مرض الموت ثابت ہوئی اس بیماری کے دوران کسی نے آکر بتایا کہ پیر صاحب صبغتہ اللہ شاہ انتقال کر گئے ہیں اور انتقال سے تھوڑی دیر پہلے اپنی پوری جماعت کو بلا کر اپنے صاحبزادے کے سپرد کردیا اور پورا مال متاع اپنے اہل و عیال میں تقسیم کر کے پھر وفات پائی ۔ آپ خاموش سے سنتے رہے پھر فرمایا کہ ۔

" ہم اپنے تمام کام اللہ کے سپرد کرتے ہیں اور آخیر وقت بھی خدا کی یاد میں صرف کریں گے "۔

اس واقعہ کے چند روز بعد آپ نے اپنے صاحبزادے خواجہ محمد حسن کو اپنا جانشین مقرر فرمایا اور ان کو اپنی مسند پر بیٹھا دیا ۔ شیخ عالی جو اس وقت موجود تھے ان کے دل میں خیال آیا کہ صاحبزادہ ابھی گیارہ برس کا ہے ۔ اس کے علاوہ بھائی بھی فساد کیلئے کمربستہ ہیں اب دیکھئے کیا ہوگا ؟
آپ ان کے اس خطرہ پر مطلع ہوگئے اور فرمایا ۔

" جب بھی کوئی کامل انسان چاہتا ہے کہ وہ اپنی امانت کسی اور کے حوالے کرے تو وہ اپنے استاد سے پوچھتا ہے ۔ اس کا استاد پھر اپنے استاد کی طرف متوجہ ہوتا ہے اس کا استاد پھر اپنے استاد کی طرف اس طرح ہوتے ہوتے بات حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم تک پہنچتی ہے ۔ وہ حق تعالیٰ کی طرف متوجہ ہو کے قبولیت حاصل کرتے ہیں ۔ لہذا جس کو حق تعالیٰ نے قبول

کر لیا ہو اور جس کو سب خواجگاں کے ارواح کی پشت پناہی حاصل ہو بھلا اس کو کسی چیز کا خوف یا خطرہ کب لاحق ہو سکتا ہے ۔ یاد رکھو مولانا روم نے وفات کے وقت اپنے احباب سے فرمایا تھا کہ میری رحلت کے بعد غمزدہ نہ ہونا ۔ منصور حلاج نے وفات سے تین صدیاں بعد بھی آکر شیخ فریدالدین کی روح پر تجلی فرمائی اور ان کے مرشد بنے ۔ اس لئے آپ بھی ہر حال میں میرے ساتھ رہنا اور مجھے یاد رکھنا میں ہر لباس میں آپکا حامی رہوں گا کیونکہ اس جہاں سے میرے دو طرح کے تعلق ہیں ایک میرے بدن سے دوسرا موت کے بعد روح سے جو موت کے بعد زیادہ قوی ہوجاتا ہے "

استقامت و طمانیت :۔ آپ کے صبر و علم ، استقامت و طمانیت پامردگی اور عالی ظرفی کا یہ عالم تھا کہ محرم کی ۲۱ تاریخ کو ۱۳۴۷ھ ۱۸۳۱ء میں آپ کے حاسد بھائیوں نے بدمعاشوں اور غنڈوں کے ایک ٹولہ کے ساتھ مسلح آپ کے گھر پر حملہ کردیا ۔ وہ لوگ سیڑھیوں کے ساتھ قلعہ کی شمالی دیوار سے کود کر اندر آگئے ۔ اور دو تین حضرت کے خاص خادموں کو قتل کردیا کئی کو زخمی کردیا اور بہت سوں کو چادروں سے باندھ کر ایک کونے میں ڈلوادیا اور خود لوٹ مار میں مصروف ہو گئے ۔ آپ نے جب شور سنا تو فرمایا کہ کیا ماجرا ہے ؟ جب پوری حقیقت حال کا آپ کو علم ہوا تو چونکہ بیماری کے باعث آپ اٹھ نہیں سکتے تھے اس لئے خادموں سے فرمایا کہ مجھے سیدھا کر کے تکیہ کے سہارے سے بیٹھا دو اور صاحبزادے کو میرے پاس لیکر آؤ چناچہ ایسا ہی کیا گیا اور صاحبزادے کو آپ کی پاس لاکر بٹھا دیا گیا اور پانچ درویش آپ کے چاروں طرف کھڑے ہوگئے اتنی میں ایک درویش نے پکار کر کہا کہ وہ دیکھو سیڑھیوں کے ذریعے بدمعاش کو دکر

آرہے ہیں ۔ آپ نے فرمایا کہ خوف نہ کرو اللہ ہمارے ساتھ ہے ۔
لَا تَحْزَنْ اِنَّ اللّٰہَ مَعَنَا ۔ لیکن ایک درویش پریشانی اور گھبراہٹ پر قابو نہ پاسکا اور چیخ و پکار کرنے لگا اس پر آپ نے فرمایا کہ جب میں اکیلا تھا تو ان کو یہاں آنے کی ہمت نہ ہوئی جبکہ اس وقت تو دو شیر یہاں بیٹھے ہوئے ہیں سورج نکلتے ہی دیکھنا ہم ان کو کس طرح باہر دھکیلتے ہیں چناچہ ایسا ہی ہوا اور فجر کے وقت جب مریدین کو پتہ چلا اور وہ آنے لگے تو سب بدمعاش ڈر کر بھاگ گئے اور آپکا بال بیکا نہ کرسکے اس پر آپ نے خدا کا شکر ادا کرتے ہوئے فرمایا۔

الحمد للہ ہم مظلوم ہی رہے نہ کہ ظالم ۔ ہماری طرف سے ان کے کسی آدمی کو نقصان نہیں پہنچا جبکہ وہ ہمارے کئی درویش شہید اور زخمی کر گئے ۔

وفات :۔ وفات سے دو ہفتہ قبل فرمایا کہ ایک مدت سے ہم نے اپنے بڑوں کی زیارت نہیں کی ان کی ایک زیارت لاکھوں کے برابر ہے ۔ پھر فرمایا کہ ہمیں روضہ شریف لیکے چلو مریدین ڈولی میں بٹھا کر زیارت کے لئے لے گئے تقریباً ایک گھنٹہ آپ روضہ شریف پر مراقب رہے پھر وہاں سے جب واپس ہوئے تو یہ فرما رہے تھے کہ

مولوی جلال الدین کہہ رہا ہے کہ دوست مجھے اس طرف کھینچ رہے ہیں اور مولانا شمس الدین اس طرف کھینچ رہا ہے یَا قَوْمَ اَجِیْبُوْا دَاعِیَ اللّٰہِ

وفات سے ایک روز قبل وصیت فرمائی کہ حافظ سعد اللہ سے کہنا کہ وہ مجھے غسل دے اور میری قبر خواجہ کلاں کی قبر کے مشرق کی طرف بنائے اور قبر جتنی گہری کھود سکے اتنا بہتر ہے ۔

۱۷ صفر المظفر ۱۲۴۷ھ ، ۱۸۳۱ء کو جمعرات کی شام کو غروب شمس کے

وقت طریقت و شریعت کا یہ سورج ہمیشہ ہمیشہ کے لئے غروب ہو گیا۔ انا للہ و انا الیہ راجعون۔

حافظ سعداللہ جو بہت اچھے حافظ اور قاری تھے اور اکثر جن کے پیچھے آپ تراویح میں قرآن سنا کرتے تھے۔ وہ اتفاق سے اتنی دور گئے ہوئے تھے کہ وہاں سے دو دن کی مسافت تھی لیکن یہ حضرت کی زندہ کرامت تھی کہ وہ عین وصال کے روز پہنچ گئے اور حضرت کی وصیت کے مطابق انہوں نے تجہیز و تکفین اور تدفین کا کام پایہ، تکمیل تک پہنچایا۔

ملفوظات :۔ آپ بہت کم کلام فرماتے تھے لیکن جب بھی کلام فرماتے تھے معرفت کے گوہر نایاب لٹایا کرتے تھے۔ چند ایک ملفوظ بطور نمونہ تحریر کئے جاتے ہیں۔

(۱) جس طرح قطب نما کو کتنا بھی ہلایا جائے وہ قطب ہی کی طرف رہیگا۔ اس ہی طرح مرید کو بھی پس و پیش آخر کار اپنے مرشد ہی کی طرف لوٹنا چاہیئے۔

(۲) بعض مشائخ نے اس دنیا میں حق تعالیٰ سے اپنے مطلب کیلئے کچھ نہیں مانگا تاکہ آنے والے جہاں میں مریدوں کے لئے شفاعت کا سوال کرسکیں اور وہ مقبول ہو۔

در آں روزے کسی نپر سد
من از پیر مغاں منت پذیرم

(۳) انسان میں ایک ایسی خصوصیت پائی جاتی ہے کہ اگر وہ کسی کام میں دل و جان سے ہاتھ ڈالتا ہے تو وہ کام ضرور پایہ تکمیل تک پہنچتا ہے۔ اور جب تک وہ کسی کام میں دل و جان سے کوشش نہیں کریگا۔ کبھی اپنی مراد کو حاصل نہیں کرسکے گا۔

(۴) تکلیفیں اللہ تعالیٰ اس لئے دیتا ہے کہ اس کو برداشت کریں اور صبر کی لذت حاصل کریں۔

- حالات ماخوذ از کتب ذیل
اولیائے لواری شریف، عبدالکریم جان محمد تالپور
لواری جالال، ڈاکٹر گرنجشانی
صقال الضمائر، خواجہ محمد سعید

شیخ عبداللطیف (صغیر)

آپ حضرت خواجہ گل محمد (لواری) کے چھوٹے صاحبزادے اور خواجہ محمد زماں ثانی کے بھائی ہیں - بڑے صاحب کمال اور عابد و زاہد تھے -

بیعت و خلافت:- آپ کو شرف بیعت اور خلافت اپنے بڑے بھائی خواجہ محمد زماں ثانی سے حاصل تھا - ابتداء میں جب آپ نے اپنے مرشد سے روحانی فیض حاصل کیا تو آپ پر استغراق اور بے خودی کی ایک کیفیت طاری ہو گئ - اور اس کیفیت میں آپ کا یہ حال ہوتا تھا کہ آپ سخت تین سردی میں ننگے سر اور ننگے پیر پھرا کرتے تھے - اور آپ کی زبان پر یہ شعر ہوتا تھا -

گل راچہ مجال است کہ گوید بگلاں
از بہر چہ سازی واز بہر چہ شکنی

عشق مرشد:- اپنے بڑے بھائی یعنی اپنے مرشد سے آپ کو بے پناہ عشق و محبت تھی ایک دفعہ آپ زیارت حرمین شریفین کے لئے روانہ ہوئے جب وہاں پہنچے تو مرشد کی یاد ستانے لگے اپنے ایک ساتھی سے فرمانے لگے کہ جب وہاں تھے تو کعبہ کی زیارت کا شوق بے چین کر رہا تھا اب یہاں آگئے ہیں تو مرشد کی زیارت کا شوق بے چین کئے دے رہا ہے -

جودو سخا:- آپ ہمیشہ فقیروں اور حاجتمندوں کی مدد فرماتے رہتے تھے سردی کے موسم میں بہت سی " رلیاں " لحاف اور کمبل ، کپڑا وغیرہ منگا کر اپنے پاس رکھ لیتے تھے اور جو کوئی ضرورت مند آتا تو اس کو عنایت فرما دیا کرتے تھے -

عادات و خصائل:- آپ انتہائی حلیم الطبع اور شرم و حیاء کا پیکر تھے -

ساری رات عبادت میں مصروف رہتے تھے۔ دنیاوی مال و دولت کی طرف آپ کی ذرہ برابر توجہ نہ تھی۔یہی وجہ ہے کہ آپ نے اپنے لئے دنیاوی ساز و سامان میں سے کچھ جمع نہ کیا۔

ملفوظات:۔ آپ فرماتے تھے کہ انسان اس دنیاوی زندگی اور اس کیلئے ہر وقت پریشان اور متفکر رہتا ہے لیکن آخرت کی زندگی کی اسے کوئی فکر نہیں ہے

آپ فرماتے تھے کہ سید احمد برنی نے صحیح لکھا تھا کہ بعد کے زمانے کے لوگ علم باطن سے منکر ہو کر بے نصیب ہو جائیں گے۔

وفات:۔ ایک روز آپ نے اپنے بڑے بھائی اور مرشد سے عرض کیا کہ " میں نے خواب میں دیکھا ہے کہ اس سال ہم دونوں میں سے کوئی ایک وفات پا جائیگا۔ میرے دعا ہے مجھے موت آجائے لیکن آپ تادیر سلامت رہیں۔ اس کے بعد سے آپ بیمار پڑ گئے۔ اس ہی بیماری کی حالت میں جب آپ کے بھائی اور مرشد آپ کو پوچھنے کے لئے آئے اور آپ کی طبیعت پوچھی تو آپ نے جواب میں شعر پڑھا۔

من بجاں فنا شدم چہ غم است
عرض اندر میاں سلامت اوست

یہ فرما کر آپ نے قبلہ کی طرف منہہ کیا اور مسکراتے ہوئے جان جان آفرین کے سپرد کر دی۔

آپ کی تاریخ وفات ۱۵ شعبان معظم ۱۲۳٦ھ ہے۔ جو اس شعر سے بھی نکلتی ہے۔

سال آں باکمال خاکی را
گفت ھاتف امین بجنت رفت

۱۲۳٦ھ

حالات ماخوذ از ، ۱۔ مرغوب الاحباب۔ میر نظر علی

۲۔ تذکرہ مشاہیر سندھ۔ دین محمد وفائی ج ۳ ص ۱۳۰

خواجہ محمد حسن شاہ مدنی

سندھ کے عظیم نقشبندی بزرگ حضرت سلطان الاولیاء خواجہ محمد زماں کی تیسری پشت میں لواری شریف کے سجاد نشین یعنی حضرت غوث عالم خواجہ محمد زماں ثانی رحمۃ اللہ علیہ کے لخت جگر اور نور نظر اور آپ کے جانشین حضرت خواجہ محمد حسن رحمۃ اللہ علیہ ہیں جو شاہ مدنی کے لقب سے مشہور ہیں ۔ اور اس سلسلۃ الذہب کی ایک چمکتی ہوئی کڑی ہیں ۔

بشارت قبل از ولادت:۔ میر نور علی کہتے ہیں کہ آپ کی ولادت سے قبل حضرت خواجہ محمد زماں اول ، حضرت خواجہ محمد زماں ثانی اور خواجہ گل محمد کی آپ کے متعلق بشارتیں تھیں کہ ایک ایسا لڑکا آئیگا کہ اس جیسے بہت کم لوگ دنیا میں پیدا ہوئے ہونگے ۔ اس کی شان یہ ہوگی کہ زندہ اور وفات یافتہ مشائخ اس کی رضا چاہیں گے اور اس کے زمانے کے بزرگ اس کی اعانت اور اس کی مدد کے خواہش مندر رہا کریں گے بلکہ جس کو بھی جو فیض ملے گا وہ اس ہی سے ملے گا خواہ وہ جانتا ہو یا نہ جانتا ہو ۔

علم لدنی:۔ آپ کے والد خواجہ محمد زماں فرماتے ہیں کہ آپ بچپنے میں علوم ظاہری کی تحصیل کی طرف کوئی توجہ نہیں دیتے تھے ۔ بہت کوشش کی حتیٰ کے ایک مرتبہ اچھی خاصی سرزنش بھی کی ۔ لیکن ایک روز بنی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی میں نے زیارت کی اور آپ سے عرض کیا کہ بڑی کوشش کرلی لیکن اس بچہ کو پڑھنے کا شوق پیدا نہیں ہوتا اس پر حضور کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ تم اس کی تعلیم کی قطعاً فکر نہ کرو اس کو ہمارے سپرد کردو ہم اس کے

کفیل ہیں۔

خواجہ محمد زماں فرماتے ہیں کہ اس کے بعد سے میں نے کبھی آپ کی تعلیم کی فکر نہ کی اور حضور کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے سپرد کر کے میں مطمئن ہوگیا پھر خدا نے وہ علم لدنی عطاء فرمایا کہ بڑے بڑے علماء اور عقلاء کی عقلیں حیران رہ گئیں۔

سجادہ نشینی:۔ حضرت شاہ مدنی کی عمر ابھی نو برس کی تھی کہ ایک رات دو فرشتوں نے آپ کے والد گرامی کو اپنی ساتھ لیجا کر اللہ تعالیٰ کے حضور پیش کیا غیب سے آواز آئی کہ ہم نے آپ کو اس لئے بلایا ہے تاکہ حکم دیں کہ آپ اپنے فرزند کو اپنا قائم مقام مقرر کردیں " آپ نے اس حکم خداوندی کے مطابق حضرت شاہ مدنی کو خرقہ خلافت سے سرفراز فرمایا اور اپنے تمام مریدیں کو حکم دیا کہ ان کی بیعت کریں پھر فرمایا کہ ۔

" جو شخص اس صاحبزادے کی آج بیعت کریگا کل قیامت کے دن میں اس کی مدد کرونگا " ۔ تمام مریدین کی جماعت نے آپ کے حکم کی تعمیل کرتے ہوئے آپ کے ہاتھ پر بیعت کی جبکہ اس وقت آپ کی عمر صرف ۱۱ برس تھی اور اس واقعہ کے دو سال بعد آپ کے والد وصال فرما گئے۔

یہ کم سنی اور یہ عظیم بار گراں ؟ اس قسم کے تصورات اور خدشات نے جب شاہ مدنی کو پریشان کیا تو آپ فرماتے ہیں کہ برابر کے کمرہ میں والد گرامی آرام فرما رہے تھے اور میں دوسرے کمرے میں تھا لیکن آپ میرے ان خطرات اور خیالات پر مطلع ہوگئے اور مجھے آواز دیکر بلایا جب میں حاضر ہوا تو مجھ سے فرمایا کہ !

ہم آپ کو ایک مدت سے اس جہاں کے تعلقات سے باہر نکلتے رہے ہیں ۔ لیکن آپ ابھی تک ان کو اپنے دل میں وارد ہونے دیتے ہیں ۔ ہم آپ کو

پھر ایک بار تاکید کرتے ہیں کہ آئندہ اس قسم کے دینوی خیالات بالکل دل میں نہ لائیں ۔

معمولات :۔ آپ فرائض واجبات اور مستحبات کی بڑی پابندی فرماتے تھے نوافل کا خاص طور سے اہتمام فرماتے تھے پانچوں نمازیں باجماعت اداء فرماتے تھے اور تہجد کی نماز کبھی ناغہ نہ کرتے تھے ۔ رمضان میں پوری پوری رات عبادت فرماتے تھے ۔ اکثر تہجد کے بعد مراقبہ میں مصروف ہو جاتے یہاں تک کہ فجر کی نماز کیلئے مسجد میں تشریف لیجاتے وہاں نماز کے بعد اشراق تک مراقبہ میں مصروف رہتے اور دیگر وظائف پڑھتے ۔ وہاں سے فارغ ہو کر بیٹھک میں تشریف لیجاتے اور یہاں قرآن کی تلاوت اور نفل وغیرہ پڑھکر عام مجلس میں بیٹھتے اور لوگوں کو وعظ و نصیحت فرماتے پھر حویلی میں تشریف لے جاتے کھانا تناول فرماتے جو بہت کم ہوتا تھا کچھ دیر قیلولہ فرماکر مسجد میں ظہر کی نماز ادا فرماتے اور بیٹھک میں بیٹھ کر دور دور سے آئے ہوئے علماء فقہاء اور فضلاء کے مجمع میں تفسیر حدیث فقہ اور تصوف کے باریک نکات ارشاد فرماتے ۔ آپ کے فرزند محمد سعید پر اس وقت حدیث پڑھنے کی ذمہ داری ہوتی تھی نماز عصر کے بعد مراقبہ یہاں تک کہ نماز مغرب سے فارغ ہو کر حویلی میں کھانے وغیرہ سے فارغ ہو کے مسجد میں نماز عشاء اور اس کے کچھ دیر بعد مریدین کے ساتھ مراقبہ پھر تنہائی میں عبادت ۔ یہ آپ کے روز و شب کے معمولات تھے ۔

عشق رسول :۔ اپنے پیارے نبی حضور سرور کائنات صلی اللہ علیہ وسلم سے آپ کو کس قدر محبت اور الفت تھی اس کا اندازہ ان چند واقعات اور آپ کی سیرت کے چند پہلوؤں سے ہوسکتا ہے ۔ آپ وضو اس کی تمام سنتوں کے ساتھ کیا کرتے تھے اور اس حدیث کے مطابق کہ

"وَاِسْبَاغُ الْوُضُوْءِ عَلَى الْمَکَارِہِ"

آپ پورا پورا وضو کرنے میں بڑا مبالغہ کیا کرتے تھے۔ حتیٰ کہ بعض دفعہ بیماری کی شدت میں جبکہ پانی کو ہاتھ لگانا بھی مضر تھا آپ نے سنت کی رعایت کرتے ہوئے پورا پورا وضو فرمایا۔ اسی طرح سردیوں کے دنوں میں جبکہ پانی کی برف جم جایا کرتی تھی آپ اس ہی پانی سے جو کہ بالکل ٹھنڈا ہوا کرتا تھا تہجد کی نماز کیلئے پورا پورا وضو فرمایا کرتے تھے۔ اس ہی طرح احادیث رسول کے پیش نظر نمازوں سے پیشتر بالخصوص نماز تہجد ظہر عصر اور عشاء سے قبل وضو میں آپ مسواک ضرور استعمال فرماتے تھے۔ حتیٰ کہ آخری عمر میں آپ کے اکثر دانت گر چکے تھے لیکن ادائیگی سنت کا ثواب حاصل کرنے کیلئے مسواک ضرور فرماتے تھے اپنے نبی کی سنت اور عادت کو سامنے رکھتے ہوئے آپ نے بھی جوانی ہی میں چارپائی اور گدوں پر لیٹنا چھوڑ دیا تھا اکثر چٹائی پر آرام فرمایا کرتے تھے۔ حتیٰ کہ نزع کی حالت میں بھی تلامذہ کے اصرار پر بھی آپ نے چارپائی استعمال نہ فرمائی بلکہ چٹائی پر آرام فرما رہے یہاں تک کہ چٹائی کے نشان آپ کے جسم پر پڑ گئے۔
محبت رسول کی ایک یہ بھی علامت تھی کہ تہجد کی نماز کے بعد ہر روز ایک ہزار مرتبہ اپنے پیارے آقا و مولا پر ان الفاظ میں درود و سلام بھیجتے تھے۔

اَللّٰهُمَّ صَلِّ وَسَلِّمْ عَلٰى سَيِّدِنَا مُحَمَّدٍ وَّاٰلِهٖ وَاَصْحَابِهٖ عَدَدَ مَا خَلَقَ

عشق رسول اس مقام پہ تھا کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی پسند کے مطابق آپ کو بھی کھانے میں کدو بہت مرغوب اور محبوب تھا حتیٰ کے سوء القنیہ اور ضیق النفس کے امراض میں کدو سے حکماء مریض کو منع کرتے ہیں۔ جب کہ آپ کو بھی یہ ہی امراض لاحق تھے لیکن آپ اس کے باوجود ہر روز نہیں تو ایک دن ناغہ کر کے کدو ضرور تناول فرماتے تھے۔ اور فرمایا کرتے تھے کہ

مَرْغُوْبُ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عِنْدَ الْمُحِبِّ مَحْبُوْبٌ

کہ جو حضور کو مرغوب ہے وہ ایک محب اور عاشق کیلئے سب سے زیادہ

محبوب ہے۔ اس ہی طرح حدیث رسول "اکثر و المرق" کے پیش نظر آپ زیادہ پانی والا شوربہ کثرت سے استعمال کرتے اور اس کو بہت پسند فرماتے تھے۔ اس ہی طرح دوسری حدیث کے مطابق کہ شہد میں شفا ہے آپ اکثر بیماری میں خواہ وہ بیماری کسی بھی قسم کی کیوں نہ ہو شہد استعمال فرماتے تھے۔ بعد نماز ظہر ہر روز درس حدیث دیتے تھے اور فرمایا کرتے تھے کہ جس دن بھی "قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم" کی آواز نہیں سنتا وہ دن مجھ پر بڑا گراں اور دشوار گزار ہوتا ہے۔

اس ہی عاشق رسول کو اتباع رسول میں سر پر عمامہ اور صافہ کا باندھنا بھی بڑا محبوب تھا لیکن نزلہ اور دیگر عوارضات کی وجہ سے آپ سوائے جمعہ اور عیدین کے اس کو نہیں پہن سکتے تھے جسکا آپ کو بڑا ملال تھا۔ چناچہ صاحب صقال الضمائر رقم طراز ہیں کہ!

> "وعمامہ پوشی نزد حضرت ایشاں از باعث سنت بسے مرغوب بودہ مگر نادراً بہ عیدین و جمعہ از سبب عوارض نزلہ کلاہ مشروع فاخر ملبوس بودہ است و می فرمودند کو عمامہ از ملبوسات مسنونہ و مسحیہ علیہ است و اسلاف مابسیار پوشیدہ مگر امراض نزلہ صاحب اضطرار ساختہ است" (۱)

زیارت مزارات:۔ ہر جمعہ کی نماز اور عیدین کی نماز کے بعد اپنے آباؤ اجداد کے مزارات پر حاضری دینا آپ کے لازمی معمولات میں سے تھا حتیٰ کہ ایک دفعہ ایک جمعہ کو بیحد مصروفیت کے باعث حاضری نہ دے سکے جس کا آپ کو اتنا دکھ ہوا کہ بعد میں تلافی کیلئے خوب استغفار پڑھی۔ اور ان ارواح طیبہ کے ایصال ثواب کی نیت سے ایک موٹی گائے ذبح کرائی۔

پہلا حج:۔ یوں تو آپ اصحاب عزلت میں سے تھے اکثر آپ نے عزلت گزینی اور

گوشہ نشینی کو پسند فرمایا گھر سے مزارات یا مزارات سے مسجد تک اس کے علاوہ آپ نے کہیں سفر نہیں فرمایا۔ ہاں البتہ زیارت حرمین شریفین کے لئے آپ نے چھ بار سفر فرمایا اس طرح آپ نے چھ مرتبہ حج کی سعادت حاصل کی ہر ایک سفر کا حال مختصر درج کیا جاتا ہے۔

پہلا حج آپ نے ۱۲۵۵ھ / ۱۸۳۹ء میں اس وقت کیا جب آپ کی عمر صرف بیس سال تھی صحرا پار کر کے لکھپت سے ہوتے ہوئے آپ بمبئی پہنچے یہاں آپ نے موسم کی خرابی کی وجہ سے دو ماہ قیام فرمایا آخر ایک جہاز پر سوار ہو کر روانہ ہوئے تو راستہ میں پینے کا پانی ختم ہو گیا جس کی وجہ سے واپس پھر بمبئی لوٹنا پڑا یہاں ایک ماہ قیام کے بعد جب دوبارہ بمبئی سے روانہ ہوئے تو راستہ میں بہت بڑا طوفان آگیا جس کی وجہ سے پھر لوٹنا پڑا اس طرح یہاں ایک مہینہ اور لگ گیا کچھ دنوں کے بعد پھر روانہ ہوئے لیکن پھر قضائے الہیٰ سے طوفان آگیا اور پھر واپس لوٹنا پڑا یہ حال دیکھکر ساتھیوں نے آپ سے عرض کیا کہ اس دفعہ سفر ملتوی کر دیں اگلے سال چلے چلیں گے آپ نے یہ سن کر غصہ سے فرمایا کہ خدا کے راستہ میں سست اور کاہل نہیں ہونا چاہیئے جو جانا چاھے چلا جائے ہمارے پاس جب تک زاد راہ ہو گا ہم چلتے رہیں گے۔ خدا کے راستہ میں فقیروں کی طرح پھٹے پرانے کپڑوں میں بھی ہمیں کوئی اعتراض نہیں ہے اس راستہ میں نکلنے کے بعد ہم اب واپس ہرگز نہیں لوٹینگے اور یہ شعر پڑھا۔

دست از طلب ندارم تا کام من بر آید
یاتن رسد بجاناں یا جاں زتن بر آید (۲)

آپ کے ارشاد نے سب کو نیا جذبہ عطا کیا اور سب آپ کی معیت میں چوتھی مرتبہ روانہ ہو گئے لیکن باد مخالف کی وجہ سے جہاز اتنا آہستہ آہستہ چلا کہ حج کا زمانہ قریب آگیا اور منزل ابھی بہت دور تھی۔ جہاز والے نے بتایا کہ ابھی

پانچ دن کا سفر باقی ہے لہذا حج پر پہنچنا بہت مشکل ہے ۔ یہ سن کر آپ کے ساتھی افسردہ اور غمزدہ ہوگئے اور دوسرے مسافر آپکا مذاق اڑانے لگے ۔ لیکن اللہ اپنے مقبول بندوں کا حامی و ناصر ہوتا ہے دوسرے روز جب صبح لوگ سو کر اٹھے تو لوگوں نے دیکھا کہ سامنے بندرگاہ ہے معلوم کرنے پر پتہ چلا کہ یہ "جدہ" کی بندرگاہ ہے یہ سن کر سب حیران ہوگئے اور آپ کی غیبی طاقت اور کرامت کے قائل ہوگئے ٹھیک ۹ ذی الحجہ کو آپ مکہ پہنچے یہاں کچھ عرصہ گزارنے کے بعد مدینہ الرسول میں حاضری دی اور وہاں کچھ عرصہ قیام فرمانے کے بعد وطن واپس تشریف لے آئے ۔

دوسرا حج :۔ آپ نے دوسرا حج ۱۲۶۶ھ ، ۱۸۴۹ء میں کیا ۔ اس سال ماہ صفرالمظفر کی ۲۵ تاریخ کو حج بیت اللہ و زیارت روضہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے لواری شریف سے روانہ ہوئے ترائی سے گزر کر ۲ ربیع الاول کو ٹھٹہ پہنچے یہاں مکلی میں اپنے پیران کرام کے مزارات کی زیارت سے مشرف ہوئے اور ۵ ربیع الاول کو کراچی پہنچ گئے اس بار آپ نے بمبی کے راستہ کے بجائے مسقط کے راستہ کو ترجیح دی ، ۱۱ تاریخ کو مسقط جانے والی کشتی میں سوار ہوگئے ۔ راستہ میں کئی بار طوفان اور باد مخالف نے موت کو سامنے کردیا لیکن آپ کے استقلال میں ذرہ برابر لغزش نہ آئی ۔ حتیٰ کہ ایک دن مخالف ہوا کے باعث کشتی میں سمندر کے درمیان چالیس دن گذر گئے زاد راہ اور پانی ختم ہونے لگا ، سب نے روزے رکھنے شروع کردیئے ، ساتھیوں نے ایک دن آپ کو پیالہ بھر کر پانی پیش کیا جس پر آپ ناراض ہوگئے اور فرمایا کہ ہرگز ایسا نہیں ہوسکتا کہ میں ساتھیوں سے زیادہ پانی پیوں ، اگر مرید پیاسے ہیں تو میں بھی اس ہی حالت میں رہوں گا ۔ لیکن آپ کے ایک خاص مرید نے کہا کہ آپ کو خدا کی قسم ہے اگر آپ اس پیالہ سے تھوڑا سا پانی لیں گے تو اس کی برکت سے

اللہ تعالیٰ ہم سب پر سے یہ مصیبت ٹال دیگا اس پر مجبوراً صرف دو گھونٹ نوش فرمایا خدا کی قدرت کہ اس کے فوراً بعد موافق ہوا چلنے لگی اور لوگوں کو زندگی کی کچھ کرن نظر آنے لگی ۱۵ جمادی آلاخر کو آپ نے کشتی میں سوار خادموں کو حکم دیا کہ آج رات حضرت علی کرم اللہ وجہہ نے مجھ سے فرمایا ہے کہ میں تمام کشتی والوں کو کھانہ کھلاؤں لہذا جتنا پانی بچا ہے اس سے کھانا پکا کر سب کھاؤ اگرچہ اس حکم پر سب نے عمل کیا مگر سب حیران تھے لیکن حیرت اس وقت اور زیادہ ہو گئی جب دوسرے دن لوگوں کو راستہ میں ایک جہاز مل گیا۔ جس سے ان کو وافر مقدار میں پانی مل گیا پھر دو روز کے بعد یعنی ۱۸ تاریخ کو ایک اور جہاز مل گیا جس سے پانی کے علاوہ کھانے پینے کا اور سامان بھی دستیاب ہو گیا۔ ۲۱ جمادی الاخر کو آپ عدن پہنچے یہاں سے ۲۰ تاریخ کو رانہ ہو کر جدہ پہنچ گئے۔ اس زمانہ میں وہاں وباء پھیلی ہوئی تھی ہر روز سینکڑوں آدمی مر رہے تھے آپ اپنے ساتھیوں کے ہمراہ مریضوں کی تیمارداری بھی کرتے اور جنازوں پر نماز پڑھ کے اس کو دفناتے بھی تھے حج ادا کر کے ۱۹ تاریخ کو آپ مکہ سے مدینہ پہنچے اور صفر کی ۱۱ تاریخ کو واپس مکہ شریف پہنچ گئے۔

زیارت نبی کریم :۔ جب آپ نے وہاں سے اپنے وطن واپسی کا ارادہ فرمایا تو پہلے استخارہ فرمایا حضور کی زیارت ہوئی اس حال میں کہ آپ کا چہرہ پریشان تھا آپ فرماتے ہیں کہ

حضرت ختم المرسلین صلی اللہ علیہ وسلم رادیدم کہ بچہرہ مابشر نشتہ اند بر ایشاں سلام دادم ، وعلیک السلامہ جواب دادند

یعنی میں نے سلام کیا اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے وعلیکم السلام فرما کے اس کا جواب دیا حضور کے پریشان چہرہ سے آپ نے یہ فال نکالی کہ اس واپسی کے سفر میں بڑی مشکلات پیش آئیں گی۔ لیکن وعلیکم السلام کے جواب

سے یہ نتیجہ اخذ کیا کہ انشاء اللہ ہم خیریت سے پہنچ جائیں گے ۔ چنانچہ آپ یکم ربیع الاول ۱۲۶۷ء کو روانہ ہوگئے اور اس استخارہ کے مطابق راہ میں ایک عظیم حادثہ پیش آیا کہ جدہ سے جوں ہی جہاز نکلا تو شام کے وقت ایک پہاڑی سے ٹکرا گیا اس کا اگلا حصہ پانی میں ڈوب گیا سارے مسافر اس کے پچھلے حصہ میں جمع ہوگئے ، جہاز کا کپتان گھبرا کے بھاگ نکلا اور چلتے ہوئے آپ سے کہنے لگا کہ آپ بھی میرے ہمراہ چلے چلئے لیکن آپ نے فرمایا کہ میں اپنی ساتھیوں کو چھوڑ کے کہیں نہیں جا سکتا ۔ صبح کو جب وہ واپس آیا اور جہاز کو صحیح سلامت دیکھا تو اس کو بڑا تعجب ہوا ، پھر کہنے لگا آیئے میں آپ کو کنارہ پر پہنچادوں آپ نے فرمایا کہ پہلے کشتی کے دیگر غریب اور مسکین مسافروں کو پہنچاؤ اس کے بعد ہمارے ساتھیوں کو اور پھر سب سے آخر میں مجھ کو پہنچانا کپتان اور سب ساتھیوں نے بہت اصرار کیا کہ پہلے آپ تشریف لیجائیں لیکن آپ نے انکار کرتے ہوئے فرمایا کہ ہماری حفاظت تو خود رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرما رہے ہیں ابھی یہ باتیں ہو ہی رہی تھیں کہ دور سے جہاز آتے ہوئے نظر آئے ان کو قریب بلایا اور سب مسافر ان پر سوار ہوگئے اور ۲۰ تاریخ کو عدن پہنچ گئے ۔ اگرچہ اس کے بعد بھی راہ میں بڑی مشکلات پیش آئیں لیکن آپ ۷ جمادی الاول کو مسقط اور پھر وہاں سے منوڑا اور وہاں سے خشکی کے راستہ تنگر اور ٹھٹہ سے ہوتے ہوئے وطن راجعت فرما ہوگئے ۔

تیسرا حج :۔ آپ نے تیسرا حج ۱۲۷۶ھ / ۱۸۵۹ء میں فرمایا ۔ ۱۷ ربیع الاول کو لواری شریف سے آپ روانہ ہوئے اس مرتبہ آپ کے ساتھ بہت سے علماء اور فضلاء بھی شامل تھے ۔ جن کو آپ نے بعض نادر نایاب کتابوں کی کتابت اور نقل کرنے کے واسطے اپنے ہمراہ لے لیا تھا ۔ کیونکہ اپ کو علوم اسلامیہ پر بالخصوص تصوف پر نادر اور نایاب کتابیں جمع کرنے کا بہت شوق تھا ۔ راہ کے

مصائب کو برداشت کرتے ہوئے آپ مکہ مکرمہ پہنچے کچھ دن یہاں قیام کرنے کے بعد ۵ شوال المکرم کو مدینہ شریف کیلئے روانہ ہوگئے راستہ میں آپ کے قافلہ کے ساربانوں اور دیگر عرب ساتھیوں کے کچھ دشمن نکل آئے دونوں میں لڑائی اور قتل وخون کی تیاری ہونے لگی لیکن آپ کے ملفوظات اور روحانی تصرف نے تمام دشمنوں کو باھم شیرو شکر کردیا اور تمام دلوں کی کدورتیں ختم کرکے سب کو بھائی بھائی بنادیا۔

۳۰ دن مدینہ شریف میں قیام فرمایا اس کے بعد واپس مکہ معظمہ آگئے۔ اس سال حج اکبر تھا لہذا یہ فضیلت حاصل کرنے کے بعد مانڈوی کے راستے ہوتے ہوئے ۱۶ صفر ۱۲۷۷ھ ۱۸۶۰ء کو بخیریت لواری شریف پہنچ گئے۔

چوتھا حج :۔ آپ نے چوتھا حج ۱۲۸۶ھ ۱۸۶۹ء میں کیا۔ ۱۲ رمضان کو پیر کے دن صبح کے وقت لواری شریف سے بڑی شان وشوکت سے روانہ ہوئے مانڈوی بندر پر سید حاجی محمد شاہ جو آپ کے اعظم خلفاء میں سے تھے انہوں نے آپکا بڑا شاندار استقبال کیا۔ ۱۴ تاریخ کو جہاز پر سوار ہوکر ۲۶ تاریخ کو "مکلہ" بندر پہنچے وہاں پہنچ کر معلوم ہوا کہ راستے میں جو زبردست طوفان آیا تھا اسمیں ۵۰ کے قریب جہاز ڈوب گئے ہیں۔ لیکن خدا کے فضل اور آپ کی برکت سے آپکا جہاز بخیرو عافیت پہنچ گیا مکلا بندر پر آپکا استقبال سرکاری سطح پر کیا گیا اور آپ کو سرکاری مہمان خانے میں ٹھہرایا گیا۔ عیدالفطر کے بعد ایک جہاز سے عدن روانہ ہوئے وہاں پہنچ کر دوسرے جہاز سے جدہ کیلئے روانہ ہوئے اور یکم ذیقعد کو جدہ پہنچ گئے وہاں ترکی کے اعلیٰ افسروں نے سرکاری طور پر آپکا استقبال کیا۔ آپ کے اعزاز میں جب فوجی سلامی دینے کی پیشکش کی گئی تو آپ نے یہ شعر پڑھتے ہوئے انکار فرمایا۔

ما بر ایں در نہ پئے شوکت و جاہ آمد ایم
از کف حادثہ ایں جابہ پناہ آمدہ ایم (۳)

۲ ذیعقد کو آپ مکہ مکرمہ پہنچ گئے یہاں بیماری کی زیادتی اور اس پر مزید غم یہ کہ آپ کے چار سالہ بیٹے عبدالرحمن کے انتقال نے آپ کو بہت مضمحل کردیا۔ لیکن آپ کی عبادات میں کوئی فرق نہیں آیا ضعف کا یہ عالم ہوگیا کہ اٹھنا بیٹھنا بھی مشکل ہوگیا لیکن شوق حاضری کشاں کشاں مدینہ منورہ کی طرف لے گئی۔ اس ہی عالم میں آپ ۱۰ ذی الحجہ کو دیار رسول کی طرف روانہ ہوگئے۔ در رسول پہ حاضری نے آپ کی ساری بیماری ختم کردی اور آپ ۸ محرم الحرام ۱۲۸۷، ۱۸۷۰ء کو مدینہ منورہ پہنچ گئے وہاں کے فیوضات و برکات حاصل کرنے کے بعد دوبارہ مکہ مکرمہ حاضر ہوئے اور یہاں سے جدہ آکر جہاز میں سوار ہوئے اور ۱۲ جمادی الاول کو لواری شریف بخیر و عافیت واپس پہنچ گئے۔

وصال دوست :۔ اس حج کے دوران آپ کے صاحبزادے، عبدالرحمن وصال کر گئے جب آپ کو ان کے وصال کی خبر پہنچی تو بے اختیار آپ کی زبان پر یہ شعر آگیا۔

غنیمت ہست مردن پیش جاناں
ولے کلک قضا در دست مانیست

اس دوست اور لخت جگر کے وصال کا آپ کو بہت افسوس تھا لیکن سب سے زیادہ محبوب دوست محمد عربی کے وصال اور لقاء کی خوشی میں یہ غم آپ کے لئے ہلکا ہوگیا۔ چناچہ اشک بار آنکھوں سے مدینۃ الرسول کی روانگی کی وقت آپ کی زبان پر یہ شعر تھا

مائیم گل ولالہ صحرائے مدینہ
داریم بدل داغ تمنائے مدینہ

اور جس دن کہ صبح مدینہ منورہ میں داخل ہونے والے تھے اس رات عارف جامی کی یہ نعت آپ کے ورد زبان تھی۔

لی حبیب عربی مدنی قریشی
که بود درد غمش مایہ شادی و خوشی
فہم رازش چکنم او عربی من عجمی
لاف مہرش چہ زنم او قرشی من حبشی
ذرہ دارم بہوا داری او رقص کناں
تاشدہ شہرہ آفاق بخو رشید و شی
گرچہ صد مرحلہ دور است پیش نظر
وجہہ فی نظری کل غداۃ وعشی
صفت بادہ عشقش زمن مست مپرس
ذوق ایں مے نشناسی بخدا تانچشی
مصلحت نیست مرا سیری زآں آب حیات
ضاعف اللہ بہ کل زماں عطشی
جامی ارباب وفا جرہ زعشقش نروند
سر مبادت گر ازیں راہ قدم باز کشی

مولود محمود:۔ آپ ہر سال ربیع الاول کے موقع پر میلاد شریف کا اہتمام فرماتے اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ولادت باسعادت کی خوشی میں بہت سا کھانا پکوا کر تقسیم فرمایا کرتے تھے۔ چناچہ اس چوتھے حج کے موقع پر بھی آپ نے میلاد رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی خوشی میں بہت سا کھانا پکوا کر تقسیم کروایا۔ جس پر اس زمانہ میں تین سو روپے لاگت آئی۔ اور فرماتے تھے کہ دوسرے حج کے موقعہ پر ہم نے ربیع الاول کا چاند چونکہ جدہ کی بندرگاہ پر دیکھا تھا اس لئے سفر کے باعث ہم شایان شان طریقہ سے کھانا وغیرہ نہ پکوا سکے، چناچہ اس پر ہمیں حضور ختمی مرتبت صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف سے ناراضگی کا

سامنا کرنا پڑا، اس کے بعد سے عرب شریف میں اس میلاد کی خوشی منانے کو میں بڑا غنیمت محسوس کرتا ہوں اور نبی کریم کی خوشی اور مسرت کو زیادہ محسوس کرتے ہوئے اسطرف زیادہ توجہ دیتا ہوں ۔ آپ فرماتے ہیں ۔

و بعد ازاں عرس الولود ماہ مولود را در عرب شریف

مغتنم میدانم کہ مسرت نبوی را در آں بیشتر می بینم ؟ (۴)

پانچواں حج :۔ آپ نے پانچواں حج ۱۲۹۲ھ ۱۸۷۵ء میں ادا فرمایا ۔ اونٹوں اور گھوڑوں کا یہ قافلہ پورے ساز و سامان کے ساتھ حیدرآباد پہنچا ۔ اس زمانہ میں حیدرآباد اور کراچی کے درمیان ریل کا راستہ شروع ہو چکا تھا چنانچہ بذریعہ ریل آپ کراچی پہنچے وہاں سے ۲۴ تاریخ کو جہاز میں سوار ہو کر جدہ پہنچ گئے ۔ اور ۱۲ رمضان کو مکہ معظمہ پہنچ گئے ۔

راہ میں کچھ مشکلات اور واقعات پیش آئے تو آپ نے اپنے صاحبزادے خواجہ محمد سعید جو علم ظاہری و باطنی کے جامع تھے ان کو حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی بارگاہ میں ایک مناجات فارسی میں لکھنے کا حکم دیا ۔ لہذا خواجہ محمد سعید نے ایک طویل مناجات فی البدیہہ لکھ کر پیش کی جس کو آپ نے بہت پسند فرمایا ۔ بلکہ خواجہ محمد سعید کہتے ہیں کہ اس مناجات کو اشک بار آنکھوں سے پڑھتے ہوئے میں نے کئی بار آپ کو دیکھا ۔ اس طویل مناجات کے چند اشعار یہ ہیں ۔

بیدلانرا یا شیفع المذنبین فریادرس

عاشقاں را رحمۃ للعالمین فریادرس

نیست جز تو واقف حال در ونم سوختہ

درد منداں راشہ صدر الامین فریادرس

انہ ماجئیت الارحمۃ للعالمین

نیستم جز تو کسے نعم المعین فریادرس

یک زمانم رہ بسوئے روضہات بکشامرا

لطف فرما در مدینہ کن مکیں فریا درس

چوں خدایت گفت السائل فلا تنہر جرا

دیر میسازی بد ایں اندوہ گیں فریادرس

روضہ ات بنما کہ مشتاق لقائے روسمنم

اے بشارت خاں و ماں و آں و ایں فریادرس

۲۱ شوال کو مثانہ میں پتھری کی وجہ سے سخت تکلیف کے باوجود فرط اشتیاق میں آپ مدینہ منورہ پہنچ گئے ۔ یہاں سرکار کا اتنا کرم ہوا کہ آپ کو دو مرتبہ روضہ شریف کی جالیوں کے اندر جانا نصیب ہو گیا جب وہاں سے آپ باہر تشریف لاتے تو انوار و تجلیات آپ کے چہرے پر چمکتے ہوتے تھے اس مرتبہ بھی حج اکبر کر کے آپ ۹ محرم الحرام کو واپس آگئے ۔

چھٹا حج :۔ آپ نے چھٹا حج ۱۲۹۷ھ ، ۱۸۷۹ء میں کیا یہ آپ کا آخری حج تھا اس ہی لئے اس کو " حجۃ الوداع " کے نام سے یاد کیا جاتا ہے ۔

اس حج سے سال بھر پہلے آپ کو اپنے وصال کے بارے میں معلوم ہو گیا تھا چناچہ آپ نے اس طرف کئی اشارے فرمائے ۔

اس زمانہ میں اکثر مولانا روم کے یہ اشعار آپ کے ورد زبان ہوتے تھے

پیشتر آ پیشتر آ جان من

پیک دار حضرت رحمان من

مرگ شیریں گشت و نقلم زیں سرا

چوں قفص ہشتن بریدن مرغ را (۵)

عمر کے بارے میں بھی اتباع مصطفےٰ کی کتنی آرزو تھی ، فرماتے تھے کہ ، " لقائے الہیٰ کا شوق دن بدن بڑھتا جارہا ہے ، خدا کے فضل سے عمر نبوی بھی

پوری ہونے کو ہے عمر نبوی پورے ہونے کے بعد اگر موت آجائے اور لقائے الٰہی میسر آجائے تو کتنی بڑی خوش نصیبی ہوگی۔

ماہ شعبان سے آپ کو اکثر بخار رہنے لگا۔ اس میں فرمایا کہ پہلے دوا سے یا دعا سے کوشش کرتے تھے کہ خدا ہمیں اپنی رحمت سے عمر بنوی کا شرف بخشے اب یہ تمنا بھی پوری ہو رہی ہے۔ اس لئے دوا یا دعا کے ذریعے شفاء حاصل کرنے کی ہمیں کوئی ضرورت نہیں اب تو صرف زیارت نبوی اور جوار مصطفوی کی آرزو باقی ہے۔

یکم رمضان کو آپ نے مدینہ منورہ جانے کا پختہ عزم کر لیا، ۲ شوال کو اپنے جدامجد حضرت سلطان الاولیاء کے روضہ پر تنہا تشریف لے گئے، اور پھر باہر آ کے فرمایا کہ سلطان الاولیاء نے ہمیں باہر تشریف لا کر الوداع کہدیا ہے۔ دوسرے دن سخت بارش ہوئی تمام راستے مسدود ہوگئے لیکن آپ کسی کی پرواہ کئے بغیر مدینہ کیلئے روانہ ہوگئے سب کو رخصت کرتے وقت آپ نے فرمایا۔

"یہ ہمارا آخری سفر ہے"

۲۲ شوال کو کراچی سے جدہ کے لئے روانہ ہو گئے ۵ ذیعقد کو جدہ پہنچے اور وہاں سے ۸ ذیعقد کو مکہ مکرمہ پہنچ گئے۔ اس مرتبہ بھی حج اکبر تھا۔ حج کی ادائیگی کے دوران منیٰ میں سخت پیچش اور بخار نے آلیا لیکن ان تمام بیماریوں کے باوجود ۲۴ ذی الحجہ کو کعبہ شریف میں کرسی پہ بیٹھ کے تشریف لائے اور الوداع کہہ کر مدینہ الرسول کی طرف روانہ ہوگئے راستہ میں فرمایا کہ اونٹوں کو تیز چلاؤ تاکہ جلد از جلد پہنچ سکیں۔ ہماری تکلیف اور بیماری کی کوئی فکر نہ کرو۔ اور پھر یہ شعر پڑھا۔

در رہ یار ہر کہ پائے نہاد	با ید اول کو خار گل داند
گرد راہ نگار زر شمتام	نشئہ افزا تر زہل داند (۶)

وصال:۔ ۸ محرم کو مدینہ شریف پہنچے یہاں بیماری اور بڑھ گئی ۔ کھانسی بخار، پیچش، پیٹ کا درد، قے اور کمزوری نے آپ کو نچوڑ کے رکھ دیا ۔ لیکن اس کے باوجود خادموں کی مدد سے آپ مسجد نبوی میں حاضر ہو کر مراقبہ وغیرہ فرماتے رہے ۔ لیکن آخر کے چند دنوں میں اس کی بھی ہمت نہ رہی ۔ آپ کی یہ حالت دیکھ کر آپ کے فرزند خواجہ محمد سعید مدینہ کے ایک باکمال بزرگ خواجہ محمد مظہر کے پاس گئے اور آپ کی صحت یابی کے واسطے ان سے دعا کیلئے عرض کیا ۔ انہوں نے آپ کی صحتیابی کیلئے خصوصی طور پر روضہ انور پر حاضر ہو کر التجاء کی لیکن جب آپ کو اس کی اطلاع ملی تو آپ ناراض ہوئے فرمایا کہ حضرت خواجہ مظہر اللہ نے ہمارے لئے حضور کی بارگاہ میں خصوصی التجاء کی تھی جس کی مقبولیت کے آثار بھی ظاہر ہو رہے ہیں اب اگر مجھے جوار مصطفوی مل جائے تو میری زندگی کا مقصد پورا ہو جائیگا ۔ اور مجھے منزل مقصود مل جائیگی ۔

چناچہ آپ کی آرزو کے مطابق تریسٹھ سال کی عمر میں ۷ صفر المظفر ۱۲۹۸ھ ۱۸۸۰ء کو آپ کی روح تہجد کے وقت قفس عنصری سے پرواز کر گئی ۔

مرقد مبارک:۔ آپ کی وصیت کے مطابق آپکا مزار مبارک قبۂ اہل بیت کے نزدیک جنت البقیع میں خواجہ محمد پارسا کے مزار کے قریب بنایا گیا ۔

اولاد:۔ آپ کے تین فرزند تھے جن کے نام یہ ہیں ۔ ۱۔ خواجہ محمد سعید، ۲۔ خواجہ عبدلقادر، ۳۔ خواجہ عبدالرحمن ۔ آپ کے وصال کے بعد خواجہ محمد سعید آپ کی مسند پر متمکن ہوئے ۔

عیادت رسول:۔ آپ فرمایا کرتے تھے کہ بیماری کے دوران اکثر حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے روحانیت میری مزاج پرسی کیلئے قدم رنجہ فرماتی تھی اور میری تسلی و تشفی کیا کرتی تھی ۔

تاریخ وفات :۔ آپ کے صاحبزادے خواجہ محمد سعید نے آپ کی وفات پر قطعات تاریخ کہے ہیں ان میں سے ایک یہ ہے ۔

قبلۂ اقطاب و سخن سر ہر دعوا۔ عجب ۱۲۹۸

ثانی فہم مجدد و سرور جاہ جمال ۱۲۹۸

راز دار نقشبنداں و مسعود اصفیاء ۱۲۹۸

تاج جوہر فرق مجمع دیں ۔ ہدا مآل ۱۲۹۸

۱۲۹۸

اس تاریخ وفات کے علاوہ صاحب تکملہ مقالات الشعرا مخدوم محمد ابراہیم خلیل نے بھی آپ کی مختلف تاریخ ہائے وفات کہیں ہیں جن میں سے چند یہ ہیں ۔

ہزار نوحہ کند کرو جیب جان راشق
کسے کہ شد زبرمش آں کہ بود نعمت حق

کہ شہر سید ثقلین خوابگاہش شد
ببیں بطالع اوتاچہ قدر جاہش شد

جناب سید کو نین حامیش بادا
علم باوج ۔ طرب نام نامیش بادا

جوں سال رحلت او از خرد بپر سیدم
مثال حرکت قلبی خموش خر شیدم

دم بسال وصالش بگفت بمن رسول
کہ خواں " بپیش محمد حسن بخلد قبول "

۱۲۹۸ھ

ایک اور قطعہ وفات محمد ابراہیم خلیل صاحب کا یہ ہے ۔

زیں گل شدن چراغ بزم خواص
پروانگیٔ غم از عمود غل شد

دل گفت بسال انتقالش ہی ہی
افسوس کہ مشعل لواری گل شد "

صقال الضمائر، خواجہ محمد سعید۔ مطبوعہ بمبئی صفحہ ۴۲

۲۔ یعنی طلب سے ہر گز باز نہیں آؤنگا یہاں تک کہ اپنی مراد حاصل کر لوں یا میرا جسم وہاں پہنچ جائے یا جاں جسم سے نکل جائے۔

۳۔ ترجمہ یعنی ہم اس در پر شان شوکت دکھلانے نہیں آئے بلکہ دنیا کی مصیبتوں سے پناہ لینے کے لئے آئے ہیں۔

۴۔ صقال الضمائر خواجہ محمد سعید ص۔ ۱۱۴۔

۵۔ ترجمہ جلدی آجلدی آجان من، پیغام لانے والی اللہ تعالی کا (یعنی موت) موت بڑی میٹھی ہو گئی ہے کیونکہ میرا منتقل ہونا اس جہاں سے اس طرح ہے جیسے پرندہ پنجرے سے نکل کر آزاد فضاں میں چلا جاتا ہے۔

۶۔ ترجمہ راہ محبوب میں جس نے قدم رکھا اس کو چاہئیے کہ خار کو گل جانیے اور اس راہ کی گرد وغبار کا نشہ افیون سے بھی زیادہ جانے۔

۷۔ حالات ماخوذ از صقال الضمائر۔ خواجہ محمد سعید۔ ۲۔ اولیاء لواری شریف۔ عبدالکریم جان محمد تالپور ۳۔ لواری جالال۔ ڈاکٹر گرنجشانی ۴۔ حاشیہ تکملہ مقالات الشعراء سید حسام الدین راشدی صفحہ ۲۹۷۔

خواجہ محمد سعید مہاجر مکی

آپ لواری شریف کے آستانہ کے پانچوے گدی نشین اور حضرت خواجہ محمد حسن شاہ مدنی کے صاحبزادے اور جانشین تھے علم و فضل، شریعت و طریقت میں یکتائے زمانہ تھے۔ اور مادرزاد ولی تھے۔

ولادت:۔ آپکی ولادت رمضان المبارک کے مسعود اور مبارک ماہ میں ۱۲۶۴ھ مطابق ۱۸۴۷ء کو لواری شریف میں ہوئی۔

تعلیم:۔ آپ کی تعلیم کیلئے اس وقت کے مقتدر عالم سید علی شاہ بخاری کا تقرر کیا گیا جن سے آپ نے علوم ظاہری کی تکمیل کی۔ اس کے علاوہ درس حدیث خود اپنے والد گرامی سے لیا اور ساتھ ساتھ تصوف کی چند اہم کتابیں جن کے مصنف شیخ محی الدین ابن عربی ہیں انکا درس بھی اپنے والد ماجد سے ہی لیا اس طرح علوم ظاہری و باطنی میں کمال حاصل کیا۔ چناچہ صقال الضمائر میں آپ اپنے والد گرامی کے سامنے سترہ اٹھارہ سال تک زانوئے تلمند طے کرنے کو بیان کرتے ہوئے لکھتے ہیں۔

"الحمد للہ کہ ایں تلمند آں استاذ الاساتذہ در آں حضور سراسر نور ہفتدہ ہژدہ سال ہر روز دریں مجلس سبق نفقدات الیشاں گرفتہ و بامر عنایت بے غایت شاں املا ساختہ"

اپنے والد اور استاد کی خصوصی نظر کرم اور التفات خاصہ کا ذکر کرتے ہوئے فرماتے ہیں۔ "از جملہ حاضراں ایں جامع رابعنایات خاصہ مخصوص میداشتند بالتفات جداگانہ ممتاز می نمود۔

زاں دلنواز رعنا شکر است بے شکایت

کز وے گہے ندیدم جز لطف جز عنایت (۱)

اس ہی طرح آپ کے والد گرامی کو روضہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے اندر جانے کی سعادت نصیب ہوئی ۔ وہاں جو حقائق و دقائق ، تجلیات و کیفیات کا ظہور ہوا اس میں سے اگر کسی کو کچھ بتایا تو وہ صرف آپ ہی کی ذات تھی چناچہ آپ فرماتے ہیں ۔

گاھے بایں جامع بعین عنایت شمہ ازآں احوال بیان میکردند کہ از اظہار شاں استتار اولیٰ در نسب مینماید " (۲)

سجادہ نشینی :۔ ولایت کے آثار بچپنہ ہی سے آپ کی پیشانی پر ہویدا تھے یہی وجہ ہے کہ آپ کے والد گرامی اور وقت کے قطب خواجہ محمد حسن مہاجر مدنیؒ نے آپ کی ذہانت اور قابلیت کے پیش نظر عہد طفولیت میں ہی آپ کو خلافت و اجازت سے سرفراز فرما دیا تھا ۔ چناچہ جب شاہ مدنی تیسرے حج کو ۱۲۷۶ ھ میں تشریف لے گے تو اس وقت آپ کی عمر تیرہ سال تھی خواجہ محمد حسن مہاجر مدنی نے سفر پر جانے سے قبل استخارہ کیا بعد میں آپ کو اپنا جانشین مقرر فرمایا اور توجہات باطنی سے سرفراز فرمایا اور اس کے بعد حج کیلئے روانہ ہوئے ۔ چناچہ آپ خود تحریر فرماتے ہیں ۔

" دریں سفر مباک ایں جامع را عمر سیزدہ سال میداشت در مکان معلیٰ خویش بشرط معاونت استخارات متکاثرات جانشین کردہ رفتہ اند و باوجود صغر سن اجازہ ارشاد طالباں دادہ اند "۔ (۳)

تین حج آپ نے اپنی والد گرامی کی معیت میں کئے خواجہ محمد حسن کے آخری حج میں بھی آپ ان کے ہمراہ تھے ۔ جب ۷ صفر ۱۲۹۸ ھ کو آپ کے والد کا مدینہ منورہ میں انتقال ہو گیا تو مدینہ شریف کے بڑے بڑے علماء فقہا ، اور

آپکے بلند پایہ مریدین اور معتقدین نے وہاں ہی آپ کی دستار بندی کرائی ۔ اس وقت آپ کی عمر ۳۳ سال تھی ۔

اس کے بعد آپ لواری شریف تشریف لے آئے یہاں فاتحہ خوانی ، درود اور ختم وغیرہ سے فارغ ہونے کے بعد فوراً سرہند شریف حضرت امام ربانی کے روضہ پر حاضری کیلئے تشریف لے گئے ۔ وہاں سے فارغ ہو کر واپس لواری شریف آگئے اور لوگوں کی رشد و ہدایت اور رہبری و رہنمائی میں مصروف ہو گئے ۔

معمولات :۔ آپ دن اور رات ذکر الہیٰ میں مصروف رہتے تھے ہر نماز کی امامت خود کرایا کرتے تھے فجر کی نماز کے بعد اشراق تک اپنے احباب کیساتھ مراقبہ میں بیٹھا کرتے تھے ۔ پھر گھر تشریف لیجا کر کچھ کھانا تناول فرماتے تھے ۔ پھر ظہر کی نماز کے بعد مسند ارشاد پر بیٹھ کر لوگوں کو رشد و ہدایت فرماتے اور اگر صبح کے وظیفہ سے کچھ رہ جاتا مثلاً تلاوت کلام پاک وغیرہ تو وہ اس وقت پورا کیا کرتے تھے ۔ اور قرآن و حدیث اور تصوف کے نکات سے حاضرین کو لطف اندوز فرمایا کرتے تھے عصر کی نماز کے بعد پھر مراقبہ میں مصروف ہو جاتے یہاں تک کہ مغرب کی نماز پڑھ کے کھانے وغیرہ سے فارغ ہو کے پھر مسجد میں تشریف لے آتے اور عشاء کی نماز کے بعد نوافل اور مراقبہ میں لگ جاتے اور رات کو تہجد کے لئے جب اٹھتے تو روزانہ سات ہزار مرتبہ " لا الہ الا اللہ " کا ورد فرماتے تھے ۔

اخلاق و عادات :۔ آپ کی زندگی اخلاق و عادات رسولؐ کا پیکر تھی ۔ کبھی کوئی غیر شرعی یا خلاف سنت کام نہیں کیا بلکہ اگر کسی کو اس قسم کا کام کرتے ہوئے دیکھ لیتے تو نہ صرف اس کو سخت تنبیہہ کرتے بلکہ بعض دفعہ درے بھی لگاتے تھے ۔ مہمانوں کی بڑی تواضع فرماتے تھے فقراء اور مساکین کو اکثر خیرات تقسیم فرماتے رہا کرتے تھے ۔ ہر ماہ کی چوتھی تاریخ (یعنی سلطان الاولیاء کے

وصال کے تاریخ) کو عام خیرات کا اہتمام فرماتے تھے اور میٹھے چاول بنوا کر تقسیم کرواتے تھے۔ اور صبح کو دھی دوپہر کو بریانی پکوا کر غرباء کو دی جاتی تھی۔ رمضان کے ایام میں سحر اور افطار کے وقت خاص طور پر کھانا تیار کرایا جاتا تھا اس ہی طرح عید کے موقعہ پر لنگر عام تقسیم کیا جاتا تھا۔ ربیع الاول شریف کے سارے مہینیہ میں آپ خاص قسم کا کھانا تیار کرا کے لوگوں کو کھلایا کرتے تھے بالخصوص ۱۲ ربیع الاول کو میلاد شریف شایان شان طریقہ سے منایا کرتے تھے۔

آپ بہت خوش پوش تھے بہت عمدہ لباس زیب تن فرمایا کرتے تھے شریعت و طریقت کے مسائل ہوں یا عوام کے فیصلے وہ سب آپ قرآن و حدیث کی روشنی میں حل فرمایا کرتے تھے۔ آپ کے تحریر کردہ فیصلوں پر اس وقت کے مقتدر علماء کے دستخط ہوا کرتے تھے۔ آپ کی مجلس میں بڑا سکوت ہوا کرتا تھا کیونکہ آپ اکثر خاموش مراقبہ میں مصروف و مشغول رہا کرتے تھے۔ آپ کا مشہور مقولہ ہے۔

جنهن اسان جي صبر مان فائدو نہ ورتو
سواسان جي گفتگوءَ مان ڇا فائدو نہ وٺندو

یعنی جس نے ہمارے سکوت اور خاموشی سے فائدہ نہیں اٹھایا وہ ہماری گفتگو سے کیا فائدہ اٹھائے گا؟ آپ کہیں تشریف نہیں لیجاتے تھے جو کوئی حاضر خدمت ہو کر مشکل پیش کرتا آپ وہیں اس کی مشکل حل فرما دیا کرتے تھے۔ نیکی کے کاموں میں بڑھ چڑھ کر حصہ لیا کرتے تھے چناچہ سندھ کے مدارس کے علاوہ دیگر ممالک کے مدارس کیلئے بھی آپ امداد دیا کرتے تھے۔ چناچہ کراچی میں سندھ مدرسۃ الاسلام کی پوری مسجد آپ نے اپنے ذاتی خرچ سے تعمیر کرائی اور اخلاص کا یہ عالم کہ حسن علی آفندی سے کہہ دیا کہ ہمارا نام ظاہر مت کرنا۔

علمی مقام :۔ آپ کے علمی دینی اور روحانی مقام کا اس سے اندازہ ہو سکتا ہے کہ مدینہ میں رہنے والے سندھ کے مشہور عالم شیخ محمد عابد مدنی ثم یمنی آپ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور اپنی تصنیف طوالع الانوار " بطور ہدیہ پیش کی اس ہی طرح علامہ کتانی نے بھی آپ ہی سے اکتساب علوم ظاہری کیا چناچہ وہ اپنی کتاب " فہرس الفہارس " میں لکھتے ہیں ۔

" میں نے حدیث کی سند مکہ شریف میں خواجہ محمد سعید قدس سرہ سے حاصل کی "

اس کے علاوہ سندھ کے نامور عالم مولانا گل محمد اور مولانا غلام صدیق (شہداد کوٹ) نے بھی علمی اور روحانی فیوضات و برکات آپ ہی کی صحبت سے حاصل کیئے ۔ اور آپ اکثر کہا کرتے تھے ۔" میں نے سارے ہندوستان کا سفر کیا ہے لیکن حضرت جیسا عالم، مجتہد ، کامل ولی اللہ اور واصل باللہ میں نے کہیں نہیں دیکھا " ۔

ایک مرتبہ حضرت نے ان کو حج پہ اپنے ساتھ لیجانے کیلئے کہا اتفاق سے جب روانگی کا وقت آیا تو ان کو اطلاع نہ دے سکے جس پر انہوں نے عربی میں بڑی حسین ورنگیں عبارت کیساتھ ایک شکایت نامہ آپ کو ارسال کیا آپ نے بھی اس کے جواب میں نہایت ہی اوق مرصع مکتوب گرامی ارسال فرما دیا جس تک ان کی فہم کی رسائی نہ ہو سکی ۔ ملاقات پر انہوں نے عرض کیا کہ حضرت ہم تو اس خط کو نہیں سمجھ سکے ۔ آپ نے فرمایا کہ ہماری عادت تو نہیں کہ اس قسم کی مشکل اور اوق عبارات لکھی جائیں لیکن چونکہ آپ نے اس انداز میں خط لکھا تھا اس لئے جواب میں ہمیں آپ کی شان کے مطابق انداز اختیار کرنا پڑا بہرحال پھر آپ نے اس خط کا مطلب وضاحت کے ساتھ بیان فرمایا ۔ جس کو سن کر وہ ششدر رہ گئے ۔

اس کے علاوہ صقال الضمائر میں ایک سائل کے سوال پر کہ آیا عورتوں کا پیروں کے سامنے جانا اور ان سے بیعت کرنا درست ہے یا نہیں ؟

آپ نے اس کے جواز میں جو مدلل اور محقق جواب عنایت فرمایا وہ آپ کی تبحر علمی کو سمجھنے کیلئے کافی ہے ۔ مقام کی ضقت اس فتوے کو نقل کرنے سے مانع ہے ۔

شیخ عربی کی نظر کرم :۔ آپ کے والد خواجہ محمد حسن کی مجلس میں تصوف کے ایک بلند پایہ امام شیخ محی الدین ابن عربی کی کتاب کا درس ہوا کرتا تھا ۔ اور وہ کتاب شروع میں قاضی مخدوم عزیز اللہ پڑھا کرتے تھے ، ان کی وفات کے بعد یہ کام مٹیاری کے قاضی اشرف کے سپرد ہوا لیکن رات کو حضرت خواجہ محمد حسن شاہ مدنی کو حضرت محی الدین ابن عربی کی زیارت ہوئی اور آپ نے فرمایا کہ ہماری کتاب خواجہ محمد سعید کو دو وہ پڑھا کریں گے کیونکہ وہ جوان صاحب الثقلین ہے ۔ چناچہ اس دن کے بعد سے آپ اس کتاب کو پڑھا کرتے تھے ۔ اور حاضرین کا بیان ہے کہ آپ کے پڑھنے میں وہ کیفیت طاری ہوتی تھی کہ بڑے بڑے علماء اور صوفیاء وجد کیا کرتے تھے ۔

کرامات :۔ آپ کرامات دکھانے اور شہرت و ناموری کے سخت مخالف تھے اور فرمایا کرتے تھے کہ حضرت سلطان الاولیاء خواجہ محمد زماں کا ارشاد ہے کہ " حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی متابعت اور اتباع سے بڑھ کر کوئی کرامت نہیں اگر کرامتوں کا اظہار دلیل کمال ہوتا تو سب سے زیادہ کرامتیں صحابہ کرام اور خلفائے راشدین سے ظاہر ہوتیں نقشبندی سلسلہ میں کرامت بالکل منع ہے ۔ ہاں اللہ کے حکم سے کوئی ولی ظاہر کرتا ہے ۔ تو وہ خدا کی رحمت کا باعث ہے ورنہ نہیں ۔

آپ سے بھی بہت سی کرامات کا ظہور ہوا جن میں سے ایک یہ تھی ۔

علامہ حافظ عبدالقادر بوبکائی کی روایت ہے کہ ایک شخص سید علامہ شاہ لکھوی آپ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور حاضرین نے آپ سے عرض کیا کہ قبلہ! مٹیاری کے بڑے سادات تو انتقال کر چکے ہیں انکے خاندان کا ایک یہ فرد ہے جو بے روزگاری کی وجہ سے بہت پریشان ہے اس کے لئے کچھ مہربانی فرمائیے۔ آپ نے غلام شاہ کی طرف متوجہ ہو کر فرمایا کہ تمہارے خاندان میں حکمت رائج تھی تو تم بھی حکمت کیا کرو۔ اس نے عرض کی کہ قبلہ میں نے حکمت سیکھی نہیں ہے۔ آپ نے فرمایا کتاب وغیرہ دیکھا کرو اس نے عرض کیا کہ کتابیں تو ہمارے بڑے ضائع کر گئے ہیں۔ اس پر آپ نے فرمایا کہ میں تم کو ایک کتاب دیتا ہوں حکمت سے متعلق تم اس کو نقل کر کے مجھے واپس کر دینا اس نے ہاتھ جوڑ کر عرض کیا کہ حضور! مجھ میں اتنی لیاقت کہاں؟ اس پر آپ کا دریائے رحمت جوش میں آگیا اور فرمایا۔

"جاؤ دل میں جو آئے لکھ دیا کرو۔ اللہ اس ہی میں شفاء دے دیگا اور اگر کبھی کسی کو زہر دیدیا تو خدا اسکو بھی تریاق کر دے گا"۔

اس کے بعد سے غلام شاہ نے مطب کھول کر حکمت کا کام شروع کر دیا اور طبیب حاذق بنکر شان و شوکت سے زندگی بسر کرنے لگے۔

ایک محب پر نظر کرم:۔ راقم الحروف سے پروفیسر علی نواز جتوئی نے یہ روایت بیان کی ہے کہ میں نے خود کراچی کے ایک متمول گھرانے حاجی موسیٰ میمن کے رشتہ داروں سے یہ بات سنی ہے کہ انکا ایک عزیز حج پر گیا واپسی پر اس کا کراچی میں آکے انتقال ہو گیا یہیں اس کو دفنا دیا گیا۔ وہ حضرت خواجہ محمد سعید کا مرید تھا چار پانچ ماہ بعد جب ان کے کچھ رشتہ دار آپ کی خدمت میں لواری شریف زیارت کی غرض سے حاضر ہوئے تو آپ نے فرمایا کہ تم میں سے ایک شخص ابھی کراچی جاؤ اور ہمارے اس مرید کو قبر سے نکال کر فوراً ہمارے

پاس لے آؤ ۔ انہوں نے عرض کیا کہ حضور! اس کو انتقال کئے ہوئے چار پانچ ماہ کا عرصہ گذر گیا ہے اب تو اس کی ہڈیاں بھی گل گئی ہونگیں ۔ آپ نے فرمایا نہیں ایسا نہیں ہے ہم جیسا کہہ رہے ہیں ویسا ہی کرو چنانچہ وہ مرشد کا حکم پاکر کراچی روانہ ہو گئے وہاں قبر کھودی تو اس مردہ کو ایسا پایا جیسا کہ ابھی دفن کیا ہے اور حضرت کے ارشاد کے مطابق اس لاش کو لواری شریف لیکر حاضر ہوگئے، آپ نے وہیں اس کے لئے قبر کھدوائی اور اس قبر میں اس کو رکھ کر اس کو مخاطب کر کے فرمایا " اب تو خوش ہو " اس واقعہ پر حاضرین کے تعجب اور استعجاب کو دور کرتے ہوئے فرمایا کہ یہ ہمارا مرید بہت دنوں سے ضد کر کے ہمیں پریشان کر رہا تھا کہ مجھے لواری میں بلا لو لہذا آج ہم نے اس کی خواہش پوری کردی ۔

سرھندیوں کا احترام :۔ حضرت امام ربانی مجدد الف ثانیؒ کی اولاد ہونے کا شرف رکھنے کے باعث سرھندی بزرگوں کا بہت احترام کرتے تھے اور ان سے بے پناہ محبت رکھتے تھے ۔ چنانچہ پروفیسر علی نواز جتوئی نے راقم الحروف سے بیان کیا کہ ٹنڈو سائنداد کے ایک معروف سرھندی بزرگ حضرت پیر حافظ محمد ہاشم جان سرہندی مجددی (خواجہ محمد حسن جان سرھندی کے صاحبزادے) نے انکو بتایا کہ خواجہ محمد سعید کو میرے دادا حضرت خواجہ عبدالرحمان سرھندی مجددی سے بہت محبت اور عقیدت تھی جسکا اظہار اس سے ہوتا ہے کہ خواجہ محمد سعید نے سوائے حج کے اور کہیں سفر نہیں کیا لیکن ایک رات اچانک خواجہ عبدالرحمان سے ملاقات کیلئے ٹکھڑ تشریف لے آئے اور ملاقات کر کے راتوں رات واپس لواری تشریف لے گئے ۔ پھر ایک گرامی نامہ محبت و الفت سے بھرا ہوا ارسال کیا جس میں تحریر فرمایا کہ ہمارے اسطرح آپ کے پاس آنے پر ہمارے خلفاء کو بہت اعتراض ہے اور انہوں نے ہم سے کہا کہ یہ آپ کا اور آپ کے آباؤاجداد کا طریقہ نہیں ہے کہ یہاں سے کسی اور طرف سفر کر کے جائیں ۔ لیکن ہم نے ان

سے کہدیا ہے کہ " یہ دستور دوسرے لوگوں کیلئے ہے اس خاندان کے لئے نہیں ہے "۔

زیارت حرمین شریفین :۔ زیارت حرمین شریفین اور حج بیت اللہ کی سعادت آپ کو چھ مرتبہ حاصل ہوئی ۔ پہلے تین مرتبہ اپنے والد ماجد کے ہمراہ یہ سعادت نصیب ہوئی ۔ اور چوتھی بار ۱۳۰۱ ھ / ۱۸۸۳ء میں اس سعادت سے آپ اپنے اہل عیال کے ہمراہ بہرہ ور ہوئے ۔ اسوقت آپ کے صاحبزادے خواجہ احمد زماں صرف چھ سال کے تھے راستے میں ہر مقام پر مریدین کو رشد و ہدایت فرماتے ہوئے جب آپ مدینۃ الرسول پہنچے تو محبت و عقیدت اور ادب کا یہ عالم تھا کہ والیٔ دو جہاں صلی اللہ علیہ وسلم کا دیار پاک نظر آتے ہی آپ سواری سے اتر پڑے اور پیدل چلتے ہوئے روضہ رسول پر حاضر ہوئے یہ اس ہی ادب کا ثمرہ تھا کہ اس وقت کا حاکم " شریف مکہ " بھی آپ کی خدمت میں حاضر ہو کر عجز و انکساری اور آداب نیاز مندی بجالایا کرتا تھا ۔

آپ نے پانچواں حج ۱۳۱۴ ھ / ۱۸۹۶ء میں کیا اس سفر میں بھی اہل عیال آپ کے ہمراہ تھے ۔ اس مرتبہ آپ نے اپنے محبوب آقا و مولیٰ دوجہاں کے بادشاہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے اپنے قلبی لگاؤ، محبت، اور بے پناہ عقیدت کے اظہار کے طور پر گنبد خضراء کے لئے ایک قیمتی جالی تیار کرائی اور شریف مکہ کی اجازت سے وہ چڑھائی اس جالی پر اس زمانے میں تقریباً تین لاکھ روپے خرچ ہوئے تھے ۔ ابن سعود کے دور حکومت میں جبکہ تمام گنبد ڈھائے جارہے تھے اس جالی کو بھی اتار دیا گیا۔

آپ چھٹے اور آخری حج کیلئے ۱۲ شعبان ۱۳۲۳ ھ کو سلطان الاولیاء کے مزار پر حاضر ہوئے اور وہاں سے رخصت ہو کے اپنے اہل عیال کے ہمراہ زیارت حرمین شریفین کیلئے روانہ ہوگئے ۔

وفات:۔ جب آپ مکہ شریف پہنچے تو ۱۲ ذی الحج کو آپ کی طبیعت ناساز ہو گئی آپ نے محسوس فرمایا کہ آخری وقت قریب ہے چنانچہ اپنے صاحبزادے خواجہ احمد زمان کو وہیں اپنا نائب اور سجادہ نشین نامزد کیا۔ اسلاف اور اکابرین کی امانت ان کے سینہ میں منتقل کی اور اس ہی روز یعنی ۲ محرم الحرام ۱۳۲۴ھ کو اپنی پشت خواجہ احمد زماں کے سینہ سے لگائے جان جان آفریں کے سپرد کر دی۔ اناللہ وانا الیہ راجعون۔

مزار مبارک:۔ آپ کی وصیت کے مطابق آپ کا مزار مبارک جنت المعلیٰ میں حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے صاحبزادے حضرت عبدالرحمن رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے قریب بنایا گیا۔

خلفاء و سفراء:۔ یوں تو بے شمار مخلوق نے آپ سے فیض حاصل کیا اور کمال کی منزلیں طے کیں لیکن یہ چند نام خاص طور پر قابل ذکر ہیں جنہوں نے طریقت و حقیقت کے بحر ناپیدا کنار میں غواصی کی اور رشد و ہدایت کا کام بھی انجام دیا۔

۱۔ مخدوم میاں محمد شفیع دمائی اول۔

۲۔ مخدوم میاں محمد صادق دمائی اول۔

۳۔ خواجہ محمد فقیر گاڑھی۔

۴۔ حاجی حسن نوتکانڑی۔

۵۔ رئیس تارو شاہ وڑائی۔

۶۔ درویش مجذوب برھانی حیب علی بخش۔

۷۔ درویش یاقوت فقیر شیدی

۸۔ محمد صدیق لوھر۔

۹۔ قاضی مخدوم عزیز اللہ۔

آپ کے فیض یافتگان میں کچھ کامل مجاذیب بھی ہوئے ہیں ان میں سے چند کے اسماء یہ ہیں ۔ ۱) نہرو فقیر ۔ ۲) آیٹو فقیر ۔ ۳) بگیو فقیر ۔ ۴) مائی چنگی ۔

تصانیف :۔ فارسی ، عربی ، اور سندھی تینوں زبانوں میں آپ کی بلند پایہ تصانیف کچھ نظم میں اور کچھ نثر میں موجود ہیں نثر میں فارسی زبان میں ایک مقال الضمائر" ہے جو آپ نے اپنے والد خواجہ محمد حسن مہاجر مدنی کے حالات پر تحریر فرمائی ہے دوسری کتاب حقیقت لواری اور تیسری کتاب فیوضات لواری ہے ۔ جبکہ نظم میں فارسی و عربی کے اندر دیوان سعید اور سندھی میں معرفت ناموں نعتیہ کلام وغیرہ ہیں ۔

شاعری :۔ آپ فارسی ، عربی اور سندھی کے بلند پایہ شاعر بھی تھے بطور نمونہ آپ کا کچھ کلام تحریر کیا جاتا ہے آپ کی تحریر کردہ ایک عربی مناجات آپ کے والد کو بہت پسند تھی اور روضہ اطہر کے سامنے آپ اس کو پڑھنے کا حکم دیا کرتے تھے اس کے کچھ اشعار یہ ہیں ۔

ایا ختم الرسل اجمع روفا شافع الا مم
نبی قد تشرفک البدیع بہ لفی القدم
و مثل الروح جسمک طاهر ظلہ لذا عدما
فدرک العقل عن ذاتک کغیب اللہ فی حرم
حقیر الحال فلس البال بابک جاء ملتمساً
فکرم و شرفہ بعین اللطف والکرم
وحب الذات ایضاً موجباً لعبودة صرف
سوالہ منک یا خیر الرسول یا شافی السقم
ودارک یا حبیب اللہ غیاث الخلق یاسیدی
سعیداً مستغیثاً بک نکیس الراس من ندم

اس ہی سفر حج کے دوران ایک مشکل کے وقت آپ کے والد گرامی اور شیخ نے آپ کو حضور کی بارگاہ میں ایک مناجات لکھنے کا حکم فرمایا اور آپ نے مدینہ کے راستہ میں فی البدیہہ ایک فارسی میں مناجات ارشاد فرمائی جس کے چند اشعار یہ ہیں۔

بے دلانرا یاشفیع المذنبین فریاد رس
عاشقانرا رحمتہ للعالمین فریاد رس

نیست جز تو واقف حال درونم سوختہ
درد منداں راشہ صدر الامین فریاد رس

یا محمد کن سعیدم فال با حال حسن
تاشود جان ودلم باتو قرین فریاد رس

اس ہی سفر میں حضرت کے ارشاد پر ایک اور مناجات تحریر فرمائی جس کے چند اشعار یہ ہیں۔

توئی ملجائے عاشقاں محمد یا رسول اللہ
توئی ما وائے مشتاقاں محمد یا رسول اللہ

نہ یاری ماند کس مارا بجز تو نیست بس مارا
توئی فریاد رس مارا محمد یا رسول اللہ

توئی مر رحمت عالم توئی واقف بر احوالم
کہ ہچوں مرغ بے بالم محمد یا رسول اللہ

بتن محبوس در سند ہم بدل ور طیبہ خور سندم
زتن ہم کش تو ایں بندم محمد یا رسول اللہ

کنی از لطف میلے گرد واں آئیم بپائے سر
بہ پیش روضۂ اطہر محمد یا رسول اللہ

سعیدم کن بلطف خود رہائیم دہ زنفس بد
کہ عصیانم گزشت از حد محمد یا رسول اللہ

جب آپ کے مرشد سفر حج کا ارادہ فرما رہے تھے تو اس وقت آپ نے دو مناجات اپنے وطن میں تحریر فرمائیں ایک عربی میں ایک فارسی میں ۔ ایک شعر و شاعری کی صنعت مثمن سے اور دوسری صنعت مخمس سے تعلق رکھتی ہے ۔ آپ کے مرشد ان دونوں کے متعلق فرمایا کرتے تھے کہ یہ دونوں قبول ہو گئی ہیں ۔ اور اس میں اثرا جابت ظاہر ہو رہا ہے ۔

عربی اور فارسی مثمن مناجات کے چند اشعار یہ ہیں ۔

اے صبا الحب برخیزاز من حیران و ذلیل　　تیز رواندز حریم کعبہ رب جلیل

سبع اشواط طواف آور بجائے قال وقیل　　نیز یک نفل طواف از عجز و شوق بے بدیل

پس عرض نبماکہ آں عاشق رسول توجمیل　　کو یدو آرد پناہ آں شفیع بے عدیل

جد　بلطفک　یا الٰہیٰ　من　لہ　زاد　قلیل

مفلس　بالصدق　یاتی　عند　بابک　یا　جلیل

بازت رغبتہ درگو کہ رسی نبوی طیبہ اے آگاہ حریم

من ذمیم و مجرمم اے تو روٴفے ورحیم

ذنبہ ذنب عظیم فاغفرالذنب العظیم

یا حبیب اللہ رسول اللہ ندارم عفو

لطف فرماتارہم از شرنفس ولعب ولہو

عتبہ بوسیدہ و گریاں شوم از جرم بلو

پس زنکریمش بپا پیش شفیع روزبیم

مذنبم پر جرم عاصی و تبہ کارو جریم

در جناب پاک حق برگزنیے حالم ذمیم

انہ شخص غریب مذنب عبد ذلیل

درجناب حق بجز تو اے شہ اسراء وصحو

آیم اندر بارگاہ روضہ ات در عشق محو

تاتو از جرم بگوئی باخدا ازراہ حنو

منہ　عصیاں　ونسیان　و　سھو　بعد　سھو

منک　احسان　و　فضل　بعد　اعطاء　جزیل

مخمس عربی مناجات کے چند اشعار ۔

حُبُّکَ الْمُصْطَفٰی بِلَاقِیْنَا　ذَاکَ عَمًّا سِوَاکَ یُغْنِیْنَا

وَ ھُوَ کَالنَّارِ لَاھِبٌ فِیْنَا　اَسْأَلُ اللّٰہُ کَے یُعَافِیْنَا

حَقُّکَ الْمُرْتَضٰے یُکَافِیْنَا
رَاجِیاً اَنْ تَقُوْلُ آمِیْنَا
لَیْسَ یَا سَیِّدِیْ وَیَا سَنَدِیْ غَیْرُ عُرْوَاکَ قَطُّ مُسْتَنَدِیْ
سَیِّاتِیْ تَجَاوُزْ الْعَدَدِیْ فَاسْتَعِیْنُوْ آخِذْ بِیَدِیْ
مُسْتَغِیْثاً مِنَ اللّٰہِ الصَّمَدِ
مُتَمَنِّیْ تَقُوْلُ آمِیْنَا
لِیْ خَطِیْئَاتٌ فَوْقَ اَنْ یُذْکَرُ کَیْفَ حَالِیْ یَکُوْنُ فِی الْمَحْشَر
اَلتَّشَبُّثُ بِذَیْلِکَ الْاَطْهَرْ بِکَ الْجِئُیْ اِلَی اللّٰہِ اللّٰہُ اَکْبَرُ
فَلْتَرْحَمْ لِمُذْنِبِ مُضْطَرْ
رَحْمَتَکَ اَنْ تَقُوْلُ آمِیْنَا
یَا مُهَذَّب وَیَا مَلَا ذِیْنَا بَیْنَ شَفْتَیْکَ مَاءً یُحْیِیْنَا
هَفْوَاۃُ الْجِسُّ صَارَیَقْرِیْنَا مِنْکَ سَجْلُ الْفُیُوْضِ یَکْفِیْنَا
فَاقْطَعُوْا اسهاحفت رِفِیْنَا
مِنْ سَعِیْدٍ تَقُوْلُ آمِیْنَا

آپ کی ایک سندھی نعت کے چند اشعار۔

آهیں تون شاه شفع شمس تنهنجو نور چودارا
ویانئ ظلم ظلمت کی کیا حن قلب کل کارا
کڑ دلو کراچی قلبن صفا کرصاف سویارا
چذانئ اهی عاصی لگاجی پاند تو پارا
محمد میر مرسل آں اجهو واهر دلهیں جی توں

يلي جايال مون سان شال شامل حال جا تيندا
اچڻ سکڙا وجڻ ڏکڏ ڏسڻ جا ڏينهڙا ايندا
هر حورن سندا اوقات سڀ پورا ته تي پوندا
رکن جي ڏيل مان سڀ ڏار هک هک تي ڏري ويندا

محمد مير مرسل آن اڄهو واهر ولهين جي تون
عنايت کر سعيد تي سعادت پر تو وتون ڏيچ
توکل جي ڏئي توفيق تر تيئون تار مان تاريچ
رکي ثابت طريقت تي اچي حامي حمايت ٿيچ
ذکر ذاتي لطيفن ۾ گهڻو تون لطف سان آڻيچ

معرفت نامہ سے چند اشعار۔

حمد حق اوهين کريو هر صبح شام
ذکر تنهن جي کي کريو دل سين دوام
او محمد مير شافع مذنبين
او اڄهو آهي وڏو تا عاصيين
لک صلواتون جا مٿس نازل هجن
۽ ٻه جيکي آل ۽ اصحاب ان
عشق آهي درد دل جي دوا
نار واپڙ عشق فرمائي دوا

صقال الضمائر۔ خواجہ محمد سعید۔ مطبوعہ بمبئی صفحہ ۳۸

۲۔ ایضا صفحہ ۱۳۵۔

ایضاء صفحہ نمبر ۹۰

حالات ماخوذ از کتب ذیل۔

۱۔ لواری جالال، (حصہ اول) ڈاکٹر گر بخشانی

۲۔ اولیائے لواری شریف، عبد الکریم خان تالپور

۳۔ صقال الضمائر، خواجہ محمد سعید

۴۔ لواری جالال، (حصہ دوئم) محمد پناہ محمد سلیمان

خواجہ احمد زماں

لواری شریف کے چھٹے سجادہ نشیں ، اور حضرت خواجہ محمد سعید مہاجر مکی کے صاحبزادے اور جانشیں حضرت " خواجہ احمد زمان رحمۃ اللہ علیہ

بشارت :۔ اولیاء کی ولادت سے قبل ان کی آمد کا اعلان پہلے ہی سے کرادیا جاتا ہے ۔ اس ہی طرح آپ کی ولادت سے قبل آپ کی دادا خواجہ محمد حسن مہاجر مدنی رحمۃ اللہ علیہ نے آپ کے والد کو سفر حج پر جاتے وقت ۱۲۹۷ ھ میں کہا کہ تمہاری گھر والی امید سے ہے اس کو میرے پاس بلا کر لاؤ۔

جب وہ حاضر ہوئیں تو آپ نے ان سے فرمایا کہ " تمہارے یہاں ایک لڑکا پیدا ہو گا اس کا نام " احمد " رکھنا اور حضرت سلطان الاولیاء کے روضہ کے گنبد کی طرف اشارہ کر کے فرمایا کہ وہ ایسا ہو گا جیسے یہ مینارہ والا ۔

اس ہی طرح ایک دفعہ دوران سفر حج روضہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی زیارت سے فارغ ہو کر اپنے صاحبزادے خواجہ محمد سعید سے فرمایا کہ ۔

" احمد آگیا ہے لیکن اس کی خوشخبری کچھ لوگ نہ سن سکیں گے ۔ اگر میری زندگی میں مجھے یہ خبر ملی تو میں سارے مدینہ شہر میں مصری تقسیم کراؤں گا آپ کی اس پیش گوئی کے مطابق آپ کے وصال کے بعد خواجہ محمد سعید کو خواجہ احمد زماں کی ولادت کی مدینہ میں خبر ملی آپ نے اس خوشخبری پر پورے مدینہ شہر میں مصری تقسیم کرائی ۔

ولادت :۔ ان بشارتوں کے مطابق خواجہ احمد زماں کی ولادت باسعادت ۱۲ ذی الحجہ ۱۲۹۷ ھ بروز ہفتہ لواری شریف میں ہوئی ۔ آپ کی ولادت پر آپ کی والد بزرگوار نے یہ تاریخی قطعہ کہا ۔

احمد زماں جوں زادہ شد نامش بگشتہ فال او
بادا چوں احمد در زماں ، ہمچو مجدد حال او
گفتا سعید از فال خوش برآیتہ یاتی فزا
بشرًا ازل آید بروں ، اعداد زیبا فال او (۱)

وجہ تسمیہ :۔ آپ کے دادا کے ارشاد کے مطابق آپ کا نام " احمد " رکھا گیا جب آپ کے والد خواجہ محمد سعید سفر حج سے واپس آئے تو اس کے کچھ دنوں کے بعد خواجہ احمد زماں کی طبیعت خراب ہوگی آپ کے والد آپ کی صحت یابی کی دعا کیلئے حضرت سلطان الاولیاء کے مزار پر حاضر ہوئے ۔ خواب میں سلطان الاولیاء نے ارشاد فرمایا کہ اگر بچہ کے نام کے ساتھ آدھا نام ہمارا بھی ملاؤ گے تو تندرست ہوجائیگا۔

چناچہ اس کے بعد سے آپکا نام " احمد زماں " رکھدیا گیا اور اس ہی دن اللہ تعالیٰ نے آپ کو صحت عطاء فرما دی ۔

تعلیم :۔ آپ کے والد خواجہ محمد سعید فرماتے تھے کہ ایک دفعہ ہم نے دیکھا کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم تشریف فرما ہیں اور آپ کی محفل میں شیخ عبدالقادر جیلانی شیخ محی الدین ابن عربی حضرت امام ربانی اور بہت سے علماء و صوفیاء بیٹھے ہوئے ہیں ۔ میں نے اس وقت حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں " احمد زماں " کی تعلیم کے متعلق عرض کیا تو حضور نے فرمایا کہ اس کی تعلیم کے ہم خود کفیل ہیں اور خود اس کے معلم ہیں آپ فرماتے ہیں کہ پھر اس کے بعد سے میں نے کبھی آپ کو تعلیم کیلئے تاکید یا تنبیہہ وغیرہ نہیں کی آپ نے اپنی مرضی کے مطابق جس سے چاہا اکتساب فیض کیا ۔چناچہ ظاہری علوم کے سلسلے میں آپ کے اساتذہ میں حافظ سلیمان میمن ، قاضی محمد علی ہالائی اور قاضی ولی محمد مٹیاروی کے نام لئے جاتے ہیں ۔

شادی :۔ بائیس سال کی عمر میں ۱۳۱۹ء کے اندر اڈیرولال کے ایک خاندان میں آپ کی شادی ہوئی ۔ جہاں آپ کی شادی ہوئی یہ لوگ خاندانی اس آستانہ سے عقیدت اور شرف بیعت رکھتے تھے ۔

آپ کی شادی کی خوشی میں آپ کے والد گرامی نے بہت سا کلام لکھا جس میں سے ایک تاریخی قطعہ یہ ہے ۔

بہر تاریخ سرور شادی احمد زماں

جان بہار آمد ولم برگشت از لب لباب

سال تاریخش سعید از سر بجستہ با دعا

باد در تزویج برکت " گل " آمد در جواب

جانشینی :۔ آپ نے تین حج اپنے والد کی رفاقت میں ادا فرمائے ۔ حضرت خواجہ محمد سعید نے ۱۳۲۳ ھ میں جو آخری حج ادا فرمایا تھا اس میں بھی آپ ان کے ہمراہ تھے ۔ اس ہی سفر میں ۳ محرم الحرام ۱۳۲۴ ھ کو آپ کے والد نے انتقال فرمایا اور اس کے تیسرے روز مکہ معظمہ کے بڑے بڑے علماء ، صوفیاء ، اور اہل دل حضرات نے آپ کی دستار بندی کرائی اور آپ کو آپ کے والد کی جگہ پر بٹھایا ۔

اس کے بعد جب آپ وطن واپس آئے تو یہاں تمام مریدین ، معتقدین اور بہت سے علماء اور اکابرین صوفیاء نے ربیع الاول ۱۳۲۴ ھ کو آپ کی دستار بندی کی اور آپ کو آپ کے آباؤاجداد کی مسند پر ممتکن کیا ۔

فیض باطن :۔ خواجہ احمد زماں اکثر فرمایا کرتے تھے کہ " میرے ظاہری مرشد امام الاولیاء حضرت خواجہ محمد سعید ہیں لیکن ہمارے باطنی اور روحانی مرشد حضرت سلطان الاولیاء حضرت محمد زمانؒ ہیں "

اور کبھی یوں فرمایا کرتے تھے کہ ہمیں دو طرف سے خلافت ملی ہے ، ایک ہمارے مکہ والے مرشد خواجہ محمد سعید کی طرف سے اور دوسرے خواجہ

حضرت سلطان الاولیاء کی طرف سے کیونکہ ۲۷ / رمضان المبارک کی شب قدر میں ہمیں سلطان الاولیاء کی زیارت ہوئی اور آپ نے ہم کو " جبہ " خلافت پہنایا

قلعہ سے باہر رہائش :۔ ایک روز آپ نے فرمایا کہ حضرت سلطان الاولیاء خواجہ محمد زماں نے حکم دیا ہے کہ " لواری شریف کے قلعہ کے اندر ادب سے رہو " ۔ پھر اسکے بعد فرمایا کہ " قلعہ کے اندر کوئی نہ رہے سب باہر رہائش اختیار کریں " ۔ اس حکم کے پاتے ہی آپ نے قلعہ کو خود بھی خالی کر کے قلعہ سے باہر رہنا شروع کر دیا اور دیگر رشتہ داروں سے بھی خالی کرا کے دوسری جگہ آباد ہونے کے لئے ان کو پیسے بھی دئے چنانچہ وہ لوگ اشرف آباد نامی ایک گاؤں میں آباد ہوگئے ۔

کراچی رہائش :۔ ۲۷ / رجب امرجب ۱۳۲۵ ھ کو آپ اپنے اہل عیال سمیت ٹھٹہ تشریف لائے یہاں اپنے آباؤ اجداد کی خانقاہ میں دو ماہ سے زیادہ عرصہ قیام فرمانے کے بعد آپ ۱۰ شوال ۱۳۲۵ ھ کو کراچی تشریف لے آئے اور یہاں ایک کرایہ کا مکان لیکر رہائش اختیار کر لی ۔ یہاں مخلوق خدا کی رہبری و ہدایت میں مصروف ہوگئے اور ۴ / ذیعقد ۱۳۲۸ ھ کو اپنے بنگلہ " قلب اسلام " پر اپنے صاحبزادے گل حسن صدیقی سے " کل " نشان والا جھنڈا نصب کرایا اور ایک اشتہار کے ذریعے عام اعلان کرایا کہ جو شخص امن و سکون راحت و اطمینان اور صراط مستقیم کا خواہاں ہے اسے اس جھنڈے کے نیچے آجانا چاہیئے ۔

تحریک ہجرت :۔ ایک دفعہ سندھ کے بڑے بڑے علماء جن کی قیادت مولانا تاج محمود امروٹی کر رہے تھے ۔ آپ کے پاس آئے اور آپ سے " تحریک ہجرت " میں شمولیت کیلئے کہا، آپ نے اس کے جواب میں فرمایا ۔

" مولانا اگر آپ میں سے کسی کو بھی روحانی طریقہ سے ہجرت کا حکم ہوا

ہے تب تو مجھے بتائیے تاکہ میں بھی آپ کے ساتھ ہجرت کروں ، لیکن چونکہ اللہ کا حکم تو ہے نہیں لہذا مجھے اس میں کوئی کامیابی نظر نہیں آتی "۔

چنانچہ اہل علم سے یہ بات پوشید نہیں کہ انگریزوں کے اشارے سے افغانستان کے حاکم کی وعدہ خلافی کے باعث ہجرت کرنے والوں کو کتنی سخت تکالیف کا سامنا کرنا پڑا اور حضرت کی پیشگوئی حرف بحرف صادق آئی ۔

مہاتما گاندھی کی آمد:۔ کانگریس کا بانی اور سربراہ " مہاتما گاندھی " آپ کی خدمت میں حاضر ہوا اور کانگریس میں شمولیت کیلئے درخواست کی لیکن سیاست سے عدم دلچسپی کے باعث آپ نے ان کی درخواست قبول نہیں فرمائی ۔

پیر علی محمد راشدی کے تاثرات:۔ سندھ کے مشہور مورخ اور ادیب پیر علی محمد راشدی اپنی کتاب " اھی ڈینھن اھی شیھین " میں آپ کے متعلق اپنے تاثرات بیان کرتے ہوئے رقمطراز ہیں کہ

اگر کسی مصور کو کبھی انسانیت کبریٰ کی تصویر کشی کرنی پڑی تو وہ سائیں احمد زمان کی صورت کو اپنے سامنے رکھ کر کریگا ۔ جن کی شان یہ ہے کہ ان کے دیکھنے سے روح کو راحت اور قلب کو قرار حاصل ہوتا ہے ۔ اور اللہ کے محبوبوں کی پہچان بھی یہی ہوتی ہے کہ ان کے دیکھنے سے دکھ درد دور ہوجائیں ۔ سائیں احمد زماں کی شخصیت بالکل نرالی تھی آپ اپنے وقت کے بڑے بڑے علماء اور فضلاء میں سب سے اعلیٰ مقام رکھتے تھے ۔ انداز تکلم اتنا شیریں تھا کہ اپنے ہر جملہ کی ابتداء " مٹھا حبیب لبیب " سے فرمایا کرتے تھے ۔ زبان بڑی سادہ لفظ بہت تھوڑے اور نمود و نمائش سے پاک ہوتے تھے ۔ عاجزی انکساری اور علم و روحانیت کے پیکر تھے ۔ (۲)

عنایت اللہ مشرقی کے تاثرات:۔ مولوی محمد شریف بڈھائی بیان کرتے ہیں کہ امرتسر میں جب علامہ عنایت اللہ مشرقی (خاکسار تحریک کے بانی

سے میری ملاقات ہوئی تو انہوں نے حضرت احمد زماں کے متعلق مجھ سے فرمایا کہ " بیشک ایسی محقق ہستیاں آج بھی اس دھرتی پر موجود ہیں "

امرتسر میں قیام :۔ تبلیغ دین اور شریعت کی ترویج کی غرض سے آپ امرتسر تشریف لے گئے جہاں ۲۵ / رمضان المبارک ۱۳۴۱ ھ سے لیکر ۲۱ / ذیعقد ۱۳۴۹ ھ تک یعنی تقریباً آٹھ سال آپ نے وہیں قیام فرمایا ۔ کچھ عرصہ آپ کے فرزند حضرت گل حسن آپ کے ہمراہ رہے لیکن بعد میں وہ واپس چلے آئے ۔ امرتسر سے آپ وقتاً فوقتاً اپنے صاحبزادے کو خطوط ارسال فرماتے رہتے تھے جن میں علم و حکمت کے بڑے جواہر پارے ہوا کرتے تھے ۔

مساوات :۔ آپ کے ایک صاحبزادے حضرت گل حسن اور دو صاحبزادیاں تھیں آپ نے اونچ نیچ کا فرق مٹانے کیلئے اور مساوات محمدی قائم کرنے کی غرض سے اپنے بڑی صاحبزادی کا نکاح اپنے ایک مرید پیر عنایت حسین سے کیا جس پر خاندان کے لوگ بہت خفا ہوئے اور ایک گاڑی مریدین سے بھر کر امرتسر پہنچی اور آپ سے کہا کہ یہ خاندانی روایت کے خلاف ہے کہ آپ اپنی صاحزادی کی شادی " غیر سے کریں "آپ نے اس کے جواب میں فرمایا عنایت حسین کوئی غیر نہیں بلکہ میرا بچہ ہے میں نے کوئی غلط کام نہیں کیا اپنی بچی دی ہے کسی اور کی بچی نہیں دی ۔

والد کی نظر کرم :۔ آپ کے والد گرامی خواجہ محمد سعید کی آپ پر کتنی نظر کرم تھی اور آپ کا کیا مقام تھا اس کا اندازہ اس واقعہ سے بخوبی ہو سکتا ہے کہ حج کے سفر کے دوران جب آپ بمبئی جانے کیلئے اسٹیشن پر پہنچے تو ریل میں سوار ہوتے ہوتے رہ گئے جب مریدین نے وجہ پوچھی تو آپ نے فرمایا کہ احمد زماں سے پہلے کیسے چڑھ سکتا ہوں چنانچہ جب خواجہ احمد زماں چڑھ گئے تب آپ سوار ہوئے ۔

خاص متوسلین:۔ آپ کا حلقہ ارادت بڑا وسیع تھا ور اس میں بہت سے مشائخ، علماء و فضلاء بھی شامل تھے جن میں سے چند اہم شخصیتوں کے اسماء گرامی یہ ہیں۔

۱۔ میاں پیر محمد دمائی سجادہ نشین قاضی احمد
۲۔ آخوند اللہ ڈنو قریشی بو بکائی
۳۔ مولوی محمد شریف لاہوری (نواب شاہ)
۴۔ مولوی الہیٰ بخش جمالی،
۵۔ مولوی محمد غوث قاضی
۶۔ فقیر غلام عمر گاڈی ولد خواجہ محمد فقیر
۷۔ سید ابوطالب شاہ وھڑائی
۸۔ مولوی غازی عبدالرحمن کھوکھر
۹۔ مولوی قاضی عبدالرحمن (ڈوکھری والہ)
۱۰۔ خانصاحب عبدالقادر محافظ حجاج
۱۱۔ جام میر مراد علی خان (لسبیلہ والہ)
۱۲۔ مسٹر عبدالرحیم ایڈوکیٹ (رنگوں)
۱۳۔ میر خدا بخش تالپور آف ٹنڈو جان محمد
۱۴۔ قاضی محمد اشرف، ٹنڈو جان محمد
۱۵۔ فقیر عبداللہ (چیل والے)
۱۶۔ فقیر محمد امین (خدا داد والے)
۱۷۔ فقیر محمد رمضان (فلجیؒ)
۱۸۔ رئیس پیر بخش (ہاشمانی)
۱۹۔ حاجی پیر محمد شاہ لکھوی

ہم عصر:۔ آپ کے وہ ہم عصر جو آپ سے بہت محبت اور الفت رکھتے تھے اور آپکے مداح تھے۔

۱۔ پیر ابو محمد صالح شاہ (رانی پور)
۲۔ محبت فقیر
۳۔ صوفی دھکن جسکانی (کوٹ ڈیجی)
۴۔ صوفی اکھیل شاہ (بلوچستان)
۵۔ صوفی فقیر محمد (کنڈیارو)
۶۔ صوفی محمد فقیر (کٹھیاں)
۷۔ صوفی گل محمد آزاد (نصرپور)

صوفی محمد فقیر کٹھیان سندھ کا شاعر گذرا ہے۔ اس کا مجموعہ کلام "منطوق محمدی" کے نام سے مخدوم محمد زمان طالب المولیٰ سجادہ نشیں درگاہ مخدوم (ہالہ) نے چھپوایا ہے اس میں آپ کا ذکر بھی کیا گیا ہے۔

ماہانہ محفل:۔ ہر ماہ پانچ تاریخ کی شب کو ایک مجلس اور محفل وعظ و نصیحت

کا انعقاد ہوتا تھا جس میں قرآن و حدیث کے علاوہ حضرت سلطان الاولیاء اور دیگر اولیائے کرام کے ملفوظات کی تفسیر اور تشریح بیان فرمایا کرتے تھے ۔ اگر کوئی شخص کسی بھی قسم کا کوئی علمی سوال کرتا تو بجائے ناراض ہونے کے آپ بہت تحمل سے اسے بڑا تسلی بخش اور محققانہ جواب عنایت فرماتے تھے کہ اس کی تسلی ہوجاتی تھی ۔

اس قسم کی ۸۴ محفلوں میں ہونے والی آپ کی تقاریر اور ملفوظات کو آپ کے ایک خاص خادم آخوند الهڈنو نے ۲ ضخیم جلدوں میں جمع کیا جو غیر مطبوعہ صورت میں موجود ہیں ۔

خلافت :۔ آپ نے اپنی زندگی میں ہی اپنے صاحبزادے خواجہ گل حسن (المعروف بہ پیر بادشاہ) کو خلافت و اجازت سے سرفراز فرما کے اپنا جانشیں بنادیا تھا ۔ اور تمام مریدین کو اپنے سامنے ہی ان کے حوالہ کردیا تھا ۔ خود امرتسر میں قیام فرمایا اور یہاں مریدین کو سنبھالنے کیلئے حضرت خواجہ گل حسن کو بھیجا ۔

وفات :۔ ۳۰ / جمادی الثانی ۱۳۵۷ھ / ۱۹۳۸ء بروز ہفتہ شام چھ بجے کراچی میں اپنی گارڈن ایسٹ والی قیام گاہ پر آپ نے انتقال فرمایا ۔ آپکا جسم مبارک اسپیشل ٹرین کے ذریعہ بدین لایا گیا جہاں سے پا پیادہ ہزار ہا مریدین آپ کو لواری شریف لیکے آئے اور یہاں حضرت سلطان الاولیاء کے روضہ شریف کے اندر آپ کو دفن کردیا گیا ۔

تاریخ وفات :۔ آپ کے وصال پر سندھ کے بہت سے شعراء نے تاریخہائے وفات کہیں ۔ بطور نمونہ مولانا محمد ابراہیم گڑھی یاسینی کے چند اشعار پیش کئے جاتے ہیں ۔

آہ آں پیر جہاں و پیشوائے خاص و عام

نیر تاباں سپہر فضل کہف بے کساں

صاحب عرفان و علم واقف رمز الست

کامل اہل دل و خلق خدارا مستعاں

بود روزشنبہ و تاریخ اول از رجب

کاں حبیب حضرت حق کرد رحلت درجہاں

چوں سوال آمد زسال وصل او گفتا دلم

کرد خالی جام محفل حضرت احمد زمان

شاعری :۔ آپ شاعری بھی فرمایا کرتے تھے آپ کے اشعار فارسی زبان میں ہوتے تھے جو معرفت و حقیقت کے گنجہائے گراں مایہ سے لبریز ہوتے تھے ۔

لواری کا حج :۔ خواجہ احمد زماں نے اپنی جانب سے ایک اشتہار چھپواکر اپنے تمام مریدین کو بھیجدیا اور ملک کے تمام حصوں میں تقسیم کرا دیا ، جس میں یہ تحریر تھا کہ ماہ ذی الحجہ کی ۹ اور ۱۰ تاریخ انتہائی مبارک اور بڑی برکت و شان والی ہیں ۔ لہذا اس مبارک اور مسعود موقعہ پر رحمتیں ، برکتیں اور سعادتیں حاصل کرنے کیلئے لواری شریف کے دربار میں حاضر ہوں اور اللہ کے فضل اور انعام سے بہرہ ور ہوں ۔

ایک روایت یہ بھی ہے کہ آپ نے اپنے مریدین سے فرمایا کہ ان تاریخوں میں جو بھی لواری شریف حاضر ہوگا اس کو حج کا ثواب ملیگا ۔ بہرحال مرشد کا حکم پاتے ہی ہزار ہا مخلوق ان تاریخوں میں لواری شریف آکر جمع ہونا شروع ہو گئی ۔

لواری جالال حصہ دوئم کے مصنف کے مطابق دشمنوں سے یہ شان و شوکت اور عزت و احتشام دیکھی نہ گئی اور انہوں نے یہ جھوٹا پروپیگنڈہ شروع کردیا کہ لواری میں ان تاریخوں میں حج ہوتا ہے بلکہ حج کے دیگر ارکان سعی اور رمل و طواف وغیرہ بھی کئے جاتے ہیں ۔ حکومت سندھ نے اس ہی وقت ایک

انکوائری افسر مقرر کیا جس نے رپورٹ دی کہ یہاں اس قسم کی کوئی بات نظر نہیں آئی ۔ ادھر خواجہ احمد زمانؒ نے ایک اشتہار نکالا جس میں واشگاف الفاظ میں یہ اعلان فرمایا کہ یہ ایک مذہبی اجتماع ہے اجتماعی طور پر عبادت کرنے کا ایک بہانہ ہے ، میں خود حج کرچکا ہوں اور اس کو رکن اسلام سمجھتا ہوں اور یہ سب جھوٹ افتراء اور الزام تراشی ہے کہ لواری میں نیا کعبہ بنایا گیا ہے ۔

لواری شریف کے عقیدت مندوں کا کہنا یہ ہے کہ دراصل اس کا پس منظر یہ تھا کہ ۳۷ ۔ ۱۹۳۶ء میں سندھ کے اندر مسلم لیگ اور کانگریس کی باہمی کشمکش زوروں پر تھی اس وقت سندھ میں مسلم لیگی وزارت تھی جس کے سربراہ سر غلام حسین ہدایت اللہ تھے کانگریس مسلم لیگ وزارت کو ہٹانے کیلئے جب تمام حربوں میں ناکام ہو گئی تو اس نے مذہبی جذبات بھڑکانے شروع کر دیئے اور اجتماع لواری شریف کو فرضی حج کا نام دیکر اس کی آڑ میں اپنی سیاست چمکانے کی کوشش کی ادھر کانگریس کے حمایتی وہ مولوی جو عقیدہ کے لحاظ سے مزارات اور اولیاء اللہ کے منکر ہیں ان کو بھی اپنی عزائم کی تکمیل کا موقع مل گیا ۔ چنانچہ سر غلام حسین ہدایت اللہ پر زور ڈالا گیا کہ وہ اس اجتماع کو بند کریں لیکن انہوں نے پیر احمد زماں کے ایک توضیحی بیان کے ساتھ ایک پریس نوٹ اعلانیہ سندھ گورنمنٹ گزٹ میں شائع کرا دیا کہ "چونکہ پیر صاحب نے ان باتوں سے انکار کیا ہے کہ وہ اس کو حج کا درجہ دینا چاہتے ہیں لہذا مخالفین کو اس بات کا کوئی حق نہیں پہنچتا کہ وہ قانون کو اپنے ہاتھ میں لیں"

(پریس ریلیز نمبر ۲۴۸۵ (۱۷) ۲ تاریخ ۹ فروری ۱۹۳۸ء)

یہ بھی حقیقت ہے کہ حضرت سلطان الاولیا کے مرشد خواجہ ابوالمساکین شیخ محمد ٹھٹوی کے وصال مبارک کی تاریخ بھی یہی ہے (۹ ذی الحجہ) اس لحاظ سے بھی ان تاریخوں میں لواری شریف میں مریدین کا اجتماع ایک معنی رکھتا ہے

(معیار السلوک مولانا ہدایت علی جیپوری پرس اعظم گڑھ ۱۳۰۰ ص ۲۹۳ ۲۹ ۱۱۴)

بہر حال مسلم لیگی حکومت میں تو مخالفین کا حربہ کامیاب نہ ہو سکا حتی کہ جن لوگوں نے گڑبڑ کرنے کی کوشش کی انکو حکومت نے گرفتار کر لیا اور بڑی خوش اسلوبی سے یہ اجتماع ہوا۔ خود مولوی دین محمد وفائی نے اپنے جریدہ توحید کے شمارہ نومبر، دسمبر ۱۹۳۸ء کے صفحہ ۴۴-۴۵ پر لکھا کہ میں نے نہ تو کسی کو احرام میں دیکھا اور نہ کسی کو طواف کرتے دیکھا اور نہ کوئی دوسری رسومات حج سے متعلق دیکھیں۔

اگلے سال یعنی ۱۹۳۸ء کو مسٹر اللہ بخش سومرو کانگریس اور جمعیت علماء سندھ کی مدد سے چیف منسٹر بنے تو انہوں نے ۹-۱۰ ذی الحجہ کے اجتماع پر دفعہ ۱۴۴ کے ذریعہ پابندی عائد کردی اور کانگریسی اخبار "رہبر سندھ" نے یہ فقرہ شہ سرخی کے ساتھ شائع کیا کہ "کانگریسی وزارت زندہ باد، مسلم لیگ مردہ باد"

بہر حال سیاسی دباؤ کی بنا پر لگائی جانے والی بندش ابھی تک چلی آرہی ہے۔

جماعت لواری شریف کی طرف سے اس پابندی کو ختم کرنے کیلئے فیڈرل کورٹ میں اپیل دائر کی گئی جس کو عدالت نے خارج کرتے ہوئے مشورہ دیا کہ پہلے الزامات کی صفائی کورٹ آف لاء سے کرائی جائے چنانچہ فرسٹ کلاس سول کورٹ کراچی میں سندھ گورنمنٹ کے خلاف دیوانی مقدمہ دائر کیا گیا (سول کورٹ نمبر 1956) جس کا فیصلہ ۱۹ دسمبر ۱۹۵۷ء کو عدالت مذکورہ نے دیتے ہوئے لکھا کہ

> "درگاہ لواری شریف پر مناسک حج عرفات کی کوئی نقل نہیں کی جاتی اور کوئی غیر شرعی فعل نہیں ہوتا بلکہ حسب دستور نماز و قرآن خوانی ہوتی ہے۔ صرف سیاسی مقاصد کے پیش نظر بندش لگائی گئی ہے۔

۱۹۶۲ء سے یہ درگاہ محکمہ اوقاف کے تحت چلی گئی ہے۔ اور ۹-۱۰ ذوالحجہ

کے اجتماع پر ہنوز پابندی عائد ہے۔

۱۔ ترجمہ جب احمد زماں پیدا ہوئے تو ان کے نام سے ان کی فال نکلی کہ یہ خواجہ حضرت احمد سرہندی مجدد الف ثانی کی طرح مجدد ہو گا۔ ان کی تاریخ پیدائش کے لئے آیۃ کریمہ "یاتی من بعدی اسمہ احمد میں "بشراازل ملاؤ تو اس میں ان کی تاریخ پیدائش نکل آئی گی۔

۲۔ اھی ڈینہن اھی شیھین پیر علی محمد راشدی صفحہ ۴۴۵ تا ۴۵۱

حالات ماخوذ از

۱۔ لواری جالال حصہ دوئم ۲۔ اھی ڈینھین اھی شیھین پیر علی محمد راشدی

حقیقت حال قلمی انتظامیہ درگاہ لواری شریف

خواجہ گل حسن پیر بادشاہ

لواری شریف کے آستانہ کے ساتویں سجادہ نشین خواجہ احمد زماں کے صاحبزادے خواجہ گل حسن جو پیر بادشاہ کے لقب سے مشہور معروف ہیں۔

ولادت:۔ آپ کی ولادت باسعادت ۱۳ شعبان المعظم ۱۳۲۷ھ بروز اتوار شام کے وقت لواری شریف میں ہوئی۔

آپ کی ولادت پر قاضی ابوالحسن بن قاضی ولی محمد مٹیاروی نے یہ تاریخی اشعار لکھے۔

ہزاراں حمد الطاف خدا باد

در رحمت بہ احمد پاک بکشاد

بیا ور گل حسن شاہ پاک پرنور

زانوارات ذاتی خوش نبما داد

تعالیٰ اللہ زہے محبوب اعلیٰ

چہ محبوب ز مرشد پاک بنیاد

بہ حفظ خود نگہدارش خدایا

حیات و جاں اقبالش قوی باد

بود خورشید خوب تر منور

بہ چرخ کرم و فضل و فیوض ارشاد

ز سال مولدش از ہاتف غیب

شدہ بوالحسن از پرش دلشاد

خود گفتا زاصلاب مبارک

شدہ احمد زماں از گل حسن شاد

بچپنہ:۔ آپ بچپن سے ہی انتہائی ذہین و فطین تھے ۔چنانچہ خود فرمایا کرتے تھے کہ " ھمین ڈھائی برس کی عمر سے ساری حقیقتین یاد ہیں " ۔

ایک دفعہ آپ سخت بیمار ہوگئے ۔ جب زندگی کی کوئی امید نہ رہی تو آپ کے والد خواجہ احمد زماں ، حضرت سلطان الاولیاء خواجہ محمد زمانؒ کے مزار پر انوار پر حاضر ہوئے وہاں سے ارشاد ہوا کہ " گھبرانے کی بات نہیں سب خیر ہوگا پھر حسب الحکم وہ اپنے والد یعنی خواجہ گل حسن کے دادا حضرت خواجہ محمد سعید کی خدمت میں فرزند کی صحت یابی کیلیے متوجہ ہوئے چنانچہ وہاں سے بشارت ملی کی فرزند کی زندگی تو پوری ہو چکی تھی لیکن اس کے جسم میں نئی روح ڈال کر نئی زندگی عطا کردی گئی ہے ۔اس کے بعد آپ بتدریج صحت یاب ہوتے چلے گئے ۔

ابھی آپ بہت کم سن تھے کہ آپ کے والد نے اس وقت کے معروف عالم مولوی غازی عبدالرحمان کھوکھر کو حکم دیا کہ مولوی صاحب بچہ کو تعلیم دو انہوں نے عرض کیا کہ " قبلہ " کیا اس بچہ پر اللہ تعالیٰ کا اسم پاک " علیم " منکشف ہے یا نہیں ؟ آپ نے فرمایا ہاں اس پر مولوی صاحب نے عرض کیا کہ قبلہ پھر وہ عالم ہوا اور میں جاہل بھلا جاہل عالم کو کیا پڑھائیگا ۔

بہرحال حضرت پیر بادشاہ نے اپنی خداداد صلاحیتوں اور قابلیتوں کی بدولت تمام علوم کی تحصیل کی ۔ حتیٰ کہ آپ سندھی زباں کے علاوہ عربی ۔ فارسی انگریزی اور عبرانی زبان سے بھی خوب واقف تھے ۔ تفسیر، حدیث ، فقہ ، فلسفہ ، تاریخ ، جغرافیہ ، حکمت ، زراعت ، سیاست ، ادب ، تصوف ، سپاہ گری اور نشانہ بازی میں بڑی مہارت رکھتے تھے ۔

مسند نشینی :۔ یوں تو آپ کے والد بزرگوار نے اپنی زندگی میں ہی آپ کو سارے اختیارات سونپ کر اپنی جگہ بٹھا دیا تھا ۔چنانچہ جب آپ امرتسر کچھ عرصہ کیلیے رہائش پذیر ہوئے تو آپ نے پیر بادشاہ کو واپس کراچی بھیج دیا تاکہ مریدین

کو سنبھالیں اور وہاں اپنے والد کی جگہ رشد و ہدایت کا سلسلہ جاری رکھیں اور امرتسر سے خطوط آپ کے نام ارسال فرماتے رہے ۔ چنانچہ ۷ / مارچ ۱۹۳۱ء کو خواجہ احمد زمان نے امرتسر سے آپ کو ایک گرامی نامہ ارسال فرمایا جس میں انہوں نے تحریر فرمایا کہ ہم نے تم کو اختیار کلی دے دیا ہے ۔ ہم سے پوچھنے کی ضرورت نہیں وہاں کے معاملات جسطرح چاھو انجام دو ، تم کو سیاہ و سفید کا ہم نے اختیار دیدیا ہے ۔

بہرحال یکم رجب ۱۳۵۷ھ کو آپ کے والد رحلت فرماگئے تو آپ ان کی جگہ مسند ارشاد پر متمکن ہوئے اور رسمی طور پر ۴ / محرم الحرام ۱۳۸۵ھ کو لواری شریف میں آپ کی دستار بندی کی گئی ۔

شادیاں :۔ آپ کی پہلی شادی آپ کی مرضی کے بغیر پیر حسن بخش کی ہمشیرہ سے ۱۹۳۴ء میں ہوئی اس سے صرف ایک لڑکی ۱۹۳۵ء میں پیدا ہوئی اس کے بعد آپ کی اہلیہ کا انتقال ہوگیا ۔ چنانچہ آپ نے تین اور شادیاں کیں لیکن ان میں سے کسی سے کوئی اولاد نہیں ہوئی ۔ پہلی بیوی سے جو لڑکی پیدا ہوئی اس کو خواجہ پیر حسن بخش یہ کہہ کر خواجہ احمد زماں سے لے گئے کہ مرحومہ کی والدہ کو شدید غم ہے لہذا بچی کو کچھ دنوں کیلئے بھجدیا جائے تاکہ اسے دیکھکر اسکو اپنی بیٹی کا غم کچھ کم ہوجائے ۔ خواجہ احمد زماں نے اجازت دیدی کچھ دنوں کے بعد جب خواجہ احمد زماں نے بچی کو بلوایا تو خواجہ پیر بخش نے کہلوادیا کہ "چیز تو آپ ہی کی ہے اماں جی کی طبعیت کچھ سدھر جائے تو واپس آپ کے پاس بھیج دینگے ۔ اس ہی اثناء میں ۲۷ / اگست ۱۹۳۸ء کو خواجہ احمد زماں کا انتقال ہوگیا تو حضرت پیر بادشاہ نے اپنی صاحبزادی کو مانگا ۔ بڑے بڑے معتبر لوگوں سے کہلوایا لیکن پیر حسن بخش نہ مانے حتی کہ خواجہ گل حسن نے عدالت میں مقدمہ دائر کردیا کہ میری لڑکی مجھے دلائی جائے لیکن عدالت میں اس لڑکی نے اپنے ماموں

(خواجہ پیر محفوظ، پیر علی گوہر کہ کہنے اور ورغلانے میں آکر اپنے والد کے خلاف بیان دیدیا اور جانے سے انکار کردیا اس کے بعد پیر حسن بخش نے اس لڑکی کا نکاح پیر بادشاہ کی عدم موجودگی میں ان کی رضا کے خلاف اپنے لڑے عبدالقادر سے کردیا۔ اس سے ایک لڑکا پیدا ہوا جو ہنوز موجود ہے۔ بعض لوگ انہی کو لواری شریف کا موجودہ سجادہ نشین مانتے ہیں۔

حاسدوں کے ایذاء رسانی :۔ دستور کے مطابق آپ کے والد صاحب کی جگہ پر جب آپ کو اس عظیم آستانہ کا سجادہ نشیں مقرر کیا گیا تو آپ کے رشتہ دار بالخصوص وہ جن کے ساتھ آپ کے خانگی تنازعے چل رہے تھے انہیں بڑا حسد ہوا اور انہوں نے آپ کو طرح طرح کی ایذائیں دینی شروع کردیں۔ شروع میں آپ پر زور ڈالا کہ آستانہ کی تمام جائداد کو سنبھالنے کا کام حسن بخش کے سپرد کیا جائے کراچی کا بنگلہ کرایہ پر دیدیا جائے۔ ۹۔اور ۱۰۔ ذی الحجہ کو لواری میں ہونے والا اجتماع بند کیا جائے۔ لیکن آپ نے ان کی کسی بات پر کان نہیں دھرا۔ آخر انہوں نے دوسری راہ اختیار کی اور آپ کو پریشان کرنے کیلئے کبھی آپ کی ہمشیرہ کو ورغلاء کر ان سے ملکیت کے بارے میں مقدمہ دائر کرایا تو کبھی ٹنڈو محمد خان کے میروں کی طرف سے ان زمینوں پر کیس کرایا جو آستانہ کیلئے دی گئی تھیں کبھی آپ کے والد کے خاص ملازمین کو جھوٹے مقدمات میں ملوث کر کے گرفتار کرایا کبھی میروں کے ذریعے آپ پر حملے کرائے گئے الغرض آپ کی ایذاء رسانی میں کوئی کسر نہ چھوڑی لیکن آپ نے بڑے تحمل کا مظاہرہ فرمایا اور ان کے خلاف کبھی کوئی کارروائی نہیں کی۔

سیاحت :۔ سیر و سیاحت کے آپ بڑے دلدادہ تھے "سِیْرُوْا فِی الْاَرْضِ" پر صحیح معنوں میں آپ نے عمل کیا سیاحت کے سلسلہ میں دنیا کا شاید ہی کوئی ملک ایسا ہو جہاں کی آپ نے سیر نہ فرمائی ہو۔ سفر میں آپ کے ساتھ رہنے

والوں کا بیان ہے کہ آپ سفر میں بھی اکثر تنہا اور اکیلے رہنا پسند فرماتے تھے۔

اخلاق و عادات:۔ سادہ غذا اور سادہ لباس استعمال فرماتے تھے۔ غرور اور تکبر آپ کے پاس نام کو نہ تھا۔ مزدوروں اور ہاریوں سے بڑی شفقت اور ہمدردی کا سلوک فرمایا کرتے تھے۔

ایک روز جون ۱۹۷۵ء کو قاضی احمد ضلع نواب شاہ میں پیر میاں فیض احمد کے پاس تشریف لے گئے۔ دوپہر کو بارہ بجے سخت گرمی پڑ رہی تھی جس جگہ آپ نے قیام فرمایا وہاں پنکھا چلا دیا گیا لیکن آپ نے اس کو بند کروادیا اور فرمایا کہ "اتنی گرمی تو کوئی نہیں ہے کیونکہ میں ابھی راستہ میں دیکھتا ہوا آیا ہوں کہ ہاری زمینوں پر کام کررہے تھے"

حکمت:۔ آپ طبیب حاذق بھی تھے فن حکمت میں کامل عبور رکھتے تھے کسی قسم کی بیماری ہو اس کی تشخیص کے بعد بہت عمدہ سستا اور بہترین علاج فرمایا کرتے تھے۔ صاحب ثروت لوگوں سے دواؤں کے کچھ پیسے لے لیتے تھے مگر غریبوں کو مفت دوا دیا کرتے تھے۔

عرس سلطان الاولیاء:۔ دیگر بزرگان دین کی طرح حضرت سلطان الاولیاء خواجہ محمد زمانؒ کا عرس ہر ماہ کی ۴ تاریخ کو منعقد کرتے تھے۔ سالانہ عرس کے موقع پر ادبی کانفرنسوں کا انعقاد یہ آپ ہی کا رہین منت ہے۔ اس کے علاوہ لواری شریف میں عید میلادالنبی صلی اللہ علیہ وسلم، جشن نزول قرآن و دیگر مذہبی تقریبات منانے کا اہتمام بھی فرمایا کرتے تھے۔ جن میں وقت کے سربراہ، وزراء، امراء، افسران بالا، مشائخ اور علماء خصوصی مہمان ہوتے تھے۔

صدر ایوب سے ملاقات:۔ ایک مرتبہ پاکستان کے سابق سربراہ فیلڈ مارشل محمد ایوب خان مخدوم محمد زماں طالب المولیٰ کے یہاں مہمان تھے مخدوم

صاحب کی خصوصی دعوت پر آپ بھی وہاں تشریف لے گئے تھے ۔ جب صدر صاحب سے ملاقات ہوئی تو صدر صاحب نے آپ سے کہا کہ ۔

پیر محفوظ سے آپ کی صلح کرادی جائے تو کیسا ہے ؟

یہ سن کر آپ کی طبیعت میں ایک دم جلال آگیا اور با آواز بلند سخت لہجے میں صدر محمد ایوب کو جواب دیا کہ ۔" پیر محفوظ نے ساری زندگی میری برباد کی ہے ان سے قیامت تک بھی صلح نہیں ہو سکتی " ان کے اس بے باکانہ جواب کے بعد صدر محمد ایوب خاموش ہوگئے ۔ اور ان کو کوئی اور مزید بات کرنے کی ہمت نہ ہوئی ۔

سماجی خدمات :۔ جب آپ مسند ارشاد پر متمکن ہوئے اس کے کچھ ہی عرصہ بعد دوسری عالمگیر جنگ چھڑ گئی جو تقریباً سات برس تک جاری رہی ایسے وقت میں آپ نے اپنی جماعت کی بطریق احسن رہبری فرمائی اور اپنے مریدین کے دکھ درد میں ان کی دستگیری فرمائی ۔

اس ہی طرح پاک بھارت جنگ (۱۹۶۵ء) میں ملک کے دفاع اور استحکام کی خاطر آپ نے اپنے مریدین کی ایک " مجاھد فورس " تیار کر کے اس کو ملک کی سرحد اور قومی اہمیت کی تنصیبات پر حفاظت کیلئے بھیج دیا ۔ ان مجاہدین کی ہمت افزائی کی خاطر آپ اکثر ان کی سلامی بھی لیا کرتے تھے ۔ ان کا معائنہ فرماتے اور ان سے خطاب بھی فرمایا کرتے تھے ۔

اس ہی طرح تقسیم پاک و ہند کے وقت آپ کے مریدین کی کثیر تعداد جو ہندوستان کے علاقوں میں آباد تھی جب وہ ہجرت کر کے پاکستان آنے لگی تو آپ نے بھرپور اعانت اور مدد فرمائی ۔ ان مہاجرین کی رہائش و خوراک کا انتظام کیا اور ان کے لئے روزگار کے مواقع فراہم کئے ۔ غریبوں اور مساکین کی شادی ، بیماری ، اور غمی میں ان کی مالی امداد ضرور فرمایا کرتے تھے ۔ آپ کی ذاتی

کوششوں کی بدولت لواری شریف جیسے چھوٹے سے دیہات میں تمام شہری سہولتیں فراہم ہیں یہاں ہائی اسکول، گرلس مڈل سکول، ہسپتال، بجلی، واٹر سپلائی، ٹیلیفون الغرض ہر قسم کی شہری سہولتیں باسانی مہیا ہیں۔

علمی خدمات:۔ آپ کی بے پناہ سعی کے باعث تصوف کی بہت سی نایاب اور نادر قلمی کتابیں زیور طباعت سے آراستہ ہو کر منصۂ شہود پر آئیں جن میں یہ کتابیں خاص طور پر قابل ذکر ہیں۔

۱۔ لواری جالال
۲۔ مقولات تصوف
۳۔ لطیفتہ التحقیق
۴۔ اولیائے لواری شریف
۵۔ آئینۂ اولیاء
۶۔ پارس
۷۔ متن ابیات سندھی
۸۔ پیشگوئی منسوب بہ عبدالرحیم گروڑھی
۹۔ تحفہ لواری شریف
۱۰۔ صقائل الضمائر (بار دوئم)
۱۱۔ گلدستہ لواری شریف
۱۲۔ سجن دنوجن

اس کے علاوہ ہفتہ وار "پیغام کل" ۱۹۳۸ء سے ۱۹۴۲ء تک یعنی پورے چار سال جاری رہا اور مخلوق خدا کو علم و حکمت کے موتیوں سے بہرہ ور کرتا رہا حضرت سلطان الاولیاء خواجہ محمد زماں کے متعلق اردو، سندھی، انگریزی اور گجراتی اخبارات میں مقالات شائع ہوتے رہے۔

آپ کی اپنی خودنوشت سوانح عمری بھی ہے جو لواری شریف کے قدیم کتب خانہ میں موجود ہے۔

وصال:۔ حضرت پیر بادشاہ زندگی کے آخری ایام میں کافی علیل رہنے لگے تھے یہی وجہ ہے کہ آپ نے ایک آٹھ رکنی کمیٹی بنائی اور اس کا صدر قاضی احمد کے خلیفہ پیر فیض محمد صاحب کو بنا کر تمام کام انہیں کے سپرد کر دیا عوامی تقریبات

ہوں یا خواجگان لواری کے اعراس ہوں آپ بہت کم شرکت فرمایا کرتے تھے۔ بلکہ آپ کی جگہ کونسل کے صدر یہ تمام فرائض آپ کی نیابت میں ادا کیا کرتے تھے۔ ملاقات کیلئے آنیوالوں سے ملنے کا سلسلہ بھی کم کردیا تھا۔ عالم قدس کیطرف قربت بڑھنے لگی اور زیادہ تر وقت تخلیہ میں گذرنے لگا یہاں تک کہ ۲۶ / ذیقعد ۱۴۰۲ھ بروز منگل شام چھ بجے کراچی میں آپ کا وصال ہوگیا۔ موٹروں اور گاڑیوں کے ایک سوگوار جلوس میں آپ کا جسد خاکی لواری شریف لایا گیا۔ یہاں صبح آٹھ بجے نماز ادا کی گئی اور آخری دیدار کے بعد روضہ کے اندر اپنے والد بزرگوار کی قبر اور دروازہ کے درمیان آپ کو دفن کر دیا گیا۔ راقم الحروف کو بھی آپ کی زیارت اور صحبت کا شرف حاصل ہوچکا ہے۔ جب بھی حاضری ہوئی آپ نے خصوصی شفقت و محبت سے نوازا۔

سجادہ نشینی:۔ یوں تو حضرت پیر فیض محمد صاحب مدظلہ العالی آپ کی حیات میں ہی آپ کے خلیفہ مجاز اور جماعت لواری شریف کے صدر کی حیثیت سے بھی جماعت میں محترم اور مقبول تھے۔ اور عملی طور سے آپ کی عدم موجودگی میں آپ کی نیابت کے فرائض انجام دیتے تھے۔ مثلاً لواری شریف کی تمام مذہبی تقاریب، مرکزی اعراس، کے علاوہ مشائخ کانفرنس اسلام آباد میں حضرت کی طرف سے نمائندگی بھی آپ نے ہی کی تھی۔ اس کے علاوہ زبانی طور سے خود حضرت نے آٹھ ۸ رکنی کونسل کے اراکین سے علیحدہ علیحدہ بارہا فرمایا تھا کہ " اگر ہمارے اولاد نہ ہوئی تو ہمارا خلیفہ اور جانشین پیر فیض محمد قاضی احمد والا ہوگا۔ جن اہم شخصیات نے آپ سے یہ الفاظ سنے ان میں سے چند کے اسماء گرامی یہ ہیں ۔ ۱۔ قاضی محمد اشرف ٹنڈو محمد خان، ۲۔ ھارون میاں تادوانی، ۳۔ حسین دادا بھائی، ۴۔ نظر محمد جونیجو، ۵۔ آخوند محمد صالح لواری شریف، ۶۔ ولی محمد سہتو ۷۔ محمد شفیع میمن (ملازم حضرات پیر بادشاہ ۸۔ ارباب علی بخش (ملازم حضرت

پیر بادشاہ۔

ان تمام امور کے باوجود کیونکہ حضرت پیر بادشاہ کے بعد آپ کی کوئی اولاد نرینہ نہیں تھی اس لئے خلافت اور سجادہ نشینی کا مسئلہ پیچیدہ ہو سکتا تھا۔ اس خطرہ کے پیش نظر حضرت پیر بادشاہ نے خود اپنی زندگی میں ہی ایک وصیت نامہ کے ذریعہ حضرت فیض محمد صاحب قاضی احمد والے کو اپنا خلیفہ مقرر کر کے اس وصیت نامہ کو ۲۲ جون ۱۹۷۸ء کو باقاعدہ رجسٹرڈ کرادیا تھا۔ لیکن اس کے باوجود بعض لوگوں نے پیر میاں فیض محمد صاحب کے تقرر کی مخالفت کی اور حضرت پیر بادشاہ کی پہلے بیوی سے جو صاحبزادی ہیں (جنہوں نے عدالت میں حضرت کے خلاف بیان دیا تھا) ان کی اولاد کو مسند پر متمکن کرنے کی کوشش کی لیکن جماعت لواری شریف اور مریدین کی اکثریت نے حضرت پیر بادشاہ کی زبانی اور تحریری وصیتوں کے علاوہ اس بات کو مدنظر رکھتے ہوئے پیر میاں فیض محمد ہی کے حق کو تسلیم کیا کہ آپ حضرت قاضی احمد متقی رحمۃ اللہ علیہ (جو سلطان الاولیاء خواجہ محمد زماں کے لاڈلے خلیفہ تھے اور جن کے ذریعہ سب سے زیادہ پاک و ہند میں فیض پہنچا) کے پڑپوتے ہیں اور آپ کا خانوادہ گذشتہ دو سو سال سے بزرگان لواری شریف سے ارادت و عقیدت کے علاوہ خلافت بھی حاصل کرتا چلا آرہا ہے اس بناء پر اکثریت نے پیر فیض محمد صاحب کی سجادہ نشینی کو تسلیم کر لیا۔

تاریخ وفات:۔ حضرت پیر بادشاہ کی تاریخ وفات بہت سے شاعروں نے کہی ہیں، بطور نمونہ صرف ایک لکھی جاتی ہے۔

مرشد گل حسن نور ھدیٰ
خازن رحمت شہ لطف و عطاء

تو ہمیشہ زندہ جاوید ہے
چشم عاجز سے اگرچہ چھپ گیا

غیب سے القا ہوا سال وصال
شاہ لواری مشکل کشا صاحب لوا ۱۴۰۲

حالات از ماخوذ

۱۔ لواری جالال (حصہ دوئم) محمد پناہ ۔ محمد سلمان پھرڑو

۲۔ روزنامہ جنگ اشاعت خصوصی مضمون جناب محمد آدم اسحاقانی ۶ ستمبر ۱۹۸۳ء

۳۔ پیر بادشاہ لواری شریف ۔ عبدالعزیز (مطبوعہ حیدر آباد سندا)

حافظ ہدایت اللہ

حضرت سلطان الاولیاء خواجہ محمد زمان لواری شریف کے چار قدیم خلفاء میں سے ایک حافظ ہدایت اللہ ہیں جو معرفت و حقیقت کے اعلیٰ مقام پر فائز تھے مرشد کی توجہ نے جن کو سلوک کی منازل طے کرا کے فنا و بقاء سے ہمکنار کر دیا تھا۔

حضرت سلطان الاولیاء کے حالات پر فردوس العارفین کے نام سے جو کتاب جناب میر بلوچ خان تالپور نے لکھی ہے اس کی اکثر روایات مصنف نے آپ ہی سے سن کر اپنی کتاب میں نقل کی ہیں۔ چنانچہ وہ آپ کے مقام اور مرتبہ کی طرف اشارہ کرتے ہوئے اپنی اسی کتاب میں لکھتے ہیں کہ۔

" رابعاً خواجہ سیف اللہ حافظ ہدایت اللہ کہ اکثر منقولات ایں رسالہ از ایشاں استماع یافتہ از مقبولان وسالکان اھل صفہ بود "۔

حقیقت احمدی:۔ حقیقت احمدی سلوک و معرفت کا ایک انتہائی بلند مقام اور نفیس تریں کیفیت ہے جو سالہاسال کی ریاضات کے بعد کسی کسی کو نصیب ہوتی ہے آپ کے مرشد نے آپ کو اپنی آخری عمر میں یہ بشارت دی کہ تم کو یہ مقام ضرور حاصل ہوگا۔ چنانچہ حافظ ہدایت اللہ ہمہ وقت منتظر رہتے تھے کہ کب وہ مقام مجھے حاصل ہوگا۔ آخر وفات کے وقت آپ نے دوستوں کو بلایا اور فرمایا کہ میرے مرشد نے جو وعدہ کیا تھا الحمدللہ آج پورا کر دیا ہے۔ اور وہ مقام مجھے عطا کر دیا ہے کسی نے پوچھا کہ کس طرح کیا گیا؟ آپ نے فرمایا کہ الحمدللہ اجمالاً اور تفصیلاً دونوں طرح عطا کر دیا ہے۔

مرشد کی نظر میں :۔ حضرت سلطان الاولیاء کی نظر میں آپ کی کتنی عزت و وقعت تھی اس کا اندازہ اس واقعہ سے ہو سکتا ہے کہ ایک روز ایک عورت نے آپ کو گالیاں دیں جس سے آپ کو بڑا صدمہ پہنچا۔ فوراً اپنے مرشد کی خدمت میں حاضر ہوئے اور سارا حال بیان کیا حضرت سلطان الاولیاء نے فوراً اس عورت کے خاوند کو بلوایا اور اس سے فرمایا کہ ہمارے اور تمہارے خاندانوں میں اوپر سے بہت اچھے تعلقات چلے آرہے ہیں لیکن آج تمہارے گھر والوں نے ہمارے ایک معزز دوست کو گالیاں دیکر بہت برا کیا ہے آئیندہ اس کو منع کردینا کہ پڑوس کا خیال رکھیں اور اس قسم کی ناجائز بات نہ کریں ورنہ کسی بڑے فساد کا اندیشہ ہے۔

آپ کا حضرت خواجہ محمد زماں ثانیؒ کے زمانہ میں انتقال ہوا۔ فرمایا کرتے تھے کہ میرے مرشد نے کہا تھا کہ ہم تمہاری زندگی میں واپس آئینگے۔ جب حضرت خواجہ محمد زماں ثانیؒ پیدا ہوئے اور آپکا دادا والا نام رکھا گیا تو آپ نے فرمایا کہ الحمدللہ میرے مرشد نے جو فرمایا تھا وہ پورا ہو گیا۔

حالات ماخوذ از

۱۔ فردوس العارفین ۔ میر بلوچ خان تالپور

۲۔ تحفہ لواری شریف ۔ غلام محمد گرامی

۳۔ اولیاء لواری شریف ۔ عبدالکریم جان محمد تالپور

شیخ حاجی طاہرؒ

حضرت شیخ حاجی طاہرؒ، حضرت سلطان الاولیاء خواجہ محمد زمان (اول) لواری شریف کے ان چند کامل ترین خلفاء میں سے ہیں جو علم معرفت کے چمکتے ہوئے آفتاب و مہتاب بنے اور حضرت کی صحبت نے ان کو کیمیا بنادیا۔

آپ کے مفصل حالات کہیں سے دستیاب نہیں ہوسکے صرف صاحب فردوس العارفین نے آپ کے مقام اور مرتبہ کی طرف ان الفاظ میں اشارہ کیا ہے کہ۔

" سالک مسالک طریق غواص بحر عمیق شیخ حاجی طاہر کہ از جملہ اصحاب عشرہ و صاحب مناقبات جلیہ و مقامات رفیعہ بودندی بسیار گذشتہ در حضور آنحضرت خدمت ہائے شائستہ بجا آوردہ ہمہ وقت در متابعت و محبت آں آفتاب مشہود خود را چوں ذرہ محو و متلاشی میداشتہ "۔

اس سے معلوم ہوتا ہے کہ آپ حضرت سلطان الاولیاء کے اصحاب اور خلفاء میں بڑا اعلیٰ مقام رکھتے تھے اور بڑے محاسن اور کمالات کے حامل تھے اور سب سے بڑی آپکی خوبی یہ تھی کہ آپ ہر وقت اپنے پیر و مرشد کے پاس حاضر رہ کر انکی خدمت میں مصروف رہا کرتے تھے اور اپنے مرشد سے بے پناہ محبت کرتے تھے۔

پیرزادہ سے محبت:۔ مرشد کے وصال کے بعد جب انکی جگہ پر حضرت خواجہ گل محمد صاحبؒ مسند آرائے رشد و ہدایت ہوئے تو آپ بھی انہی خلفاء اور مریدیں میں سے تھے جنہوں نے حضرت خواجہ گل محمد کی مسند نشنی کو بلاچون چرا تسلیم کرلیا تھا اور " والسابقون الاولون " کے بمصداق آپ سے بیعت کرنے

میں پہل کی تھی ۔آپ ان سے پیرزادہ ہونے کے باعث بہت محبت اور عقیدت رکھتے تھے ۔اور اکثر اپنے اہل و عیال اور بچوں کیساتھ حاضر خدمت ہوتے رہتے تھے ۔

وصال :۔آپ کے وصال کے بعد لواری شریف ہی میں روضہ شریف سے باہر آپ کو دفن کر دیا گیا ۔حضرت سلطان الاولیاء کے مزار سے چند گز کے فاصلے پر آپ کی پائین مبارک کی طرف آپ کی قبر مبارک ہے ۔

حالات ماخوذ از ۔فردوس العارفین ،میر بلوچ خان تالپور ص ۸۱ ۔

محمد صدیق اوبھیؒ

لواری شریف کے آستانہ کے سرتاج حضرت خواجہ محمد زمانؒ (اول) کے ایک اور کامل خلیفہ "محمد صدیق اوبہی" ہیں جو "اوبہہ" نامی علاقے کے رہنے والے تھے اسی وجہ سے "اوبہی" مشہور تھے۔ وہ فرماتے ہیں کہ میں بہت بڑا عالم تھا لیکن جب حضرت سلطان الاولیاءؒ کی خدمت میں حاضر ہوا اور ان سے اکتساب فیض کیا تو جو کچھ میرے دل میں تھا وہ سب مٹ گیا۔

جب صاحب مرغوب الاحباب نے انکو عمر رسیدہ حالت میں دیکھا تو اسوقت انہوں نے فرمایا کہ۔

"اکنوں پنجاہ سال است کہ ھنوز آں نسیاں برقرار است"

یعنی اسوقت میں پچاس سال کا ہوگیا ہوں لیکن وہ نسیان ماسوا اللہ کی کیفیت ابھی تک برقرار ہے۔

آپ کے حالات مزید دستیاب نہ ہوسکے۔

حالات ماخوذ از (۱) مرغوب الاحباب، قلمی، میر نظر علی تالپور ص ۴۳
(۲) اولیا لواری شریف، عبدالکریم جان تالپور ص ۵۷

الھداد

حضرت سلطان الاولیاء خواجہ محمد زماں (لواری شریف) کے خاص فیض یافتگاں میں سے ایک لاڈلا اور منظور نظر فیض یافتہ " الھداد " بھی ہے جو بلوچ قبیلے سے تعلق رکھنے والا ایک عابد و زاھد تھا جو حضرت کی ایک نگاہ کیمیا اثر سے عارف باللہ بن گیا۔

مرشد کی قدر شناسی :۔ یہ کتنی قدر و قیمت والا جوھر تھا اور حضرت جیسے جوھری کی نظر میں اسکی کیا وقعت تھی اس کا اندازہ اس واقعہ سے بخوبی ہو سکتا ہے کہ جب " الھداد " دور دراز کا سفر کر کے بیعت ہونے کی غرض سے حضرت سلطان الاولیاء کی بارگاہ میں پہنچا تو اس وقت شام ہو چکی تھی اور حضرت ناسازی طبع کی باعث باہر تشریف فرما نہیں تھے ۔ حضرت کے حجرہ کے باہر کھڑے ہوئے سینکڑوں مریدین جنہوں نے کئی روز سے حضرت کی زیارت نہیں کی تھی جب الہ داد کو یہ بتایا کہ حضرت بیماری کے باعث بہت دنوں سے باہر تشریف نہیں لائے ہیں تو اس کا دل مرجھا گیا اور اس کو بے پناہ صدمہ ہوا لیکن اس جوھر کا قدر داں اپنی باطنی نگاہوں سے اس کو دیکھ رہا تھا چنانچہ ابھی باتیں ہو رہی تھیں کہ اچانک آواز آئی " الہ داد کہاں ہے ؟ " الہ داد یہ سوچکر خاموش رہا کہ شاید کسی اور الہ داد کو پوچھا جا رہا ہے کیونکہ یہاں میرا جاننے والا کون ہے ۔ اتنے میں پھر آواز آئی یہ پھر بھی خاموش رہا ، جب تیسری بار یہ کہہ کے پکارا گیا کہ " الہ داد بلوچ کہاں ہے ؟ " تو پھر اسکو تعجب ہوا اور آگے بڑھ کر کہنے لگا کہ ایک الہ داد تو میں ہوں ، لوگوں نے کہا کہ میاں عجیب آدمی ہو دیکھتے نہیں کتنی دیر سے حضرت سلطان الاولیاء دروازے پر کھڑے ہوئے تمہیں بلا رہے ہیں ۔ اس عاشق

زار کو اور کیا چاہیئے تھا، دل کی مراد بر آتی دکھائی دی تو دوڑتا ہوا آپ کی خدمت میں حاضر ہوگیا، حضرت نے فرمایا کہ ہم تجھے اپنا مرید کرتے ہیں مگر بیماری اور ضعف کے باعث آج تلقین نہیں کریں گے اس کے لئے پھر کبھی آنا۔ چنانچہ بیعت کیا ور پھر حکم دیا کہ اب جاؤ اور آج رات ہمارے والد بزرگوار کی مزار پر جاگو اور عبادات کرو، الھداد اسی وقت مزار مبارک کی طرف روانہ ہوگیا، لیکن کچھ دور چل کے راستہ بھول گیا کیونکہ اجنبی آدمی تھا کبھی مزار کا راستہ نہیں دیکھا تھا، واپس جاکر دریافت کرنے کو اس نے بے ادبی تصور کیا اور ایک راستہ کو اختیار کرکے اس پر ہولیا دور سے اس کو روشنی نظر آئی وہ اسی طرف چل پڑا اور آخر کار اس روشنی میں اپنی منزل مقصود یعنی مزار مبارک پر پہنچ گیا، پوری رات عبادت میں مصروف رہا جب صبح ہوئی اور اس نے اپنے اندر نظر ڈالی تو اسے پتہ چلا کہ وہ معرفت کی کئی منزلیں طے کرگیا ہے چنانچہ وہاں سے وہ حضرت کی خدمت میں حاضر ہوا اور خدا کا شکر ادا کرتے ہوئے اس نے اپنی اس روحانی ترقیات کا حال حضرت سے بیان کیا، آپ نے اسکو پھر نسبت پہنچائی اور ایک ہی نسبت میں بقیہ جو منزلیں تھیں وہ بھی طے کراکے واصل باللہ کردیا اور رشد و ھدایت کی تلقین فرماکے رخصت کردیا۔

مرشد کی دعا:۔ جب الھداد رخصت ہونے لگا تو حضرت سے عرض کیا کہ قبلہ! میرا ایک بھائی ہے جو حسد کی وجہ سے میرا دشمن ہوگیا ہے اور مجھے ہر وقت اس سے خطرہ رہتا ہے کہ کہیں وہ مجھے مار نہ ڈالے، اس سلسلہ میں آپ میرے لئے دعا فرمائیں۔ آپ نے اسی وقت فرمایا کہ "فکر نہ کرو اللہ سب خیر کریگا" چنانچہ مرشد کی زبان سے جو نکل گیا وہ ہی ہوکر رہا۔ راستہ میں جنگل بیابان کے اندر وہ ہی اس کے خون کا پیاسہ بھائی اس کو مل گیا جس کو دیکھتے ہی یہ خوفزدہ ہوگیا اور اس کے جوش انتقام کو دیکھ کر اسے یقین ہوگیا کہ اب میرا آخری وقت آگیا

ہے لیکن جو مرشد کامل کی پناہ میں آگیا تھا اس کا کون بال بیکا کرسکتا تھا۔ چنانچہ قدرت کی طرف سے اس کی اسطرح حفاظت کی گئ کہ آندھی کا ایک طوفان آیا جس میں وہ دشمن جان غائب ہوگیا، اور یہ مرید و محب بحفاظت اپنے مرشد کو دعائیں دیتا ہوا گھر پہنچ گیا۔

حالات ماخوذ از (۱) مرغوب الاحباب، قلمی، میر نظر علی تالپور ص ۳۱
(۲) اولیائے لواری شریف، عبدالکریم جان محمد بلوچ، ص، ۶۰، ۱۶x۲۶۔

بنگلہ فقیر

حضرت سلطان الاولیاء خواجہ محمد زمانؒ کے صاحب نسبت مریدوں میں سے ایک بنگلہ فقیر بھی تھا۔ جو گوپانگ یعنی " دربیلہ " کا رہنے والا تھا، وہ جب اپنے گاؤں سے آپ کی زیارت کیلئے " لواری شریف " روانہ ہوا تو راستہ میں " بنگورہ " نامی گاؤں سے گزرا، وہاں اسکے پیش امام کو جب معلوم ہوا کہ یہ فقیر لواری شریف جارہا ہے تو اس نے کہا کہ اپنے پیر کو میرا پیغام دینا کہ " آپ نماز باجماعت کیوں نہیں ادا کرتے ؟ "۔

فقیر نے کہا کہ میری کیا مجال کے میں ایسی گستاخی حضرت کے سامنے کروں ۔ بہرحال مغرب کے وقت جب اس پیش امام نے نماز پڑھانی شروع کی تو اس سے قرآن پڑھا ہی نہ گیا، حالانکہ وہ پورے قرآن پاک کا حافظ تھا لیکن اس وقت اس سے ایک آیت کی تلاوت نہ ہو سکی، آخر مجبور ہو کر اسے کہنا پڑا کہ یہ سب میری بے ادبی کا نتیجہ ہے، میں توبہ کرتا ہوں، جب اس نے توبہ کرلی تو قرآن بھی اس کی زبان سے جاری ہو گیا۔

بنگلہ فقیر جب حضرت کی خدمت میں حاضر ہوا تو آپ نے اس کو دیکھتے ہی فرمایا کہ، تم دربیلہ کے گاؤں سے آرہے ہو ؟ اس نے عرض کیا کہ جی ھاں ۔ پھر آپ نے فرمایا کہ " بیشک نماز جماعت سے پڑھنا بہت ضروری اور اچھا کام ہے لیکن ضعف اور بڑھاپے کے باعث ہم ایسا کرنے سے معذور ہیں ۔ حضرت کے اس کشف کو دیکھ کر بنگلہ فقیر حیران رہ گیا اور اس کی ارادت و عقیدت اور مستحکم ہو گئی ۔

حالات ماخوذ از

اولیائے لواری شریف، عبدالکریم جان محمد تالپور ص ۹۱

حافظ ایوب

لواری شریف کے آستانہ کے قدیم خادم اور سلطان الاولیاء حضرت خواجہ محمد زمانؒ کے ذی استعداد مرید " حافظ ایوب " جن سے حضرت سلطان الاولیاء کے متعلق کچھ روایات میر نظر علی خان تالپور نے سنکر اپنی کتاب " مرغوب الاحباب " میں نقل کی ہیں۔

حضرت کی آپ پر خصوصی عنایت کا ایک واقعہ یہ بھی اسی کتاب میں منقول ہے کہ " حافظ ایوب " زراعت پیشہ تھے کھیتی باڑی کر کے اپنا اور اپنے اھل و عیال کا پیٹ پالتے تھے ایک سال ایسا ہوا کہ ان کی زمین میں صرف ڈھائی من جو ہوئے۔ چونکہ آپ عیالدار تھے اس لئے دوسری فصل تک اس ڈھائی من جو میں گزارا کرنا بڑا دشوار ہوگیا۔ آپ فرماتے ہیں کہ اتنے عرصہ کیلئے مجھے کم سے کم بیس من اناج کی ضرورت تھی تب میرا کچھ گزر ہوتا۔ بہرحال آپ اس میں سے مٹھی بھر جو لیکر اپنے مرشد حضرت سلطان الاولیاء کی خدمت میں حاضر ہوئے، اور عرض کیا کہ قبلہ! اس جو پر دم فرمادیں تاکہ اللہ اس میں برکت دے " کہتے ہیں کہ حضرت نے وہ جو اپنے دست مبارک میں لیکر تھوڑی دیر رکھے اور دم کر کے مجھے واپس دیدئے اور فرمایا کہ اس کو دوسرے جو کیساتھ ملا کر رکھو اور جس برتن میں یہ جو ہیں انکا منہہ سختی کے ساتھ اسطرح بند کردو کہ وہ کبھی بھی نہ کھلے، جب کبھی ضرورت پڑے تو اس برتن کے نیچے روزن کردینا اس میں سے نکال لیا کرنا۔ حافظ ایوب کہتے ہیں کہ اس نے ایسا ہی کیا اور اللہ نے اس میں اتنی برکت پیدا کردی کہ ہم پورے سال اس کو کھاتے رہے لیکن اس میں کمی نہ آئی ایکدن انکی غیر موجودگی میں ان کا سالہ انکے گھر آیا اور انکی بیوی سے

(جو اس کی بہن تھی) کہنے لگا کہ تم بڑے دولتمند ہوگئے ہو جب کہ ہمارا یہ حال ہے کہ بھوک سے مررہے ہیں، اس کی اس بات پر آپ کی بیوی نے اسکو حضرت کی پوری بات بتادی اور اس برتن سے ڈھکنا اتار کر بھی اس کو دکھادیا کہ "دیکھو ہمارے یہاں تو صرف یہ ڈھائی من جو ہیں" جب حافظ ایوب گھر آئے اور بیوی نے آپ کو پوری بات سنائی تو آپ نے سر پکڑ لیا اور کہا کہ اگر تو ڈھکنا نہ اتارتی تو ہماری ساری زندگی کے لئے یہی ڈھائی من کافی ہوتے۔ اور اللہ تعالیٰ اس میں اسیطرح برکت عطاء فرماتا رہتا۔

حالات ماخوذ از (۱) مرغوب الاحباب، میر نظر علی خان تالپور ص ۵۴
(۲) اولیائے لواری شریف، عبدالکریم جان تالپور ص ۹۳-۹۴

سید دین محمد قدیم

حضرت سلطان الاولیاء خواجہ محمد زمانؒ کے تقریباً بارہ ہزار مرید ایسے تھے جو واصل باللہ ہو چکے تھے اور انمیں سے چالیس اصحاب ایسے تھے جو صاحب کمال اور اپنے وقت کے علم و عرفان میں بے مثال شمار ہوتے تھے۔ ان میں سے ایک سید دین محمد قدیم بھی تھے جن کو صاحب فردوس العارفین "حقیقت آگاہ" جیسے لقب سے یاد کرتا ہے۔

آپ کا ایک واقعہ آپ کی زبانی صاحب فردوس العارفین نے نقل کیا ہے جس سے آپ کی روحانی استعداد اور عرفانی مقام کا بخوبی اندازہ ہو سکتا ہے۔

آپ فرماتے ہیں کہ سب سے پہلے جب میں خواجہ محمد زمانؒ کی خدمت میں حاضر ہوا اور آپ کی صحبت میں رہ کر اپنا سلوک طے کرنے لگا تو بعض ساتھیوں نے مجھ سے کہا کہ عنقریب جب تم ترقی کروگے تو تم کو عجیب عجیب چیزیں نظر آئیں گی حتیٰ کہ عرش اور کنگرہ عرش بھی تمہاری نگاہوں کے سامنے آجائے گا۔ آپ فرماتے ہیں کہ ایک مدت گزر گئی اور میں اسی انتظار میں رہا کہ عرش وغیرہ مجھے کب نظر آتے ہیں، لیکن جب کچھ نظر نہ آیا تو میں نے حضرت سے عرض کیا اور اپنے ساتھیوں کی بات بھی بیان کی آپ نے فرمایا کہ ہاں یہ سب باتیں اوائل اور ابتداء میں ہوتی تھیں، لیکن اب میں سالک کو حیرت و استعجاب کے ان راستوں سے سلوک کی منزلیں طے کراتا ہوں کہ اس میں اس کو کچھ نظر نہیں آتا۔

آبادی آستانہ کی دعا:۔ اپنے مرشد سے بے پناہ ارادت و عقیدت اور بے

انتھا محبت کے باعث آپ کی یہ آرزو تھی کہ مرشد کا آستانہ ہمیشہ اسی طرح آباد رہے ، اور اسکی رونقیں اسی طرح قائم اور روز افزوں رہیں ، چنانچہ آپ اکثر اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں دعائیں کرتے رہتے تھے کہ اے اللہ ہمارے پیر و مرشد کو ایک صالح فرزند عطاء کر جو اس مسند کی رونق کو دوبالا کرے ۔ آپ فرماتے ہیں کہ اللہ نے میری التجاؤں کو سن لیا اور ایک روز عشاء کے وقت ایک مجذوب میرے گھر پر آیا اور مجھے زور سے آواز دی جب میں باہر گیا تو مجھ سے کہنے لگا کہ " سید مبارک ہو تمہارے مرشد کے گھر میں ایک ایسا قطب زماں پیدا ہونے والا ہے جس کے وجود مسعود سے سارا عالم پرنور اور فیضیاب ہوگا " یہ کہہ کر وہ مجذوب اچانک میری نگاہوں سے اوجھل ہوگیا اور میں سوچتا رہ گیا کہ یہ حضرت خضر تھے یا کوئی اور رجال الغیب میں سے تھا ، بہرحال میں نے دل میں سوچا کہ جب حضرت کے پاس جاؤں گا تو یہ ضرور عرض کرونگا ۔ فرماتے ہیں کہ چند ماہ بعد جب میں اپنے علاقے سے سفر کر کے حضرت کی خدمت اقدس میں پہنچا تو قبل اس کے کہ اس واقعہ کے متعلق میں کچھ عرض کرتا آپ نے مجھے دیکھتے ہی فرمایا ، سید وہ مجذوب تم سے کیا کہہ رہا تھا ؟ ۔ میں نے پورا واقعہ عرض کیا تو میرے مرشد حضرت خواجہ نے فرمایا کہ " ہاں گھر میں امید سے ہیں " اور چند ماہ بعد محبوب الصمد خواجہ گل محمد کی ولادت باسعادت ہوگئی ۔

حالات ماخوذ از (۱) فردوس العارفین ، میر بلوچ خان تالپور ، ص ۷۶ - ۱۳۶ ۔

حافظ صدرالدین

حضرت سلطان الاولیاء خواجہ محمد زمانؒ لواری شریف کے خاص خدمتگزاروں میں سے ایک حافظ صدرالدین ہیں جن کے ذمہ صرف ایک خدمت تھی اور وہ حضرت کو وضو کرانے کی تھی یہ خدمت انہوں نے سالہا سال انجام دی اور اس کے ذریعہ قرب حقیقی کی منزلیں طے کرتے چلے گئے۔

مرشد کی تعریف:۔ جب کوئی آپ سے سلطان الاولیاء کی شان اور آپ کے مریدین کی شان پوچھتا تھا تو آپ جواب میں فرمایا کرتے تھے کہ جس نے حضرت خواجہ محمد زمانؒ کو دیکھا سمجھ لو اس نے حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھ لیا اور جس نے انکے مریدوں کو دیکھ لیا سمجھ لو کہ اس نے صحابہ کرام کو دیکھ لیا۔

تربیت اخلاق:۔ آپ فرماتے تھے کہ ہمارے مرشد حضرت خواجہ محمد زمانؒ نے اپنے مریدین کے اخلاق و عادات کی اس طرح تربیت فرمائی کہ شریعت کی ایک ایک بات کا خیال رکھنا سکھایا، چنانچہ فرماتے ہیں کہ ایک روز میں حضرت کے پیچھے پیچھے جارہا تھا کہ راستہ میں کچھ پیسے پڑے ہوئے نظر آئے، میں ان پیسوں کو اٹھانے والا تھا کہ حضرت نے مجھے منع کردیا اور فرمایا کہ فقہاء کا فتویٰ ہے کہ راستہ میں اگر کوئی پڑا ہوا مال ملے اور کوئی اس کا مالک نہ ملے تو وہ مال مسکینوں اور غریبوں کو خیرات کردیا جائے، جبکہ وہیں چھوڑ دینا مستحب ہے اور یہ یاد رکھو کہ ترک مستحب ترک سنت کے قریب ہے اور ترک سنت ترک فرض کے قریب ہے اور ترک فرض کفر کے قریب ہے"۔

آپ فرماتے ہیں کہ مرشد کے اس ارشاد کو سنکر میں نے ان پیسوں کو

وہیں چھوڑدیا اور وہ پیسے چھ ماہ تک وہیں پڑے رہے اور آخر وہ مٹی میں دب گئے۔ لیکن حضرت کے ارشاد کی خلاف ورزی کی آخیر تک کسی کو ہمت نہ ہوئی کسی نے اس کی طرف نظر اٹھا کر نہیں دیکھا۔

وفات:۔ مرغوب الاحباب کے مصنف میر نظر علی خان تالپور لکھتے ہیں کہ آپ حضرت سلطان الاولیاء کے وصال کے بعد چالیس سال تک زندہ رہے، اس سے معلوم ہوتا ہے کہ آپ کی وفات تقریباً ۱۲۲۸ھ / ۱۸۱۴ء کے لگ بھگ ہوئی کیونکہ حضرت سلطان الاولیاء کا وصال ۱۱۸۸ھ / ۱۷۷۴ء میں ہوا تھا۔

حالات ماخوذ از مرغوب الاحباب، میر نظر علی خان تالپور، ص ۵۹۔

حافظ حفیظ کبیر

لواری شریف کے حضرت سلطان الاولیاء خواجہ محمد زمانؒ (اول) کے مرشد حضرت خواجہ ابوالمساکینؒ خواجہ محمدؒ کے اھل دل مریدین میں سے ایک " حافظ کبیر " بھی ہیں ۔ جن کی اپنے مرشد سے محبت اور الفت کا یہ عالم تھا کہ مرشد کے انتقال کے بعد ان کے لئے سندھ میں رہنا مشکل ہوگیا اور انہوں نے حج کا ارادہ کرلیا اور جب وہاں پہنچے تو مدینہ میں اس خیال سے رہ کر آباد ہوگئے کہ یہاں " جنتہ البقیع " جیسے قبرستان میں دفن ہونے کی سعادت نصیب ہوجائیگی ، ایک روز آپ کو حضور سرور کائنات صلی اللہ علیہ وسلم کی زیارت ہوئی آپ نے ان سے فرمایا کہ " لواری بھی تو مدینہ ہی ہے تمہیں چاہیئے کہ وہاں جاکر رہو " بس یہ حکم پاتے ہی آپ لواری شریف آگئے اور یہیں آکر آباد ہو گئے ۔ یہیں آپ کا وصال ہوا اور یہیں آپ کا مزار بنا ۔

اسی سفر میں ایک روز آپ کے سرمیں سخت درد ہوا (درد شقیقہ کا) جسکے باعث آپ کی آنکھوں کی بینائی ضائع ہوگئی ۔

ایک روز حضرت سلطان الاولیاء نے اپنے مریدین سے فرمایا کہ " ہماری یہ جگہ (لواری) بھی مدینہ ہی ہے " ۔ اور اس پر بطور سند حفیظ کبیر کا یہ واقعہ ارشاد فرمایا ، اور پورا واقعہ سنانے کے بعد مسکراتے ہوئے فرمایا کہ " اسی سفر میں تو انکی آنکھیں ضائع ہوئی تھیں ۔

حالات ماخوذ از مرغوب الاحباب ، میر نظر علی خان تالپور ص ۵۹ ۔

حاجی شھمیر

حضرت سلطان الاولیاء کی سوانح نگار " میر نظر علیخان تالپور " کے دادا " حاجی شھمیر " جو حضرت کے ارادت مندوں اور عقیدت مندوں میں محبت ، اخلاص اور خدمت کے اندر ایک اعلیٰ مقام رکھتے تھے ، پہلی بار حضرت کی بارگاہ میں حاضری اور حضرت کی زلف محبت کے اسیر بننے کا واقعہ یوں بیان کرتے ہیں کہ جب میں اپنے تین عزیزوں کے ہمراہ آپ کی زیارت کی غرض سے خدمت اقدس میں حاضر ہوا تو آپ اس وقت خانقاہ میں جلوہ افروز تھے ہم سے خیریت و عافیت معلوم کی اور پھر حویلی کے اندر تشریف لے گئے اور وہاں سے ہمارے لئے بہت عمدہ کھانا بھجوادیا اس وقت میرے دل میں خیال آیا کہ حضرت کی آمدنی اور گزر اوقات کا بظاہر کوئی ذریعہ بھی دکھائی نہیں دیتا پھر یہ کام کیسے چلتا ہے ؟ کہتے ہیں کہ اس کے علاوہ میرے دل میں ایک وسوسہ بھی آیا کہ " سنا ہے آپ مریدوں کو شرعی فرائض کے علاوہ کسی نفل وغیرہ کی بھی اجازت نہیں دیتے حتیٰ کہ انکو قرآن پاک اور درود پڑھنے سے بھی منع فرماتے ہیں " ؟ کہتے ہیں کہ جب میں کھانا کھا کر فارغ ہوگیا تو آپ باہر تشریف لے آئے اور میری طرف متوجہ ہو کر فرمایا۔

" بچوں کو زیادہ تر عمدہ اور لذیذ کھانا کھلایا جاتا ہے جب ان کا خیال دوسری طرف ہوتا ہے توانکو حرفت سے ہاتھ میں لقمہ لیکر ان کے منہ میں ڈالا جاتا ہے ، اسی طرح اولیاء اللہ بھی اللہ کے پروردہ ہوتے ہیں جنکو وہ خود کھلاتا ہے۔

اولیاء اطفال حق انداے پسر
درحضور و غیب آگاہ بے خبر (۱)

یاد رکھو قرآن پڑھنا فرض ہے ، اور درود شریف تو ہم خود ہر جمعرات کو پڑھتے ہیں ، پھر جو شخص صرف تین دفعہ " قل " پڑھتا ہے اس کو بھی پورے قرآن کا ثواب ملتا ہے ، مگر جو تعلیم ہم اپنے اصحاب کو دیتے ہیں وہ اس سے بالاتر ہے "

آپ کا یہ ارشاد ہے اس حدیث کی طرف تھا کہ مَنْ شَغَلَہٗ ذِکْرِیْ عَنْ مَسْاَلَتِیْ اَعْطَیْتُہٗ اَفْضَلَ مَا اُعْطِیَ السَّائِلِیْنَ ۔ اسی طرح معجم طبرانی کی ایک حدیث ہے کہ حضور نے فرمایا صحابہ سے کہ میں تمکو ایسی چیز نہ بتادوں جو تمہارے تمام علم و عمل میں سب سے افضل ہو ، جو تمہارے درجات بلند کرے اور وہ صدقہ کرنے اور جہاد کرنے سے بھی بدرجہا بہتر ہو ، صحابہ نے عرض کی یارسول اللہ وہ کونسی چیز ہے ؟ آپ نے فرمایا ۔ " ھو ذکر اللہ " وہ اللہ کو یاد کرنا ہے ۔

حالات ماخوذ از (۱) مرغوب الاحباب ، میر نظر علی تالپور ص ۳۵ ۔ ۳۶ ۔

(۲) اولیائے لواری شریف ، عبدالکریم جان محمد تالپور ص ۸۹ ۔ ۹۰ ۔

الطاش بن شہمیر

" مرغوب الاحباب " کے مصنف میر نظر علی تالپور کے والد اور حاجی شہمیر کے فرزند " الطاش بن شہمیر تالپور " حضرت سلطان الاولیاء خواجہ محمد زمانؒ کے صاحب استعداد مریدوں میں سے تھے ۔ حضرت کی بارگاہ میں حاضری سے قبل کی حالت بیان کرتے ہوئے کہتے ہیں کہ میں ابھی جوان نہیں ہوا تھا قریب البلوغ تھا ۔ ابھی تک مجھے حضرت کا دیدار نصیب نہیں ہوا تھا ۔ لیکن چونکہ پورا گھرانہ حضرت کا معتقد اور مرید تھا اور انسے حضرت کی صورت و سیرت اور خلق و عادات اوصاف و شمائل سنے ہوئے تھے ۔ لہذا ایک روحانی اور قلبی رابطہ میرا حضرت سے قائم تھاچنانچہ جب بھی میں اس خیالی رابطہ اور حضرت کے تصور میں مشغول ہوکر مراقب ہوتا تھا تو صرف حضرت کے خیالی تصور سے مجھ پر یہ کیفیت طاری ہوتی تھی کہ میں خود کو آسماں پر پاتا تھا ۔

اس سے اندازہ کیا جاسکتا ہے کہ جب حضرت سلطان الاولیاء کے ایک خیالی رابطہ میں یہ اثر تھا تو آپ کی صحبت اور معیت میں کس بلا کا اثر ہوگا ؟" ۔

اسلاف کی عقیدت :۔ آپ کے فرزند میر نظر علی خان تالپور لکھتے ہیں کہ ایک روز میں نے آپ سے پوچھا ہمارے آباؤ اجداد کو کب اور کسطرح حضرت سلطان الاولیاء سے ارادت و عقیدت ہوئی ؟ تو اس کے جواب میں آپ نے فرمایا کہ اس کی ابتداء اسطرح ہوئی کہ میرے چچا خانپور میں رہتے تھے اور اس وقت کے مشہور عالم شیخ عبدالرحیم گرہوڑی کا اکثران کے پاس آنا جانا رہتا تھا ، بلکہ جمعہ کو جامع مسجد میں وہ ہمارے اکابرین کے کہنے پر وعظ وغیرہ فرماتے تھے ۔

ایک روز کسی نے اس مجلس میں کہا کہ حضرت شیخ بہاؤ الدین زکریا ملتانی جیسے اولیاء کی شان یہ تھی کہ چاند بھی انکے زیر اثر تھا " اس پر شیخ عبدالرحیم گرہوڑی نے فرمایا کہ اس زمانہ میں ان جیسی شان والے ہمارے حضرت خواجہ (محمد زمانؒ کے بہت سے مریدوں میں موجود ہیں " ۔ وہ فرماتے ہیں کہ چونکہ شیخ عبدالرحیم علامۃ العصر تھے ، اور تقویٰ و ریاضت میں بھی بہت مشہور تھے اس لئے ان کی بات کا سب کو یقین کرنا پڑا ، اور اس روز کے بعد سے ہمارا سارا گھرانہ اس آستانہ کی ارادت و عقیدت کے ساتھ وابستہ ہوگیا ۔

حاضری کا شرف :۔ اور انہی چچا کو (یعنی میر نظر علی خان تالپور کے دادا کے بھائی) جب پہلی بار حضرت سلطان الاولیاء کی بارگاہ میں حاضری نصیب ہوئی تو اس کا حال وہ یہ سناتے ہیں کہ " جب میں حضرت کی زیارت کے لئے گیا تو " گوئی نہر " کے کنارے سے میرا گذر ہوا جہاں میں نے دیکھا کہ چاروں طرف سبزہ ہی سبزہ ہے دل میں میرے خیال آیا کہ اس سرزمین کے لوگ بہت خوش اور آسودہ حال ہیں " ۔ کہتے ہیں کہ جب میں آپ کی خدمت میں پہنچا تو خیریت وعافیت دریافت کرنے کے بعد حضرت نے دوسرے ہی لمحہ اصحاب سے مخاطب ہوکے فرمایا کہ " اگر غیر آباد علاقہ کا رہنے والا کوئی اس طرف آجائے تو یہی سوچے گا کہ یہاں کے رہنے والے بہت خوش حال ہیں ، ہاں اگر وہ دل کی طرف دیکھے جس میں بے انتہا نعمتیں اور لذتیں مرکوز اور سموئی ہوئی ہیں تو ان کو دیکھ کر وہ حیران رہ جائے " ۔

اس واقعہ کو نقل کرنے کے بعد میر نظر علی تالپور یہ شعر تحریر کرتا ہے ۔

خواجہ نقشبند بند کشائی

بند غیر از دل مرید روائی

حالات ماخوذ از (۱) مرغوب الاحباب ، قلمی ، میر نظر علی تالپور ، ۴۴ ۔ ۴۵

(۲) اولیائے لواری شریف ، عبدالکریم جان تالپور ، ۹۲ ۔

الیاس درویشؒ

" درویش الیاس " لواری کے بزرگ حضرت خواجہ محمد زمانؒ کے باکمال مرید گزرے ہیں انہوں نے خواجہ محمد زمانؒ کے بعد انکے جانشین خواجہ گل محمد اور ان کے بعد خواجہ محمد زمانؒ ثانی کی صحبت بھی اٹھائی اور ان سے بھی فیض حاصل کیا۔

ھیبت و جلال:۔ آپ اگرچہ بہت نحیف اور کمزور تھے اور آخری عمر میں تو آنکھوں کی بینائی سے بھی محروم ہوگئے تھے لیکن آپ کی ھیبت اور رعب کا یہ عالم تھا کہ کوئی شخص آپ کے سامنے گفتگو نہیں کر سکتا تھا۔

بحر معرفت:۔ حکیم سید میر نور علی لکھوی ایک واقعہ بیان کرتے ہیں کہ ایک روز خواجہ محمد زمان ثانیؒ نے الیاس درویش کو دیکھکر تین مرتبہ سبحان اللہ پڑھی ۔ وہ کہتے ہیں کہ جب میں نے حضرت سے اس کی وجہ پوچھی تو آپ نے فرمایا کہ میں یہ دیکھکر تسبیح پڑھ رہا ہوں کہ اس درویش کے پاس کچھ نہ تھا لیکن خواجہ محمد زمانؒ (اول) کی نگاہ فیض نے اس کو معرفت و حقیقت کا ایک سمندر بنادیا ہے ۔ حکیم صاحب کہتے ہیں کہ دوسرے روز میں نے کیا دیکھا خواجہ محمد زماں ثانی اس درویش کی طرف متوجہ ہو کر اس کو فیض پہنچا رہے ہیں اور برسات کی طرح فیضان رحمت کی بارش ہورہی ہے اس پر میں نے سبحان اللہ پڑھی ۔ حضرت خواجہ نے میری طرف نظر اٹھا کر دیکھا اور فرمایا کیوں سبحان اللہ پڑھتے ہو ؟ میں نے عرض کی کہ میں نے اسلئے سبحان اللہ پڑھی ہے کہ کل آپ کیا فرمارہے تھے اور آج کیا کررہے ہیں ۔ اس پر آپ نے فرمایا کہ " بس اللہ کی مرضی ہے اس، میں ہمارا کوئی اختیار اور بس نہیں " ۔

کرامتہاست اندر پردہ غیب
نگہ کن تا کرا ریزند در حبیب

وفات :۔ آپ نے ۱۲۳۳ھ میں دار فانی سے دار باقی کی طرف رحلت فرمائی ۔ آپ کا مزار مبارک " دیھہ پلیچا " کے قبرستان میں شمال کی جانب واقع ہے ۔

حالات ماخوذ از

تذکرہ مشاہیر سندھ دین محمد وفائی ج ۳ ص ۱۳۴

محمد مجذوب بیابانیؒ

آپ خواجہ محمد زمانؒ (لواری شریف والے) کے مریدوں میں سے ایک کامل مجذوب گزرے ہیں۔

صحرانوردی:۔ اپنے مرشد کے وصال کے بعد آپ جنگلوں میں نکل گئے اور ایک طویل عرصہ آپ نے جنگلوں صحراؤں اور بیابانوں میں گزارا اور اس تمام عرصہ آدمیوں سے آپ نے کوئی واسطہ یا تعلق نہیں رکھا۔

خاموشی:۔ آپ نے ایک نئے انداز سے ریاضت کی اور وہ اس طرح کہ پورے ۱۲ سال مکمل سکوت اور خاموشی میں گزار دیئے۔ اس ۱۲ سال کے طویل عرصہ میں کسی سے کوئی کلام نہیں کیا حتیٰ کہ آپ کی زبان سے ایک کلمہ بھی اس عرصہ میں نہیں نکلا۔ بارہ سال بعد آپ نے کچھ کلام کرنا شروع کیا۔

عنایات الہیٰ:۔ ایک روز آپ نے ارشاد فرمایا کہ میرے رب کی مجھ پر تین بڑی عظیم عنایتیں ہوئی ہیں۔ ایک یہ کہ دنیا کے تمام معاملات کی اس نے مجھے اطلاع دیدی ہے۔

دوسری یہ کہ انسانوں کے دلوں کے راز اور ان کی قسمت اور عاقبت کا حال بھی مجھ پر آشکار کردیا ہے۔ تیسری یہ کہ مجھے وہ روحانی قوت عطاء فرمادی ہے کہ میں جہاں چاہوں لمحوں میں پہنچ سکتا ہوں۔

آپ پر ہونے والی ان عنایات الہیٰ کا لوگوں نے اس طرح مشاہدہ کیا کہ ایک روز آپ کا ایک معتقد آپ کے لئے کسی ہندو کی دوکان سے اخروٹ خرید کر لایا اور آپ نے ان اخروٹوں کو کھانے سے انکار کردیا اور فرمایا کہ ان اخروٹوں پر ہندو کے بچے نے پیشاب کیا ہوا ہے۔ کھانے کے لائق نہیں وہ معتقد واپس ان

اخروٹوں کو اس ہی ہندو کے پاس لیکر گیا اور اس سے جب یہ بات پوچھی تو اس نے اس بات کی تصدیق کرتے ہوئے کہا کہ یہ اخروٹ جس جگہ رکھے ہوئے تھے اس کے اوپر جھولے میں چھوٹا بچہ سو رہا تھا جس نے پیشاب کردیا اور وہ پیشاب ان اخروٹوں پر آکر گر گیا۔

روحانی قوت :۔ آپ کی روحانی قوت و طاقت کا ایک بار اس وقت بھی لوگوں نے مشاہدہ کیا جب میر نظر علیخاں تالپور کے چچا حاجی جعفر خاں حج کے لئے گئے تو ایک عرصہ دراز گزر گیا ان کی کوئی خیر خبر نہیں آئی کہ وہ کہاں ہیں اور کیسے ہیں جس سے سب لوگ پریشان ہوگئے، ایک دن لوگوں نے آپ سے ان کے متعلق پوچھا کہ آپ بتایئے وہ کہاں ہیں آپ نے فرمایا وہ یمن کی "فحا" بندرگاہ پر تھے کہ وہاں ان کے سامان میں سے کچھ چوری ہوگیا تھا جو اب مل گیا ہے لوگوں نے پھر پوچھا کہ کیا ابھی تک وہ وہیں ابھی بندرگاہ پہ ہیں۔ آپ نے فرمایا تمھیں اس سے کیا واسطہ بہرحال وہ جلدی ہی تمہارے پاس پہنچنے والے ہیں چناچہ آپ کے ارشاد کے مطابق وہ چند روز بعد واپس گھر پہنچ گئے اور وہی چوری کا واقعہ جو آپ نے لوگوں کو بتایا تھا وہ ہی ان کے ساتھ پیش آیا اور انہوں نے سب کو سنایا۔

آپ کا شمار تیرھویں صدی ہجری کے کاملین اولیاء میں سے ہوتا ہے۔

حالات ماخوذ از تذکرہ مشاہیر سندھ دین محمد وفائی ج ۳ ص ۱۵۲

عبدالسلام جونڑ

"مولانا عبدالسلامؒ جونڑ" بارھویں صدی ہجری کے اوائل کے کامل اولیاء اللہ میں سے گذرے ہیں۔ لواری شریف کے بزرگ خواجہ محمد زمانؒ کو آپ اس وقت کے کامل اولیاء اللہ اور ابدالوں میں شمار کیا کرتے تھے۔

باطنی طاقت:۔ آپ کی روحانی طاقت اور باطنی قوت کا یہ عالم تھا کہ صبح کی نماز "بھج" کے مقام پر پڑھتے تھے تو دوپہر کا کھانا لواری شریف میں آکر تناول فرماتے تھے، پھر یہاں تھوڑی دیر آرام کرنے کے بعد ظہر کی نماز کے لئے چل دیتے تھے اور یہ نماز بدین میں پہنچکر ادا فرماتے تھے۔ پھر مغرب لواری میں اور عشاء "بھج" میں ادا کرتے تھے۔ الغرض میلوں کی مسافتیں آپ لمحوں میں طے فرمالیا کرتے تھے۔ صاحب مرغوب الاحباب لکھتے ہیں کہ زمین کی مسافتیں لمحوں میں طے کرنے بغیر کشتی وغیرہ کے پانی کو عبور کرنے، محفل میں سے اچانک لوگوں کی آنکھوں سے اوجھل ہوجانے کی بہت سی کرامتیں آپ کی ہم نے اپنی آنکھوں سے مشاہدہ کی ہیں۔

حالات ماخوذ از۔
تذکرہ مشاہیر سندھ دین محمد وفائی ج ۳ ص ۱۰۹

شیخ شعیب رحؒ کچھی

آپ حضرت سلطان الاولیاء خواجہ محمد زمانؒ (لواری) کے باکمال مریدوں میں سے ہیں۔ اپنے مرشد کی وفات کے بعد ان کے جانشین خواجہ گل محمد کی صحبت سے ایک عرصہ تک فیضیاب ہوتے رہے۔

اصل میں آپ سندھی ہیں لیکن چونکہ آپ کے مرشد خواجہ محمد زمانؒ نے آپ کو تبلیغ اور رشد وہدایت کے لئے ریاست "کچھ" کے علاقہ میں بھیجا تھا اس لئے آپ کو "کچھی" کہا جاتا ہے۔

روحانی تصرف:۔ مرشد کی صحبت میں لگاتار ریاضات اور مجاہدات کر کے آپ روحانیت کے اعلیٰ مقام پر فائز ہوگئے تھے۔

آپ کے روحانی تصرف اور باطنی طاقت کا اندازہ اس واقعہ سے ہوسکتا ہے کہ آپ کی بکری محلہ میں کسی نے چرالی آپ نے سب محلہ والوں کو جمع کیا اور ان سے کہا کہ جس نے میرے بکری چرائی ہے وہ سچ سچ بتا دے ورنہ وہ ذلیل اور رسوا ہو جائیگا۔ سب نے کہا کہ ہم ایسی حرکت کیسے کر سکتے ہیں ہم نے آپ کی بکری نہیں لی۔ آپ نے ان پر جو روحانی توجہ ڈالی تو اس کا یہ اثر ہوا کہ جنہوں نے بکری چرائی تھی ان کے گلے سے بکری کی سی آواز نکلنے لگی آخر انہوں نے آپ سے معافی مانگی اور آپ کو بکری واپس کر دی۔

اس ہی طرح ذی الحج کی ۸ تاریخ کو آپ کے خادم نے کہا کہ حضور کل تو حج کا دن ہے جب سب لوگ عرفات میں جمع ہونگے تو کیا خوب منظر ہوگا۔ آپ نے فرمایا کہ کیا تجھے بھی وہاں جانے کا اور حج کرنے کا شوق آرہا ہے۔ اس نے کہا

ہاں کیوں نہیں ۔ آپ نے اپنے دروازہ پر بندھی ہوئی اپنی پرانی بیل گاڑی کی طرف اشارہ کر کے فرمایا آج رات اس پر سو جانا ہم تمہیں عرفات پہنچا دیں گے ۔

خادم نے سمجھا کہ شاید آپ مجھ سے مزاق کر رہے ہیں ۔ چنانچہ جب وہ اٹھا تو جہاں ہمیشہ سوتا تھا وہیں جا کر لیٹ گیا آپ تشریف لائے اور فرمایا کہ ہم نے تم سے کیا کہا تھا جاؤ اور جا کے ہماری گاڑی پر سو جاؤ ۔ خادم کہتا ہے کہ میں اس گاڑی پر سو گیا رات کو کیا دیکھتا ہوں کہ میں مکہ مکرمہ میں ہوں اور حج کی بہاریں لوٹ رہا ہوں اس کے بعد مدینہ شریف کی زیارت نصیب ہوئی اور وہاں بھی خوب فیض حاصل کیا جب صبح آپ کی خدمت میں آیا تو آپ نے مجھے دیکھ کر فرمایا ۔ دیکھا تم نے ہماری گاڑی کتنی تیز چلتی ہے ؟

وفات :۔ آپ کی وفات ۱۲۲۷ھ میں ہوئی ۔

حالات ماخوذ از :۔ ۱ ۔ مرغوب الاحباب میر نظر علی

۲ ۔ تذکرہ مشاہیر سندھ دین محمد وفائی ج ۳ ص ۱۳۳

محمد سلیم جان سرھندی

ٹنڈو سائینداد کے سرھندی بزرگوں کے مورث اعلیٰ خواجہ عبدالرحمن مجددی کے چھوٹے بھائی خواجہ عبیداللہ تھے (المعروف بغلام جان ولادت ۱۲۴۶ ھ وفات ۱۲۹۱ ء) جن کے تیسرے صاحبزادے آغا مقیم جان (وفات ۱۳۳۱ ھ) تھے ان کے فرزند محمد سلیم جان تھے جو صاحب علم و معرفت بھی تھے ۔ فارسی کے بلند پایہ شاعر اور طبیب حاذق بھی تھے ۔

ولادت :۔ محمد سلیم جان سلیم کی ولادت ۱۳۲۷ ھ ، ۱۹۰۹ ء کو قندھار میں ہوئی ، ابھی آپ پانچ سال کے تھے کہ آپ کے والد گرامی آغا مقیم جان انتقال فرماگئے ۔ اس طرح بچپن میں ہی آپ شفقت پدری سے محروم ہوگئے ۔ اس لئے آپ کی پرورش اور تربیت آپ کے نانا خواجہ محمد حسن جان سرھندی نے کی ۔

تعلیم :۔ پانچ سال کی عمر میں آپ نے قرآن پاک سے اپنی تعلیم کا آغاز کیا مختصر سی مدت میں قرآن پاک ختم کرنے کے بعد آپ نے سندھ کے متعدد علماء سے عربی اور فارسی کی ابتدائی کتب کنزالد قائق اور کافیہ تک پڑھیں ۔ اس کے بعد آپ کے نانا مرحوم نے اپنی صاحبزادے پیر محمد ہاشم جان سرھندی کے ہمراہ تعلیم حاصل کرنے کے لئے آپ کو اجمیر شریف بھیجدیا جہاں آپ نے ہندوستان کے نامور عالم اور محقق اور تحریک آزادی ہند کے نامور مجاہد مولانا معین الدین اجمیری کے پاس پانچ سال رہ کر درس نظامیہ اور دورہ حدیث کی تکمیل کی ۔ ۱۹۳۴ء میں آپ کا دوبارہ اجمیر شریف جانا ہوا جہاں آپ نے شفاء الملک حکیم نظام الدین سے طب و حکمت کی تعلیم حاصل کی اور ۱۹۴۰ ء میں ماتلی (سندھ) آکر مطب کھول لیا اور اس طرح مخلوق خدا کی خدمت میں مصروف ہوگئے ۔

شاعری :۔ سترہ سال کی عمر سے آپ کو شعر و شاعری کا ذوق تھا ، آپ کے ماموں حضرت پیر عبدالستار جان مجددی کی اصلاح اور حوصلہ افزائی نے آپ کو ایک قادر الکلام شاعر بنا دیا سونے پر سہاگہ یہ کہ آپکو اجمیر میں وقت کے نامور علماء اور محققین کی صحبت کا عالمانہ اور ادبیانہ ماحول میسر آگیا، جس سے آپ کے شعر و سخن کے گلشن کی خوب آبیاری ہوئی اور آپ فارسی ، سندھی اور اردو کے ایسے بلند پایہ شاعر ہوگئے کہ آپ کا کلام اجمیر شریف کے اخبار " معین " بجنور کے اخبار " مدینہ " لاہور کے " ھمایوں " سندھ کے " ھلال "، " مھران "، " نئی زندگی "، " جنگ " وغیرہ میں شائع ہو کر مقبولیت عام حاصل کرتا چلا گیا۔

سندھ کا مشہور سہ ماہی رسالہ " مھران " آپ کی شاعری پر اپنے اداریہ میں لکھتا ہے کہ " سلیم سرھندی ، سندھی ، اردو اور فارسی کے جید شاعر ہیں انکا رنگ تغزل نہایت رنگین اور لذیذ ہے ، ایک قادر الکلام اور پر گو شاعر کی حیثیت سے آپ کی غزلوں رباعیات اور قطعات کا معیار بہت بلند ہے ۔ غزل کی ہیئت اگرچہ قدیم ہے لیکن تاھم موضوع اور مواد زیادہ تر معنوی ہے رمز و اشارہ آپ کے کلام کا خاص معیار ہے "۔

آپ کی شاعری کے چند نمونے تحریر کئے جاتے ہیں ۔ پہلے آپ کے لکھے ہوئے چند نعتیہ اشعار۔

بخشید ایزد مرترا برجملہ عالم برتری
باذات پاکت کے بود کس را مجال ہمسری
اے سید عالی نسب لیجاد عالم راسبب
کردت عطاء از فضل رب بر خیل خوباں افسری
مثلت بنا شد نے شود خود حق ثناء خوانت بود
جبرئیل داند فخر خود بر آستانت چاکری

برشمع رویت جانفشاں حورو ملائک انس و جاں
قربان ببایت جان جاں ہر خوبی و ہر بہتری

در جان ہر کس جائے تو در ہر سرے سودائے تو
اے ناصیہ فرسائے تو خورشید و ماہ و مشتری

والشمس ضوء عارضت واللیل تاب گیسویت
زیبد بفرق اقدست خوش خلعت پیغمبری

فرماں حق فرماں تو عالم ہمہ از آں تو
اللہ اکبر شان تو محبوب رب اکبری

یا رحمتہ للعالمین اے شافع ماذنبیں
برحال زار من ببیں کن روز حشرم یاوری

صد صد درود باصفا ازیں سلیم بے نوا
کن عرض اے باد صبا چوں طیبہ بگذری

ایک خوبصورت غزل کے چند اشعار۔

فتادہ ام برحمت ہمچو ذرہ اے مہرو
قباب برسرم و ساز آفتاب مرا

جو بے حساب گنہہ کردہ ام برحمت خویش
ہم اے کریم بیامرزے بے حساب مرا

اس غزل میں خیالات کی بلندی پاکیزگی اور الفاظ کی بندش قابل دید ہے۔

روشن جہاں زجلوہ توگشت داغ ما
خورشید نورے طلبد از چراغ ما

ہر چند مے خوریم فزوں می شو و خمار
ساقی چہ چیز ریختہ در ایاغ ما

چوں قطرہ شبنم کہ چکد صبح بگلشن
تالمعہ خورشید رخ تست حیا تم

در کعبہ دل تا صنمے صدر نشیں است
افتادہ نگونسار ہمہ لات و مناتم

در لفظ " بلیٰ " بودند انم چہ بلاھا
کز غم ز ازل تا بہ ابد پشت نجاتم

اس غزل میں فن کی استاذانہ پختگی اور شیرنی نظر آرہی ہے۔

دل دادہ ام بہ یارے کا فرادا نگارے
غنچہ دھن سمن تن گلفام و گلعذارے

خو بے خوشے لطیفے شنگے بتے حریفے
شوخے ستم ظریفے سر شار پر خمارے

نازک چوں شاخسارے دلکش چوں نو بہارے
چوں برق بے قرارے سو زندہ چوں شرارے

مہر دئے و مشکبوئے زیباز ہے نکوئے
بدخوئے جنگجوئے آشوب روزگارے

شعر و شراب و نغمہ حسن و شباب و عشوہ
کردند جملہ جلوہ در پیکر نگارے

محمود ہر ادایش مجبوب ہر جفایش
جان و دلم فدایش یارے سست خوب یارے

گشتہ سلیم جاناں از دست درد ھجراں
درماندہ و پریشان افگار و خوار و زارے

نماز اور عبادات کے بڑے پابند تھے۔ نماز کا وقت ہو جاتا تھا تو بھرے مطب کو چھوڑ کر جامع مسجد ماتلی میں جماعت سے نماز اداء کرنے کے لئے نکل پڑتے تھے۔

عادات و خصائل :۔ آپ اسم بامسمیٰ طبیعت کے بڑے سلیم اور حلیم تھے، خاموش طبع اور گوشہ نشین تھے۔ گھر سے دواخانہ اور دواخانہ سے گھر، اس کے علاوہ آپ کو کبھی کسی کے معاملات میں مداخلت کرتے نہیں دیکھا۔

حالات ماخوذ از:۔ (۱) ٹنڈو محمد خان کے اولیاء سرھند۔

ہر کہ خواہد ہم نشینی با خدا
او نشیند در حضورِ اولیاء

مولانا رومی

جو خدا کی معیت چاہتا ہے اسے اولیاء کی محبت اختیار کرنی چاہیئے

حبّ درویشاں کلید جنّت است
دشمن ایشاں سزائے لعنت است

فرید الدین عطار

اولیا کی محبّت جنّت کی کنجی ہے۔ انکا دشمن سزاوار لعنت ہے

شنیدم کہ در روز امید و بیم
بداں را بہ نیکاں بہ بخشد کریم

شیخ سعدی

میں نے سنا ہے کہ قیامت کے دن رب کریم نیکو کے صدقہ
میں بروں کو معاف کرے دے گا

صوفیائے دادو

قاضی موسیٰ

نقشبندیہ مجددیہ سلسلہ کے امام اور مقتدا حضرت امام ربانی مجدد الف ثانی شیخ احمد سرھندی رحمۃ اللہ علیہ کے سرزمین سندھ میں سب سے پہلے فیض یافتہ حضرت شیخ قاضی موسیٰ ہیں۔

شیخ عیسیٰ سے ارادت:۔ شیخ عیسیٰ[1] لنگوٹی سندھ کے ایک بڑے باکمال بزرگ گذرے ہیں آپ شروع میں اسی کامل بزرگ حضرت شیخ عیسیٰ سے ارادت و عقیدت رکھتے تھے اور ابتداء میں آپ نے اپنے وطن میں انہی سے اکتساب فیض کیا اور معرفت و حقیقت میں ایک بلند مقام حاصل کیا۔

شیخ کریم الدین کی ارادت:۔ ایک روز آپ کا گذر عثمان پور جو ضلع اٹک میں حسن ابدالی کے قریب ایک جگہ ہے وہاں کسی کام سے جانا ہوا۔ وہاں آپ نے حضرت عبدالکریم عرف شیخ کریم الدین کی تعریف سنی تو ان کے خدمت میں ملاقات کے لئے حاضر ہوگئے۔ شیخ کریم الدین جو حضرت امام ربانی مجدد الف ثانی کے خلفاء میں سے تھے انہوں نے آپ سے دریافت کیا کہ آپ کس سے مرید ہیں آپ نے جواب دیا کہ میں حضرت شیخ عیسیٰ لنگوٹی سے مرید ہوں اور انکا خلیفہ ہوں۔ حضرت شیخ کریم الدین نے آپ سے فرمایا کہ مراقبہ کیجئیے حضرت شیخ کریم الدین نے آپ کو سلسلہ نقشبندیہ کا وہ فیض پہنچایا کہ آپ کے دل سے تمام نسبتیں محو ہوگئیں اور نسبت نقشبندیہ مجدیہ غالب ہو گئی، جب آپ نے مراقبہ سے سر اٹھایا تو فرمایا کہ میرے باطن میں شیخ عسیٰ کی جو نسبت تھی وہ زائل ہو گئی ہے اور اب آپکی نسبت میرے باطن میں قائم ہو گئی ہے۔ (۲)

امام ربانی ارادت :۔ چونکہ شیخ کریم الدین خود امام ربانی کے خلفاء میں سے تھے اس لئے آپ کو حضرت امام ربانی سے غائبانہ طور پر بڑی محبت اور ارادت و عقیدت قائم ہو گئی چونکہ امام ربانی اس وقت بقید حیات تھے اس لئے آپ نے حضرت امام ربانی کو مختلف خطوط لکھ کر اپنے حوال و مشاھدات سے آپ کو آگاہ کیا اور حضرت امام بانی نے ان کو جواب دے کر اپنے مکاتیب کے ذریعے ان کی علمی اور روحانی تکمیل فرمائی ۔چنانچہ مکتوبات شریف میں آپ کے نام حضرت امام ربانی کا ایک مکتوب گرامی ملتا ہے جو قاضی موسیٰ شوحین کے نام سے ہے جس میں حضرت امام ربانی نے آپ کو احترام شریعت اور صحبت ارباب جمعیت کی تلقین فرمائی ہے ۔آپ تحریر فرماتے ہیں ۔

> حمد و صلواۃ اور دعا گوئی کے بعد عرض ہے کہ اس علاقہ کے فقراء کے احوال قابل تعریف ہیں آپ کا گرامی نامہ جو درویش رحم علی (۳) کے ہاتھ بھیجا تھا پہنچا خوشی ہوئی اللہ تعالیٰ آپ سب کو سلامتی اور استقامت بخشے آپ نے نصیحتوں کی طلب کے متعلق لکھا ہے ۔
>
> میرے مخدوم! نصیحت تو دین اور سید المرسلین صلیٰ اللہ علیہ وسلم کی متابعت ہے ۔ (۴)

وصال :۔ آپ کا وصال سھون میں ہوا اور وہیں آپ کا مزار مبارک ہے ۔چونکہ حضرت امام ربانی سے آپکی مراسلت رہی ہے اور امام ربانی کا سن وفات ۱۰۳۴ھ ہے اس لحاظ سے آپ گیارہوں صدی کے صوفیاء میں سے ہوئے ۔ (۵)

---

(۱) شیخ عیسی لنگوٹی کا اصلی وطن برہان پور تھا آپ نے وہاں سے ہجرت کر کے ساموئی سندھ میں

سکونت اختیار فرمائی تھی ۔ یہاں ایک مدرسہ اور خانقاہ قائم کی جس میں سینکڑوں طلبہ ظاہری اور باطنی علوم حاصل کرتے تھے اسی درسگاہ میں آپ کی ملاقات سندھ کے مشہور بزرگ حضرت پیر مراد کے دادا سید محمد سے ہوئی جن سے آپ نے حضرت پیر مراد کی ولادت کی پیشنگوئی فرمائی آپ کی پیشنگوئی کے مطابق جب پیر مراد کی ولادت ہوئی تو آپ کے دادا زیارت کے لئے حاضر ہوئے اور ان سے مرید ہوگئے ۔ ان کے مرید ہونے کے تین دن بعد ۹۳۱ھ میں آپ کا وصال ہوگیا ۔ آپ کا مزار مکلی ٹھٹہ میں حضرت پیر مراد اور حضرت سید علی کے قبرستان کے عقب میں واقع ہے ۔ (تذکرہ صوفیائے سندھ ۔ اعجاز الحق قدسی ص ۱۲۰)
حضرات القدس میں شیخ عیسی لنگوٹی کو کلچ عیسی بولتی لکھا ہے (دفتر دوم ص ۳۲۹)

(۲) حضرات القدس ملا بدر الدین سرھندی (دفتر دوم ص ۳۲۹)

(۳) اس سے معلوم ہوا کہ رحم علی بھی حضرت امام ربانی کے عقیدت مندوں میں سے ہیں ۔

(۴) مکتوبات امام ربانی، مکتوب ۹۲ دفتر سوم ص ۱۵۳ ۔

(۵) حالات ماخوذ از حضرات القدس ملا بدر الدین دفتر ص ۳۲۹ ۔

شیخ اسحاق

شیخ اسحاق سہون سندھ کے سب سے پہلے حضرت امام ربانی مجدد الف ثانی کے فیض یافتہ بزرگ حضرت شیخ موسیٰ کے فرزند ہیں۔

شیخ کریم الدین سے ارادت:۔ جب آپ کے والد گرامی حضرت موسیٰ عثمان پور آئے اور یہاں حضرت امام ربانی مجدد الف ثانی کے ایک کامل خلیفہ حضرت شیخ عبدالکریم عرف شیخ کریم الدین کے فیوضات و برکات سے مستفیض اور متاثر ہو کر جب واپس اپنے وطن آئے تو آپ نے یہاں اپنے صاحبزادے شیخ اسحاق سے حضرت کریم الدین کے روحانی تصرفات اور قوت و طاقت کو بیان کر کے ان کو بھی وہاں حضرت شیخ کریم الدین کی خدمت میں حاضر ہونے کی رغبت دلائی۔ والد گرامی کے شوق دلانے پر آپ بھی عثمان پور روانہ ہو گئے جب وہاں پہنچے تو اس وقت حضرت شیخ کریم الدین خود اپنے ہاتھوں سے حجرہ کی تعمیر فرما رہے تھے۔ آپ کے تمام ہاتھوں اور پاؤں میں مٹی لگی ہوئی تھی انہوں نے جاکر سلام کیا آپ نے ان پر ایک نگاہ ڈالی اور فرمایا ٹھہرو ہاتھ پاؤں دھو کر تم سے مصافحہ کرتا ہوں۔ شیخ اسحاق نے عرض کیا کہ حضور آپکی صرف نگاہ سے خلیفہ حضرت شیخ تاج سنبھلی کی نسبت جو سات ماہ سے میرے باطن میں جاری تھی وہ زائل ہو گئی ہے اور اس کی جگہ آپ کی نسبت قائم ہو گئی ہے۔ پھر آپ ان کو حجرہ میں لے گئے۔ اور وہاں آپ نے ان کو سلسلہ نقشبندیہ مجددیہ کی نسبت القاء فرمائی۔

بے خودی:۔ حضرت شیخ کریم الدین کی ایک ہی نسبت میں آپ مست و بے خود ہو گئے، ماھئ بے آب کی طرح تڑپنے لگے، اپنا سر در و دیوار سے ٹکرانے لگے۔ صبح سے دوپہر تک آپ پر یہی بے خودی اور وارفتگی کی کیفیت طاری رہی دوپہر کو حضرت شیخ کریم الدین پھر حجرہ میں تشریف لائے اور دوبارہ آپ کو نسبت پہنچائی تو آپ کو کچھ قرار اور سکون نصیب ہوا۔

مکاشفہ :۔ اس وقت آپ نے اپنا سر اپنے مرشد حضرت شیخ کریم الدین کے قدموں میں رکھدیا اور عرض کیا کہ داوات قلم منگوالیجئے تا کہ اس وقت عالم مشاہدہ میں حضرت امام ربانی مجدد الف ثانی نے جو باتیں مجھ سے فرمائی ہیں وہ میں لکھ دوں تاکہ بعد میں کہیں میں بھول نہ جاؤں انہوں نے کہا کہ ابھی ابھی حضرت امام ربانی مجدد الف ثانی نے مجھ سے فرمایا کہ " احمد سرھندی سے اسحاق سندی کو معلوم ہو کہ اسحاق تو میرا فرزند اور تمام امور خفیہ اور جلیہ میں میرا خلیفہ ہے میں " معفو " ہوں اور تو مغفور ہے اور جو تم کو وسیلہ بنائیگا وہ بھی مغفور ہے میرے حبیب اور خلیفہ مولانا کریم الدین سے میرا سلام کہدینا " ۔

خلافت :۔ یہ مکاشفہ سن کر حضرت شیخ کریم الدین نے آپ سے فرمایا کہ حضرت امام ربانی مجدد الف ثانی نے تم کو خود خلافت دے دی ہے بس یہی تمہارے لئے کافی ہے ۔ اور یہ فرما کر ان کو رخصت کردیا ۔ آپ وہاں سے رخصت ہو کر اپنے وطن واپس سہون تشریف لے آئے اور یہاں سلسلۂ نقشبندیہ کا مخلوق خدا کو خوب فیض پہنچایا ۔ اور بہت سے لوگ آپ کے حلقۂ ارادت میں داخل ہوگئے ۔

دوسری حاضری :۔ ایک عرصہ کے بعد جب آپ دوبارہ اپنے مرشد حضرت مولانا کریم الدین کی خدمت اقدس میں حاضر ہوئے تو اس وقت آپ کے مرشد نے آپ کو ذکر نفی و اثبات کا درس دیا ۔ اس وقت بھی آپ کی کیفیت پہلی جیسی ہو گئی کہ آپ بالکل بے خود ہوگئے اور سوز عشق سے آپ کے اندر گرمی اور حرارت کا یہ عالم تھا کہ بار بار پانی آپ کو پلایا جارہا تھا ۔ لیکن آپ کو تسلی نہیں ہو رہی تھی ۔ گلاس پہ گلاس پانی کے آپ کو دئے جارہے تھے لیکن آپ سیراب نہ ہوتے تھے اور فرماتے تھے کہ میں جل رہا ہوں ۔ پھر آپ پر سکوت طاری ہوگیا اور بہت دنوں تک خاموش رہے اور آپ نے کلام کرنا چھوڑ دیا ۔ اس کے بعد آپ سے جب آپ کا حال پوچھا گیا تو فرمانے لگے میں نہیں جانتا کہ

میں کون ہوں اور کہاں ہوں زمیں پر ہوں یا آسمان پر ہوں ؟

تربیت امام ربانی :۔ یوں تو حضرت شیخ کریم الدین (خلیفہ امام ربانی) کے ذریعہ حضرت امام ربانی کا فیض آپ تک پہنچ گیا تھا اور انکے ذریعہ آپ کی روحانی تربیت ہوئی لیکن اس کے علاوہ خود حضرت امام ربانی سے بھی آپ کا سلسلہ مراسلت جاری رہا اور مکاتیب کے ذریعہ براہ راست بھی آپ نے حضرت امام ربانی مجدد الف ثانی سے فیوضات حاصل کئے اور روحانی ترقی کے مزید مدارج بھی طے کئے۔

چنانچہ مکتوبات امام ربانی میں ان کے نام حضرت امام ربانی کا ایک مکتوب گرامی ملتا ہے جس میں آپ نے ان کو صحبت ارباب جمعیت کی رغبت دلائی ہے۔ اس مکتوب کا آغاز اسطرح ہوتا ہے۔

"الحمد للہ والسلام علیٰ عبادہ الذین اصطفیٰ! وہ مکتوب شریف جو آپ نے رحم علی درویش کے ہاتھ بھیجا تھا موصول ہوگیا چونکہ اس سے ذوق و شوق کی اطلاع ملتی تھی اس لئے خوشی پیدا ہوئی اور ایک علیحدہ کاغذ میں جو واقعہ (۱) تم نے دیکھا تھا اس کی روداد لکھی تھی اس کے مطالعہ سے خوشی پر خوشی ہوئی اس قسم کے واقعات خوشخبری دینے والے ہیں کوشش کریں کہ یہ امکان سے وجود میں آجائیں اور کان سے آغوش تک پہنچ جائیں ۔۔۔۔۔ دوسری بات یہ ہے کہ میری بھائی شیخ کریم الدین کچھ مدت سے آئے ہوئے ہیں شاید اپنے حالات تم کو لکھیں۔ (۲)

مقام مقبولیت :۔ اللہ تعالیٰ نے آپکو زمرہ اولیاء اور عام اپنی مخلوق میں بے پناہ مقبولیت عطا فرمائی اس کا اندازہ اس واقعہ سے ہو سکتا ہے کہ جب آپ واپس اپنے وطن سہون تشریف لائے تو یہاں بہت سے لوگ آپ سے بیعت ہو کر آپ کے حلقہ ارادت میں داخل ہوگئے ، انہی میں سے ایک اپنے وقت کے بہت بڑے عالم اور ایک باکمال بزرگ میرک مسعود بیگ بن احمد بیگخان بھی

تھے ۔ انکو کسی نے بھکا دیا کہ تمہارا پیر شیخ اسحاق اصل میں تو شیخ عسیٰ لنگوٹی کا مرید ہے لہذا وہ جو خود کو نقشبندی کہتا ہے یہ غلط ہے ، یہ سن کر میرک صاحب بہت پریشان ہوئے اور سوچ میں پڑ گئے کہ کس جھوٹے آدمی کی میں نے بیعت کر لی ہے اور بددل ہو کر گھر بیٹھ گئے جب تین دن تک یہ شیخ اسحاق کی خدمت میں نہیں آئے تو شیخ اسحاق خود چل کر انکے گھر گئے لیکن لوگوں کا بہکانہ ان کو چونکہ متاثر کر چکا تھا اسلئے انہوں نے آپ کو کوئی اہمیت اور کوئی خاص عزت نہ دی اور آپ کی کوئی تعظیم نہ کی آپ فوراً واپس چلے گئے ، اسی رات میرک صاحب نے خواب میں دیکھا کہ حضرت خواجہ بہاؤ الدین نقشبند رحمۃ اللہ علیہ تشریف فرما ہیں اور کبھی آپ اتنے بڑے ہوجاتے ہیں کہ تمام زمین اور آسمان کو گھیر لیتے ہیں اور کبھی سوئی کے برابر چھوٹے ہو جاتے ہیں اور میرک سے مخاطب ہو کے فرماتے ہیں کہ اے میرک تو مردان خدا کو نہیں پہچانتا ہے ؟ مارے خوف کے اس کی آنکھ کھل گئی اور وہ اسی وقت درڑتا ہوا شیخ اسحاق کی خدمت میں حاضر ہوا اور انکے قدموں پر گر کر معافی چاہنے لگا اور کہنے لگا کہ اب آئندہ آپ جو کہیں گے اسی پر عمل کرونگا ۔ آپ نے اس کو معافی دی اور فرمایا ایسے غلط لوگوں کے پاس نہ بیٹھا کرو جو تمہاری ارادت اور عقیدت کو ختم کر دیں چناچہ اس نے ان تمام لوگوں کو اپنی پاس سے بھگا دیا ۔

وصال :۔ آپکا وصال بھی سہون ہی میں ہوا اور وہیں آپ کا مزار شریف ہے ۔ آپ بھی گیارھوں صدی ھجری کے صوفیا میں ہوئے ہیں ۔ (۳)

---

(۱) شاید یہ وہ ہی مکاشفہ اور مشاہدہ ہے جس کا گذشتہ اوراق میں ذکر ہوا اور حضرت القدس میں نقل کیا گیا ہے ۔

(۲) مکتوبات امام ربانی مکتوب نمبر ۷ حصہ ۸ دفتر سوم ص ۱۵۳

(۳) حالات ماخوذ حضرات القدس ملا بدر الدین دفتر دوم ص ۳۲۹

مخدوم بلال تلٹھی

صاحب " حدیقتہ الاولیاء " ، علامہ سید عبدالقادر ٹھٹوی آپ کی شان ان الفاظ اور القاب میں بیان فرماتے ہیں ۔

آں سالک مسلک طریقت ، کاشف عوامض حقیقت عارف رموز شریعت ، عالم حقائق طریقت ، غواص قلزم و حدت ، صاحب کشف اھل حال یعنی مخدوم بلال قدس سرہ از جملہ عارفان مطلق و واصلان حق بودہ درغلبات وجد و شوق و استیلائے ذکر و ذوق رتبہ عالی داشتہ ۔ (۱)

نام و وطن :۔ آپ کا اسم گرامی بلال ، آپ کے والد کا نام مخدوم حسن اور دادا کا نام مخدوم ادریس تھا ۔ آپ " سمہ " قبیلہ سے تعلق رکھتے تھے اصل میں ٹھٹہ کے رہنے والے تھے یہیں کی ایک صاحب حیثیت اور صاحب جاہ شخصیت یعنی جام نظام الدین آپ کے سگے بھائی تھے اس لحاظ سے آپ کیلئے بھی حکومت اور سلطنت میں اعلیٰ مناصب حاصل کرنے کے بہت سے مواقع تھے لیکن آپ نے فقیری کو ترجیح دیتے ہوئے تخت شاہی کو بھی ٹھکرادیا اور یہاں سے ھجرت فرما کر ضلع دادو میں ایک مقام باغبان جسے " تلٹھی " بھی کہا جاتا ہے اور جو آجکل مخدوم صاحب کے نام سے مشہور ہے وہاں مستقل سکونت اختیار فرمالی ، اور یہیں رشد و ھدایت کا کام شروع کردیا ۔ اور یہیں ساری زندگی خدمت خلق اور وعظ و نصیحت میں گزاردی ۔ (۲)

علوم ظاہری :۔ تمام ظاھری علوم سے آراستہ تھے اور اس مرتبہ پر پہنچے ہوئے تھے کہ بقول مورخین اسوقت علم و فن کے لحاظ سے آپ اپنی مثال آپ تھے ۔ چنانچہ میر علی شیر قانع لکھتے ہیں کہ ۔

" مخدوم بلال تلٹھی صاحب مقامات غریبہ و آثار عجیبہ در علوم ظاہری و باطنی و فیوض مکتبی ولدنی یگانہ خصوصاً علم تفسیر و حدیث سرآمد کل فضلائے عہد بودہ " ۔ (۳)

اور میر معصوم بھکری ، اپنی مشہور تالیف تاریخ معصومی میں آپ کے علم و فضل کو یوں بیان کرتے ہیں کہ ۔

در وادی تقویٰ و زھد شبیہہ و نظیر نداشتہ در علم حدیث و تفسیر مہارت تامہ داشتہ و صاحب مقامات ارجمندبود ۔ (۴)

معاصرین :۔ مخدوم جمعہ جو اپنے وقت کے متبحر عالم اور بڑے متقی اور پرہیزگار بزرگ تھے وہ آپ سے بڑے مخلصانہ تعلقات رکھتے تھے اور آپ کے پاس آتے رہتے تھے ۔ مخدوم جمعہ کا مزار مکلی میں ہے ، علاوہ ازیں سیر العارفین کے مصنف جمالی دھلوی جب ایران سے واپس ہوئے تو مخدوم سے آپ کی ملاقات ہوئی اور مخدوم نے تصوف کی مشہور کتاب " عوارف " کے کچھ سبق بھی ان سے پڑھے ۔(٦)

اس کے علاوہ آپ حضرت شاہ عثمان مروندی عرف حضرت لعل شہباز قلندر سے بھی ارادت اور عقیدت رکھتے تھے اور اکثر انکی خدمت میں حاضر ہوتے تھے ۔

علوم باطنی :۔ علوم ظاہری کے ساتھ ساتھ آپ نے علوم باطنی میں بھی کمال پیدا کیا اور مختلف صوفیاء اور مشائخ سے فیض حاصل کر کے مختلف سلسلہ ہائے طریقت میں اجازت و خلافت حاصل کی ۔ چنانچہ آپ کو نقشبندی سلسلہ کی بھی اجازت تھی اور " کبروی " طریقہ کی بھی اجازت تھی ۔

نقشبندی سلسلہ طریقت آپ کا اسطرح سے ہے ۔ (٥)

مخدوم بلال ، عن مخدوم دانیال ، عن پیر محمد بخاری ، عن بہاؤ الدین نقشبندی بخاری (۱۳۸۹ء ، ۷۹۱ھ) اس کے علاوہ آپ کا " کبروی " سلسلہ طریقت

حضرت نجم الدین کبریٰؒ تک ان واسطوں سے پہنچتا ہے ۔

مخدوم بلال ، مرید شیخ دوست علی سیوستانی ، مرید سید شمش الدین علی ھمدانی (م ۷۸٦ ھ) مرید شیخ شمس الدین مزوقانی (م ۷٦٦ ھ) مرید ابوالمکارم علاؤ الدین سمنانی ، (م ۷۳٦ ھ) مرید نورالدین عبدالرحمن اسفرائینی (م ٦۹۵ ھ) مرید جمال الدین احمد جوزقانی (م ٦٦۹ ھ) مرید رضی الدین علی لالاغزنوی (م ٦۴۲ ھ) مرید شیخ مجدالدین بغدادی (م ٦۱۷ ھ) مرید شیخ نجم الدین احمد بن عمر کبریٰ خوارزمی (م ٦۱٦ ھ)

اسی طرح یہ سلسلہ آگے سیدالطائفہ حضرت جنید بغدادیؒ تک جا ملتا ہے ۔

ریاضات و مجاہدات :۔ سلوک کے مقامات طے کرنے میں آپ نے بڑے بڑے ریاضات اور مجاہدات کئے ، مثلاً آپ رات کو ایک بڑے برتن میں ، پانی کے اندر بیٹھ کے اللہ کا ذکر کرتے تھے ، یہاں تک کہ آپ کے ذکر الہیٰ کی حرات اور اثر سے اس پانی میں جوش آنے لگتا تھا حتیٰ کہ اس پانی میں سے بھی ذکر الہیٰ کی آواز آنے لگتی تھے ، صبح ہوتے ہی اس پانی کو آپ دریا میں ڈلوا دیا کرتے تھے ، اس خاص کرامت کی اطلاع سوائے آپ کے چند حرم محترم کے اور کسی کو نہ ہونے پائی تھی ۔ (۷)

تصرف باطنی :۔ آپ کی باطنی قوت اور تصرفات کا یہ عالم تھا کہ ایک روز آپ لعل شہباز قلندر کی زیارت اور ملاقات کو کشتی میں سوار ہو کر تشریف لے جارہے تھے ، کشتی کا ملاح بڑا بدزبان فحش گو واقع ہوا تھا اس نے کشتی میں بیٹھتے ہی بد زبانی اور فحش کلامی شروع کردی ۔ حضرت مخدوم کو اس کی ان بے ہودہ باتوں سے بڑی تکلیف ہورہی تھے ، ہرچند لوگوں نے اس کو روکنے کی کوشش کی لیکن اس نے کسی کی ایک نہ سنی اور اپنی بے ہودہ باتوں میں مسلسل

مصروف رہا، آخر حضرت مخدوم نے اپنی ٹوپی اتار کر خادم کو دی کہ اس ملاح کو پھنادو، چنانچہ خادم نے جیسے ہی آپ کا کلاہ مبارک اس کے سر پر رکھا اس کی حالت یکدم بدل گئی وہی زبان جس سے تھوڑی دیر پہلے فحش اور لایعنی باتیں نکل رہی تھیں اب اس زبان سے رموز تفسیر و حدیث کے پھول بکھر رہے تھے اہل کشتی آپ کی اس کرامت کو دیکھ کر حیران رہ گئے۔ (۸)

شہادت :۔ جام فیروز کے زمانے میں جب شاہ بیگ ارغون نے سندھ پر حملہ کیا اور اس کا گذر راستہ میں " باغبان " یعنی تلٹھی کے علاقہ سے ہوا تو قومی غیرت کے تقاضے کے طور پر آپ نے اور آپ کے مخلصین اور مریدین کی ایک جماعت نے اس کا مقابلہ کیا لیکن ان بے سرو ساماں مجاہدوں کے مقابلے میں اس کا کثیر جاہ و لشکر غالب رہا اور وہ ان علاقوں کو فتح کرتا ہوا ٹھٹہ پہنچا اور وہاں جام فیروز سے اس کا معاہدہ ہوگیا کہ آدھا ملک وہ اپنے قبضے میں رکھے گا اور آدھا اس کے حوالے کردیگا جب اس فتح کے بعد وہ واپس سہون کے راستے لوٹا تو تلٹھی میں اس نے قیام کیا اور شہر کے تمام معززین کو جمع کر کے اس نے خطاب کیا، اس موقعہ پر کسی نے اس سے یہ کہہ دیا کے ہم بغیر کسی تردد کے آپ کی اطاعت اور فرماں برداری کے لئے تیار ہیں لیکن یہاں کی ایک بہت بااثر شخصیت جو اپنے وقت کا بہت بڑا عالم بھی ہے اور پیر بھی ہے یعنی مخدوم بلالؒ وہ ہم کو روکتا ہے۔ اور یہی نہیں بلکہ آپ سے مقابلے کیلئے لوگوں کو تیار کررہا ہے۔

یہاں سے آپ کی دشمنی ارغون خاندان سے شروع ہوجاتی ہے، چنانچہ جب اس خاندان نے پوری طرح سندھ پر قبضہ کرلیا اور یہ ملک پوری طرح ان کے تسلط میں آگیا تو انہوں نے پھر آپ سے انتقام لیا اور یکم محرم ۹۳۵ھ کی شام کو شاہ بیگ کے لڑکے شاہ حسن ارغون کے حکم پر حاکم وقت سے غداری کے جرم میں آپ کو شہید کر دیا گیا۔ (۹)

مزار:۔ صحیح قول یہ ہے کہ آپ کا مزار باغبان یعنی تلٹھی جو اب " مخدوم بلال " ہی کے نام سے ضلع دادو میں معروف مشہور گاؤں ہے وہاں واقع ہے اور مزار کی زیارت کرنے والوں کا بیان ہے کہ وہاں مہینہ کی ہر جمعرات کو ایک عظیم الشان جلسہ ہوتا ہے، جس میں بہت سے علماء تقاریر و مواعظ سے لوگوں کو مستفیض کرتے ہیں۔(۱۰)

ذوق سخن:۔ حضرت مخدوم بلال شعر و شاعری سے بھی ذوق رکھتے تھے چنانچہ آپ کی یہ ایک رباعی ہے۔

در راہ خداز سر قدم باید ساخت
سرمائیہ اختیار خود ببباید باخت
کفر است بخود نمائی بردن بجہاں
از خویش بروں شدہ سریش ببباید تاخت (۱۱)

تاریخ وفات:۔ آپ کی وفات پر مشتاق متعلوی نے ایک مرثیہ بھی لکھا جس سے آپ کی تاریخ وفات بھی نکلتی ہے۔ وہ یہ ہے۔ (۱۲)

شہنشہ باغباں مخدوم مشفق
غریق بحر عرفان پائے تا فرق
بلال ابن الحسن سلطان سمہ
بتائیدات سبحانی مونق
جو بہرہ اش ز " ما او ذیت " مرہوب
نمودہ اش قتل قوم چغدہ ناحق
شدہ چغدہ چو چغدان چغد ویراں
وھوحی مع الشہداء یرزق

بجزہ ماہ عاشورا مکرم

شہادت شد نصیبش قدرت حق

چوں پز سیدم زھاتف و صف سالش

جو ابم داد خوش داں خاصۂ حق

اگر جوئی تو تاریخ وصالش

بجو از لفظ "خوش" آں خاصۂ حق

از اں منظوم شد تاریخ مذکور

کہ آرد ذکر صالح رحمت حق

خلفاء و تلامذہ:- آپ کے خلفاء اور تلامذہ میں یہ حضرات بہت مشہور ہیں (۱۳۷)

۱- سید حیدر سنائی۔

۲- قاضی ڈتھو سیوستانی۔

۳- مخدوم رکن الدین ٹھٹوی - عرف مخدوم متو۔

۴- مخدوم ساھر لنجار، وغیرہ۔

۱- حدیقۃ الاولیاء، سید عبدالقادر ٹھٹوی ص ۷۸ مطبوعہ سندھی ادبی بورڈ حیدر آباد۔

۲- تذکرہ مشاہیر سندھ، دین محمد وفائی، مطبوعہ سندھی ادبی بورڈ ۶۳

۳- تذکرہ مقالات الشعراء، میر علی شیر قانع، مطبوعہ سندھی ادبی بورڈ ص ۱۹۱

۴- تذکرہ صوفیائے سندھ، اعجاز الحق قدوسی، ۶۵. بحوالہ تاریخ معصومی۔

۵- دی نقشبندی سینٹس آف سندھ، ڈاکٹر غلام مصطفی خان ۴۴۔

۶- تذکرہ مشاہیر سندھ ص ۶۶ دین محمد وفائی بحوالہ اردو ادب علی گڑھ ۱۴-۱ ص ۲۲ سیر العارفین مطبوعہ دہلی۔

۷- تذکرہ مشاہیر سندھ، دین محمد وفائی، مطبوعہ سندھی ادبی بورڈ، بحوالہ بیاض مشتاق متعلوی ص ۶۵

۸- حدیقۃ الاولیاء، سید عبدالقادر ٹھٹوی، مطبوعہ سندھی ادبی بورڈ ص ۸۰

باقی اگلے صفحہ پر

مخدوم ساھر لنجار

مخدوم بلال کے اس جلیل القدر خلیفہ کی عظمت شان کو آشکار کرتے ہوئے مشہور مورخ صاحب حدیقتہ الاولیاء فرماتے ہیں ۔

آں ولی شعار ، ملک کردار ، سرد فتر ذاکر ان حق تعالیٰ مقتدائے خدا پرستان ، صاحب صدق و صفا ، صاحب اور ادوازکار ، مخدوم ساھر لنجارے از جملہ احرار و ابرار روزگار و بزرگوار نامدار بودہ ۔

نام اور کام :۔ آپ کا اسم گرامی مخدوم ساھر تھا لنجار قبیلہ سے تعلق رکھتے تھے ، والد کا نام مخدوم معزالدین " تھا ۔ آپ مخدوم بلال کے اعظم خلفاء میں سے تھے ، رات دن عبادت الہی اور وظائف میں مصروف رہتے تھے ، حتیٰ کے ایک لمحہ بھی خدا کی یاد سے غافل نہیں ہوتے تھے ، آپ کی مجلس اور صحبت کی یہ خصوصیت

۹۔ حدیقتہ الاولیاء سید عبدالقادر ٹھٹوی ۔ ص ۸۰

۱۰۔ تذکرہ صوفیائے سندھ میں اعجاز الحق قدسی نے آپ کا مزار مکلی (ٹھٹہ) میں لکھا ہے یہ درست نہیں ۔

۱۱۔ تذکرہ مقالات الشعراء میر علی شیر قانع ، مطبوعہ سندھی ادبی بورڈ ص ۹۱ ۔

۱۲۔ یکم محرم ۹۳۵ھ آپ کی تاریخ وفات تذکرہ مشاہیر سندھ ص ٦٦ میں مرقوم ہے جبکہ تاریخ معصومی میں آپ کا سن وفات ۹۲۹ھ اور حدیقتہ الاولیاء میں ص ۸۱ میں ۳۰ صفر المظفر ۹۳۱ھ تحریر ہے ۔

۱۳۔ حدیقتہ الاولیاء ، و تذکرہ مشاہیر سندھ ، نقشبندی سینٹس آف سندھ و تذکرہ صوفیائے سندھ

تھی کہ اس میں کبھی اور کسی وقت بھی کوئی دنیاء کی بات نہیں ہوتی تھی بلکہ ہر وقت خدا اور اس کے رسول کے ذکر سے محفل گرم رہتی تھی ۔ آپ بڑے مستجاب الدعوات اور صاحب کرامات تھے ۔ کوئی اگر فیض حاصل کرنے کے لئے آپ کے پاس آتا تو پہلے اس کے باطن پر نظر ڈالتے اگر اس کے باطن میں اخذ فیض کی صلاحیت اور قابلیت محسوس کرتے تو پھر اس کو تلقین فرماتے تھے اور جب کسی پر نظر ڈالتے تھے تو اسکو ایک ہی آن میں صاحب حال بنا کر فرش سے عرش پر پہنچا دیتے تھے ۔ (۱)

علوم باطنی :- حضرت مخدوم بلال چونکہ سلسلہ نقشبندیہ اور سلسلہ کبرویہ دونوں میں مجاز تھے اس لئے ان کے خلیفہ ہونے کے باعث آپ کو بھی دونوں سلسلوں کا فیض حاصل تھا ۔ سلسلہ نقشبندیہ حضرت خواجہ بہاؤ الدین نقشبندی تک پہنچتا ہے اور سلسلہ کبرویہ حضرت نجم الدین کبریٰ تک پہنچتا ہے ۔ (۲)

مخدوم نوح سے اکتساب :- حضرت مخدوم بلال کے انتقال کے بعد آپ نے حضرت مخدوم نوح ہالائی کی صحبت اختیار کی اور آپ کے فیوضات سے مستفیض ہوئے چنانچہ ایک روز آپ نے مخدوم نوح سے عیال کی کثرت اور مال و رزق کی قلت کا گلہ اور شکوہ کیا ، حضرت مخدوم نوحؒ نے فرمایا کہ تجارت کرو ۔ انہوں نے عرض کیا کہ تجارت کرنے کے لئے سرمایہ نہیں ہے ۔ آپ نے فرمایا تو پھر کھیتی باڑی کرو ، انہوں نے عرض کی کہ اس کے کرنے کی مجھ میں طاقت نہیں ، پھر آپ نے فرمایا کہ اچھا تو پھر نوکری کر لو ، انہوں نے عرض کی کہ نوکری تو صرف میں نے اللہ کی کر لی ہے اب مخلوق کی نوکری مجھ سے نہیں ہو سکتی آخر میں آپ نے فرمایا کہ پھر تمہارے رزق کے لئے گائے مویشی سب سے بہتر رہیں گے ۔ پھر ان کے رزق کی کشادگی کے لئے دعا بھی فرمائی جب آپ وہاں سے رخصت ہو کر گئے تو راستہ میں کچھ دوست ملے جنہوں نے ایک بھنس کا

ایک لنگڑا بچہ آپ کو دیا اور کہا کہ اس کو کاٹ کر خود بھی کھا لینا اور فقراء کو بھی کھلا دینا آپ نے فرمایا کہ اس کو کاٹیں گے نہیں بلکہ پالیں گے کیونکہ مخدوم نوح کا یہی ارشاد ہے ، چنانچہ ان کے ارشاد پر جب آپ نے اس کو پالا تو اس کی نسل خوب پھلی پھولی اور اس طرح آپ کی تنگدستی دور ہوتی چلی گئی ۔ (۲)

جب آپ پہلی بار سید عبدالکریم بلڑی والے کے ذریعے حضرت مخدوم نوح کی خدمت میں حاضر ہوئے تو آپ نے انکو دیکھتے ہی ان کا نام لیکر ان کو خوش آمدید کہا جس پر ان کو بڑا تعجب ہوا اور ان سے پوچھا کہ آپ کو میرا نام کس نے بتایا جبکہ اس سے قبل کبھی آپ سے ملاقات نہیں ہوئی تو حضرت نوح نے فرمایا " نبانی العلیم الخبیر " یعنی سب سے بڑی علم والی اور خبر والی ذات اللہ کی ہے اس نے مجھے بتایا ہے ۔ اس کے بعد آپ کو اپنے پاس بیٹھا کر کلمۂ شہادت کی خاص طریقہ پر تلقین فرمائی ۔ (۴)

کرامت :۔ آپ کے زمانے میں " بلوچ " اور " لنجار " قبیلوں کے درمیان ایک زمین کے بارے میں تنازعہ پیدا ہو گیا بڑھتے بڑھتے وہ معاملہ حکام وقت تک پہنچا ، بلوچ قبیلہ کے لوگوں کا وہ حق بنتا نہیں تھا لیکن انہوں نے ناجائز طریقے سے اس کو اپنانے کے لئے حاکم وقت کو رشوت کے طور پر ایک اونٹ دیدیا اور یہ رشوت کھلا کر وہ فیصلہ اپنے حق میں کرا لیا ، جب یہ معاملہ حضرت مخدوم ساہر تک پہنچا تو آپ کو بہت افسوس ہوا ، اتفاق سے ایک روز آپ کا گزر حاکم کے گھر کی طرف سے ہوا جس نے وہ غلط فیصلہ کیا تھا وہاں آپ کی نظر اس اونٹ پر بھی پڑ گئی جو اس وقت حاکم کے کھیت میں پانی کھینچ کر ڈال رہا تھا ، آپ نے اس کو دیکھ کر فرمایا کہ افسوس ! افسوس ! حاکم یہ سمجھتا ہے کہ شاید اس اونٹ سے اس کی کھیتی باڑی چلے گی ؟ آپ کا یہ فرمانا تھا کہ اونٹ تڑپتا ہوا زمین پر گر پڑا اور وہیں ختم ہو گیا ۔ (۵)

تعظیم اھلبیت:۔ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے آپ کے عشق کا یہ عالم تھا کہ آپ کو حضور کی اولاد یعنی اھلبیت اطہار اور سادات کبار سے بے پناہ محبت تھی اور آپ انکی اسقدر تعظیم کرتے تھے کہ جس رخ پر سادات کے گھر ہوتے تھے اس طرف آپ اپنے پیر گھر میں بھی نہیں کیا کرتے تھے۔

ایک دفعہ آپ مٹیاری شہر میں تشریف لائے اور کئی دن آپ نے وہاں قیام فرمایا لیکن جتنے بھی دن آپ وہاں رہے آپ نے نہ دن میں اور نہ رات میں کبھی بھی بستر پر پیر نہیں پھیلائے جب لوگوں نے اس کا سبب دریافت کیا تو آپ نے فرمایا کہ اس محلہ میں چاروں طرف سادات کے مکانات ہیں لہذا میری ہمت نہ ہوئی کہ میں یہ گستاخی کرتا کہ ان کی طرف پاؤں کرتا۔ (۶)

حجرہ عبادت:۔ وہ حجرہ جس میں آپ عبادات و ریاضات کرتے تھے اس میں کسی کو بھی آنے کی اجازت نہیں تھی، حتیٰ کے ایک دفعہ بے خیالی میں آپ کی اھلیہ اس میں اندر چلی گئی لیکن خیال آتے ہی فوراً واپس ہوگئیں تھوڑی دیر بھی نہیں ٹھہریں لیکن آپ کو یہ بھی ناگوار گزرا اور آپ نے فرمایا کہ اب یہ کمرہ اس لائق ہے کہ اسکو جلا دیا جائے کہ اس میں ایک عورت کا پیر پڑ گیا ہے۔ (۷)

ملفوظات:۔ آپ فرماتے تھے کہ میں نے اپنے مرشد حضرت مخدوم بلال سے سنا ہے وہ فرمایا کرتے تھے کہ جس ذات میں یہ تین چیزیں اور یہ تین نشانیاں ہوں سمجھ لو اللہ کا مقبول بندہ ہے بس اس کی صحبت اختیار کرو اور اس سے نفع حاصل کرو۔ وہ تین چیزیں یہ ہیں۔

(1) اگر اس کے پاس جاؤ تو اس کی صحبت میں خدا یاد آئے۔

(2) اگر وہ کچھ کہے تو اس کی بات دل میں اتر جائے۔

(3) اس کی صحبت میں ایسی لذت اور انسیت ہو کہ اس کو چھوڑتے ہوئے تکلیف اور تمہارے دل کو قلق ہو۔ (۸)

وفات :۔ ۱۴ رجب ۹۸۰ ھ یا ۹۸۱ ھ میں اس بلبل گلشن وحدت کی روح قفس عنصری سے پرواز کر گئی آپ کا مزار "انسر پور" میں فیض بخش اور پر نور ہے۔

خلفاء :۔ آپ کے خلفاء میں سید رکن الدین سخی متعلوی اور سید حاجی متعلوی دو مشہور نام ہیں جبکہ اس کے علاوہ آپ کے اور بہت سے خلفاء ہیں۔ (۹)

۱۔ حدیقۃ الاولیاء ص ۱۲۱، سید عبد القادر ٹھٹوی، مطبوعہ سندھی ادبی بورڈ حیدر آباد۔

۲۔ حدیقۃ الاولیاء ص ۱۲۳، سید عبد القادر ٹھٹوی، مطبوعہ سندھی ادبی بورڈ حیدر آباد۔

۳۔ نقشبندی سینٹس آف سندھ ص ۴۴، ڈاکٹر غلام مصطفے۔ تذکرہ مشاہیر سندھ ص ۴۳، دین محمد وفائی۔

۴۔ تذکرہ مشاہیر سندھ، ص ۴۳، دین محمد وفائی، بحوالہ، دلیل الذاکرین۔

۵۔ حدیقۃ الاولیاء، سید عبد القادر ٹھٹوی ص ۱۲۳۔

۶۔ حدیقۃ الاولیاء، سید عبد القادر ٹھٹوی ص ۱۲۳، مطبوعہ سندھی ادبی بورڈ

۷۔ تذکرہ مشاہیر سندھ، دین محمد وفائی، ص ۴۴ ص ۳

۸۔ ایضاً

۹۔ تذکرہ مشاہیر سندھ، ۴۳ و، حدیقۃ الاولیاء ۱۲۳

قاضی دتہ سیوستانی

صاحب حدیقتہ الاولیاء آپ کے متعلق فرماتے ہیں ۔

" وے عالم متبحر و دانشمند و صاحب کشف بودہ است و بصحبت بسیارے از اولیاء رسید و از ایشاں نظر فیض یافتہ و تحصیل علوم نمودہ " ۔ (۱)

نام و نسب :۔ آپ کا اسم گرامی " قاضی دتہ " تھا ، والد کا نام قاضی شرف الدین تھا جو مخدوم " راہو " کے نام سے مشہور تھے ۔ پانچ واسطوں سے آپ کا سلسلہ نسب شیخ محمود تک پہنچتا ہے جن کے درمیان میں شیخ صدر الدین خطائی بھی آتے ہیں ۔

علوم ظاہری :۔ مدت دراز تک اپنے والد بزرگوار قاضی شرف الدین کی صحبت میں رہ کر ان سے علوم ظاہری کی تکمیل کی ، پھر حضرت مخدوم بلال کی خدمت میں حاضر ہوئے اور آپ سے علوم تفسیر و حدیث کا اکتساب کیا ، اس کے علاوہ دیگر بہت سے علوم آپ نے اس وقت کے مشہور عالم اور عارف ربانی حضرت مخدوم محمود فخر پوترہ اور دوسرے معروف عالم حضرت عبدالعزیز ہروی سے حاصل کئے قرآن کے علوم اور معارف پر آپ کی دست رس کا یہ عالم تھا کہ اٹھارہ قرآن کی تفسیریں آپ نے اول سے آخر تک بغور مطالعہ فرمائیں ، یہی وجہ ہے کہ اکثر تفسیری نکات اور قرآن کے باریک اور دقیق مضامین آپ کو ہر وقت مستحضر رہتے تھے ۔

ان معروف علوم کے علاوہ آپ نے نادر علوم و فنون میں بھی مہارت حاصل کی چنانچہ " علم جفر " میں بھی آپ ید طولیٰ رکھتے تھے ، ۔ مختلف زبانیں مثلاً ترکی ، ھندی عربی بڑی روانی سے لکھتے اور بولتے تھے ۔

حافظہ کا یہ عالم تھا کہ اکثر کتابوں کی عبارتیں آپکو از بریاد تھیں ۔(۲)

علوم باطنی :۔ آپ کے والد خود صاحب حال بزرگ تھے اول تو ان کی صحبت میں ہی آپ کے کچھ منازل سلوک طے ہو گئے تھے اور جو کچھ رہ گئے وہ آپ نے مخدوم بلال کی صحبت میں طے کئے اور اس طرح مخدوم بلال کی نسبت نقشبندی سے آپ بھی مستفیض ہو گئے ۔ (۳)

شاہان وقت کی عقیدت :۔ اسوقت کے برسراقتدار ارغون خاندان کا عظیم حکمران " مرزا شاہ حسن ارغون " آپ سے بڑی ارادت اور عقیدت رکھتا تھا آپ کی خدمت اقدس میں اکثر حاضر ہو کر علوم و معارف سے مستفیض ہوتا تھا، اور آپکی تعظیم و تکریم میں کوئی کسر نہیں چھوڑتا تھا(۴) حتیٰ کہ عقیدت اور آپ کی علمیت کے اعتراف کے طور پر آپ کو " امام جار اللہ " کے لقب سے یاد کرتا تھا اور آپ کو اپنا استاد اور امام کہا کرتا تھا۔

وفات :۔ حدیقتہ الاولیاء میں ہے کہ ۹۰۷ ھ میں آپ کی روح اس نشیمن فانی سے آشیانہ قدس جاودانی کی طرف پرواز کر گئی ۔

لیکن پیر حسام الدین راشدی لکھتے ہیں کہ چونکہ میر معصوم (صاحب تاریخ معصومی) نے بھی آپ کے درس سے اکتساب علوم کیا ہے لہذا اس سے معلوم ہوتا ہے کہ آپ کی وفات ۹۷۰ ھ میں ہوئی ہے اور حدیقتہ الاولیاء کے ایک نسخہ میں جو ۹۰۷ ھ لکھا ہوا ہے وہ کاتب کی سہو ہے ۔ (۵)

۱۔ حدیقتہ الاولیاء ، سید عبد القادر ، مطبوعہ سندھی ادبی بورڈ ۸۳ ۔

۲۔ حدیقتہ الاولیاء سید عبد القادر ص ۸۴ ۔

۳۔ حاشیہ مقالات الشعراء ،

۴۔ حدیقتہ الاولیاء ، ۴۸ وحاشیہ مقالات الشعراء ص ۲۸۳

۵۔ حاشیہ حدیقتہ الاولیاء ، پیر حسام الدین ، مطبوعہ سندھی ادبی بورڈ ص ۸۵

سید حیدر سنائی

آپ کا نام سید حیدر ہے، علاقہ "سن" کے رہنے والے تھے اس لئے سنائی کہلائے بارہ سال کی عمر میں حضرت مولانا عمر حلیہ اور حضرت مخدوم بلال کی صحبت فیض اثر سے فیضیاب ہوئے اور آپ کی تربیت سے سلوک و معرفت کے اعلیٰ مقام پر فائز ہوئے آپ بڑے صاحب کشف و کرامت بزرگ تھے۔

۹۳۷ھ میں آپ نے اس دارفانی سے دارجاودانی کی طرف رحلت فرمائی۔

ا۔ حاشیہ مقالات الشعراء، پیر حسام الدین راشدی ص ۲۸۹
بحوالہ معصومی ۲۰۵ و تحفۃ الکرام ۱۴۳ - ۳

درویش وھیہ چانھیہ

صاحب حدیقتہ الاولیاء آپ کی تعریف اور مدح ان الفاظ میں کرتے ہیں ۔

" آں حقائق شعار معارف آثار نہنگ قلزم معرفت خدائی غواص دیائے وحدت و شناسائی شہسوار مضمار محبت شاہ باز آشیانہ وحدت سالار کاروان رب اشعث اغبر، منظور انظار خیرالبشر، عارف یزدانی اویس ثانی، صاحب معارف قدسیہ مہبط اسرار الہیہ یعنی درویش وھیہ " ازجملہ مشائخ روزگار و اولیائے کبار وصاحب حال و آراستہ مرضیہ خصال است ۔

نام و نسب :۔ آپ کا اسم گرامی " درویش وھیہ " تھا، چانھیہ " سندھ میں ایک قوم ہے، آپ کا تعلق چونکہ اسی سے ہے اسلئے آپ کے نام کے آگے " چانھیہ " کا اضافہ بھی کیا جاتا ہے ۔

بیعت و خلافت :۔ علوم ظاہری و باطنی سے اپنے سینے کو منور کیا اور حضرت سید رکن الدین علویؒ سے بیعت ہوئے اور انہیں سے خلافت حاصل کی حضرت سید رکن الدین علویؒ، مخدوم ساھر لنجار کے خلیفہ ہیں اور مخدوم ساھر، مخدوم بلال کے خلیفہ ہیں، اس طرح حضرت مخدوم بلال کا نقشبندی فیض دو واسطوں سے آپ تک پہنچا ۔ (۱)

عشق رسول :۔ آپ کی زندگی کا سب سے تابناک پہلو " عشق مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کی فراوانی ہے جس کی وجہ سے مورخین نے آپ کو " اویس ثانی " کا خطاب دیا ۔ حضور اکرم رسول خدا، صلی اللہ علیہ وسلم سے آپ کے عشق و

محبت کا یہ عالم تھا کہ اگر اپنے محبوب رسول اور اپنے پیارے نبی کا نام بھی سن لیتے تھے تو چہرہ کا رنگ متغیر ہوجاتا تھا اور بہت دیر تک عجیب کیف و سرور کی کیفیت طاری رہتی تھی ۔

اور یہ محبت رسول ہی کا تقاضہ تھا کہ کبھی آپ نے کوئی فعل سنت مصطفوی کے خلاف نہیں کیا حتیٰ کے اگر کسی جگہ پر کوئی خلاف سنت امر کے متعلق سن لیتے تھے تو بے چین ہو جاتے تھے خواہ وہ آپ سے کتنی ہی دور کیوں نہ ہو جب تک اسکی اصلاح نہیں فرما دیتے تھے آرام اور سکون سے نہیں بیٹھتے تھے ۔

اور یہ عشق رسالتماب کی کار فرمائیاں تھیں کہ آپ حضور کے اھل بیت اطہار ، اور آپ کی اولاد امجاد پر دل و جان سے نثار رہتے تھے ، سادات کی تعظیم و تکریم میں کوئی کسر نہیں چھوڑتے تھے ، اور اگر کوئی سید آپ کی محفل میں آتا تو آپ اس کو اونچی جگہ پر بٹھاتے تھے اور اگر کوئی سادات کی شان میں گستاخی کردیتا تھا تو غصہ سے بے تاب ہوجاتے تھے ، ۔ چنانچہ ایک روز آپ نصرپوری سادات کی مسجد میں وعظ و نصیحت فرما رہے تھے کے ایک بڑھئی داؤد نامی بوڑھا اس وقت حاضر ہوا ، حاضرین جو اس وقت بیٹھے ہوئے تھے انہوں نے اس بوڑھے سے کہا کہ تم سادات کے جوار اور پڑوس میں رہتے ہو ان سے نسبت اور تعلق رکھتے ہو تمہارے لئے تو اور بھی ضروری ہے کہ تم نماز کی پابندی کرو جبکہ تم نماز پابندی سے نہیں پڑھتے ، اس بوڑھے بڑھئی نے لاپرواہی سے کہا کہ " سادات کے گھروں کو چولھے میں ڈالو " بس ان الفاظ کا اس کے منہہ سے نکلنا تھا کہ حضرت دھیہ کے تن بدن میں آگ لگ گئ ، اتنی سی سادات کی شان میں گستاخی کو برداشت نہ کرسکے اور اس وقت جوش غضب میں آپ کی زبان سے یہ الفاظ نکل گئے کہ اس کی سزا تو یہ ہونی چاہیئے کہ اس کو زندہ کوئیں میں گاڑ دیا جائے " مورخین لکھتے ہیں کہ اس واقعہ کے کچھ ہی روز بعد اس شہر میں ایک ہندو نے

کنواں کھدوایا اور اس میں لکڑیاں ڈالنے کے لئے بڑھئی کو بلایا جب اس نے کام شروع کیا اور لکڑیاں ڈالنے کے لئے کنویں کے اندر گیا تو اچانک کنویں کی دیوار سے ایک مٹی کا بڑا سا تودہ اس کے سر پر گرا جس سے وہ وہیں دب کر ھلاک ہو گیا۔ (۲)

گستاخ رسول سے نفرت:۔ اسی طرح کا ایک اور واقعہ آپ کے عشق کی شہادت پیش کرتا ہے کہ حضور کی ادنی سے گستاخی بھی آپ کو کس قدر ناگوار گزرتی تھی اور اس گستاخ رسول کیلئے آپ کے دل میں کیا جذبات ہوتے تھے۔

اس زمانہ میں ایک "صدھو نوھریہ" نامی ایک شخص تھا جو اپنے آپ کو ولی کامل کہا کرتا تھا، ایک روز اس کی زبان سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی شان میں کوئی ہلکا کلمہ نکل گیا، جب اس کی یہ بات آپ تک پہنچی تو آپ اس گستاخی کو سن کر بے چین و بے قرار ہو گئے، اضطراب اور قلبی دکھ کے باعث آپ کو ایک پل چین نہیں آتا تھا، کسی نے "سدھو نوھریہ" کو جا کر آپ کی قلبی اضطراب کے متعلق بتادیا اس کو اپنے قول پر بڑی شرمندگی محسوس ہوئی اور حضرت کا قلق اور اضطراب دور کرنے کے لئے تحفے تحائف لیکر آپ کی خدمت میں حاضر ہوا آپ کو جب اس کی آمد کی اطلاع ہوئی تو اس گستاخ رسول کے نام سے بھی آپ کا رواں رواں کانپ اٹھا آپ کے عشق و وفا نے یہ بھی گوارہ نہ کیا کہ اس بے ادب کی صورت کو دیکھیں اپنے خادم سے فرمایا کہ اس سے کہہ دو کہ ہمارے سامنے آنے کی ضرورت نہیں فوراً یہاں سے چلا جائے اس گستاخی پر تیری تو یہ سزا ہونی چاہیئے کہ تجھے کوئی سانپ ڈس کر ھلاک کردے"۔ جب اس تک حضرت کا پیغام پہنچا تو موت اس کو اپنے سامنے نظر آنے لگی اور اس کے خوف سے اس کے بدن پر لرزہ طاری ہو گیا لرزاں و ترساں وہ اپنے گھر کی طرف واپس لوٹا اور جیسے ہی اپنے گھر کی دہلیز پر قدم رکھا ایک سانپ نے اس کو ڈس لیا جسکے زہر سے وہ رات تک موت کی آغوش میں سو گیا۔ (۳)

اهل بیت کی رعایت :۔ حضور کی نسبت سے آپ کی اولاد یعنی سادات کا آپ بہت خیال رکھتے تھے میر علی شیر قانع نے معیار السالکین میں ایک واقعہ لکھا ہے کہ ایک روز لڑائی جھگڑے میں ایک سید کے ہاتھوں ایک شخص کا قتل ہوگیا علماء نے سید سے قصاص لینے کا فتویٰ دیا جب یہ فتویٰ آپ کے پاس آیا تو آپ سے یہ سید کی رسوائی اور ایذاء برداشت نہ ہو سکی اور آپ نے اس فتویٰ میں بہت شکوک و شبہات پیدا کر کے اور بہت سے دلائل سے سید صاحب کی برائت ثابت کر کے ان کو بری کرا دیا۔ (۴۸)

ارباب اقتدار کی اصلاح :۔ آپ ہمہ وقت احکام شریعت مصطفوی کی ترویج امر بالمعروف اور نہی عن المنکر میں مصروف رہتے تھے ، عوام کے ساتھ ساتھ خواص بالخصوص ارباب اقتدار ، امراء و رؤسا ، اور اہل حکومت کی اصلاح کی بھی کوشش فرمایا کرتے تھے ۔ صاحب حدیقۃ الاولیاء لکھتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے آپ کو وہ تاثیر اور ہیبت عطاء فرمائی تھی کہ حکومت کے بڑے بڑے امراء و وزراء کی گردنیں بھی آپ کے سامنے خم رہتی تھیں اور آپ کے ہر حکم کی اطاعت کو وہ اپنے لئے سرمایہ افتخار سمجھتے تھے ۔ یہی وجہ ہے کہ اس زمانہ میں کسی حاکم وقت کو کوئی غیر شرعی کام کرنے کی ہمت نہ تھی اور ملک میں کسی قسم کی بدامنی یا ظلم و تعدی کا کوئی ، نام و نشان تک نہ تھا۔ (۴۹)

فضائل :۔ اولاد رسول کی تعظیم و توقیر آپ کا طرہ امتیاز تھا ۔ تکلف ریا اور دکھلاوے سے آپ کی زندگی یکسر پاک تھی ، یہی وجہ ہے کہ وہاں قالین اور فرش و فروش کا بھی تکلف نہیں تھا بلکہ آپ " فرش خاک " پر جلوہ افروز ہوتے تھے اور اسی پر رات کو استراحت فرماتے تھے ، سیم و زر کی آپ کی نظروں میں کوئی وقعت نہیں تھی ، اگر آپ کے پاس مال و دولت آتا تو اسی وقت اس کو اہل مجلس میں تقسیم فرمادیتے تھے ۔

وفات :۔ یہ عارفہ باللہ ۲۱ رجب ۱۰۰۱ھ میں قیود جسمانی سے حدائق رضوانی کی طرف انتقال فرماگئے آپ کی تاریخ وفات "مات فی عشق" سے نکلتی ہے جس کے معنیٰ ہیں عشق میں وفات پائی" اگر اسی کا ترجمہ فارسی میں یوں کیا جائے کہ "در عشق جان بسپرد" تو اس سے بھی آپ کا سن وفات نکل آتا ہے۔ (۵)

مزار :۔ آپ کا مزار موضع "تورکی" میں ساکرہ نہر کے کنارے ایک قبرستان میں واقع ہے اور وہ قبرستان اب آپ ہی کے نام سے منسوب ہے۔ امرائے بیگلار کا خاندان اسی قبرستان میں مدفون ہے۔

۱۔ تذکرہ مشاہیر سندھ دین محمد وفائی ۸۳۔

۲۔ حدیقۃ الاولیاء سید عبدالقادر، مطبوعہ سندھی ادبی بورڈ ص ۱۴۲

۳۔ تذکرہ مشاہیر سندھ، دین محمد وفائی مطبوعہ سندھی ادبی بورڈ ص ۴۰

۴۔ حدیقۃ الاولیاء ص ۱۴۲ بحوالہ معیار السالکین سید عبدالقادر، مطبوعہ سندھی ادبی بورڈ۔

۵۔ تذکرہ مشاہیر سندھ، دین محمد، مطبوعہ سندھی ادبی بورڈ ص ۴۰۔

شیخ لدہ

آپ حضرت شیخ درویش دھیہ کے خاص مریدوں میں سے تھے اور آپ ہی کے فیض صحبت سے ولایت و معرفت کے اعلیٰ درجات پر پہنچے ہوئے تھے ۔ چناچہ آپ کے لئے صاحب حدیقتہ الاولیاء فرماتے ہیں ۔

" لدہ " نام از جملہ خدام عظام دے کہ از نظر فیض

اثر بدرجہ ولایت رسیدہ بود " ۔ (۱)

سلسلہ طریقت :۔ آپ کا سلسلہ طریقت تین واسطوں سے مخدوم بلال تک پہنچتا ہے ۔ یعنی آپ کے مرشد درویش دھیہ ، ان کے مرشد سید رکن الدین علوی انکے مرشد مخدوم ساہر لنجار اور ان کے مرشد مخدوم بلال ۔ تو گویا مخدوم بلال کا نقشبندی فیض تین واسطوں کے ذریعے آپ تک پہنچا ۔

تربیت باطنی :۔ آپ کے مرشد حضرت درویش دھیہ نے آپ کی روحانی اور باطنی تربیت کس طرح فرمائی اس کا اندازہ اس واقعہ سے ہوتا ہے کہ ابتدائی ایام میں ایک روز ان کے دل میں خیال آیا کہ اگر مرشد کے کرم سے کوئی گائے یا بھینس وغیرہ ایسی اللہ تعالیٰ کہیں سے عطاء کردے کہ اس کے دودھ پر ہمارا گزارا ہوتا رہے اور پھر معاش کے فکر سے یکسو ہو کر میں عبادات اور ریاضات کی طرف ہمہ تن متوجہ ہوجاؤں ۔ یہ خیال لیکر وہ حضرت کی خدمت میں حاضر ہوئے اور ابھی اپنی دلی آروز کو زبان پر بھی نہ لائے تھے کہ حضرت انکے اس قلبی خطرات پر مطلع ہوگئے اور دوسرے اہل مجلس کو مخاطب کر کے فرمایا کہ سبحان اللہ ، پہلے زمانے کے کیسے اچھے لوگ تھے کہ وہ بزرگوں کی خدمت میں شریعت و

طریقت کے طریقے معلوم کرنے اور شیطان کے مکروفریب سے بچنے کے راستے جاننے کیلئے حاضر ہوا کرتے تھے۔ لیکن افسوس آج کیسا زمانہ آگیا ہے کہ لوگ ان عظیم بارگاہوں میں دنیا جیسی حقیر چیز کو لینے کے لئے آتے ہیں۔

اپنے مرشد کا یہ کلام سنکر شیخ لدہ دل ہی دل میں بہت شرمندہ ہوئے کہ میں اس قسم کا خیال لیکر کیوں حضرت کی خدمت میں حاضر ہوا، اور شرم کے مارے اٹھ کر جلدی سے اپنے گھر کو روانہ ہوگئے ابھی تھوڑی ہی دور گئے تھے کہ حضرت درویش وھیہ کا خادم آپ کی پیچھے دوڑتا ہوا آیا اور سات چاندی کے سکے انہیں دیتے ہوئے کہا کہ یہ حضرت نے بھیجے ہیں، وہ بہت خوش ہوئے ان پیسوں کو کپڑے کی ایک گرہ میں باندھ کر آگے دریا کے کنارے پہنچے اور کشتی کرایہ پر لیکے گھر کو روانہ ہوگئے جب ملاح کو اسکی اجرت دینے کا وقت آیا اور آپ نے اس گرہ کو کھولا تو کیا دیکھتے ہیں کہ وہاں بجائے چاندی کے سکوں کے سونے کی اشرفیاں رکھی ہوئی تھیں۔ یہ دیکھ کر آپ کی خوشی کی انتہا نہ رہی آپ فوراً دوڑتے ہوئے مویشیوں کی منڈی گئے اور وہاں سے ایک عمدہ سی بھینس خرید کرلے آئے۔ اس میں اللہ تعالیٰ نے ان کو اتنی برکت دی کہ اس بھینس کی نسل مدت دراز تک چلتی رہی اور آپکی اولاد در اولاد اسکے دودھ سے نفع حاصل کرتے رہے۔ (۲)

۱۔ حدیقۃ الاولیاء سید عبدالقادر ص ۱۴۳

۲۔ حدیقۃ الاولیاء سید عبدالقادر، ص ۱۴۵۔

مخدوم عبدالواحد سیوستانی

آپ سندھ کے عظیم، نامور اور مشہور فقیہہ، عالم باعمل، محقق و مدقق، مفتی و صوفی اور صاحب کشف و کرامت بزرگ تھے۔

نام و نسب:۔ آپ کا پورا اسم گرامی "مخدوم عبدالواحد قاضی محمد احسان" تھا، لیکن مشہور صرف "عبدالواحد سیوستانی" کے نام سے تھے، آپ کے والد گرامی کا نام مخدوم دین محمد تھا اور آپ کے جدامجد کا نام بھی "عبدالواحد پاٹائی" تھا۔

والد ماجد:۔ آپ کے والد مخدوم دین محمد اصل "پاٹ" کے رہنے والے تھے لیکن وہاں سے منتقل ہو کر آپ سہون میں آکر آباد ہو گئے۔ اور یہیں انہوں نے شادی کی جس سے ان کے دو صاحبزادے ہوئے ایک مخدوم عبدالواحد اور دوسرے محمد حسن۔ مخدوم دین محمد بھی اپنے وقت کے بلند پایہ عالم اور صوفی بزرگ تھے اور سندھ کے مشہور صوفی بزرگ شاہ عبداللطیف بھٹائیؒ سے بڑے گہرے دوستانہ مراسم رکھتے تھے۔ سندھ کا اس وقت کا حاکم میاں نور محمد کلہوڑا آپ پر بڑا اعتماد اور بھروسہ کرتا تھا۔

ولادت:۔ مخدوم عبدالواحد سیوستانی کی ولادت اسی شہر سہون میں ۱۱۵۰ھ میں ہوئی۔ "فرخ سیر" کے لفظ سے آپ کا سن ولادت نکلتا ہے۔

تعلیم و تربیت:۔ جس وقت حضرت مخدوم کی ولادت ہوئی اس وقت سہون علم و فضل کا گھوارہ بنا ہوا تھا۔ بڑے بڑے علماء و فضلاء اس شہر میں جلوہ گر

تھے اور خود آپ کا خاندان بھی علماء اور صوفیاء سے بھرا ہوا تھا، چناچہ ایسے علمی ماحول میں اپنے فاضل و محقق علم و عمل میں یگانہ والد ماجد کی زیر نگرانی آپ کی تعلیم کی ابتداء ہوئی اور انہیں کے زیر سایہ آپ نے علم کی تکمیل کی۔

علمی و فقہی مقام:۔ علوم ظاہری کو اپنے کمال پر پہنچایا اور فقہہ حنفی میں وہ درک اور مقام حاصل کیا کہ "نعمان ثانی" کی لقب سے یاد کئے جانے لگے۔ دور دور سے آپ کی خدمت میں فتوے آتے تھے اور آپ اس کے محققانہ جوابات تحریر فرما کر ارسال فرماتے تھے۔ آپ کے لکھے ہوئے ان فتووں کا یہ مقام تھا کہ اس زمانہ کے بڑے بڑے علماء آپ کے قول پر خاموش ہوجاتے تھے اور آپ کے ارشاد کو بغیر کسی حیل و حجت کے تسلیم کرلیتے تھے۔

آپ جو بھی فتویٰ تحریر فرماتے تھے اس کو آپ کے ایک شاگرد مولوی محمد افضل نقل کر لیا کرتے تھے۔ وہ فتوے جمع ہوتے ہوتے تین ضخیم جلدوں کی صورت اختیار کر گئے اور اس بیش بہا علمی خزانہ کا نام "جمع المسائل علیٰ حسب النوازل" رکھا گیا جو آج کل "بیاض واحدی" کے نام سے مشہور ہے آپ کے فتاویٰ کا یہ قیمتی مجموعہ سندھ کے مختلف قدیم علمی کتب خانوں میں موجود ہے۔(۱)

تینوں جلدوں کی فوٹو اسٹیٹ کاپی حضرت مولینا محمد عبداللہ صاحب مکرانی کے ملیر کے کتب خانہ کے اندر موجود ہے جس کی اس احقیر نے بھی زیارت کی ہے اس کو پڑھ کر حقیقت یہ ہے کہ آپ کی فصاحت، علمیت اور فقہ کی جزئیات پر آپ کی گہری بصیرت کا بخوبی اندازہ ہوتا ہے۔

عقائد و نظریات:۔ راقم الحروف بیاض واحدی میں سے کچھ لوگوں کے سوالات اور اس کے حضرت مخدوم عبدالواحد نے جو جوابات تحریر فرمائے وہ بعینہٖ حضرت کے الفاظ میں نقل کرتا ہے جس سے حضرت کے علمی اور فقہی مقام کا بھی کچھ اندازہ ہو جائیگا اور آپ کے عقائد و نظریات پر بھی روشنی پڑ جائے گی۔

سوال :۔ اگر طعام یا چیزے دیگر متصدق بہ را اضافت بہ متصدق عنہ کردہ آیا جائز است یہ نہ ؟

جواب :۔ جائز است ، عَنْ سَعْدِ بْنِ عُبَادَۃَ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ اَنَّہٗ قَالَ یَا رَسُوْلَ اللّٰہِ اِنَّ اُمِّیْ مَاتَتْ فَاَیُّ الصَّدَقَۃِ اَفْضَلُ قَالَ اَلْمَاءُ فَحَفَرَ بِئْرًا وَقَالَ ھٰذِہٖ لِاُمِّ سَعْدٍ ۔ رَوَاہُ التِّرْمِذِیُّ وَاَبُوْ دَاوٗدَ وَالنَّسَائِیُّ وَ ابْنُ مَاجَہ ۔ فَیُسْتَفَادُ مِنْ ھٰذَا الْحَدِیْثِ اَنَّہٗ لَوْ تَصَدَّقَ اَحَدٌ عَنِ الْمَیِّتِ وَقَالَ ھٰذِہٖ الصَّدَقَۃُ لِفُلَانٍ الْمَیِّتِ یَکُوْنُ جَائِزًا وَلَا یَحْرُمُ کَمَا تَوَھَّمَ اَنَّہٗ لَوْ مَلَّکَ لِلْمَیِّتِ یَصِیْرُ حَرَامًا ۔ وَھٰذَا الْحَدِیْثُ حُجَّۃٌ عَلَیْہِ کَمَا لَا یَخْفٰی وَ اَنْتَ خَبِیْرٌ بِاَنَّ الْمَیِّتَ لَیْسَ اَھْلًا لِتَمْلِیْکِ الْعَیْنِ بَلْ مُرَادُ الْقَائِلِ اَنَّ ثَوَابَ ھٰذِہٖ الصَّدَقَۃِ لِلْمَیِّتِ ۔

اس سے معلوم ہوا کہ آپ کی نظر میں کھانے وغیرہ پکواکر مردہ کو ثواب پہنچانا جائز ہے ، بلکہ اس کھانے وغیرہ کی اضافت مردہ کی طرف کر کے اگر یہ بھی کہدیا جائے کہ یہ فلاں مردہ کے لئے ہے تب بھی وہ جائز رہے گا ۔ اور اس میں جو آپ نے بطور دلیل حدیث سعد پیش کی وہ آپ کی حدیث پر عمدہ بصیرت کی دلیل ہے ۔

اسی طرح ایک اور فتویٰ آپ کے پاس آیا جس میں یہ سوال کیا گیا کہ ۔

سوال :۔ بعضے شاعراں مولود ہائے بروزن خیالہائے سندی کہ بعضے جہال در سماع النشاد میکند شرعاً انچنیں انشاد نمودن و خواندن جائز است ؟

جواب :۔ اَلظَّاھِرُ اَنَّ اِنْشَادَ الْمَوْلُوْدِ بِالْاَصْوَاتِ الْمُطْرِبَۃِ مِنْ مُسْتَحْسَنَاتِ اَھْلِ الْمَحَبَّۃِ وَالْاِلْتِذَاذُ بِسِمَاعِ اِسْمِہِ الشَّرِیْفِ مِنْ عَلَامَۃِ الْمَحَبَّۃِ ۔ قَالَ فِیْ مَوَاھِبِ اللَّدُنِّیَّۃِ

مَحَبَّتِہٖ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ اَنْ یَتَلَذَّذَ بِذِکْرِہِ الشَّرِیْفِ الخ۔
فَاَصْلُ سِمَاعِ الْمَوْلُوْدِفِیْ حَقِّ اَہْلِ الْمَحَبَّۃِ وَالْاَصْوَاتُ
الْمُطْرِبَۃِ بِالشِّعْرِ الْمَنْظُوْمِ بِاَیِّ طَرِیْقٍ کَانَ یُوْجِبُ کَمَالَ
الْاِلْتِذَاذِ لِاَہْلِ الْمَحَبَّۃِ ۔ وَاللّٰہُ اَعْلَمُ بِالصَّوَابِ۔ (۲)

یعنی آپ کے عقیدہ اور مسلک میں خوش الحانی کیساتھ میلاد شریف کا پڑھنا اور سننا نہ صرف جائز بلکہ مستحسن تھا، اور اس پر دلیل آپ نے عشق کے رنگ میں ڈوب کر دی، کہ محبت کا تقاضہ یہ ہے کہ محبوب کے ذکر سے انسان لطف اندوز ہو، لہذا ایک عاشق کے سامنے اس کے محبوب آقا محمد مصطفیٰ صلیٰ اللہ علیہ وسلم کا جب ذکر کیا جائیگا اور وہ بھی لحن داؤدی کے اندر اور اچھی آواز کے ساتھ تو لطف و لذت دوگنی ہو جائیگی اور کیف و سرور دوبالا ہو جائیگا۔

آج کل لوگوں کا عام طریقہ ہو گیا ہے کہ جہاں انہوں نے کوئی قبر دیکھی اس کی تعظیم شروع کر دی وہاں عرس ہونے لگے، لوگ اس مزار کی زیارت کو جوق در جوق آنے لگے، حالانکہ اس کی تحقیق کرتے نہیں کہ یہ کسی ولی کا مزار ہے یا کسی فاسق و فاجر کا ہے یہ خالی مزار بنا کر کسی نے کھانے کمانے کا دھندا نکال لیا ہے۔ بغیر سوچ سمجھے کسی عام مزار کی تعظیم و تکریم کرنے اور کسی غیر ولی کے قبر کو عظیم دربار بنا کر اس کی زیارت کو جانے اور اس طرح حقیقی اولیا کے مزارات کی توھین کرنے کی آپ نے اپنے ایک فتویٰ میں سختی سے ممانعت فرمائی۔ چناچہ سوال وجواب اس طرح ہے۔

سوال:۔ فقط بگمان خود می پنداد ایں تو دہ قبر فلاں ولی بزرگ است و برآں ہیچ ثبوت ندارو آیا آنرا مرتب ساختن و وزیارت آں نمودن چہ حکم دارد؟

جواب :- اَلظَّاهِرُ اَنَّ لِلْمُحْتَسِبِ اَنْ یَّمْنَعَ مِنْ اِتِّخَاذِ مِثْلِ هٰذَا الْقَبْرِ الَّذِیْ لَیْسَ فِیْہِ مَیِّتٌ بِالْیَقِیْنِ لِاَنَّ غَایَتَہٗ اِتِّخَاذِہٖ هُوَ اَنْ یَّزُوْرَہُ النَّاسُ ، وَ زِیَارَۃُ الْقَبْرِ الصَّادِقَۃِ مُسْتَحَبَّۃٌ لَا فَرْضٌ وَلَا وَاجِبٌ وَ زِیَارَۃُ الْقَبْرِ الْکَاذِبِ کُفْرٌ عَلٰی مَاذُکِرَ فِیْ تُحْفَۃِ الْفِقْہِ مِنْ اِخْوَانِ الْفَتَاوٰی الخ -

اس سے یہ بھی ضمناً معلوم ہو گیا کہ جہاں اس قسم کی خرافات آپ کی نظر میں ممنوع ہے وہاں اولیاء اللہ اور بزرگان دین کے مزارات کی حاضری اور انکی زیارت آپ کے خیال میں نہ صرف جائز بلکہ مستحب ہے -

بیعت و خلافت :- علوم ظاہری کے ساتھ ساتھ علوم باطنیہ میں بھی آپ بلند مقام رکھتے تھے اور علم باطن کی تکمیل آپ نے خانوادہ مجددیہ کے چشم و چراغ ، حضرت خواجہ صفی اللہ مجددی رحمۃ اللہ علیہ (م ۱۲۱۲ ھ) سے کی ، انہیں سے آپ بیعت ہوئے اور انہیں سے اجازت و خلافت حاصل کی -

آپ کی بیعت کا واقعہ اس طرح سے ہے کہ حضرت خواجہ صفی اللہؒ نے حج بیت اللہ کا ارادہ فرمایا ، راستہ میں آپ کا گزر سہون سے ہوا ، یہاں جب آپ نے قیام فرمایا تو رات کو خواب میں آپ کو حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی زیارت ہوئی جو آپ سے فرما رہے تھے کہ ہمارے فرزند[۳] عبدالواحد کو اپنے سلسلہ طریقت میں داخل کرو - چنانچہ جب صبح مخدوم عبدالواحد آپ کی خدمت میں حاضر ہوئے تو آپ نے حضرت ابو بکر صدیقؓ کی تعمیل ارشاد کرتے ہوئے ان کو بیعت فرما کہ روحانی اور باطنی دولتوں سے انکو مالا مال کر دیا -

اور خرقہ خلافت عطاء فرما کہ تحریری اجازت نامہ سے سرفراز فرمایا - آپ کے اس تحریری خلافت نامہ اور اجازت نامہ کی ابتدائی عبارت اس طرح سے ہے -

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ ○

اِجَازَۃٌ لِعَبْدِ اللّٰہِ مَخْدُوْمٌ عَبْدُ الْوَاحِدِ مِنْ عَبْدِ اللّٰہِ فَقِیْرٍ صَفِیِّ اللّٰہِ عَلٰی اِقْتِدَاءِ فِعْلِ رَسُوْلِ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ حَیْثُ مَفَاتِحَ الْحَرَمِ لِمَنْ کَانَ یَمْلِکُ قَبْلَ فَتْحِ مَکَّۃَ زَادَھَا اللّٰہُ شَرَفًا تَعْظِیْمًا وَ بِحَسْبِ اَمْرِ اللّٰہِ اَنْ تُؤَدُّوا الْاَمَانَاتِ اِلٰی اَھْلِھَا فَلِذَالِکَ اَنَا اُؤَدِّیَ الْاَمَانَۃَ اِلٰی مَنْ ھُوَ اَھْلُھَا اُجِیْزَ اِجَازَۃً لِمَنْ ھُوَ حَرِیٌّ بِذَالِکَ اَعْنِیَ الْاَخَ فِی اللّٰہِ الْمَخْدُوْمُ الْمَسْطُوْرُ آلخ۔

کمال باطنی:۔ راہ سلوک میں آپ کے کمال اور ارفع و اعلیٰ مقام کا اندازہ آپ کے مرشد کے اجازت نامہ سے ہوتا ہے جس میں انہوں نے آپ کے لئے فرمایا کہ اس عظیم امانت کو ھم اسکے اھل کے سپرد کررہے ہیں۔

پھر خود حضرت خواجہ صفی اللہؒ کے عظیم خلیفہ خواجہ فضل اللہ سرہندی مجددی قندھاری اپنی تصنیف لطیف عمدۃ المقامات میں آپ کی رفعت و منزلت کا یوں اعتراف کرتے ہیں۔

> "مخدوم عبدالواحد احمد سیوستانی مشہور بہ مخدوم محمد احسان صاحب فضائل و کمالات صوری و معنوی از خدمت ایشاں اجازت داشت" (۴)

اس کے علاوہ آپ کے کمال باطن کا اندازہ اس واقعہ سے بھی ہوتا ہے کہ حضرت مخدوم محمد ابراہیم ٹھٹوی جو حضرت مخدوم محمد ہاشم ٹھٹوی کے پوتے اور حضرت خواجہ صفی اللہؒ کے وہ عظیم خلیفہ تھے جن کے ذریعہ سندھ میں آپ کے سلسلہ کو بڑا عروج حاصل ہوا جب حضرت خواجہ صفی اللہ حرمین شریفین کی زیارت کے لئے جارہے تھے اور راستہ میں حدیدہ (یمن) کے مقام پر آپ کی وفات ہوئی تو اس وقت حضرت مخدوم ابراہیمؒ آپ ہی کے ہمراہ تھے۔اور سفر ختم

کر کے آپ سندھ واپس پہنچے اور حضرت مخدوم عبدالواحد سیوستانی کو پیغام بھجوایا
کہ سلوک کی منزلیں اور اس کے کچھ مقامات اگر رہ گئے ہیں تو وہ ہمارے پاس آ
کر طے کر لو ، لیکن آپ کو اپنے مرشد خواجہ صفی اللہؒ کی ایک ہی نظر میں سب کچھ
مل گیا تھا اب آپ کو کسی چیز کی ضرورت نہیں تھی ۔ لہٰذا آپ نے انکار میں
جواب بھجوا دیا ۔ (۵)

میر کرم علی خان کا انجام :۔ صاحب تذکرہ مشاہیر سندھ نے آپ کا ایک
واقعہ " مسودات میاں حبیب اللہ " سے نقل کیا ہے جس سے آپ کی زندگی کے
بہت سے گوشوں مثلاً عقائد ، کرامات ، شعر و شاعری وغیرہ پر خوب روشنی پڑتی
ہے ۔ لکھا ہے کہ آپ کے زمانہ میں حیدرآباد کے تالپوروں میں سے میر کرم علی
خاں اپنے عروج پر تھا سہون سے باہر اس کی ایک شکار گاہ تھی جہاں وہ شکار کھیلنے
کے لئے آتا تھا ۔ اسی کے قریب " کریم پور " نام کا ایک قصبہ تھا جہاں وہ ایک
علمی مجلس جماتا تھا جس میں مخدوم عبدالواحد اور دیگر سہون کے بہت سے بڑے
بڑے علماء کو مدعو کرتا تھا اور اس میں علمی اور اختلافی مذہبی موضوعات زیر بحث
لایا کرتا تھا ، ایک روز اسی محفل میں میر کرم علی نے خلافت راشدہ کا مسئلہ چھیڑ
دیا اور چونکہ وہ شیعیت کی طرف مائل تھا اس لئے اس نے کہا کہ دراصل حضور
اکرم صلیٰ اللہ علیہ وسلم کے بعد خلیفہ برحق تو حضرت علی تھے اور یہ حق بھی انہی
کا تھا لیکن دوسرے خلفاء نے زبردستی اس منصب خلافت پر قبضہ جما لیا ، ۔ اس
پر محفل میں حاضر ایک صاحب جنکا نام " میر محمد عباسی " تھا انہوں نے اسکے جواب
میں ایک صحیح مسلم کی حدیث پیش کی اور اس کے ذریعہ حضرت ابوبکر کی بلا
فصل خلافت کو ثابت کیا جسے سن کر میر کرم علی لاجواب ہو گیا ۔ بڑا پریشان
ہوا اور منہہ بنا کر کہنے لگا کہ کچھ بھی ہو ، حضرت علیؓ تمام صحابہ سے ہر حال میں
افضل تھے ۔ اسپر ایک عالم نے جو اسی مجلس میں حاضر تھے یہ حدیث پیش کی کہ

مَا طَلَعَتُ الشَّمسُ وَلَا غَرَبَتْ عَلٰی اَحَدٍ اَفْضَلَ مِنْ اَبِیْ بَکْرٍ اِلَّا اَنْ یَکُوْنَ نَبِیًّا۔

یعنی پیغمبروں کے علاوہ ابو بکر سے زیادہ کوئی ایسا افضل اور اعلیٰ شخص نہیں جس پر سورج نکلا ہو اور غروب ہوا ہو۔

یہ سن کر میر کرم علی کو غصہ آگیا اور اس نے ایک ایسا نا زیبا لفظ استعمال کیا جس سے محفل میں بد مزگی ہو گئی اور محفل اس ہی وقت برخواست ہو گئی۔

اس کے بعد میر کرم علی خاں نے جو شاعر بھی تھا ایک غزل فارسی میں لکھ کر مخدوم عبدالواحد سیوستانی کو بھیجی، غزل یہ تھی۔

عاقبت یار، یار خواھد شد
دل دشمن، فگار خواھد شد

میخروشی چرا، تو اے بلبل
موسم نوبہار خواھد شد

گرچہ بلبل بہ باغ می نازد
بستۂ زلف یار خواھد شد

جان من در قیامت صغریٰ
پیش مھدی نثار خواھد شد

نام مشکل کشا علی ولی
روز محشر، حصار خواھد شد

کرم، از مہر مرتضیٰ بہ نجف
زائر آں دیار خواھد شد

جس کا خلاصہ یہ تھا کہ اس نے کچھ طنز کیا اور آخر میں کہا کہ " علی ولی " کا نام مشکل کشا ہے روز محشر میرے کام آئے گا۔

اس کے جواب میں آپ نے بھی ایک پوری غزل لکھ کر اس کو ارسال فرمائی آپ کی غزل یہ تھی۔

عاقبت یار، یار خواھد شد
دشمنم بے قرار خواھد شد

چونکہ دلدار در کنار آید
ھجر ھم برکنار خواھد شد

چوں بروں آید از نقاب رخش
عاشق آں دم نثار خواھد شد

دانۂ اشک درغمش آخر
گوھر شاھوار خواھد شد

کشتۂ عشق رامگو مردہ
زندہ و پائیدار خواھد شد

ھر کہ دارد سعادت ازلی
دوستدار چہار خواھد شد

خاتم چاریار، صاحب نجف
از حوادث، حصار خواھد شد

ھمہ اصحاب، یار یکدگراند
دشمن شاں، خوار خواھد شد

روز محشر کہ چوں حساب شود
رافضی شرمسار خواھد شد

میر من گر براہ راست رود
بے گماں رستگار خواھد شد

واحدی گرچہ شعر مخفی گفت

عاقبت آشکار خواهد شد

یعنی اشعار کی زبان میں آپ نے اس پر واضح کردیا کہ اگر سعادت ازلی چاھتا ہے تو چاروں اصحاب کا دوست بن جا، اسی میں تیری بخشش اور نجات ہے کیونکہ چاروں اصحاب آپس میں ایک دوسرے کے گھرے دوست اور یار ہیں ان میں سے کسی سے بھی اگر کسی نے عداوت اور بغض رکھا تو وہ کسی کا بھی محبوب نہیں ہوسکتا حتیٰ کہ حضرت علی بھی اس سے خوش نہیں ہوں گے۔ اسی لئے وہ محشر میں رسوا اور ذلیل ہوگا کہ اس کا بچانے والا کوئی نہ ہوگا۔ اور آخر میں فرمایا کہ اس ہمارے سیدھے راستہ پر اے میر اگر تو چلیگا تو تجھے عذاب سے خلاصی اور نجات ملے گی ورنہ نہیں۔

دیکھنے والوں کا بیان ہے کہ "میر کرم علی" کے مرنے کے بعد آپ کے ان اشعار کی حقانیت اور آپ کے ان ارشادات کی صداقت کا ظہور ہوا اور میر کرم علی کی قبر سے کئی دنوں تک دھواں نکلتا رہا، اسی اثناء میں حضرت پیر غلام محی الدین مجددی قندھاری حج کے لئے تشریف لیجارہے تھے آپ کا جب اسطرف سے گزر ہوا تو لوگوں نے یہ ماجرہ آپ سے عرض کیا، آپ نے اللہ کی بارگاہ میں دعا کی تب وہ دھواں نکلنا بند ہوا۔

شعر و شاعری:۔ اگرچہ شعر و شاعری آپ کا مشغلہ نہیں تھا لیکن چونکہ یہ کمالات علمی میں سے ایک کمال تھا اس لئے اس کمال کیساتھ بھی آپ کو اللہ نے متصف کیا تھا چنانچہ ایک غزل ابھی آپ کی گزری جو آپ نے میر کرم علی کی غزل کے جواب میں لکھی تھی۔ اس کے علاوہ مولوی محمد افضل جنھوں نے آپ کے فتاوی جمع کئے ہی اور جو اکثر آپ کی صحبت میں رہتے تھے وہ بیاض واحدی کے ایک حاشیہ پر اپنے دستخط سے یہ واقعہ لکھتے ہیں کہ ایک رات میں سویا تو

خواب میں آپ کی ایک غزل میری نگاہوں کے سامنے آئی جس کا پہلا اور آخری شعر یہ تھا۔ جس میں آپ کا تخلص بھی تھا۔

عمر عزیز تو ، کہ بہ نقش و نگار رفت

نیکو نگاہ کن ، کہ زدستت چہ کار رفت

بر واحدی دریں غم ، رحمے نکر وکس

گویا کہ ، اہل رحم ہمہ ، زیں دیار رفت

سندھی میں بھی آپ شعر کہا کرتے تھے۔ چناچہ ایک روز قاضی محمد شکار پوری (۶) جنکا رجحان وہابیت کی طرف تھا اور وہ مزارات اولیاء اللہ کی حاضری اور زیارت کو پسند نہیں کرتے تھے۔ انہوں نے مخدوم عبدالواحد پر اعتراض کیا کیونکہ آپ ہمیشہ قلندر بادشاہ کے مزار پر حاضر ہوتے رہتے تھے، چناچہ انہوں نے آپکو خط لکھا جس میں آپ کو بطور طعن اس لقب کے ساتھ یاد کیا "عابدُ (۷) الاوثان میاں محمد احسان " جب یہ خط آپ کے پاس پہنچا اور آپ نے اس کو پڑھا تو اسکے جواب میں ایک سندھی ہی میں شعر لکھ کر ان کو ارسال فرمایا، شعر یہ تھا۔

نہ تو سر کی پیتی ، نہ تو آنی چت

کھیں پیو انھن ساں ، جنھیں پتیامت

اس کا مطلب یہ ہے کہ اس شراب معرفت کا ابھی تک تم نے ایک قطرہ بھی نہیں چکھا اور مقابلہ کرنے چلے ہو اس سے جس نے اس کے مٹکے کے مٹکے پیئے ہوئے ہیں۔ تمہیں اس کی لذت ہی نہیں معلوم تو پھر اعتراض کیوں کرتے ہو۔

تذکرہ نگاہ لکھتے ہیں کہ جب یہ شعر قاضی محمد صاحب تک پہنچا اور انہوں نے اس کو پڑھا تو ان کے بدن میں لرزہ طاری ہو گیا اور اس کے بعد انہوں نے اپنی اس گستاخی پر حضرت سے معافی طلب کی۔

خلفاء و تلامذہ:۔ یوں تو آپ سے بے شمار دنیا فیضیاب ہوئی لیکن جو لوگ بیعت ہو کر سلوک کے اعلیٰ مقام پر پہنچے اور آپ نے ان کو خلافت و اجازت سے سرفراز فرمایا ان میں سے بعض کے نام یہ ہیں ۔

۱۔ محمد حسین سیوستانی ۔

۲۔ آخوند رزاق ڈنو ۔

۳۔ رئیس محمد حسین کھاوڑ

۴۔ میاں محمد امین خیرپوری ۔

۵۔ غلام رسول افغان خاموش ۔

۶۔ خلیفہ عبدالحکیم سیوستانی ۔

اس کے علاوہ مخدوم محمد عابد انصاری سہوانی (۱۱۹۳ ۔ ۱۲۵۸) اور مولانا، محمد افضل بھی آپ کے نامور ہونہار اور لائق شاگردوں میں سے تھے ۔

تصانیف:۔ ساری زندگی آپ نے لوگوں کے اصلاح حال ان کو رشد و ھدایت درس و تدریس ، اور عقائد باطلہ کے خلاف برسرپیکار رہ کر گزاری اور زندگی کا ایک بڑا حصہ آپ نے گوشہ تنہائی میں بیٹھ کر تصنیف و تالیف میں صرف کیا، حتیٰ کے ساری زندگی آپ سہون سے باہر تشریف نہیں لے گئے ۔ اس کنج عزلت میں بیٹھ کر آپ نے تصنیف و تالیف کے ذریعہ کسقدر مخلوق کو فیض پہنچایا اس کا اندازہ آپ کی ان عمدہ اعلیٰ اور تحقیقی تصنیفات سے ہوتا ہے جو آپ نے اپنے پیچھے چھوڑیں ہیں ۔ انمیں سے جو معلوم ہوسکیں ان کی فہرست یہ ہے ۔

۱۔ تَحْرِيْرُ الْمَسَائِلُ عَلَىٰ حَسُبِ النَّوَازِلُ ۔ (مشہور بہ بیاض واحدی) تین ضخیم جلدوں میں ہے ۔ اس عظیم کتاب کی ابتداء ان لفاظ سے ہوتی ہے ۔

اَلْحَمْدُلِلّٰہِ الَّذِیْ لَہٗ فِیْ کُلِّ قَضِیَّتٍ حُکْمٌ مَنْ اھْتَدٰی فَقَدْ اَصَابَ وَ عِنْدَہُ الْحَقُّ وَ اِنْ اخْتَلَفَ آرَاءُ اُولِی الْاَلْبَابِ ،

وَالصَّلٰوۃُ وَ السَّلَامُ عَلٰی خَیْرِ مَنْ اَجَابَ فِی الْقَضَایَا بِفَصْلِ الْخِطَابِ سَیِّدِنَا مُحَمَّدٍ وَ اٰلِہٖ وَ صَحْبِہِ الْمُفْتِیِّیْنَ بِالْحَقِّ وَ الصَّوَابِ وَ بَعْدُ۔

اور انتہا اسکی تیسری جلد کی ان الفاظ کیساتھ ہوتی ہے۔

وَادْعُوْہُ یُسْتَجِبْ لَکُمْ وَ لَذِکْرُ اللّٰہِ تَعَالٰی اَعْلٰی وَاَوْلٰی وَ اَعَزُّ وَاَجَلُّ وَاَتَمُّ وَ اَکْبَرُ وَاللّٰہُ یَعْلَمُ مَاتَصْنَعُوْنَ، لَا اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ مُحَمَّدٌ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ۔

۲۔ حَاشِیَہ اِشْبَاہُ وَالنَّظَائِرُ۔

۳۔ رَشُّ الْاَنْوَارِ حَاشِیَہِ الدُّرِّ الْمُخْتَارُ۔

۴۔ کَشْفُ الْکَامِنِ فِیْ عِلْمِ الْبَاطِنِ۔ (پیر حسام الدین کے کتب خانہ میں ہے۔

۵۔ تَھْدِیْدُ الْغَافِرِ فِیْ تَعْذِیْبِ الْکَافِرِ۔ (پیر حسام الدین کے کتب خانہ میں ہے۔

۶۔ تَیْسِیْرُ الْقَدِیْرِ فِیْ اُضْحِیَتِہِ الْفَقِیْرُ۔ (فقیر کی قربانی کا مسئلہ")

۷۔ اَلْقَوْلُ الْجَلِیُّ فِیْ تَذْکِیْرِ الْبَغِیِّ۔

۸۔ رِسَالَہٖ دَرْ کَسْبْ و تَوَکُّلْ۔

۹۔ جَبْرُ السَّکِیْنِ فِیْ تَسْلِیَۃِ الْمِسْکِیْنِ۔

۱۰۔ تَسْھِیْلُ الصَّعْبِ فِیْ اَبْیَاتِ الْکَعْبِ۔

۱۱۔ اِرْشَادُ الصَّوَابِ لِمَنْ وَقَعَ فِیْ بَعْضِ الْاَصْحَابِ۔ (کتب خانہ حسام الدین)

۱۲۔ لُطْفُ اللَّطِیْفِ فِیْ اِعْطَاءِ الرَّغِیْبِ۔ (پیر حسام الدین کے کتب خانے میں)۔

۱۳۔ اَرْبَعِیْنُ فِیْ رُشْدِ الطَّالِبِیْنَ۔

۱۴۔ اَلْیُسْرُ الْمَطْلُوْبُ۔

۱۵۔ اِیْضَاحُ الْعَاقِبَۃِ فِیْ طَلَبِ الْعَافِیَۃِ۔

۱۶۔ نَصُّ الشَّارِبِ فِیْ قَطْعِ الشَّارِبِ۔

۱۷۔ رِسَالَہ دَرْ عَدَالَتِ اَمِیْرِ مُعَاوِیَۃ۔ (پیر حسام الدین کے کتب خانہ میں) رِسَالَہ دَرْ حُرْمَتِ دُخَانْ۔

۱۸،۱۹۔ دِیْوَانِ وَاجِدِیْ۔

۲۰۔ اِنْشَاءِ وَاجِدِیْ۔

۲۱۔ اَصْدَقُ التَّصْدِیْقِ بِاَفْضَلِیَّۃِ الصِّدِّیْقِ۔

۲۲۔ اَلْاَزْھَارُ الْمُتَنَاثِرَۃُ فِی الْاَخْبَارِ الْمُتَوَاتِرَۃِ

۲۳۔ مِرْاٰۃُ الْحَلِیْلَۃِ۔

۲۴۔ اَرْبَعِیْنَ فِیْ فَضْلِ الْمُجَاھِدِیْنَ۔

۲۵۔ طَرِیْقُ السَّدَادِ فِیْ وُجُوْبِ الْاِعْتِدَادِ۔

۲۶۔ اَنْوَارُ الْفُیُوْضَاتِ الْبَاطِنِیَّۃِ فِیْ اِمْتِیَازِ اَھْلِ الْبَاطِنِ مِنَ الْبَاطِنِیَّۃِ۔

۲۷۔ اِزَالَۃُ الْاِشْتِبَاہِ فِیْ قَطْعِ ھَمْزَۃِ یَا اَللّٰہُ۔

۲۸۔ اَلْقَوْلُ الْجَلِیْ۔

۲۹۔ جَبْرُ التَّسْکِیْنِ فِیْ کَسْرِ التَّنْوِیْنِ۔

۳۰۔ ضَبْطُ الْمَقَالِ فِیْ حَلِّ الْاِشْکَالِ۔

۳۱۔ غَایَۃُ الصَّرَاحَۃِ فِیْ تَحْرِیْمِ النِّیَاحَۃِ۔

۳۲۔ حُسْنُ الْفَھْمِ وَالتَّعَقُّلِ فِیْ جَمْعِ الْکَسْبِ وَالتَّوَکُّلِ۔

۳۳۔ فَضَائِلِ رَبِیْعِ۔

۳۴۔ اَرْبَعِیْنَ بِرِوَایَۃِ سِوَاجِ الْمُسْلِمِیْنَ۔

۳۵۔ مُجْمُوعَۃُ رَسَائِلِ سیوستانی ۔ (پیر جھنڈے کے کتب خانہ میں ہے)

۳۶۔ اَلْاِسْتِدْرَاکُ لِلْدُّوْرَاکْ ۔

۳۷۔ اَلْبَرَاهِیْنُ الْغُرَفِیُ مَنْعُ بُیعِ الْمُحَرْ ۔

۳۸۔ جَوْدَۃِ الطَّبْعُ فِیْ کُثْرَۃِ السَّبْعُ ۔

۳۹۔ اَلسَّبِیْلُ الْوَاسِطِیْنِ ۔

وفات :۔ ۴۷ ۔ سال کی عمر کو جب آپ پہنچے تو بدن میں آپ کے ایک بڑی پھنسی ہوئی جس کے آپریشن میں آپ جان بحق ہوگئے ۔

گویا اس طرح ۱۴ رمضان المبارک ۱۲۲۴ھ کو یہ علم و معرفت کا آفتاب غروب ہوگیا " آفتاب دین بود وباد بار رحمت " سے آپ کی تاریخ وفات نکلتی ہے

تاریخ وفات :۔ خلیفہ غلام محی الدین سیوستانی نے آپکے وصال پر ایک قطعہ تاریخ کہا جس میں آپ کو " نعمان ثانی " کے لقب سے یاد کیا ۔ وہ قطعہ تاریخ یہ ہے ۔

پیر عبدالواحد ثانی نعمان در جہاں
جنت الفردوس بادا جائے اواندر بہشت
چوں جنید اندر طریقت ھمچوں نعمان در شرع
چار دھم ماہ رمضان دار دنیا رابحشت
او مجدد مائتہ ثانیہ ، این بود ثانی عشر
فقہ راتعمیر کردہ چوں در درسلک سفت
جستم از ہاتف کہ ہاں تاریخ وصلش راگو
" آفتاب دین بود وباد ما رحمت " بگفت
۱۲۲۴ھ

اولاد:۔ آپ کی کوئی نرینہ اولاد نہیں تھی، صرف تین صاحبزادیاں تھیں جو سب دینی علوم سے آراستہ اور پیراستہ تھیں۔ حکیم فتح محمد سہوانی کی نانی صاحبہ جن کا نام "ماہ بی بی" تھا وہ آپ کی سگی نواسی تھیں۔

جانشین:۔ چونکہ آپ کے کوئی صاحبزادہ نہیں تھا اس لئے آپ نے اپنی زندگی میں ہی اپنے بھتیجے یعنی اپنے بھائی مخدوم محمد حسن کے صاحبزادے مخدوم محمد عارف کو علم و معرفت سے آراستہ کر کے زیب سجادہ کر دیا تھا اور ان کو اپنا جانشین مقرر کر کے تصوف، فتویٰ رشد و ھدایت، درس و تدریس، سب انہی کے سپرد کر دیا تھا۔ (۸)

۱۔ اس کا ایک نسخہ سندھی ادبی بورڈ میں، ایک مفتی محمد ابراھیم گڑھی یاسین کے کتب میں موجود ہے۔

۲۔ بیاض واحدی قلمی عبدالواحد سیوستانی، ج، ۳، ص، ۲۳۴۔

۳۔ آپ کو اپنا فرزند فرمایا کیونکہ آپ حضرت ابوبکر صدیقؓ کی اولاد میں ہیں۔

۴۔ عمدۃ المقامات خواجہ فضل اللہ مجددی مطبوعہ لاہور ص ۴۹۳

۵۔ عمدۃ المقامات، خواجہ فضل اللہ مجددی، مطبوعہ لاہور ص ۴۹۳۔

۶۔ قاضی محمد اور مخدوم عثمان متعلوی سے متعدد اختلافی مسائل پر آپ کے مناظرے رہے۔

۷۔ یعنی بتوں (قبروں) کے پوجنے والے میاں محمد احسان۔

۸۔ حالات ماخوذ از تذکرہ مشاہیر سندھ، دین محمد وفائی، مطبوعہ سندھی ادبی بورڈ حیدرآباد۔ (ص۔ ۲۰۳ تا ۲۱۳)

مخدوم محمد عارف سیوستانی

آپ " نعمان ثانی " حضرت مخدوم عبدالواحد سیوستانی کے بھتیجے اور ان کے علوم و معارف اور ان کے سلسلہ شریعت و طریقت کے صحیح جانشین تھے۔

نام و نسب:۔ آپ کا اسم گرامی محمد عارف تھا، والد کا نام مخدوم محمد حسن تھا دادا کا نام دین محمد ولد مفتی عبدالوحید (کبیر) پاٹائی تھا آپ کا سلسلہ نسب حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ تک پہنچتا ہے۔

علوم ظاہری و باطنی:۔ آپ نے علوم و ظاہری و باطنی دونوں کی تکمیل اپنے چچا یعنی سندھ کے نامور فقیہہ، مجتہد اور روحانی بزرگ حضرت مخدوم عبدالواحد سیوستانی سے حاصل کی اور انہی سے نقشبندی و مجددی سلسلہ میں شرف بیعت حاصل کرکے روحانی فیوضات اور کمالات کا اکتساب کیا۔

جانشینی:۔ حضرت مخدوم عبدالواحد سیوستانی نے آپ کی علمی صلاحیت اور قابلیت کے باعث آپ کو اپنی زندگی ہی میں اپنا جانشین مقرر فرمادیا تھا اور درس و تدریس، فتویٰ نویسی، رشد و ہدایت وغیرہ کے تمام کام آپ کے سپرد کردئے تھے جو آپ نے باحسن الوجوہ پورے کئے اور اپنے آباواجداد کا نام روشن کیا۔

علمی خدمات:۔ آپ نے جو فتوے تحریر فرمائے ان کو آپ کے شاگردوں نے آپ کی زندگی ہی میں جمع کرلیا تھا جو " بیاض مخدوم محمد عارف " کے نام سے ایک ضخیم کتاب کی صورت میں ہے اور آپ کی فقاہت اور علمیت کی منہہ بولتی دلیل ہے۔

آپ نے اپنی زندگی میں ایک مدرسہ اور دارالعلوم کا بھی عظیم الشان اہتمام اور انتظام فرمایا جس سے بے شمار مخلوق خدا فیضیاب ہو کر نکلی۔

تلامذہ:۔ آپ سے جن حضرات نے اکتساب فیض کیا ان میں یہ حضرات خاص طور پر قابل ذکر ہیں۔

۱۔ مخدوم حاجی فضل اللہ پاٹائی۔

۲۔ خلیفہ حکیم غلام محی الدین سیوستانی۔

۳۔ مخدوم محمد سیوستانی۔

وصال:۔ آپ ۱۲۵۸ھ میں اس دارفانی سے دار جاودانی کی طرف رحلت فرما گئے۔ آپ کی تاریخ وفات اس عربی فقرہ سے نکلتی ہے۔

(رضی اللہ مجید عنہ)

۱۲۵۸ھ

حالات ماخوذ از تذکرہ مشاہیر سندھ، دین محمد وفائی، مطبوعہ حیدر آباد (ص ۲۱۳)

مخدوم محمد سیوستانی

آپ مخدوم عبدالواحد سیوستانی کے سجادہ نشین حضرت مخدوم محمد عارفؒ کے صاحبزادے تھے مجذوب صفت اور صاحب کشف و کرامت بزرگ تھے۔

نام و نسب:۔ اسم گرامی "مخدوم محمد سیوستانی" تھا، مخدوم عبدالواحد (کبیر تک آپ کا سلسلہ نسب اسطرح ہے۔

مخدوم محمد بن مخدوم محمد عارف بن مخدوم حسن بن دین محمد مفتی عبدالوحد کبیر پاٹائی صدیقی۔

علوم ظاھری و باطنی:۔ شریعت و طریقت کی تکمیل اپنے والد بزگوار حضرت مخدوم محمد عارف سے ہی کی۔ اور ہر دو میدانوں میں کمال حاصل کیا۔ آپ خضر صفت انسان تھے، ہزار ہا لوگ آپ کی خدمت میں اپنی حاجتیں لیکر آتے تھے اور آپ کی دعا سے فائزالمرام ہو کے لوٹتے تھے۔ آپ کی زبان میں ایسی تاثیر تھی کہ جو ایک دفعہ نکل جاتا تھا وہ پورا کر رہتا تھا۔

عادات و افعال:۔ اکثر آپ "ارل" نامی جھیل پر وضو اور غسل فرماتے اور وہیں نماز ادا فرمایا کرتے تھے۔ کبھی ایسا بھی ہوتا تھا کہ سہون کے قریب دریا میں غوطہ زنی فرماتے تھے تو کوٹری کے قریب جا نکلتے تھے۔ جو آپ کی ایک باطنی کرامت تھی۔ چونکہ آپ مجذوب صفت تھے اسلئے کبھی نماز کے اندر ہی کیف و سرور کی حالت میں سندھی زبان میں اپنے رب سے مناجات کرنا شروع کر دیتے تھے۔ اور کبھی ایسا ہوتا تھا کہ لطف و لذت میں صرف ایک ہی رکعت نفل پر اکتفا فرما دیا کرتے تھے۔

عشق الہیٰ :۔ عشق خداوندی سے آپ کا سینہ روشن و منور تھا، اللہ تعالیٰ کا نام سنکر آپ پر ایک عجیب سی کیفیت طاری ہوجاتی تھی، جلالت الہیٰ سے آپ کا بدن معمور ہوجاتا تھا، یہی وجہ ہے کہ اگر کسی شخص کے نام کا جز اللہ کا نام ہوتا تھا تو آپ اس کو بطور ادب کے بدل کر پکارتے تھے۔ مثلاً حاجی حسن اللہ پاٹائی جو آپ کے قریبی عزیز بھی تھے ان کا جب آپ نام لیتے تھے تو "حسن الدین" کہتے تھے۔

زیارت حرمین شریفین :۔ تذکرۃ العلماء میں ہے کہ آپنے جب زیارت حرمین شریفین کا ارادہ فرمایا تو بغیر کسی مال و اسباب کے آپ اپنے شہر سہون سے سفر حج کے لئے نکل کھڑے ہوئے۔ حالانکہ اس وقت آپ کے پاس صرف ایک "ٹکہ" یا ایک دو "پیسے" تھے لیکن جذب عشق میں آپ کسی بھی چیز کی پرواہ کئے بغیر پیدل سفر پر روانہ ہوگئے۔ لیکن پھر ایسے عاشقوں کی مدد اور دستگیری بھی خدا ہی کرتا ہے چنانچہ غیب سے ایسے اسباب پیدا ہوتے چلے گئے کہ آپ آرام سے بمبئی بھی پہنچ گئے اور وہاں سے بذریعہ جہاز مکہ معظمہ اور مدینہ منورہ بھی پہنچ گئے اور زیارات مقدسہ اور حج کی سعادت حاصل کر کے بخیر و عافیت گھر بھی واپس آگئے۔

ادب :۔ "ادب پہلا قرینہ ہے محبت کے قرینوں میں" لہذا یہ عاشق صادق بھی اس محبت کے قرینوں سے نہ صرف پوری طرح آگاہ اور واقف تھا بلکہ اس پر کار بند بھی تھا چنانچہ آپ سادات کرام کا اولاد رسول ہونے کے باعث بڑا احترام کرتے تھے۔ اسی طرح علماء کرام کی ان کے علم کے باعث اور حضرت امام ربانی مجدد الف ثانی کی اولاد کی اپنے پیرزادے اور مرشد زادے ہونے کی وجہ سے نہایت تعظیم و تکریم کرتے تھے۔

یہ اسی ادب اور تعظیم کا نتیجہ تھا کہ پھر خدا نے بھی آپ کو مخلوق میں معزز اور مکرم کردیا، چنانچہ مسلمان تو مسلمان، ھندو اور کفار بھی آپ کی تعظیم

وتکریم بجالاتے تھے آپ کی خدمت میں حاضر ہوتے تھے اور دعائیں لیکر جاتے تھے۔

غلبہ تصوف:۔ یوں تو آپ عالم بھی تھے، فاضل بھی، مفتی بھی تھے اور مدرس بھی۔ لیکن چونکہ اللہ کی طرف آپ کا جذب کامل تھا اور تصوف و سلوک میں غلبہ تھا اس لئے آپ نے درس و تدریس فتویٰ نویسی قضا وغیرہ میں بہت کم شغل رکھا۔ ہاں البتہ اپنے عزیزوں کی اولاد میں کچھ نوجوان نسل کو آپ نے چند اسباق ضرور پڑھائے۔

حکام وقت کی عقیدت:۔ آپ کے اور آپ کے آباؤ اجداد کے زمانے میں تالپوروں کی حکومت تھی اس وقت کے حکمران اس خاندان کا بڑا احترام کرتے تھے چناچہ وقتاً فوقتاً آپ کے دادا مرشد مخدوم عبدالواحد اور آپ کے والد حضرت مخدوم عارف کی خدمت میں نذرانے اور تحائف ارسال کرتے رہتے تھے۔

اسی دستور سابق کے مطابق میر حسن علی خان تالپور حیدرآبادی نے پچاس روپے بطور نذرانہ حضرت مخدوم محمد سیوستانی کی خدمت میں ارسال کئے اور ساتھ یہ خط بھی بھیجا۔

> مخدوم صاحب مہربان، ولایت و کرامت نشاں، غواص بحر عرفان، شناور دریائے ایقاں، مخدوم محمد ساکن سیوستان خداجل شانہ آں ولایت نشاں را ابداً بر فیض مامور فرمودہ است لہذا امید واریم کہ دریں وقت متوسل حضرت سید قلندر لعل شہباز علیہ الرحمۃ مدام مدد دعا خیر عافیت در حق ایں جانب ارزاں فرمانید، مبلغ پنجاہ روپیہ درجہ خیرات نذرانہ ارسال خدمت است و امید کہ خواھد رسید، و بموجب اشارہ آں ولایت نشاں ہر انفاس متبرکہ را خدائے تعالیٰ افریدہ ایں جانب از آں بانیت،

خاطر بطمانیت دار ند از جانب احمد علی سلام دعا بدرجہ اجابت

رسند ۔ ۱۲ ۔ شعبان ۱۲۸۱ ھ   میر محمد حسن علی ۔

اس خط میں وقت کا حکمراں جن القاب و الفاظ سے آپ کو یاد کر کے آپ سے دعا کے لئے اور ایک نظر کرم کی درخواست کر رہا ہے اس سے بخوبی اندازہ ہوسکتا ہے کہ وقت کے بادشاہوں کی نظر میں اس گلیم پوش فقیر کا کیا مقام تھا ۔

بہر حال جب یہ خط اور اس کا نذرانہ یعنی پچاس روپے پہنچے تو آپ نے اس کو قبول فرمانے سے انکار کر دیا اور یہ کہہ کر اس کا نذرنہ اس کو اسی وقت واپس بجھوادیا کہ ھمیں صحابہ کرام کے دشمنوں کا نذرانہ نہیں چاہیئے چونکہ وہ رفض اور شیعیت کی طرف مائل تھا اس لئے آپ نے اس کے تحفہ کو قبول کرنا پسند نہیں فرمایا ۔

وصال :۔ خدا کے اس مقرب بندے کا ۱۵ ○ رمضان المبارک ۱۳۱۶ ھ کو ۷۶ ○ سال کی عمر میں وصال ہوگیا ۔ سہون میں ہی وفات ہوئی اور وھیں اپنے آبائی قبرستان میں آپ کو سپرد خاک کیا گیا ۔

قطعہ تاریخ :۔ آپ کے وصال پر میاں محمد صالح سیوستانی نے یہ قطعہ تاریخ لکھا ۔

حضرت مخدوم محمد رہبر راہ ھدیٰ
جاذب قلب خلائق سوئے اوج اھتدیٰ
عالم و عارف ولی اللہ ، ستون فیض حق
جامع حسب و نسب ، خورشید چرخ اتقا
مرد میدان توکل ، مست جام معرفت
حاجی و حافظ حدود اللہ فخر اتقیا

کاتب قدرت بلوح قلب پاکش برنگاشت
صد ہزاراں نکتہ چوں برگ و توکل بے ریا
دعوتش از آسمان استجابت روبنود
زانکہ باب طبع او مسدود بود از ما سو
چوں ندائے ارجعی را از جناب حق شنید
زدچوں شاہاں جہاں اندر فضا جنت لوا
پانزدہ تاریخ بگزشت ازمہ رمضان شریف
کاں جناب از دارفانی کرد آھنگ لقا
عمر آں شاہ ولایت از وفا بے پابیں
چوں وفا در عمر دنیا نیست پایش شدرہا
باز سرزاری بگفتہ صالحش سال وصال
" جامع علم و معارف کاشف رمز ھدیٰ "
۱۳۱۶ھ

اولاد :۔ آپ کی دو شادیاں ہوئیں ، ایک آپ کے عزیزوں میں یعنی صدیقی خاندان میں آپ کے چچا مخدوم مراد کی صاحبزادی سے ہوئی اس سے ایک فرزند ارجمند مخدوم احمد سیوستانی تولد ہوئے جنکے صاحبزادے مخدوم بصرالدینؒ نے کافی شہرت حاصل کی ، اور دوسری شادی آپ کی آخری عمر میں ہوئی جس سے ایک فرزند میاں محمد صادق تولد ہوئے ۔

حالات ماخوذ از تذکرہ مشاہیر سندھ ، دین محمد وفائی ، مطبوعہ حیدرآباد ص ۲۵۲ تا ۲۵۵)

قاضی شفیع محمد پاٹائی

آپ بڑے عام و فاضل صوفی شاعر تھے اور سندھ کی معروف علمی ھستی مخدوم عبدالواحد سیوستانی کے نواسے تھے۔ آپ کے والد کا اسم گرامی " قاضی احمدی صدیقی پاٹائی " تھا۔

تعلیم و تربیت:۔ آپ نے علوم دینیہ کی تکمیل مخدوم حاجی فضل اللہ پاٹائی سے کی، اور اس کے بعد آپ کو علم باطن کی تحصیل کا شوق ہوا تو حضرت مخدوم محمد یوسف (خیارین والے) سے سلسلہ نقشبندیہ میں بیعت ہوگئے، اور ساری زندگی احکام الہیٰ کی تبلیغ و اشاعت میں مصروف رہے۔

جائداد کی نیلامی:۔ آپ دینی اور مذھبی معاملات میں بڑے متشدد تھے۔ حق بات کے اظہار یا عمل کرنے میں خواہ کتنا ہی خوف یا نقصان ہو، آپ کسی کی پرواہ نہیں کرتے تھے، چناچہ انگریزوں کے دور میں آپ کی خیرپور ناتھن شاہ کے علاقہ میں بہت سی زمینیں تھی، جب ان زمینوں کا لگان (ٹیکس) وصول کرنے کے لئے آپ کے پاس حکم آیا تو آپ نے یہ کہہ کر وہ حکم ماننے سے انکار کردیا کہ " عیسائیوں اور انگریزوں سے جزیہ اور ٹیکس وصول کرنا ہمارا حق ہے نہ کہ وہ ہم سے ٹیکس لیں۔ آپ نے فرمایا کہ قرآن میں آتا ہے " حتی یعطوا الجزیہ وھم صاغرون کہ غیر مسلم حقیر ہیں ان سے جذیہ لیا جائے " لہذا یہ کیسے ہو سکتا ہے کہ ہم ان کو جزیہ اور ٹیکس دیکر ذلیل ہوجائیں۔ الغرض آپ اپنی اس بات پر آخر تک قائم رہے یہاں تک کہ آپ کی تمام زمینیں نیلام کردی گئیں لیکن آپ نے اپنے موقف سے ہٹنا گوارا نہ کیا۔

ظلم کے خلاف جہاد:۔ سندھ کے بہت سے خاندانوں میں نوجوان لڑکیوں کے ساتھ یہ ظلم کیا جاتا کہ جائداد وغیرہ خاندان سے باھر جانے کے ڈر سے ان کی عمر بھر کہیں شادی نہیں کی جاتی آپ نے اس کے خلاف بھرپور عملی جہاد کیا اور آپ کو اگر پتہ چل جاتا کہ فلاں گھر میں نوجوان لڑکی غیر شادی شدہ بیٹھی ہوئی ہے اور اس کے عزیز و اقارب اس کی شادی نہیں کر رہے تو آپ ان کے گھر پہ اپنے چند مخلصین اور مریدین کے ہمراہ تشریف لیجاتے اور وہاں دھرنا دیکے بیٹھ جاتے اور اس وقت تک نہ کھاتے اور نہ پیتے جب تک لڑکی کے عزیز و اقارب اس لڑکی کی شادی یا منگنی کرنے کا وعدہ نہ کرلیتے ایک دفعہ میھڑ کے بہت بڑے زمینداروں کی اسی قسم کی مظلوم لڑکیوں نے آپ کو خط کے ذریعے اپنے اوپر ہونے والے اس ظلم سے آگاہ کیا اور جب آپ کو اس کا علم ہوا تو آپ فوراً ان کی مدد کو پہنچے اور انکی مشکل آسان کرائی ۔

دعوت اسلام:۔ ایک زمانہ میں قاضی صاحب کو یہ دھن سوار ہوئی کہ ھندو افسران کو اسلام کی دعوت دی جائے اور ان کو مسلمان کیا جائے اس زمانہ میں ھندو افسران بھی فارسی کے بڑے قابل اور اھل قلم ہوا کرتے تھے ، چنانچہ آپ نے ان افسران کو فارسی زبان میں منظوم خط تحریر فرمائے ، اسی قسم کا ایک منظوم فارسی خط آپ نے خیرپور ناتھن شاہ کے کاردار مول چند کو تحریر فرمایا جس میں اس کو اسلام قبول کرنے کی دعوت دی اس کے بعد اسی علاقے کے دوسرے کاردار " دیوان گیانچند " کو بھی آپ نے اسی طرح کا ایک منظوم مکتوب تحریر فرمایا " گیانچند " کو جب آپ کا خط ملا تو اس نے اس علاقہ کے ایک ضمیر فروش مولوی سید مصری شاہ سے اس کے متعلق مشورہ کیا تو اس مولوی نے گیانچند سے کہا کہ قاضی شفیع محمد تو ایک مجذوب آدمی ہے اس کی باتوں کی طرف دھیان نہ دو اور اس کو جواب دینے کی کوئی ضرورت نہیں ۔

جب قاضی صاحب کو اس بات کا علم ہوا تو آپ کو بہت صدمہ ہوا اور آپ نے گیانچند کو دوسرا منظوم مکتوب تحریر فرمایا۔

اس میں آپ نے لکھا۔

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم ط

لَا اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰہِ

شکر خدا کہ این نبی کرو پاک و صاف
از امتش ہزار گناہ و خطا معاف
باترک این باطل یک کلمہ ہر کہ خواند
از شرک ماتقدم برگردش نہ ماند
برھندواں فتادہ یا حسرت العباد
قومی است بے حیا کہ کسی آں چناں بناد
دیدند از جمال مھادیو باکمال
آلت کہ شد مساخت اور دہ ہزار سال
جائے کہ گنگ و جمن دو دریا بھم شدند
از نقص عقل خویش درراھہ گم شدند
این نامہ شد نوشتہ بنام گیانچند
گر عاقل است می شودش پندما پسند
اے کار دار جلد مسلماں شو بیا
این است بخت و دولت اقبال و کیمیا
منکر مشود کہ برجسد آفت ھمی اسد
ای البلاء اعظم من آفتہ. الحہ
بکشاء چشم عبرت و راہ خدا بگیر
یعنی کہ دین ملت اسلام راپذیر

ارے بندر عقل اگر ینک بنگری
کار پیمبر است نہ کاری است سرسری
دیدی کہ مول چندز ان کار دیں چہ دیڈ
اسپش بجز خرید نیا بدخو خرید
برشاہ مصری و پریل آر دا اعتماد
آخر دکان ایشاں یک فائدہ نداد
زیں پیش نامہ بند شستم لبوئی .تو
تامدت سہ ماہ نیا مدجواب او
می بایدت نوشت زلاونعم جواب
برما بلاغ بود و برخدا حساب " ۔

(تاریخ ۶ ذی القعدہ ۱۳۰۱ھ)

اس کے علاوہ اسی ماہ کی ۱۲ تاریخ کو آپ نے میہڑ کے مختیار کار دیوان پنجی مسل اور ایک منظوم خط دیوان پارومل کو بھی آپ نے تحریر فرمایا اور اس میں ان کو دعوت اسلام دیتے ہوئے آخر میں فرمایا۔

دین یقین کہ مسلمانی است
ملت ھندو ھمہ نادانی است

اسلامی حکومت کی خواہش :۔ آپ کی یہ قلبی خواہش تھی کہ سندھ سے انگریزوں کی حکومت ختم ہو اور یہاں اسلامی حکومت قائم ہو۔ چنانچہ جب آپ کو یہ خبر ملی کہ کابل کا بادشاہ امیر ایوب خان ھندوستان اور سندھ پر حملہ کر کے اس کو بھی اسلامی حکومت بنانے کا ارادہ رکھتا ہے تو قاضی صاحب نے امیر ایوب خان کا استقبال کرتے ہوئے فارسی میں ایک لمبا قصیدہ لکھا جس کے چند اشعار یہ ہیں۔

خسرو عالی جناب آمد ھمچو عقاب

حکم نصاریٰ شد خراب گرویداز عالم نہاں

آمدہ ایوب خاں

صوفی صافی صفات ناصر صوم صلواۃ

باد ہمیشہ حیات

زندگیش جاوداں ۔ آمد ایوب خاں

کرو نصاریٰ بنگل ھای و قلاع

کا مدار شجاع

بچہ شیر ژیاں ۔ آمد ایوب خاں

شاعری:۔ فارسی میں آپ کا بہت سا کلام ہے ۔ اس کے علاوہ سندھی میں بھی آپ کے بہت سے اشعار ہیں ۔

فارسی زبان میں آپ کو جو عبور تھا اور آپ کے کلام میں جو پختگی تھی اس کا اندازہ آپ کے اس خط سے بھی ہو سکتا ہے جو آپ نے مولوی میاں خیر محمد جونیجو کو غزل کے انداز میں تحریر فرمایا ہے ۔ اس خوبصورت غزل کے چند اشعار بطور نمونہ تحریر کئے جاتے ہیں ۔

غریبم و بے کسم اما خوشم بر بوریا اینجا

نہ قارو نم نہ خضرم تا بیابانی کیمیا اینجا

ببا غستاں شدی محرم بطاؤ ساں شدی ھمدم

منم چوں فاختہ در شورہ زاری گیاہ اینجا

دلم دوری نمی خواھد بیاد تو ہمی کاھد

مکان بے طمع اینجا ۔ مقام بے ریا اینجا

اگر ھر سیم برراسیم و زربایدعجب حال است

شمارا کار سیم آنجاو کار سیمیا ایں جا

ازاں ایں نور چشم تیز بین گشتی بحمداللہ
مکمل ساختم چشمت بمیل طوطیا اینجا
" شفیعا " دوستاں راباد دائم حب روحانی
چہ باشد جسم خاکی گرر بود آنجاؤ یا اینجا

فارسی اور سندھی کے علاوہ سرائیکی اور عربی زبان میں بھی آپ کے لکھے ہوئے بہت سے قصائد غزلیں اور نظمیں ھیں۔

ترجمہ قصیدہ بردہ :۔ قصیدہ بردہ شریف جو عربی میں حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی تعریف و توصیف میں اک مشہور قصیدہ ہے۔ اس کا آپ نے سندھی زبان میں منظوم ترجمہ کیا ہے اور آپ کا یہ ترجمہ سندھی زبان کا پہلا منظوم ترجمہ ہے۔ اس منظوم ترجمہ کی ابتداء آپ اس طرح فرماتے ہیں۔

ڪي سبب سادين سڄڻ جي پرين پاڙيچا
هاديم هنجو هيج مان گڏي رت ڦڙا
ڪي وريا داؤ وصال جا. سڄڻ سا مهان
يا چمڪي و چڙي رات ۾ پرين جي پاران

وفات :۔ ایک دفعہ سہون میں شیعہ، سنی مناظرہ ہوا، اس مناظرہ میں آپ بھی شریک ہوئے بحث کے دوران شیعہ مناظر سے صحابہ کی شان میں کچھ ایسے گستاخانہ الفاظ نکلے کہ اس کو سنکر آپ کو شدید صدمہ ہوا اور بے انتہاء غصہ آیا، لیکن حکومت کے سخت قوانین اور احکامات کے آگے آپ بے بس تھے اور اس مناظر کا کچھ نہ کر سکے اندر ہی اندر جلتے رہے اور صدمہ سے نڈھال ہوگئے اور اس کا اثر یہاں تک ہوا کہ اسی رات آپ کو اسہال کی شکایت ہوگئی۔ دوسرے دن

سہون سے روانہ ہو کر آپ "پاٹ" آئے اور یہیں اس غم میں وفات پا گئے۔
یہ سانحہ ۱۳۱۲ھ میں رونما ہوا

حالات ماخوذ از
تذکرہ مشاہیر سندھ، جلد سوئم، دین محمد وفائی سندھی ادبی بورڈ، ص ۱۹۸ تا ۲۰۴۔

مخدوم حسن اللہ پاٹائی

آپ سہوانی اور پاٹائی خاندان کے آخری چشم و چراغ تھے آپ وقت کے زبردست عالم، محقق مناظر، فقیہ اور عظیم روحانی نقشبندی بزرگ تھے۔

نام و نسب:۔ آپ کا نام مخدوم حسن اللہ پاٹائی تھا آپ کے والد کا نام مخدوم وھب اللہ پاٹائی تھا۔ آپ کا سلسلہ نسب حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ تک پہنچتا ہے۔

تعلیم و تربیت:۔ بچپن میں آپ نے ابتدائی تعلیم اپنے چچا اپنے وقت کے عارف باللہ حضرت مخدوم حاجی فضل اللہ (م ۱۲۹۰ ھ) سے حاصل کی اور علوم ظاہری کی تکمیل آپ نے مولانا نور محمد اور ان کے صاحبزادے مولانا گل محمد صاحب شہداد کوٹی سے کی۔

درس و تدریس:۔ آپ نے ساری زندگی علوم مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کی اشاعت اور علوم دینیہ کی درس و تدریس میں گذاری، درس و تدریس کے سلسلہ میں آپ کا مختلف مقامات پر رہنا ہوا مثلاً "پاٹ، دربیلا" اور مٹیاری وغیرہ میں آپ نے قیام فرمایا اور اور یہاں تدریسی فرائض انجام دیئے اور بڑے بڑے نامور علماء پیدا کئے، آپ کے فیض یافتہ علماء میں یہ حضرات خاص طور پر قابل ذکر ہیں۔

۱۔ مولوی محمد صدیق ستیائی۔

۲۔ مولوی خیر محمد جونیجو پاٹائی۔

۳۔ مولوی مخدوم بصرالدین صاحب سیوستانی۔

۴- مخدوم معین الدین سیوستانی ۔

۵- مولانا ابوالفیض غلام عمر صاحب جتوئی ۔

۶- مولوی سید شہاب الدین ھالائی ۔

۷- مخدوم محمد داؤد در بیلائی ۔

۸- پیرزادہ غلام مجدد متعلوی ۔

یہ سب حضرات اپنی وقت کے بڑے عالم اور عظیم فاضل گزرے ہیں ۔ ان کے علاوہ اور بہت سے بے شمار لوگوں نے آپ سے اکتساب فیض کیا ۔

سفر حج :۔ آپ کو دو مرتبہ حرمین شریفین کی زیارت نصیب ہوئی ، اس سفر کے دوران آپ بڑے بڑے علمی فیوضات سے بھی بہرہ ور ہوئے ، حرمین شریفین میں بڑے بڑے علماء فقہاء اور صوفیاء مثلاً شیخ عبدالحق مہاجر الہ بادی وغیرہ سے اکتساب فیوض کیا اور انکی صحبتوں سے لطف اندوز ہوئے اور دلائل الخیرات ، حزب البحر، اور قصیدہ بردہ شریف کی اجازتوں سے سرفراز ہوئے ۔

فتویٰ نویسی :۔ فتویٰ نویسی اور فقہی مسائل میں آپ اپنی خاندانی اور اپنے آباؤ اجداد کی راہ اختیار فرماتے تھے ، اور آپ کے جد بزرگوار مخدوم عبدالواحد سیوستانی کے فقہی مسائل اور فتوؤں پر مشتمل جو کتاب " بیاض واحدی " کے نام سے ہے انہی کا آپ تتبع کرتے تھے اور ہر حالت میں انہی کے اقوال کو ترجیح دیکر انہی پر فتویٰ دیتے تھے ۔ چنانچہ ھندوستان کے دارالحرب ہونے کے متعلق آپ کا اس وقت کے علماء سے بڑا زبردست اختلاف ہوا لیکن آپ نے یہی فتویٰ دیا کہ ھندوستان دارالحرب ہے جبکہ آپ کے استاذ بھائی مولوی محمد ہاشم گڑھی یاسین والے اس بات کے قائل تھے کہ ھندوستان " دارالاسلام " ہے ۔ چنانچہ اس سلسلہ میں مولوی محمد ہاشم صاحب سے اور مولانا عطاء اللہ فیروز شاہی سے بھی آپ کا تحریری مناظرہ اور مباحثہ چلتا رہا ۔ جس میں آپ نے پرزور دلائل کے

ذریعہ اپنے مدعیٰ کو ثابت کیا۔

عقائد:۔ عقائد کے لحاظ سے آپ اپنے بزرگوں کے نقش قدم پر پوری طرح قائم تھے اور ان عقائد کے خلاف چلنے والی ہر تندو تیز ہوا کا ڈٹ کر مقابلہ کرتے تھے۔ مثلاً آپ کا عقیدہ تھا کہ اس جہاں سے پردہ فرما جانے والے اولیاء اور بزرگوں سے استمداد کرنا جائز ہے وہ اس لائق ہیں کہ مخلوق خدا کی دستگیری اور مدد کرسکیں، اسی طرح حضور کے "علم غیب" کے مسئلہ میں بھی آپ اپنے اسلاف اور متقدمین کے مسلک کے حامی تھے اور آپ کا عقیدہ تھا کہ اللہ تعالیٰ نے اپنے محبوب کو کائنات کی ہر چیز کا علم عطاء فرما دیا تھا چنانچہ ۱۹۱۱ھ میں کراچی کے ایک مقتدر اور متبحر عالم اور صوفی حضرت مولینا عبدالکریم درس نے جب آنحضرت کے علم غیب کا مسئلہ چھیڑا تو اس وقت سندھ کے علماء دو حصوں میں تقسیم ہو گئے، جس میں سندھ کے مقتدر علماء اور صوفیاء نے علامہ عبدالکریم درس کی حمایت کی انہی میں علامہ سید اسد اللہ شاہ ٹھکرائی بھی تھے اور حسن اللہ پاٹائی بھی، بلکہ آپ نے اپنے شاگرد اور پیرزادہ حاجی پیر غلام مجدد صاحب متعلوی سرھندی کے کہنے پر اپنے مدرسہ دارالفیض (سونی جتوئی) میں بیٹھ کر اس موضوع پر ایک بسیط رسالہ تصنیف فرمایا اور اس کا نام "نُورُ العَیْنَیْنِ فِیْ اِثْبَاتِ عِلْمِ الْغَیْبِ لِسَیِّدِ الثَّقَلَیْنِ" رکھا۔ اس رسالہ میں حضور سرور کائنات کے "علم ماکان وما یکون" کو قوی دلائل سے ثابت کیا۔ یہ رسالہ مولانا درس اور پاٹ کی علماء نے بہت پسند کیا۔ اور اس کو بہت سراہا۔

اس قسم کی دیگر اختلافی مسائل میں آپ کے مخالف گروپ سے تحریری مناظرے اور مباحثے بھی رہے چنانچہ نوشہرہ فیروز کے مشہور اہل حدیث قاضی محمد عالم، اور مٹیاری کے فقیر محمد محدث سے بھی ایسے ہی مسائل پر تحریری مباحثے ہوتے رہے۔

کواکب السعادت کا رد: ۔ اسی زمانہ میں ایک اور مسئلہ کھڑا ہوا، یعنی قاضی ہدایت اللہ متعلوی نے ایک کتاب کواکب السعادت کے نام سے چھ حصوں میں لکھی جس میں حضرت امیر معاویہؓ کی شان میں گستاخانہ الفاظ استعمال کئے اور آپ پر کچھ اعتراضات کئے، اس کے جواب میں آپ نے ایک کتاب تصنیف فرمائی جس کا نام۔

"تُحْفَۃُ اُولِی الْاَلْبَابِ فِیْ رَدٍّ عَلٰی طَاعِنِ الْاَصْحَابِ" رکھا، یہ رسالہ حاجی احمد علوی (۱۳۳۸ھ) کے نام سے کراچی میں شائع ہوا۔ صاحب تذکرہ مشاہیر سندھ دین محمد وفائی لکھتے ہیں کہ یہ رسالہ میرے سامنے سونی جتوئی گاؤں میں لکھا گیا، اس سلسلہ میں جس جس حوالہ کی ضرورت پیش آتی تھی میں وہ حوالہ جات کتابوں سے نکال کر آپ کی خدمت میں پیش کرتا جاتا تھا، آپ کا انداز تحریر یہ تھا کہ جب تک کسی بھی سوال پر آپ کو متقدمین کے اقوال میں سے کوئی تائیدی قول نہیں مل جاتا تھا اس وقت تک آپ آگے نہیں بڑھتے تھے، یعنی ہر بات آپ بڑی تحقیق اور تدقیق کے بعد تحریر فرماتے تھے۔

معاصرین: ۔ آپ کے معاصرین میں بہت سے علماء ہیں مثلاً مولوی محمد حسن حیدرآبادی، مولوی محمد ہاشم گڑھی یاسین، مولوی عطاء اللہ فیروز شاہی، اور بہت سے شہدادپوری سلسلہ کے علماء یہ سب آپ کے ہم درس ساتھی اور استاذ بھائی تھے۔

اس کے علاوہ علامہ سید اسد اللہ شاہ ٹھکرائی، اور علامہ عبدالکریم درس جیسے علماء بھی آپ کے ہم عصر تھے تذکرہ مشاہیر سندھ کے مؤلف علامہ دین محمد وفائی نے دارالعلوم "دارالفیوض" (گوٹ سونی جتوئی، لاڑکانہ) میں اپنی تعلیم کی تکمیل کی اور وہیں آپ ہی کے دست مبارک سے اپنی دستار بندی کرائی وہ لکھتے ہیں کہ مجھے دستار فضیلت عطاء فرمانے کے بعد آپ نے بہت سی دعاؤں سے نوازا۔

اخلاق و عادات :- اہل بیت اطہار ، صحابہ کرام ، سادات عظام اور اپنے اساتذہ کا آپ بیحد احترام کرتے تھے ۔ یاد آخرت سے آپ کا قلب ہر وقت لرزتا رہتا تھا ، جب کبھی محفل میں یہ ذکر چھڑ جاتا تو خود بھی اشکبار ہوجاتے تھے اور ساری محفل کو رلا دیا کرتے تھے ۔

نقشبندی طریقے کے اورادووظائف بڑی پابندی کیساتھ جاری رکھتے تھے ۔ ہر روز دلائل الخیرات شریف اور قصیدہ بردہ شریف پڑھتے تھے اور قرآن کریم کی بلاناغہ تلاوت کیا کرتے تھے ۔ تواضع اور کسر نفسی کے طور پر کبھی نماز کی آپ امامت نہیں فرماتے تھے ۔ بلکہ اپنے شاگردوں کو کھڑا کر دیتے تھے اور ان کے پیچھے نماز پڑھتے تھے ۔

وصال :- سندھ کی یہ عظیم علمی اور روحانی شخصیت ، اور سہوانی و پاٹائی خاندان کی یہ آخری شمع ۱۳۳۹ ھ میں اس خطہ کو روشن کر کے ہمیشہ کے لئے بجھ گئی ۔

تاریخ وفات :- حکیم فتح محمد سہوانی نے آپ کی تاریخ وفات اسطرح کہی ۔

اِمْتَلَاءَ الدَّهْرُ بِاَنْوَاعِ الْمِحَنْ
فَاتَ عَنَّا الشَّیْخُ مَوْلَانَا الْحَسَنْ
کَانَ شَیْخاً عَالِماً مُتَبَحِّراً
کَانَ فِی الْاَفْضَالِ مِفْضَالَ الزَّمَنْ
اِشْتَغَلَ بِالْجُهْدِ فِی دَرْسِ الْعُلُوْمِ
قَدْ تَفَقَّهَ فِی الشَّرَائِعِ وَالسُّنَنْ

بَعْدَ فَوْتِهٖ قُلْتُ فِیْ تَارِیْخِہٖ
مَاتَ " مَوْلَیْنَا الشَّرِیْفُ الْحَسَنُ "
۱۳۳۹ھ

حالات ماخوذ از تذکرہ مشاہیر سندھ، دین محمد وفائی، مطبوعہ سندھی ادبی بورڈ ص ۱۸۷ تا ۱۹۰

غلام محمد ملکانی

سندھ میں سلسلہ عالیہ نقشبندیہ کے ایک اور معروف بزرگ " غلام محمد ملکانی " جن کی ذات سے سلسلہ عالیہ نقشبندیہ کو سندھ میں بڑا فروغ حاصل ہوا اور جن کی صحبت نے علماء اور عرفاء کی ایک کثیر تعداد پیدا کی۔

ولادت:۔ " ملکانی " نامی ایک بلوچ خاندان میں آپ کی ولادت ۱۴ رمضان المبارک ۱۲۷۶ھ کو ہوئی۔ آپ کے والد نے آپ کا نام " غلام محمد " رکھا اور آپ کی والدہ نے آپ کا نام " غلام احمد، تجویز کیا۔ چونکہ غلام محمد کے معنی ہیں " محمد کا غلام " اس لئے اس عاشق رسول کو اپنی اس نسبت غلامی پر بڑا ناز اور فخر تھا چنانچہ اس ہی مناسبت سے اپنی انگوٹھی میں اپنے نام کی مہر اس مصرعہ کی صورت میں آپ نے کندہ کرائی تھی کہ۔

" نازم بخت خود کہ غلام محمد "

آپ کی ولادت دادو کے ایک ملکانی نامی گاؤں میں ہوئی جو آپ کے آباؤ اجداد کی اصل سکونت گاہ تھا۔

تعلیم:۔ جب آپ سات آٹھ سال کی ہوئے تو قرآن پاک پڑھنے کے لئے آپ کو گاؤں کے ایک مدرسہ میں بھیج دیا گیا۔ جہاں ۱۲۸۵ھ میں صرف ایک سال کے اندر آپ نے قرآن کی تعلیم حاصل کی۔ اور یہ تعلیم ایک بزرگ " عبدالکریم " جو مخدوم جنید کے خاندان سے تھے ان سے آپ نے حاصل کی۔ قرآن پاک پڑھنے کے بعد، دادو کے قریب سیالوں کے ایک گاؤں میں آپ نے فارسی کی ابتدائی تعلیم حاصل کی اور " بہار دانش " اور انوار سہیلی " جیسی کتابیں وہاں پڑھیں اور اسی کے ساتھ ساتھ دادو پرائمری اسکول میں آپ نے ساتویں کلاس بھی پاس کرلی۔ فارسی تعلیم سے فارغ ہونے کے بعد آپ نے عربی کی تعلیم کی طرف توجہ

کی اور ۲۵ سال کی عمر میں حضرت مولانا محمد حسن پاٹائی کے حلقہ درس میں تکمیل کے مراحل طے کر کے ان سے دستار فضیلت حاصل کی اگرچہ آپ نے مولانا حاجی حسن اللہ پاٹائی ، اور مولانا عطاء اللہ فیروز شاھی سے بھی اکتساب فیض کیا لیکن تکمیل حضرت مولانا محمد حسن پاٹائی (حیدرآبادی) سے کی ، اسی لئے آپ ان کو " استاذ اعظم " کے لقب سے یاد کیا کرتے تھے ۔

تدریس :۔ تحصیل علم سے فراغت کے بعد آپ نے درس و تدریس کا سلسلہ شروع کیا اور چالیس سال تک تشنگان علوم کو سیراب کرتے رہے ۔ ابتداء میں آپ نے درس و تدریس کا سلسلہ حیدرآباد کی ایک قدیم مسجد مائی خیری میں شروع کیا اس کے بعد " رپ " میں اور آخر میں درگاہ ملکانی میں بیٹھ کر آپنے یہ سلسلہ جاری رکھا ، آپ کے حلقہ درس میں مقامی اور بیرونی تقریباً ڈیڑھ سو طلباء ہر وقت موجود ہوتے تھے ۔

سیر و سیاحت :۔ زندگی کے کچھ ایام آپ نے سیر و سیاحت میں بسر کئے ، اور اس سلسلہ میں ، ھندوستان ، پنجاب ، عراق ، حجاز وغیرہ کے آپ نے سفر کئے ، اور وہاں کچھ عرصہ قیام فرمایا ۔ دوران سفر بڑی بڑی خانقاہوں میں حاضری دی اور وقت کے بڑے بڑے صوفیاء علماء اور اولیاء سے اکتساب فیض کیا ، چنانچہ ۱۳۰۷ ھ میں جب آپ نے عراق ، و حجاز کا سفر فرمایا تو بغداد شریف میں حضرت غوث پاک شیخ عبدالقادر جیلانی کے روضہ انور پر بھی حاضری دی اور وہاں کے سجادہ نشین حضرت سید مصطفیٰ قادری سے سلسلہ عالیہ قادریہ میں بیعت بھی کی اور محنت و ریاضت کے بعد خرقہ خلافت سے سرفراز ہوئے ۔

حاضری حرمین شریفین :۔ حرمین شریفین کی حاضری کا آپ کو بے پناہ شوق تھا ، اللہ نے آپ کی یہ آرزو بھی پوری کی ، اور آپ کو یہ سعادت بھی نصیب ہوئی مکہ اور مدینہ میں مزید اولیاء سے آپ کی ملاقاتیں ہوئی ، جنمیں مکہ کے مشہور

عالم و عارف حضرت سید احمد دحلان محدث مکی کی ذات گرامی خاص طور پر قابل ذکر ہے ۔ جن سے آپ کو خصوصی انسیت اور محبت تھی ۔ اس کے علاوہ مکہ شریف کی ایک مشہور دینی درسگاہ مدرسہ صولتیہ کے بانی حضرت شیخ مہاجر مکیؒ سے بھی آپ کی خصوصی نشست رہا کرتی تھے ۔ حج کے موقعہ پر مکہ معظمہ میں ساری دنیا کے اھل کمال آتے تھے ، چناچہ اس دوران شام کے ایک عظیم عالم " ابونصر " سے بھی آپ کی ملاقات ہوئی اور آپ ان سے بہت متاثر ہوئے ، آپ فرماتے تھے کہ میں نے اپنے سفر میں ابونصر جیسا عالم نہیں دیکھا جن کو بارہ ھزار حدیثیں حفظ یاد تھیں ۔ جنکی عمر تقریباً سو سال تھی ۔

والد کی رحلت :۔ اس سفر حجاز میں آپ کے والد بھی آپ کے ھمراہ تھے ۔ حرمین پہنچ کر ان کی طبیعت کچھ ناساز ہو گئی اور اس ہی میں آپ وفات پا گئے اور جنت البقیع میں آپ کو دفن کر دیا گیا ۔

بیعت و خلافت :۔ مجددی خانوادہ کے چشم و چراغ حضرت خواجہ عبدالرحمن سرھندی مجددی جب قندھار سے ھجرت فرما کے سندھ تشریف لائے اور " نکھڑ " میں آپ نے قیام فرمایا تو اس وقت خواجہ غلام محمد ملکانی ۱۳۱۵ ھ میں حضرت خواجہ عبدالرحمن کی خدمت میں حاضر ہوئے اور آپ سے سلسلہ عالیہ نقشبندیہ میں شرف بیعت حاصل کیا ۔ لیکن قدرت الہی کہ آپ کے مرشد خواجہ عبدالرحمن مجددی اسی سال رحلت فرما گئے اور آپ کی باطنی تربیت نامکمل رہ گئی چناچہ آپ نے اس کی تکمیل کے لئے حضرت خواجہ ولی محمد ملا کاتیار کی طرف رجوع کیا اور ان کے حلقۂ ارادت میں داخل ہو کر اپنی باطنی تکمیل کی اور سلسلہ عالیہ نقشبندیہ اور سہروردیہ میں اجازت و خلافت حاصل کی ۔

سفر پنجاب :۔ ۱۳۲۶ ھ میں جب آپ نے دوبارہ پنجاب کا دورہ کیا تو اس دورہ

میں آپ نے پنجاب کی بہت سی خانقاہوں میں حاضری دی اور اکتساب فیض کیا چناچہ مھڑا شریف کی خانقاہ کے سجادہ نشین خواجہ محمد قاسم نقشبندی کی صحبت میں حاضر ہو کر آپ نے سلسلہ نقشبندیہ کا فیض حاصل کیا۔

اور گولڑا شریف میں حضرت خواجہ پیر مہر علی شاہ جیلانی کی صحبت سے فیضیاب ہو کر سلسلہ چشتیہ میں اجازت حاصل کی۔

آپ نے یوں تو تینوں طریقوں میں اکتساب فیض کیا لیکن آپ کے یہاں غلبہ سلسلہ نقشبندیہ کو ہی رہا اور آپ اس ہی سلسلہ میں بیعت فرمایا کرتے تھے اور اس سلسلہ نقشبندیہ کے متعلق فرمایا کرتے تھے کہ "یہ منزل مقصود تک پہنچنے کا سب سے قریب راستہ ہے۔ آپ فرماتے تھے کہ بعض کتابوں میں یہاں تک لکھا ہے کہ حضرت "مہدی علیہ السلام" تشریف لائیں گے تو مذہباً حنفی اور مشرباً نقشبندی ہوں گے۔

اس طریقہ کی اپنے مریدوں کو تلقین فرمانے کے وقت کبھی کبھی آپ یہ شعر بھی پڑھا کرتے تھے۔

چشم بندو گوش بند ولب بند
گر نہ بینی سر حق برمن خند

حفظ قرآن:۔ ۱۳۲۶ھ میں جب آپ پنجاب کے سفر پہ تھے تو آپ ملتان پہنچے جہاں حافظ عبدالرحیم کی حلقہ درس میں آپ شریک ہوئے اور یہ آپ کی کرامت تھی کہ صرف چھ مہینہ کی مختصر سی مدت میں آپ نے پورا قرآن پاک وہاں حفظ کر لیا۔

اور ساتھ ہی تجوید و قرأت پر بھی مکمل عبور حاصل کر لیا۔

سیاسی خدمات:۔ اس زمانہ میں جتنی سیاسی تحریکیں چلیں اس میں آپ نے بھرپور حصہ لیا، مثلاً ۱۹۲۰ء میں جب تحریک خلافت کا زور ہوا تو حیدرآباد سندھ

میں اس کی طرف سے ایک عظیم الشان پہلی کانفرنس منعقد کی گئی اس کانفرنس میں مولانا تاج محمد امروٹی ، مولانا حامد اللہ ، محمد صدیق پیر بھرچونڈی شریف جیسے بہت سے بڑے بڑے سندھ کے علماء اور مشائخ نے شرکت کی اس کانفرنس کی صدارت کے لئے تمام علماء اور مشائخ نے آپ کا نام منتخب کیا ، اس موقعہ پر آپ نے جو صدارتی خطبہ ارشاد فرمایا وہ آپ کی سیاسی اور علمی بصیرت کی ایک عمدہ مثال تھا اس خطبہ کو کانفرنس کے ایک رکن وکیل عبدالجبار نے شائع کراکے مفت تقسیم کرایا تھا ۔ اس زمانہ میں ایک مسئلہ "ترک موالات" کا بھی اپنے عروج پر تھا ۔ جس میں بہت سے علماء اور سیاسی قائدین کا یہ نظریہ تھا کہ انگریزوں کا بالکل بائی کاٹ کیا جائے ۔ اور ھندوستان سے کسی اور مقام کی طرف ہجرت کی جائے ، لیکن آپ اس کے بہت مخالف تھے اور آپ کا یہ نظریہ تھا کہ اپنا گھر بار چھوڑنا کوئی عقلمندی اور بہادری نہیں ہے اس ہی طرح تحریک خلافت میں انگریزوں کی نوکری اور ان سے تنخواہ لینے کو بھی بعضوں نے حرام لکھدیا تھا ، لیکن آپ نے اس کی بھی مخالفت فرمائی ، اور آپ کے ان دونوں نظریوں کی صداقت اس وقت لوگوں پر آشکارا ہوئی جب نوکریاں چھوڑ کر اور افغانستان کی طرف ہجرت کرنے والے لوگ ، دربدر کی ٹھوکریں کھانے لگے اور عرصہ حیات ان کے لئے تنگ ہوگیا ۔

اسی طرح اس زمانہ میں بعض علماء نے فتویٰ دیا کہ حربیوں (انگریزوں) سے خرید و فروخت حرام ہے اور ولایتی انگریزوں کے بنائے ہوئے کپڑوں سے نماز نہیں ہوتی یہ فتویٰ سندھ کے ایک مشہور عالم سید اسد اللہ ٹکھڑائی نے لکھا اور اس پر بہت سے علماء نے دستخط کردیئے لیکن جب یہ فتویٰ آپ کے پاس آیا تو آپ نے اس کی تصدیق کرنے سے انکار فرما دیا اور اس فتویٰ کا فارسی میں ایک مدلل اور مفصل رد لکھا جس پر مولانا ہمایونی ، مولانا عبدالرزاق بوبکائی ، مولانا عبدالقیوم بختیار پوری جیسے بہت سے نامور علماء نے دستخط فرمائے اور آپ کے

جواب کی تصدیق فرمائی۔

وعظ و ارشاد:۔ شمس العلماء ڈاکٹر داؤد پوتہ لکھتے ہیں کہ۔ آپ کی تقریر بڑی پر اثر ہوتی تھی، آپ اپنے وعظ میں جب بڑی خوش الحانی سے قرآن کی تلاوت اور شاہ لطیف بھٹائی کے فراقیہ اشعار پڑھا کرتے تھے تو روتے روتے لوگوں کی ہچکیاں بندھ جاتی تھیں۔

آپ اکثر ہر مہینہ کے پہلے جمعہ کو وعظ فرمایا کرتے تھے اور جس دن آپ وعظ فرماتے تھے، وسیع مسجد پوری بھر جایا کرتی تھی، لوگ دور دراز سے آپ کا وعظ سننے کے لئے حاضر ہوتے تھے، اور رخصت کے وقت اس قدر ہجوم ہوتا تھا کہ آپ کے پاس پہنچنا مشکل ہو جاتا تھا۔ اثنائے وعظ میں آپ مولود خواں یعنی نعت پڑھنے والوں سے نعتیں سنا کرتے تھے۔

شان و شوکت:۔ چونکہ وہ دور انگریزوں کا تھا، اس لئے آپ اسلام کی عظمت اور شوکت دکھانے کی خاطر ایک خاص انداز کے ساتھ زندگی بسر فرماتے تھے کہیں آنے جانے کے وقت ایک لمبا سبز رنگ کا چغہ زیب تن فرماتے تھے۔ جس پر زری کا شاندار کام ہوتا تھا، سر پر ایک شاہی تاج کے مانند ایک زری کے کام کا کلہ ہوتا تھا۔ جب آپ کہیں تشریف لیجاتے تو گھوڑے اور اونٹ سواروں کی ایک فوج آپ کے ہم رکاب ہوتی تھی۔ اور آپ خود ایک "ڈولی" (محفہ) میں تشریف فرما ہوتے تھے اس ڈولی کو پہلے تو گھوڑوں کے ذریعے چلایا جاتا تھا۔ لیکن آخری عمر میں آپ کے مریدین اپنے کندھوں پر اس کو اٹھا کے لیجاتے تھے مخلوق کا ایک ہجوم پیچھے پیچھے، مولود (نعتیں) پڑھتا ہوا! نعرے لگاتا ہوا گھنٹیاں بجاتا ہوا اور جھنڈے لہراتا ہوا آپ کے ہم رکاب ہوتا تھا۔ آپ کے جلوس کو دیکھ کر ھندو اپنے دکانیں بند کر دیتے تھے اور بڑی بڑی تھالیوں میں مٹھائیاں سجا کر آپ کو پیش کرتے تھے، بہت سے آپ کے ہاتھ پر مشرف باسلام بھی ہوئے۔

انکساری :۔ ڈاکٹر داؤد پوتہ لکھتے ہیں کہ اس قدر عظمت و شان کے باوجود آپ میں اسقدر تواضع اور انکساری تھی کہ کوئی آپ کی خدمت میں حاضر ہوتا خواہ امیر ہو یا غریب آپ اس سے بغلگیر ہو کر اسے اپنے سینے سے لگا لیا کرتے تھے اور بعض دفعہ لوگوں کو آپ کے سینہ سے سینہ لگا کر وہ کیف و سرور حاصل ہوتا تھا کہ وجد کی کیفیت طاری ہو جاتی تھی اور ذکر قلبی جاری ہو جاتا تھا۔

تلامذہ :۔ آپ کے حلقۂ تدریس نے یوں تو بے شمار علماء پیدا کئے لیکن آپ کے وہ چند خاص طلباء جنہوں نے بڑی شہرت حاصل کی اور علماء میں ایک خاص مقام پایا ان کے اسماء گرامی یہ ہیں ۔

۱۔ محمد عبداللہ ۔

۲۔ حاجی عبدالرحیم (معلم سندھ مدرسۃ الاسلام کراچی) ۔

۳۔ الحاج سید امیر محمد شاہ اینانی ۔ جنہوں نے ایک درسگاہ دادو کے قریب قائم کی اور پچاس سال اس میں درس و تدریس کے فرائض انجام دئے آپ کے استاد زادے حضرت مخدوم احمد مجتبے نے بھی آپ ہی سے اکتساب علوم کیا آج بھی آپ کی قائم کردہ درسگاہ علوم و معرفت کا مرکز بنی ہوئی ہے ۔ اور ھزاروں طلباء یہاں سے فارغ التحصیل ہو کے جا چکے ہیں ۔

۴۔ مولانا محمد کامل ملکن والے ۔

۵۔ مولانا محمد حسن سیالانی ۔

۶۔ مولانا محمد صاحب پیرزادہ مڈن والے ۔

۷۔ مولانا عبدالخالق جھلی والے ۔

۸۔ مولانا عبداللطیف للی والے ۔

۹۔ مولانا بنی بخش ملکانی ۔

۱۰۔ مولانا خان محمد اندجوھی ۔

۱۱۔ مولانا محمد اسماعیل گجیری والے۔

خلفاء :۔ یوں تو آپ سے فیض حاصل کر کے اجازت و خلافت حاصل کرنے والے بہت سے خوش نصیب ہیں لیکن آپ کے وہ چند خلفاء جنہوں نے اپنی خانقاہیں قائم کیں اور عام رشد وہدایت کے ذریعہ ایک مخلوق خدا کو فیض پہنچا کر شہرت دوام پائی ان کے اسماء گرامی یہ ہیں۔

۱۔ میاں فقیر محمد وھیڑائی۔

۲۔ میاں محمد صالح (نیوں واھن)۔

۳۔ سید خیر شاہ جلبانوی۔

۴۔ میاں عبداللہ یمشی۔

۵۔ امیر محمد پسند خاں۔

تصانیف :۔ آپ کی تقریباً ساٹھ تصنیفات ہیں جن میں اکثر فارسی اور عربی میں ہیں ان میں سے چند کتابوں کے نام مندرجہ ذیل ہیں۔

(۱) سَبِیْلُ الرَّشَادُ (وعظ و تقاریر ۴ جلدیں)

(۲) تَفْتِیْحُ الْمَقَاصِدِ وَالْمَعَانِیْ۔

(۳) حُسْنُ الْخِطَابُ فِیْ اِثْبَاتِ الْقُبَابُ۔

(۴) تَعْوِیْذُ اللّٰہِ الْاَحَدُ

(۵) شِیَتُ الْاَفْکَارِ وَالْمِحَنُ فِیْ الرَّدِّ عَلَیٰ الْمُفْتِیْ الْمُسَاجِنِ۔

(۶) تُحْفَۃُ الْاَقْرَانُ۔

(۷) تَارِیْقُ عِبَادِ اللّٰہِ فِیْ جَوَازِ یَا رَسُوْلَ اللّٰہِ۔

(۸) اَلسَّیْفُ الْقَهْرِیْ عَلَیٰ عُنُقِ النَّوْشَهْرِیْ۔

(۹) ذَلَاقَۃُ الْکَبِیْرَہْ فِیْ تَحْقِیْقِ نِکَاحِ الصَّغِیْرَہْ۔

(۱۰) عُمْدَۃُ الرَّسَائِلُ۔

(۱۱) مِنَحُ الْمَلِكِ الْجَلِيْلُ فِی جَوَازِ الْقِیَامِ وَالْمُعَانِقَہِ وَالتَّقْبِیْلُ۔
(۱۲) اَلْحَقُّ الصَّرِیْحُ۔
(۱۳) فَتْحُ الْاَخْلَاقِ فِی الرَّدِّ عَلٰی عَبْدِالرَّزَّاقُ۔
(۱۴) اِیْقَاضُ الْفَاعِیسِ الْغَبِیْ فِیْ عَدَمِ اِیْقَاعِ طَلَاقِ الصَّبِیْ۔
(۱۵) زَجْرُ الْغَوِیَ الْبَلِیْدُ فِیْ تَحْقِیقِ وُجُوْبِ التَّقْلِیْدُ۔
(۱۶) اَلْقَوْلُ الْحَسَّانْ۔
(۱۷) تَرْوِیْحُ جِنَانِ الْمُنْصِفِیْنْ۔
(۱۸) زَجْرُ الْفَضِیْعُ۔
(۱۹) تُحْفَتہُ الْعَارِفِیْنْ الصُّوْفِیَہ۔
(۲۰) اِیْضَاحُ لِمَا اشْتَبَہَ عَلَی الْمَلَّاحُ۔

ان مندرجہ بالا کتابوں کے صرف ناموں سے آپ کے عقائد اور نظریات کا پتہ بھی چل جاتا ہے کہ آپ کے نزدیک " یا رسول اللہ کہنا ، مزارات پر گنبد وغیرہ بنانا ، صلواۃ و سلام کے وقت کھڑا ہونا ، عید کے دن معانقہ کرنا ، اولیاء کے ہاتھوں کو بوسہ دینا یہ تمام امور جائز تھے ۔

شاعری :۔ آپ شاعرانہ ذوق بھی رکھتے تھے اور کبھی کبھی سندھی میں اشعار کہا کرتے تھے جو تصوف میں ڈوبے ہوئے ہوتے تھے ۔ بطور نمونہ چند اشعار درج کئے جاتے ہیں ۔

(۱) ڪنن کي قرب مان ، تو سڄڻ سڏ ڪري
انالہ اشد شوقا پرين پير پري
اڏئي سرڏري ووڙين چو نہ وصال کي
(۲) ڪنين کي قرب مان تو پرين پڪاري
ونحن اقرب حبل الوريد واڳون آواري
مدعي ماري ، ووڙين چو نہ وصال کي

(۳) عاشق ارني انظر ليک چئي جئي جبل طور
ان اوليائي تحت قبائي تن کان دلبر ناهي دور
سيني سانڊي سور فناتيا فکرات ۾
(۴) مدني جي مير ڏي کانگل وڃ کهي
کنيز ڪ ڪريمن ڪان وسڙي ڪيئن پيئي
سڄڻ سانگ پئي ، آء مٺا ملکائين ۾

آپ نے سندھی زبان میں بہت سی پر سوز کافیاں اور مثنوی بھی لکھیں ہیں

وفات:۔ ۲۲ جمادی الثانی ۱۳۵۴ھ / ۲۲ ستمبر ۱۹۳۵ء بروز اتوار یہ آفتاب علم و معرفت ھمیشہ کیلئے افق زمین میں غروب ہوگیا (انا للہ وانا الیہ راجعون) آپ کی درگاہ آج بھی مرجع خاص و عام ہے ھر سال بڑے عقیدت و احترام سے آپ کا عرس منایا جاتا ہے جس میں اندورن ملک اور بیرون ملک سے لاکھوں عقیدت مند شرکت کرتے ہیں، عرس کی محافل میں تمام دن اور تمام رات مولود نعت خوانی ذکر و اذکار اور وعظ کی محفلیں منعقد ہوتی ہیں۔

سجادہ نشین:۔ آپ کے بعد آپ کے صاحبزادے علوم باطنی و ظاہری کے جامع "محمد مصطفیٰ" آپ کی مسند رشد و ھدایت پر متمکن ہوئے لیکن افسوس ۱۹۸۱ء میں آپ رحلت فرماگئے اور ان کے بعد مخدوم احمد مجتبےٰ غالب سجادہ نشین ہوئے جو اب تک اسی مسند پر فائز ہیں۔

حکیم فتح محمد سیوھانی کی نظر میں:۔ حکیم فتح محمد سیوھانی اپنے وقت کے زبردست عالم اور استاذ الشعراء شمار ہوتے تھے انہوں نے آپ کے لئے " مجدد اسلام " کا لقب تجویز کیا اور آپ کی تصنیف "تحفۃ الاقران" پر تقریظ لکھتے ہوئے

آپ کی شان یوں بیان کی " فَلَا یَخْفٰی عَلٰی جَنَابِ مَنْ اَمْعَنَ النَّظَرَ فِیْ کُتُبِ الشَّرْعِ وَرَاٰی فِیْهَا مَسَائِلَ الْاَصْلِ وَالْفَرْعِ اَنَّ مَاکَتَبَ زُبْدَةُ فُضَلَاءِ الْاَنَامِ عُمْدَةُ الْعُلَمَاءِ الْکِرَامِ الْمُحَقِّقُ الْفَاضِلُ الْعَلَّامُ الْمُجَدِّدُ الْمَقْبُوْلُ فِیْ جَنَابِ الْاَحَدِ وَالْاَحْمَدِ مَوْلَانَا غُلَامُ مُحَمَّدٍ مِصْبَاحُ الْقَرْیَةِ الْمُلْکَانِیُّ اَدَامَ اللّٰهُ تَعَالٰی مُتَّکِئاً عَلٰی وِسَادَةِ الْاِفَادَةِ وَاَقَامَ مُسْتَنِداً عَلٰی مَسْنَدِ الْاِفَاظَةِ فَهُوَ مَبْنِیٌّ عَلٰی عَیْنِ الْاِنْصَافِ لَایَنْبَغِیْ عَنْهُ الْاِعْتِرَاضُ وَلَایَلِیْقُ فِیْهِ الْاِخْتِلَافُ وَهُوَ سُبْحَانَهٗ وَتَعَالٰی اَعْلَمُ "

ڈاکٹر داؤد پوتہ کی نظر میں:۔ شمس العلماء ڈاکٹر داؤد پوتہ آپ کی شان بیان کرتے ہوئے ایک مقام پر لکھتے ہیں کہ " میں نے دنیا میں آج تک آپ جیسی ہستی نہیں دیکھی اور شاید آئندہ بھی ایسی ذات کوئی مشکل سے ہی نظر آئے " ۔ ڈاکٹر صاحب کو آپ سے بے پناہ ارادت اور عقیدت تھی ۔ انکے کوئی نرینہ اولاد نہیں تھی ، ایک روز خواب میں آپ کی زیارت ہوئی ، اور آپ نے فرمایا داؤد پوتہ ! ادب اور تعلیم بجا لاؤ کہ حضور سرور کائنات صلی اللہ علیہ وسلم اور خلفائے راشدین تم کو نرینہ اولاد کی خوشخبری دینے کے لئے تشریف لائے ہیں " چنانچہ اس واقعہ کے بعد اللہ نے انکو ایک فرزند عطاء فرمایا جو بڑے ہو کر ائر مارشل عظیم داؤد پوتہ کے نام سے پاکستان میں کئی اعلیٰ مناصب پر فائز رہے ۔

حالات ماخوذ از

(۱) نوادر الکرامات ، از محمد اشرف منصوری ، مطبوعہ سردار پرنٹنگ پریس حیدر آباد ،

(۲) سہ ماہی مہران ، سوانح عمری ، مضمون حضرت غالب ص ۱۳۹ ۔

(۳) منھنجی مختصر آتم کھانی - ڈاکٹر علامہ داؤد پوتہ - مرتبہ محترمہ بیگم داؤد پوتہ ۔ ص ۱۶ - ۱۷ - ۱۸

میاں فقیر محمد و یھڑائی

سندھ میں سلسلہ نقشبندیہ کی ایک مشہور خانقاہ " ملکانی شریف " جس کے مسند نشین پیر حافظ غلام محمد ملکانی جیسے بزرگ تھے ، ان کے مشہور اور بڑے خلفاء میں سے ایک خلیفہ حضرت میاں فقیر محمد صاحب ویھڑائی تھے ، جو اپنے وقت کے کامل بزرگ گزرے ہیں ۔

آباء و اجداد:۔ حضرت میاں فقیر محمد ویھڑائی ، بلوچ قوم کے چانڈیہ قبیلہ سے تعلق رکھتے تھے آپ کے آباؤ اجداد بڑے آسودہ حال اور اپنے قبیلہ کے معززین میں شمار کیۓ جاتے تھے اور میاں نصیر محمد سے مرید تھے ۔

آپ کے والد کا نام میاں نبی بخش تھا ،آپ کے اجداد میں فقیر رانجھو خاں بڑے نیک بزرگ تھے اور میاں یار محمد سے طریقت میں خلافت رکھتے تھے ، جنگ وغیرہ میں آپ ہمیشہ انکے ہمراہ رہتے تھے ، اصل مسکن ان کا بلوچستان تھا وہاں سے آپ سندھ آئے ہوئے تھے کہ کسی نے بلوچستان میں بدامنی کی خبر یہاں آکر سنائی ، یہ خبر سن کر آپ کے مرشد میاں یار محمد کلھوڑہؒ نے آپ کو حکم دیا کہ اپنے خاندان سمیت سندھ میں آکر آباد ہو جاؤ ۔ آپ نے عرض کیا کہ قبلہ ! نقل مکانی تو منظور ہے لیکن ہمارے ساتھ مال مویشی بھی ہونگے لہذا ہمیں یہ اجازت ضرور دیں کہ جہاں پانی اور سبزہ کی سہولت ہو وہاں آکر ہم آباد ہو جائیں مرشد نے آپ کو اس کی اجازت دیدی ۔ چنانچہ رانجھو فقیر اپنے تمام خاندان سمیت دریا کے کنارے حیدرآباد کے نزدیک ایک سبزہ والی جگہ دیکھ کر وہاں مستقل رہائش پذیر ہو گئے اور اس سبز و شاداب چراگاہ کی قانونی اجازت وقت

کے حکمران اور اپنے روحانی مرشد میاں یار محمد کلہوڑہ سے حاصل کی ۔ اور اس کا نام " ویھڑ " مشہور ہو گیا ۔

ویھڑ کی جائے وقوع :۔ ویھڑ شریف ، ضلع دادو کی تحصیل سیہون میں دادو نہر کی مغربی جانب آباد ہے ۔ جو دادو سے تقریباً ۱۱ میل دور جنوب کی طرف سید آباد سے پانچ میل مشرق کی طرف " بوبک " اسٹیشن سے سات میل دور شمال کی جانب اور " تلٹھی " سے چار میل شمال مغرب کی جانب واقع ہے ۔

راکھا گوٹھ :۔ وہ زمین جو آپ نے اپنے مرشد سے قانونی طور پر حاصل کر لی تھیں ان کی نگہداشت کے لئے اور سنبھالنے کے لئے آپ نے " راکھا " یعنی چوکیدار مقرر کیئے ، جو ویھڑ سے تقریباً آدھا میل شمال کی جانب رہتے تھے ، اس وقت سے اس جگہ کا نام " رکھن جو گونز " ہے ۔

سلسلہ نسب :۔ فقیر رانجھو تک آپ کا سلسلہ نسب اسطرح ہے ہے ۔

" حاجی فقیر ولد میاں نبی بخش ولد میاں سلطان خاں ولد میاں امیر علی خاں ولد میاں فقیر محمد ولد میاں سعد خاں ولد میاں رانجھوں خاں "

میاں نبی بخش کا مزار تو ویھڑ شریف میں ہے باقی تمام اجداد کرام کے مزارات میاں یار محمدؒ کے قبرستان میں ہیں ۔ اور میاں رانجھوں سے پہلے کے اجداد کے مزارات بلوچستان میں ہیں ۔

والد گرامی :۔ آپ کے والد گرامی میاں نبی بخش اپنے زمانہ کے انتہائی نیک صالح ، تہجد گزار اور متقی پرہیز گار انسان تھے ۔ آپ کا اکثر وقت یاد الہیٰ اور بزرگان دین کے مزارات پر ذکر و فکر اور مراقبہ میں صرف ہوتا تھا ۔ کاشتکاری اور مال مویشی ذریعہ معاش تھا جس کے ذریعہ بڑی عسرت سے زندگی بسر فرماتے تھے

لیکن کشادہ ولی اور سخاوت کا یہ عالم تھا کہ جب وقت کے ولی کامل حضرت خواجہ غلام محمد ملکانی اپنے احباب کے ہمراہ آپ کے یہاں قیام پذیر ہوئے تو تنگ دستی کے باوجود آپ نے ان کی اور ان کے رفقاء کی تواضع میں کوئی کسر اٹھا نہ رکھی۔ ان کے پاس ایک عمدہ بیل تھا وہ بھی آپ کی تواضع کے لئے ذبح کر ڈالا۔ سردیوں کا زمانہ تھا، لکڑیوں کے جلانے کے لئے ضرورت پڑی تو اپنا "رھٹ" حاضر کر دیا اور اس کو آگ کا ایندھن بنا کر اس سے کام چلایا۔

بشارت قبل از ولادت:۔ آپ کے والد گرامی کا یہ معمول تھا کہ روزانہ صبح فجر کی نماز پڑھ کے حضرت خاں اولیاءؒ اور حضرت ابراہیمؒ کے مزارات پہ مراقبہ کیا کرتے تھے ایک روز آپ مراقبہ میں مصروف تھے کہ آپ نے مشاہدہ فرمایا کہ ایک "شہباز" آپ کے ہاتھ پر آکے بیٹھ گیا ہے پھر اڑا اور دوبارہ تیتر، فاختہ وغیرہ سالم پکڑ کر لے آیا اور دوبارہ ہاتھ پہ آکے بیٹھ گیا، پہلے دن تو آپ نے اس خواب کو کوئی اہمیت نہ دی لیکن دوسرے، تیسرے دن جب متواتر یہی مشاہدہ ہوتا رہا تو چوتھے روز آپ وقت کے ایک کامل ولی اللہ مخدوم میاں محمد یوسفؒ پٹائی کی خدمت میں حاضر ہوئے اور سارا واقعہ بیان کیا آپ نے یہ سنکر فرمایا کہ تم کو خوشخبری ہو کہ تمہارے یہاں ایک لڑکا پیدا ہوگا جو صاحب کمال ہوگا، مخلوق خدا کی پیشوائی کرے گا، اور لوگ دور دراز سے اسکی خدمت میں حاضر ہو کر اس سے فیض حاصل کیا کریں گے اس کے علاوہ ایک درویش "منتار فقیر" گزرا ہے اس نے یہ اشعار آپ کی ولادت سے چند سال قبل کہے ہیں۔

دریا ھہ پیر دا دلا تون ٻڌ ٻيرين کي پاء
گس کري گنگوهتي کان. وڇين " ويهر " تون وساء

ولادت :۔ مخدوم صاحب کی پیشگوئی کے مطابق اس واقعہ کے چودہ ماہ بعد ۱۲۷۰ ء میں آپ کی ولادت باسعادت ہوئی ۔

طفولیت :۔ ولایت کے آثار بچپنہ سے ہی آپ کی پیشانی پر ہویدا تھے ۔ شروع سے ہی آپ تنہائی پسند تھے ، تن تنہا رات کو مسجد میں آرام فرمایا کرتے تھے ۔ بلکہ کبھی گھر میں اتفاقاً نیند آجاتی تو گھبراہٹ سے یکدم آنکھ کھل جاتی اور پھر مسجد میں اسی وقت تشریف لیجاتے اور وہاں آرام سے رات گزارتے تھے ۔ کبھی حضرت ایمان شاہؒ کے مزار پر تشریف لیجاتے اور کلمہ شریف کا ورد کرتے رہتے اور کئی کئی راتیں وہیں گزاردیتے ایک روز گھر میں ہی قصداً سوگئے تو رات کو دیکھا کہ حضرت ایمان شاہؒ آپ کے سر کو اپنے زانو پر رکھے ہوئے ہیں اور محبت سے فرما رہے ہیں کے " دوستی ہم سے رکھتے ہو اور سوتے گھر میں ہو " ۔

تعلیم و تربیت :۔ آپ نے ابتدائی تعلیم آخوند میاں محمد عالم (مناہیں والے) کے پاس حاصل کی جو اپنے وقت کے مجذوب صوفی تھے اور آپ کو شروع سے " ادا پیر " (بھائی پیر) کہہ کر مخاطب کیا کرتے تھے ۔

مزید اعلیٰ تعلیم حاصل کرنے کے لئے آپ سات آٹھ سال کی عمر میں " صاحب ڈنہ فقیر " کے ہمراہ ہالہ میں حضرت مخدوم عبداللطیفؒ کی درس گاہ میں داخل ہوگئے ۔ مخدوم صاحب اپنے وقت کے نہ صرف جید عالم اور فاضل تھے بلکہ بڑے باکمال بزرگ بھی تھے دور دراز سے لوگ آپ کی درسگاہ میں آکر آپ سے استفادہ کیا کرتے تھے ۔

میاں محمد کی نظر کرم :۔ سہون کے قریب " اڑل جی موری " میں ایک مشہور مجذوب رہا کرتے تھے ۔ جن کا نام حضرت میاں محمد صدیقی سہوانی تھا ، آپ سہون سے واپسی پر ان مجذوب سے ملاقات کے لئے رکے ، جب آپ اس

کامل مجذوب کی خدمت میں حاضر ہوئے تو انہوں نے آپ سے کئی سوال کئے کہ تم کہاں سے آرہے ہو ؟ کہاں جارہے ہو ؟ کیا کیا پڑھ رہے ہو ؟ جب آپ نے جواب دیدیا تو ان مجذوب نے فرمایا کہ اچھا آدھا پارہ حفظ سناؤ آپ فرماتے ہیں کہ میں نے ہمت کرکے سنانا شروع کیا اور ایک سانس میں سناتا چلاگیا حتیٰ کہ آدھے پارہ سے بھی زیادہ سنادیا جو کہ میں نے پڑھا بھی نہیں تھا، اور اسوقت مجھ پر وہ وہ کیفیات طاری ہوئیں جو بیان سے باہر ہیں، پھر ان مجذوب نے میری پیشانی کو بوسہ دیا میرے منہہ میں اپنا لعاب دھن لگادیا اور میرے استاذ کو سلام کہہ کر مجھے رخصت کردیا۔ صبح جب میں نے کلام پاک پڑھنا شروع کیا تو سب سبق یاد ملا، حتیٰ کہ عربی اور فارسی کا سبق دیکھا تو وہ بھی سب یاد نظر آیا۔ دوسرے روز جب مدرسہ پہنچا تو مخدوم عبداللطیفؒ نے فرمایا اب تمہیں سبق پڑھنے کی کیا ضرورت ہے" اس پر آپ نے عرض کیا کہ نہیں قبلہ! ابھی تو بہت کچھ ضرورت ہے" پھر مخدوم صاحب نے فرمایا کہ کسی نے ہمیں سلام کھلوایا تھا تم نے وہ سلام بھی ابھی تک نہیں پہنچایا۔ بہرحال آپ اس مقام پر پہنچے کہ اپنے استاد کی تحریروں کی تصدیق کیا کرتے تھے۔

علم باطن:۔ علم ظاہری کے ساتھ ساتھ علم باطن کی تحصیل کا سلسلہ بھی آپ نے جاری کھا اور رات کو مخدوم سخی نوح سرورؒ کے مزار پر مراقبہ اور ذکر فکر برابر کرتے رہے۔ جب عشق میں بے قراری بڑھی تو اپنے استاد سے اجازت لیکر آپ شاہ عبداللطیف بھٹائیؒ کے مزار پر حاضر ہوگئے یہاں خلیفہ میاں محمد سے اکتساب فیض کیا اور عرصہ تک ریاضات و مجاھدات میں مصروف رہے۔ ریاضات کے باعث گرمی کا یہ عالم تھا کہ سردی کی سخت راتوں میں برف سینے پہ ملتے تھے اور جب بھی سکون نہیں ملتا تھا تو ٹھنڈے پانی میں بیٹھ کر مراقبہ کیا کرتے تھے۔ چھ ماہ تک تقریباً یہی کیفیت بدستور باقی رہی۔

مرشد تک رسائی :۔ حالہ سے اجازت لیکر آپ موری والے بزرگ میاں عبدالرؤف کے پاس آ گئے، یہاں ایک رات آپکو حضرت خواجہ غلام محمد ملکانیؒ کی زیارت ہوئی، وہ فرمارہے تھے کہ " ہمارے پاس آجاؤ" ۔

یہ اشارہ پاکر آپ پر گریہ و بکا اور وجدانی کیفیت طاری ہو گئ، آپ کی حالت دیکھ کر آپ کے استاد نے آپ کو جانے کی اجازت دے دی، موری سے روانہ ہو کر آپ " گھپری " پہنچے، یہاں کچھ دن مدرسہ میں ٹھیرے کہ پھر خواجہ غلام محمد ملکانی کی زیارت ہوئی ۔ اور آپ وہ ہی فرما رہے تھے کہ ہمارے پاس آجاؤ" ۔

یہ حکم پاکر آپ فوراً یہاں سے بھی روانہ ہوئے اور ننگے پاؤں پیدل موری سے چلتے ہوئے خواجہ صاحب کی خدمت میں درگاہ ملکانی شریف حاضر ہو گئے یہاں ریاضات مجاہدات بھی کرتے رہے اور علمی دینی مسائل پر خوب اظہار خیال بھی فرماتے رہے ۔

بیعت :۔ وہاں حاضر ہونے کے چند دن بعد آپ نے بیعت کی خواہش ظاہر کی لیکن خواجہ صاحب نے کسی اور وقت کے لئے کہہ کر ٹال دیا ۔ اسی طرح چار سال گزر گئے ایک دفعہ آپ ننگے پیر پیر خانہ کی طرف آرہے تھے کہ راستہ میں یونس فقیر سے ملاقات ہو گئ، اس نے آپ کو ننگے پیر دیکھ کر کہا کہ کیا جوتی چوری ہو گئ ہے ؟ آپ نے فرمایا کہ نہیں میرے پاس جوتی نہیں ہے اس پر یونس فقیر نے کہا کہ تم اتنے تو غریب نہیں معلوم ہوتے کہ جوتی خریدنے کی بھی تمہیں وسعت نہ ہو، آخر لاچار ہو کر آپ نے اس کو پورا ماجرا بیان کرتے ہوئے فرمایا کہ " بھائی یہ چوتھا سال ہے برابر باوضو ننگے پیر حضرت کی قدم بوسی کے لئے حاضر ہو رہا ہوں اور بیعت کی درخواست کر رہا ہوں لیکن ابھی تک میری درخواست منظور نہیں ہوئی ہے " یونس فقیر نے یہ سارا ماجرا حضرت خواجہ کی

خدمت میں آکر بیان کردیا اور بیعت کرنے کی پرزور التجا بھی کی، آپ نے اس کی التجا کو قبول کرتے ہوئے میاں فقیر محمد صاحب کو شرف بیعت عطاء فرما دیا، اور بیعت کرنے کے بعد فرمایا کہ اب تمہیں اجازت ہے جہاں چاہے جاؤ۔ انہوں نے عرض کیا کہ قبلہ! کہاں جاؤں، آپ نے فرمایا کہ جو جگہ تمہیں پسند آئے وہاں چلے جاؤ۔ اس پر آپ کے مرشد نے فرمایا کہ "اچھا جاؤ باغوں میں جا کر رہو"۔ اس سے آپ کا اشارہ اولیاء کے مزارات کی طرف تھا۔ آپ نے فرمایا کہ ان مقامات سے اولیاء کو خاص انس اور قرب ہوتا ہے، اور وہ ان مقامات پر منازل سلوک طے کرتے ہیں اور چلے کاٹتے ہیں۔

مزارات پر چلہ کشی:۔ اپنے مرشد کے حکم کے مطابق ان کی دعائیں لیکر آپ اپنے سلوک کی منزلیں طے کرنے کے لئے سفر پر روانہ ہوگئے اور مختلف اولیاء کرام کے مزارات پر حاضر ہوتے چلے گئے۔ اور وہاں سے فیوض و برکات حاصل کئے، جن اولیائے کاملین کے مزارات پر آپ نے چلے کئے ان کے اسماء گرامی یہ ہیں۔ "شاہ عبداللہ گوڈڑیو، شاہ اویسؒ شاہ صدر نیک نظرؒ شیخ دھمنؒ حضرت گاجی شاہؒ، پیر سنگاراؒ، حضرت سخی لعل شہباز قلندر، حضرت حسن شاہؒ جھمپیر، صوفی شاہ عنایت جھرک شریف، حضرت اولیاء شاہ شکر گنج، حضرت شہاب الدین شاہ بخاریؒ، تلٹھی، سخی نوح سرورؒ، ھالا، حضرت جمال شاہؒ مرکپور والے اس کے علاوہ حرمین شریفین کی حاضری بھی دی اور ہندوستان میں خواجہ غریب نواز کے مزار پر بھی چلہ کشی کی۔ مکلی کے بھی مزارات پر آپ نے چلہ کشی کی مثلاً حضرت مخدوم محمد ھاشم ٹھٹویؒ، سید حافظ شیرازیؒ، خلیفہ جیو، مخدوم عبدالرحمن وغیرہ۔

خلیفہ خدا بخش سے ملاقات:۔ آپ تحصیل سہون میں شہر کے شمال مغرب کی طرف واقع حضرت اولیاء شاہ شکر گنج کے مزار پر چلہ کشی کررہے تھے کہ

ان دنوں خلیفہ خدا بخش (ٹنڈو شہبازی والے ، ملھو) بھی مزار پر حاضری کے لئے آگئے وہاں کے خادمین نے آپ کے متعلق خبر دیتے ہوئے ان کو بتایا کہ یہاں کئی دنوں سے ایک فقیر چلہ کشی کر رہا ہے ، جو نہ کسی سے بولتا ہے اور نہ کسی سے کچھ مانگتا ہے ، کبھی کوئی بات کہنے ہوتی ہے تو اشارہ سے بات کرتا ہے ، خلیفہ صاحب نے فرمایا کہ " خدا کا شکر ہے کہ آج مجھے مزار کی زیارت کے علاوہ ایک زندہ ولی کامل کی زیارت بھی نصیب ہو جائے گی ، لوگوں نے عرض کیا کہ وہ کسی سے بات نہیں کرتا ، خلیفہ صاحب نے کہا کہ اگر وہ بات کریں گے تو ان کی شفقت ہے ورنہ قدم بوسی کا شرف ہی حاصل ہو جائے گا ۔ چنانچہ خلیفہ صاحب نے مزار پر حاضری دی لتنے میں آپ بھی وہاں آگئے ، خلیفہ صاحب کے پاس آکر بیٹھ گئے ، اور آپ ان سے بہت دیر تک باتیں فرماتے رہے آخر میں خلیفہ صاحب نے آپ سے کہا کہ ہمارے گاؤں چلکر دعوت قبول فرمایئے ۔ آپ نے فرمایا کہ آجکل تو ہم مراقبہ میں مصروف ہیں ۔ پھر کبھی وقت ملا تو ضرور حاضر ہونگے ، خلیفہ صاحب واپس " ملھو " تشریف لے گئے اور وہاں سے آپ کے لئے کھانا بھیجا ، آپ نے لانے والے سے کہلوایا کہ خلیفہ صاحب سے کہنا کہ دعوت کا حق ادا ہو گیا قاصد نے کہا کہ خلیفہ صاحب نے یہ بھی کھلویا تھا کہ " دعوت کا حق گاؤں میں ادا ، ہوگا یہاں نہیں " ۔

مرشد کا بلاوہ :۔ حضرت اولیاء شاہ شکر گنج کے مزار پر جب آپ کو کافی دن گزر گئے تو آپ کے مرشد نے ایک آدمی کو آپ کو بلانے کے لئے بھیجا یہ کہلوا کر کہ " ہمیں چھوڑ کر حضرت اولیاء شاہ شکر گنج سے دل لگا لیا ہے " ۔ آپ نے جواب میں فرمایا کہ آپ ہی نے تو فرمایا تھا کہ باغوں کی سیر کرو لہذا یہاں آپ کے حکم کی تعمیل میں آیا ہوں ۔ بہر حال مرشد کا بلاوہ آتے ہی سب کچھ چھوڑ کے اسی وقت درگاہ ملکانی شریف روانہ ہوگئے اور عشاء کی نماز کے وقت وہاں پہنچ گئے ۔

نماز کے بعد مرشد نے آپ کو دیکھ کر بڑی خوشی کا اظہار کیا اور آپ کو اپنے سینے سے لگالیا، صبح فجر کی نماز تک اسرار و رموز کی باتوں میں مصروف رہے۔

خلافت:۔ آپ کی عادت تھی کہ آپ ہر پیر اور جمعہ کو باوضو ننگے پاؤں اپنے مرشد کے آستانہ پر حاضری دیتے اسی طرح پانچ سال گزر گئے کہ ایک نوچندی جمعہ کو آپ حسب دستور حاضر خدمت ہوئے۔ آپ کے مرشد خواجہ غلام محمد ملکانی وعظ فرما رہے تھے، آپ ادب سے مجلس کے آخیر میں آکر بیٹھ گئے مرشد نے آپ کو دیکھ کر فرمایا قریب آجاؤ آپ ادب سے کچھ تھوڑے سے آگے ہوئے، مرشد نے دوبارہ فرمایا اور قریب آجاؤ کچھ ادب کی وجہ سے پھر بھی آپ دور رہے، لہذا تیسری مرتبہ فرمایا قریب آجاؤ۔ اپنے قریب بیٹھا کر حاضرین محفل سے مخاطب ہو کے فرمایا کہ جس طرح ظاہری علم کے حاصل کرنے پر استاذ اپنے شاگردوں کی دستار بندی کراتا ہے اسی طرح علم باطن کے حصول پر بھی صاحب کمال اھل مزار بھی دستار بندی کراتے ہیں۔ اور آپ کی طرف اشارہ کرکے فرمایا کہ ان کی دستار بندی تلٹھی کے صاحب مزار اور باکمال بزرگ حضرت شاہ شہاب الدین یعنی بخاری بادشاہ رحمۃ اللہ علیہ فرمائیں گے، چناچہ دستار بندی کی تاریخ مقرر کردی گئی اور اور اس تاریخ پر آپ کے مرشد اپنے مریدین کی ایک عظیم جماعت کے ہمراہ حضرت شاہ بخاری بادشاہ کے مزار پر حاضر ہو گئے۔ خواجہ ملکانی صاحب نے اپنے مریدوں سے فرمایا کہ تم میں سے جس کو قرآن حفظ ہے وہ پڑھے، جو دیکھ کر پڑھ سکتا ہے وہ دیکھ کر پڑھے، جو نہیں پڑھ سکتا وہ تسبیح و تقدیس میں مصروف ہو جائے۔ پھر خواجہ صاحب نے مزار مبارک پر چادر چڑھائی، مزار کے جنگلہ پر دستار رکھی اور مراقبہ میں مصروف ہوگئے اور اپنے ساتھ آپ کو بھی مراقبہ کے لئے بیٹھالیا تھوڑی دیر بعد آپ کے مرشد نے اپنے مریدوں سے مخاطب ہو کے فرمایا کہ اے مریدو! دیکھو حضرت شہاب الدین شاہ ہمارے اس خلیفہ (یعنی فقیر

محمد) کو طریقہ نقشبندیہ کی دستار بندی کر رہے ہیں ۔ اس کے بعد آپ نے حضرت بخاری بادشاہ کے مزار کے کنجی برادر فقیر محمد سے فرمایا کہ ، ہم نے یہ چادر اس مزار پر ڈالی تھے لیکن صاحب مزار کا ارشاد ہے کہ ہمارے پیارے فقیر فیض محمد سے کہو کہ یہ غلاف اور چادر بطور خرقہ اس خلیفہ کو پہنا دے ۔ چناچہ آپ کے اس ارشاد کے بموجب خلیفہ فیض محمد نے اس چادر کو بطور خرقہ آپ کو پہنا دیا اور دعائے خیر و برکت دی ۔

خرقہ ، عصا ، جبہ :۔ ایک ماہ کے نوچندی جمعہ کو آپ اپنے مرشد کے آستانہ پر حاضر ہوئے تو آپ کے مرشد اس وقت ذکر و فکر میں مصروف تھے ۔ آپ کو دیکھ کر مرشد نے سلیمان فقیر سے مشورہ کیا کہ آپ کو کونسا " مصلیٰ " دیا جائے سلیمان فقیر نے عرض کیا کہ قبلہ یہ آپ کے پہلے اور بڑے خلیفہ ہیں لہذا ان کو عربی یا کوئی ایرانی مصلیٰ عنایت فرمایئے لیکن آپ نے فرمایا کہ اچھا ان سے خود پوچھ آؤ کہ وہ کونسا مصلیٰ لینا پسند کریں گے ، جب سلیمان فقیر نے آپ سے آکر پوچھا تو آپ نے فرمایا کہ میری ایسی قسمت کہاں ، لیکن اگر مجھ پر یہ کرم نوازی ہو رہی ہے تو پھر مجھے شہید مصلیٰ " عنایت کر دیا جائے بلکہ وہ مصلیٰ تو بہت بڑی بات ہے اگر اس مصلیٰ کا ایک تنکا بھی مجھے مل جائے تو میری منزل عرش عظیم ہو جائے ۔ فقیر سلیمان نے حضرت خواجہ سے یہی بات آکر عرض کر دی ، چناچہ انہوں نے خلوت میں آپ کو ایک متبرک قدیم مصلیٰ ، ایک خرقہ ، ایک عصا اور ایک جبہ عنایت فرما کر تبلیغ و ارشاد کا حکم دیدیا ۔ اور آپ مرشد کے حکم پر تبلیغ و ارشاد میں ہمہ تن مصروف ہو گئے اور آپ کا آستانہ اسی وقت سے مرجع خلائق بن گیا ۔

مرشد کا ادب :۔ مرشد کا ادب آپ نے اس طرح کیا کہ آستانہ پر ہمیشہ باوضو اور ننگے پیر حاضر ہوتے تھے ، آپ مریدین سے فرمایا کرتے تھے کہ مرشد کے در

کے غلام ہمارے لئے آقا کی حیثیت رکھتے ہیں بلکہ مرشد کے دَر کا کتا بھی ہمارے لئے لائق صدا احترام ہے" مرشد کے ادب کا یہ عالم تھا کہ جب تک آپ کے مرشد بقید حیات رہے آپ نے اپنے مریدین اور خلفاء میں سے کسی کی دستار بندی نہیں کرائی اور کسی کو خلافت نہیں دی حالانکہ بہت سے فقراء سلوک کی منازل طے کر کے طریقت کے اعلیٰ مقام پر فائز ہو چکے تھے۔

حلیہ اور لباس:۔ آپ کا لمبا قد، گندمی رنگ، کشادہ سینہ، شریعت کے مطابق گھنی اور بڑی داڑھی تھے، ترکی ٹوپی اور اس کے نیچے سر پر رومال رکھتے تھے، کرتا ڈھیلا ڈھالا اور گھٹنوں تک ہوتا تھا، کرتہ پر صدری ہوتی تھی، سفر کی حالت میں جھنڈی کے کام کی لکڑی ہاتھ میں ہوتی تھے، خاص خاص مواقع پر کبھی کبھی جبہ بھی زیب تن فرماتے تھے۔ سندھی کام کی جوتی اور کبھی پاؤں میں چپل ہوتی تھے۔ الغرض بڑا سادہ لباس ہوتا تھا۔

اخلاق و عادات:۔ قول و عمل آپ کا یکساں تھا، جو فرماتے تھے پہلے اس پر عمل کرتے تھے اکثر ذکر و فکر میں اپنا وقت گذارتے تھے، رات کو اپنے احباب اور دوستوں کو اپنے مرشد کی پیاری پیاری باتیں سنایا کرتے تھے۔ مرشد سے بے پناہ محبت کے باعث کبھی کبھی ان کا ذکر کرتے ہوئے آنکھیں اشکبار ہو جاتی تھیں۔ دوران گفتگو جب بھی نبی کریم صلیٰ اللہ علیہ وسلم کا نام نامی اسم گرامی آتا تو اس کی عظمت سے آپ کے رونگٹے کھڑے ہو جاتے تھے، اور تعظیم بجالانے کی خاطر آپ آنکھیں بند کر کے اپنی گردن جھکا دیا کرتے تھے۔

عجز و انکساری:۔ عجز و انکساری کا یہ عالم تھا کہ مریدوں کے ہوتے ہوئے خود اٹھ کر پانی پیا کرتے تھے، مرید اگر اصرار کرتے تو آپ فرماتے کہ اللہ نے دو ہاتھ دو پیر جو دیئے ہیں اس کا کیا فائدہ؟ جب اپنے ہاتھ پیر موجود ہیں تو دوسروں کے

اعضاء سے مدد لینے کی کیا ضرورت ہے ۔ اپنے ہاتھوں سے چائے تیار کر کے پیالیوں میں ڈالکر اپنے ہاتھوں سے اپنے مریدوں کو پلایا کرتے تھے ، کسر نفسی کا یہ عالم تھا کہ اپنے مخلصین کو خطوں کے جو جواب دیا کرتے تھے اس میں ان کو محترم اور مکرم جیسے القاب سے یاد فرماتے تھے اور کبھی کبھی آخر میں یہ بھی لکھا کرتے تھے کہ " امید ہے آئندہ بھی اسی طرح نظر عنایت سے نوازتے رہیں گے " ۔

خود داری :۔ خودداری اور استغناو بے نیازی بھی آپ میں کوٹ کٹ کر بھری ہوئی تھی ، بڑے سے بڑا دنیا دار آجائے آپ کسی کی پرواہ نہیں کرتے تھے چناچہ ایک روز آپ تشریف فرما تھے ، باہر ایک جیپ آکر رکی ، اس میں سے ایک آدمی اتر کر اندر آیا اور اس نے آپ سے آکر کہا کہ قبلہ ! دادو کے کلکٹر صاحب آئے ہیں اور باہر آپ کے انتظار میں بیٹھے ہیں مہربانی فرما کے باہر تشریف لے آئیں ۔ آپ نے فرمایا میاں ! مجھے تو ان سے کوئی کام نہیں ہے جو ان کے پاس جاؤں ہاں اگر ان کو مجھ سے کوئی کام ہے تو وہ شوق سے اندر تشریف لے آئیں ۔

یہ جواب جب کلکٹر صاحب نے سنا تو وہ خود اندر آگئے ۔ کسی نے ان کا تعارف حضرت سے کرایا کہ یہ دادو کے کلکٹر سید مدد علی شاہ ہیں ، حضرت بڑی محبت اور احترام کیساتھ ان سے ملے ، ان کے لئے کرسی منگوائی اس پر ان کو بٹھایا پھر فرمایا کہ کلکٹر صاحب ! یہ نہ سمجھیں کہ میں آپ کی عزت آپکی کلکٹری کی وجہ سے کر رہا ہوں بلکہ یہ عزت اس لئے کر رہا ہوں کہ آپ سید ہیں اور اہل بیت اطہار سے آپ کا تعلق ہے دوران گفتگو کلکٹر صاحب نے آپ سے پوچھا کہ کسی کام کاج کے سلسلے میں آپ کسی افسر وغیرہ کو زبانی کہتے ہیں یا کوئی خط لکھ دیتے ہیں اس پر آپ نے فرمایا کہ ہاں ایک بہت بڑا افسر ہے ۔ جب کبھی کوئی کام پڑتا ہے تو اس سے ہی کہدیتا ہوں اپنے مریدوں کی بھی اسی سے سفارش کردیتا ہوں ۔ کلکٹر نے پوچھا کہ وہ افسر آپ کا کام کرتا ہے یا نہیں ۔ آپ نے

فرمایا اگر وہ کر دیتا ہے تو خوش ہو جاتے ہیں اور اگر کبھی کام نہیں ہوتا تو ہم نہ ناراض ہوتے ہیں اور نہ شکایت زبان پر لاتے ہیں ۔ یہ گفتگو سن کر کلکٹر صاحب نے کہا کہ وہ آفیسر کون ہے اس کا نام تو مجھے بتائیے ؟ ۔ اس پر آپ نے فرمایا وہ ہمارا مہربان مولیٰ ہمارا خالق ہمارا رب پروردگار ہے جو بڑی قدرت اور طاقت والا ہے ۔

ہمدردی و فیاضی :۔ کوئی بھی سوالی آپ کے در پر آتا تو دعا کے علاوہ آپ جانی مالی اور اخلاقی طور پر اس کی مدد فرمایا کرتے تھے ، چناچہ خلیفہ میاں نعمت اللہ قریشی کہتے ہیں کہ ایک روز ایک شخص آپ کی خدمت میں آیا اور کہنے لگا کہ یرا گھر آگ سے جل گیا ہے میری کچھ مدد فرمائیں آپ نے اپنے تکیہ کے نیچے ہاتھ ڈالا اور جو کچھ پیسے تھے وہ سب اس کو دیدیئے خلیفہ صاحب کہتے ہیں میں نے ض کیا کہ قبلہ ! کچھ درگاہ کے لنگر کے اخراجات کے لئے بھی بچا کر رکھ لیجئے ۔ اپ نے فرمایا کہ " جس نے اس سوالی کو ہمارے پاس بھیجا ہے وہ ہی لنگر کے لئے بھی کہیں سے بھیج دے گا ۔

اگر کوئی شخص آپ کی خدمت میں ایسا کام یا ایسی مشکل لیکر حاضر ہوتا آپ کے جانے سے حل ہو سکتی ہے تو آپ اس مشکل کے حل کے لئے جہاں نا ہوتا تھا خود اپنے خرچ سے تشریف لیجاتے تھے اور اس کا کام کرا کے واپس تے تھے ۔ چناچہ ایک دفعہ ایک شخص نے آکر عرض کیا قبلہ ! فلاں شخص مجھے تہ نہیں دے رہا ، آپ نے اس کو تسلی دی اور اس کے ہمراہ اس کے پاس نہ ہو گئے جو رشتہ نہیں دے رہا تھا ۔ وہاں جا کر آپ نے اس کو کہا اس کے ب میں اس نے آپ کو بڑی ترش اور تلخ باتیں بھی سنائیں جو آپ کے مریدوں پر بڑی ناگوار گزری لیکن آپ نے اس کی پرواہ کئے بغیر اس کی مشکل آسان کر دی اور اس کو رشتہ دلوادیا ۔

کشف :- آپ بڑے صاحب کشف بزرگ تھے، لیکن طالبوں سے فرمایا کرتے تھے کہ، "مکاشفات" کی خواہش نہ کرنا ہاں اگر خود ہی یہ مقام حاصل ہو جائے تو ان باطنی رازوں کو مخفی رکھنے کی کوشش کرنا، آپ اکثر یہ شعر پڑھا کرتے تھے

کشف کرامت کاني تي تول تکو
مرداهو کامل جو ڇڏي سپ پکو

اگر کسی کو آپ کی صحبت میں رہ کر یہ مقام حاصل ہو جاتا اور وہ ان رازوں کو پوشیدہ رکھنے میں ناکام ہوجاتا تو آپ اس پر بہت ناراض ہوتے تھے چناچہ ایک درویش فقیر آپ کی خدمت میں حاضر ہوا اور کہنے لگا کہ آج مجھے کشف کے ذریعہ پتہ چلا ہے کہ میری بھابی بد چلن ہے۔ لہذا اگر آپ اجازت دین تو اس برے آدمی کو کچھ مناسب سی سزا دی جائے؟ آپ کو اس فقیر کی یہ بات سن کر بہت دکھ ہوا اور فرمانے لگے کہ تم کشف ومکاشفہ سے ناجائز فائدہ اٹھاتے ہو اور مخلوق خدا کے پوشیدہ عیبوں کو ظاہر کرتے ہو آپ نے فرمایا دیکھو رب کتنا عالم الغیب ہے لیکن کس قدر مخلوق کے بے شمار عیبوں کو ستر فرماتا ہے۔ پھر فرمایا کہ اب آج کے بعد سے خدا تجھے باطن کے احوال پر مطلع نہیں کرے گا۔ چناچہ ایسا ہی ہوا اور اس دن کے بعد سے فقیر کو پھر کبھی کشف نہیں ہوا۔

آل رسول کا احترام :- یہ واقعہ آپ کے قوی کشف اور آل رسول کے احترام کا پتہ دیتا ہے ایک دفعہ فقیر میاں نعمت اللہ کیساتھ ان کے ایک دوست عبداللہ شاہ اور ان کے ایک دوست حضرت سے مرید ہونے کی عرض سے "بھان سعیدآباد کے اسٹیشن پر اترے، اور وہ دونوں دوست خلیفہ صاحب سے کہنے لگے کہ مرد عورت تو حضرت صاحب کی برائیاں کرتے ہیں۔ خیر اگر حضرت صاحب نے ہماری ذات وغیرہ اور ہم جو باتیں کر رہے ہیں وہ بتا دیں تو ہم ان سے مرید ہوں گے ورنہ نہیں، جب یہ سب حضرت کی خدمت میں پہنچے تو خلیفہ صاحب

نے اپنے دوستوں کا تعارف کراتے ہوئے کہا کہ قبلہ ! یہ ہمارے دوست سید صاحب ہیں اور مرید ہونے کے لئے آئے ہیں آپ نے فرمایا کہ سید ہیں آل رسول ہیں میں چانڈیوں قبیلہ کا ایک بلوچ ہوں ، میری کہاں ہمت اور جرأت کہ میں ایک سید زادے کو اپنا مرید بناؤں ، اور پھر اس کے علاوہ گاؤں کے مرد اور عورتیں ویسے بھی میری برائیاں کرتے ہیں اور میں برا آدمی ہوں ، یہ سن کر شاہ صاحب بڑے متاثر ہوئے اور انہوں نے بڑی منت سماجت کی کہ حضرت انکو بیعت کر لیں لیکن حضرت نے آخیر تک ان کو بیعت نہیں فرمایا ۔

اورادو وظائف :۔ سورج غروب ہونے کے بعد سے رات بارہ بجے تک آپ اپنے مریدوں سے قرآن و سنت اور تصوف کے مسائل پر گفتگو فرماتے رہتے تھے ، بارہ بجے کے بعد عبادت میں مصروف ہوجاتے تھے ، کچھ دیر آرام فرمانے کے بعد تہجد کی نماز کیلئے اٹھتے اور فجر تک ، تلاوت قرآن میں مصروف رہتے تھے ، فجر کی نماز کے بعد دلائل الخیرات شریف پابندی سے پڑھتے تھے ، سورۃ لیسین کا ورد کرتے تھے ۔ اور ظہر کی نماز کے بعد درود پاک پڑھا کرتے تھے ۔ عصر کے بعد قرآن کریم کی تلاوت فرماتے تھے ۔

خوراک :۔ قیمتی لباس ، عمدہ اعلیٰ قسم کے لذیذ کھانوں سے آپ نفرت کرتے تھے ، آپ کی خوراک میں عام طور پر چپاتی اور اس کے ساتھ دھی اور لسی ہوتی تھے ۔ دال ، ساگھ اور سر سبز ترکاریوں کے علاوہ پلہ مچھلی بھی آپ کو بہت مرغوب تھی ، بغیر دودھ کی سلیمانی چائے آپ بہت استعمال فرماتے تھے اور کوئی مرید بطور تحفہ اگر چائے لاتا تو آپ اس کو بڑی خوشی سے قبول فرماتے تھے ۔

فوٹو کی ممانعت :۔ خلاف شرع امور مثلاً فوٹو وغیرہ اتارنے کے آپ سخت مخالف تھے ، خلیفہ شاہ محمد فقیر کراچی والے کہتے ہیں کہ آپ اپنی آنکھوں کے علاج کے سلسلہ میں جب کراچی تشریف لائے تو ہم مریدوں نے پروگرام بنایا کہ چوری

چھپے آپ کا فوٹو لے لیا جائے چناچہ جب آپ کھانا تناول فرمانے کے لئے بیٹھے تو ہم نے فوٹو گرافر سے کہا کہ سامنے والی کھڑکی میں سے چپ چاپ آپ کا فوٹو اتار لو ، آپ کو اس پروگرام کا قطعاً علم نہیں تھا لیکن ابھی آپ نے دو تین لقمے ہی لئے تھے کہ یکدم اس کھڑکی کی طرف آپ پیٹ کر کے بیٹھ گئے اور فرمانے لگے کہ تمہارا جو پروگرام تھا اللہ نے موقعہ پر ہمیں بھی اس سے مطلع فرما دیا ہے اور اب تم اپنے مقصد میں کامیاب نہیں ہو سکو گے ۔

ولی محمد شاہ کے لئے دعا :۔ ایک روز سائیں ولی محمد شاہ اور سائیں علی گوہر شاہ درگاہ شریف پر حاضر ہوئے ، سائیں علی گوہر شاہ نے آپ سے ولی محمد شاہ کا تعارف کراتے ہوئے کہا کہ قبلہ ! شاہ صاحب ، درگاہ حضرت لعل شہباز قلندر کے سجادہ نشین ہیں اور ہماری سید برادری کے سردار ہیں اور یہ بھی عرض کیا کہ انکے کوئی نرینہ اولاد نہیں ہے ، لہذا دعا فرمائیں کہ اللہ تعالیٰ ان کو فرزند صالح عطاء فرمائے ۔ آپ کچھ دیر مراقب ہوئے اور سر اٹھا کر فرمایا کہ تمہارے یہاں ایک گل (یعنی پھول) کھلیگا ۔ سائیں علی گوہر شاہ نے عرض کیا کہ اگر آپ کا ارشاد درست ہوا اور اللہ نے سائیں کو فرزند عطاء کیا تو ایک اونٹ مع کاٹھی کے آپ کی خدمت میں پیش کرونگا ، اس واقعہ کے دو ماہ بعد علی گوہر شاہ صاحب اونٹ لیکر حاضر خدمت ہوئے اور عرض کیا کہ اللہ تعالیٰ نے آپ کی دعا سے سائیں ولی محمد شاہ کو فرزند عطاء فرمادیا ہے ، جس کا نام " گل شاہ " رکھا گیا ہے ۔ لہذا یہ اونٹ بطور نذرانہ قبول فرمائیں ۔ آپ نے فرمایا ہمیں ان چیزوں کی کوئی ضرورت نہیں ہے ، ہماری طرف سے گل محمد شاہ کو یہ دیدینا ۔

خلفاء طریقت :۔ آپ نے بیشمار لوگوں کو فیض پہنچایا ، جن خاص خاص لوگوں کو سلوک کی منزلیں طے کرا کے اجازت و خلافت سے سرفراز فرمایا ان میں سے چند کے اسماء گرامی مندرجہ ذیل ہیں ۔

(۱) میاں فقیر محمد بروھی ۔ (۲) حاجی محمد موسیٰ (اڑل ولے)
(۳) محمد عثمان پیرزادہ ۔ (۴) حافظ محمد سلیمان پلائی ۔
(۵) خیر محمد (پیر گھٹہ والے) (۶) حاجی عبداللہ سولنگی ۔
(۷) وڈیرہ حاجی محمد ۔ (۸) حاجی میر محمد سیال ۔
(۹) میر محمد شاہ سجاول ۔ (۱۰) مرحوم محمد ملوک ۔
(۱۱) قاضی جمال الدین ۔ (۱۲) حاجی محمد سلیمان (مکۃ المکرمۃ)
(۱۳) محمد اکرام (راولپنڈی) حال سانگھڑ (۱۴) حاجی نظر محمد (مدینتہ المنورہ)
(۱۵) محمد وارث مرحوم (۱۶) علی محمد ملاح منچھر
(۱۷) دریا خان ملاح (منچھر) (۱۸) عبدالرحمن ملاح (مزار بوبک میں ہے)

وصال :۔ اتوار کے دن فجر کی نماز اداء فرمانے کے بعد ہمیشہ کی طرح اپنے اورادووظائف میں مصروف ہوگئے، اس سے فارغ ہونے کے بعد لیٹ گئے اور نماز کی طرح نیت باندھ کر سورۃ یٰسین کی تلاوت شروع کردی اور ساتھ ساتھ لَا اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ کا ذکر بھی شروع کردیا۔ اس کے بعد اپنے صاحبزادے کو درگاہ شریف اور فقیروں سے متعلق کچھ وصیتیں فرمائیں، اور اس کے بعد پھر تلاوت شروع کردی جب "مبین" تک پہنچے تو روح قفس عنصری سے پرواز کر گئی۔ اس دن تاریخ تھی ۱۲ جمادی الاول ۱۳۷۶ھ ۱۶ جنوری ۔

مزار :۔ ویھڑ میں درگاہ کی مسجد کے جنوبی جانب آپ کا مزار مرجع خلائق ہے۔ مزار کے دروازہ پر خلیفہ آخوند عبدالرحمن کی لکھی ہوئی یہ تاریخ وصال کندہ ہے۔

صاحب فیض فاضل اھل حق
اھل دل فقیر محمد فیض بار

نیک خلق و نیک نیت نیک مرد
نیک حال نیک نام نیک کار

زاھد و ذاکر دعا جو مستجاب
صاحب کشف و کرامت آشکار

ارجی حق جو سٹی آواز حق
ترت تھیا فردوس ڈی تھدل تیار

دار دنیا کاں کری قربوں و داع
آخرت منزل کیا سوں اختیار

ڈینھن آچر تیرھیں اول جماد
تیر ھاں سوچھا ھتر سن خوشگوار

۱۳۷۶ ھجری

از جناب خلیفہ الحاج آخوند عبدالرحمن انجم ھائی

سلسلہ طریقت :۔ آپ کا نقشبندی سلسلہ طریقت حضرت امام ربانی تک اس طرح سے ہے ۔ فقیر محمد وھڑائی ، مخدوم غلام محمد ملکانی ، محمد قاسم ویھڑائی ، نظام الکیانی ، خواجہ نور محمد ، خواجہ فیض اللہ ، شاہ عیسیٰ خواجہ جمال اللہ ، محمد اشرف الملقب حسن ، خواجہ محمد زبیر ، خواجہ محمد نقشبند ثانی ، خواجہ محمد معصوم شیخ احمد سرھندی امام ربانی ۔

حالات ماخوذ از رھنمائے سالکین (سندھی) محمد اشرف منصور داؤد پوتہ ۔

فقیر محمد موسیٰ

ویہڑ سندھ کے مشہور نقشبندی بزرگ میاں فقیر محمد ویہڑائی کے آپ کامل اور صاحب استعداد مریدوں میں سے تھے اور آپ ہی سے ان کو اسی سلسلہ میں اجازت و خلافت بھی حاصل تھی ۔آپ " اڑل " کے رہنے والے تھے ۔

آپ کے روحانی کمال اور استعداد کا اس واقعہ سے بخوبی اندازہ ہوسکتا ہے کہ آپ کے مرشد خواجہ میاں فقیر محمد نے اپنے مریدوں میں اعلان فرمایا کہ تم میں سے کون ایسا مرد ہے جو ریاضت و مجاہدہ کر کے چالیس روز میں ولایت کے اعلیٰ مقام پر پہنچ جائے ۔ اگر کسی میں ہمت ہے تو میرے پاس آئے مجاحدہ کرے اور چالیس روز میں صاحب کمال ہوجائے ۔ لیکن کوئی ایسا باہمت مرد نہیں نکلا جو آپ کی اس آواز پر لبیک کہتا، حتیٰ کے آپ کے بہت پیارے اور بڑے عابد زاھد مرید حاجی رحیم بخش نے بھی یہ کہہ کر جان چھڑالی کہ ابھی تو میری طبعت درست نہیں اگلے سال دیکھونگا ۔ لیکن فقیر محمد موسیٰ ایک واحد باہمت شخص نکلا جس نے آپ کی اس دعوت کو قبول کر لیا، چناچہ فقیر میاں محمد آپ کو لیکر حضرت شیخ " دھمن " رحمتہ اللہ علیہ کے مزار پر حاضر ہوئے اور دس روز وہاں چلہ کراکے انکو ویہڑ لے آئے اور بقیہ چلہ کے ایام یہاں پورے کرائے اور اپنے فیض سے ان کو کامل کردیا ۔

ریاضت :۔ ان دونوں میں آپ نے بغیر کھائے پیئے مسلسل روزے رکھے ۔ حتیٰ کہ ایک روز آپ کے مرشد نے افطار کے لئے آپ کو کھجور بھیجی آپ نے وہ بھی لینے سے انکار کردیا اس کے بعد سے آپ کے مرشد نے آپ کو وہ بھی بھیجنی چھوڑ دی ۔

مرشد کے مرشد کی مہر تصدیق:۔ ایک ہی چلہ میں صاحب کمال کرنے کے بعد آپ کے مرشد نے آپ کو اپنے مرشد خواجہ غلام محمد ملکانی کی خدمت میں بھیجدیا تا کہ اگر کوئی خامی رہ گئی ہو تو وہ پوری فرمادیں ۔ فقیر محمد موسیٰ جب وہاں پہنچے تو خواجہ غلام محمد ملکانی اس وقت اپنے حجرہ میں اپنے مخلصین کی ایک جماعت کے ساتھ بیٹھے ہوئے تھے کہ آپ کو دور سے دیکھ کر فرمایا۔

" موسیٰ کیا بات ہے آج تمہارے چہرے پر بڑی رونق آرہی ہے اور بڑا نور برس رہا ہے ، فیض تو ہمارا ہی معلوم ہوتا ہے لیکن یہ ڈاکہ کہاں سے ڈالا ہے "۔

فقیر محمد موسیٰ نے قدم بوسی کے بعد تمام احوال عرض کئے اور تکمیل کیلئے درخواست کی جس پر خواجہ صاحب نے فرمایا کہ۔

" ہم نے تمہیں دیکھتے ہی پاس کردیا تھا ، خلیفہ فقیر محمد کو مبارک باد دینا اور کہنا کہ تمہارا کام کہیں سے کچا نہیں پورا پکا ہے "۔

یہاں سے رخصت ہو کے آپ عصر کی نماز تک واپس ویہڑا آگئے ، اور قدم بوسی کے بعد سارے احوال بیان کئے اور خواجہ ملکانی کا پیغام بھی سنایا ۔ اس پر پیر فقیر محمد صاحب ویہڑائی نے فرمایا کہ۔

" اب مجھے اطمینان ہوا ورنہ اتنی جلدی تمہیں واپس آتا دیکھکر میں تو ڈر ہی گیا تھا کہ کہیں مجھ سے کوئی غلطی تو سرزد نہیں ہو گئی "۔

حالات ماخوذ از رھنمائے سالکین ، محمد اشرف منصوری داؤد پوتہ ، ص ۲۷ ۔

فقیر میاں نعمت اللہ

آپ ویھڑ کے بزرگ میاں فقیر محمد ویھڑائی کے خلفاء میں سے ہیں اور بڑے صاحب کمال بزرگ ہیں ۔ میاں محمد اشرف منصور داؤد پوتہ نے اپنی کتاب " رھنمائے سالکین " میں میاں فقیر محمد صاحب کے حالات اور کرامات اکثر آپ ہی سے روایت کی ہیں کیونکہ آپ فقیر محمد صاحب ویھڑائی کے بہت قریب اور خلوت و جلوت کے ساتھی شمار ہوتے ہیں اور آپ کے کامل فیض یافتہ ہیں ۔ دادو میں آپ کی مشہور نقشبندی درسگاہ ہے

ملازمت :۔ ابتداء میں آپ نے " بلھن جی گوٹھ " سہون میں ایک پرائمری اسکول میں بحیثیت پرائمری استاد کے ملازمت کی ہے ۔ اپنی ملازمت کے دوران پیش آنے والا ایک واقعہ بیان کرتے ہوئے آپ فرماتے ہیں کہ ایک روز میں اپنے مرشد میاں فقیر محمد صاحب کی خدمت میں حاضر ہوا ، دوسرے دن اسکول میں امتحان ہونا تھا اور ایک بڑا آفیسر امتحان لینے کے لئے آنے والا تھا ۔ جب دوسرا دن آیا تو میں نے جانے کی اجازت چاہی ، لیکن مرشد نے فرمایا کہ آج تم یہیں رہو " درگاہ میں آج تمہارا امتحان ہوگا ۔ وہاں امتحان نہیں ہوگا " آپ فرماتے ہیں کہ مرشد کے حکم پر اپنی نوکری کی پرواہ کئے بغیر میں رک گیا ۔ اور مجھے یقین تھا کہ مرشد کا کہنا غلط نہیں ہو سکتا چناچہ جب تیسرے روز اسکول پہنچا تو پتہ چلا کہ وہ آفیسر جو آنے والے تھے وہ نہیں آسکے اس لئے آج امتحان ہوگا " اس طرح میں پاس ہوگیا ۔

درگاہ کی تعمیر:۔ ایک روز آپ اپنے مرشد کی خدمت میں حاضر ہوئے اور عرض

کیا کہ دادو کے فلاں سیٹھ کو حکم فرمائیں کہ وہ اپنا پلاٹ مجھے فروخت کردے تاکہ میں اس پر کچھ تعمیر وغیرہ کرلوں آپ کے مرشد نے جب اس سیٹھ سے کہا تو اس نے جواب دیا کہ یہ پلاٹ ہماری آبائی پشتینی ملکیت ہے ۔ ہم اس کو فروخت نہیں کریں گے سیٹھ کے جانے کے بعد آپ کے مرشد نے آپ سے مخاطب ہو کہ فرمایا ، فکر کرنے کی ضرورت نہیں ہے ۔ یہ پلاٹ مفت میں اس کے ہاتھ سے جائیگا اور عنقریب تمہیں بڑے آرام سے مل جائیگا ۔ چناچہ ایسا ہی ہوا اس پلاٹ پر کسی نے مقدمہ کردیا اور مقدمہ کرنے والا جیت گیا ، اور جیتنے والے نے یہ پلاٹ بہت سستے داموں آپ کو بیچ دیا ۔ آج اسی پلاٹ پر آپ کی درگاہ تعمیر ہے ۔

حالات ماخوذ از رھنمائے سالکین ، محمد اشرف منصور داؤد پوتہ ، ص ۱۰۰ ۔۱۰۱

مخدوم محمد ہاشم بوبکائی

حضرت خواجہ محمد حسن جان نقشبندیؒ کے جان نثار مخلص اور صاحب حال مریدین میں سے ہیں۔

آپ حضرت مخدوم جعفر بوبکائی کے خاندان سے تعلق رکھتے ہیں، جو اپنے وقت کے علامۃ الدھر بڑے عظیم محدث اور صاحب تصنیف بزرگ گزرے ہیں۔

آپ فن طبابت اور حکمت کے ذریعہ مخلوق خدا کی خدمت کیا کرتے تھے اور یہ فن بطور وراثت اپنے آباؤ اجداد سے آپ کو ملا تھا۔ اس کے علاوہ کچھ آپ کی زمینیں بھی تھیں۔

اپنے علاقہ میں بڑا اثر رسوخ رکھتے تھے اور بڑی عزت و وقار کی نگاہ سے دیکھے جاتے تھے۔ اپنے مرشد سے بے پناہ ارادت اور عقیدت رکھتے تھے۔

حالات ماخوذ از مونس المخلصین۔ عبداللہ جان عرف حضرت شاہ آغا مطبوعہ کراچی۔

مخدوم حاجی محمد بوبکائی

وقت کے عظیم محدث اور عظیم عالم و عارف حضرت مخدوم جعفر بوبکائیؒ کے خاندان کے ایک چشم و چراغ مخدوم حاجی محمد بوبکائیؒ، جو مخدوم محمد ہاشم بوبکائیؒ کے بھائی تھے اور حضرت خواجہ محمد حسن جان سرھندی سے شرف بیعت وارادت رکھتے تھے اور اپنے پیر کی عقیدت میں وارفتہ تھے۔

آپ بھی اپنے موروثی فن یعنی فن طبابت کے حامل تھے۔اور ساتھ ساتھ زمینداری بھی فرمایا کرتے تھے۔اکثر اپنے مرشد کی صحبت میں حاضر رہ کر ذکر و فکر اور عبادت میں مصروف رہا کرتے تھے اور سلوک کی منازل طے کرتے تھے۔

آپ نے اپنے پیچھے صرف ایک فرزند حاجی احمد علی چھوڑے۔جو بڑے صاحب دیانت و صلاحیت آدمی تھے اور ٹنڈو سائینداد میں ہی قیام رکھتے تھے۔اور آستانہ شریف کی مسجد میں آذان اور اقامت کے فرائض انجام دیتے تھے۔

حالات ماخوذ از، مونس المخلصین۔عبداللہ جان عرف حضرت شاہ آغا۔مطبوعہ کراچی۔

مخدوم عبدالغنی بوبکائی

آپ بھی محدث وقت علامۃ الدھر حضرت مخدوم جعفر بوبکائی کے خاندان کے چشم و چراغ تھے اور اپنے خاندانی فضل و کمال سے بہرہ ور تھے۔ پیشہ طبابت سے منسلک تھے اور ساتھ ساتھ زمینداری بھی کرتے تھے۔

حضرت خواجہ محمد حسن جان سرھندی نقشبندی سے بیعت اور عقیدت رکھتے تھے اور اس عقیدت میں اپنی جان مال اھل و عیال سے اپنے مرشد پر نثار تھے۔ اپنے مرشد سے تصوف کے اسباق لئے اور سلوک کی منزلیں طے کیں۔، تزکیۂ نفس کیا اور عبادات اور مراقبات سے اپنے قلب کو منور کیا۔

حالات ماخوذ از

مونس المخلصین، عبداللہ جان، عرف حضرت شاہ آغا، مطبوعہ، کراچی۔

عبداللطیف بختیار پوری

حضرت خواجہ محمد حسن جان سرھندی نقشبندی کے ایک خاص مرید اور خاص خدمت گار حاجی عبداللطیف بختیار پوری ہیں ۔ آپ کے والد گرامی کا نام آخوند امید علی اور آپ کے دادا کا نام آخوند عبداللطیف تھا ۔ آپ خان صاحب حاجی محمد احسان کے بھائی تھے ۔

خدمت مرشد :۔ آپ نے اپنی زندگی کے چالیس سال اپنے مرشد کی خدمت میں گزارے سفر ہو یا حضر ہر وقت آپ اپنے محبوب مرشد کی خدمت میں رہتے تھے ، اکثر زمینداری اور جائداد وغیرہ کی خرید و فروخت کے مسائل آپ کے مرشد آپ ہی کے سپرد فرمایا کرتے تھے آپ حساب کتاب کے معاملے میں بہت امین اور بہت چست واقع ہوئے تھے ۔

وفات :۔ آپ نے اپنا گھر بار عزیز و اقارب بال بچے سب کچھ چھوڑ کے اپنے آپ کو اپنے مرشد کی خدمت کے لئے وقف کردیا تھا ، ایک دفعہ آپ دوران سفر " پین " میں اپنے پسر کے ہمراہ تھے کہ اچانک آپ بیمار ہوگئے ٹنڈو سائینداد واپس لوٹ رہے تھے کہ راستہ میں میرپور خاص کے مقام پر داعئ اجل کو لبیک کہا اور اس طرح مرشد کی خدمت کرتے ہوئے اس دار فانی سے کوچ کرگئے ۔ آپ کی وفات ۱۳۵۵ھ میں ہوئی ۔

مزار :۔ آپ کے بھائی محمد احسان کپرہ کے مقام پر مختیار کار تھے وہ آپ کے جنازہ کو بذریعہ ریل آپ کے اپنے شہر بختیار پور لائے اور یہیں آپ کے آبائی

قبرستان میں آپ کی تدفین ہوئی۔

اولاد:۔ اپنے بعد آپ نے صرف ایک فرزند " امید علی خان " چھوڑے جو ڈپٹی کلکٹر کے منصب پر فائز رہے ہیں۔

حالات ماخوذ از مونس المخلصین، عبداللہ جان، عرف شاہ آغا، مطبوعہ کراچی۔

سید حاجی عبداللہ شاہ واھڑائی

سید حاجی عبداللہ شاہ واھڑائی ، حضرت محمد حسن جان مجددی کے انتہائی با ادب مریدوں میں شمار ہوتے تھے ۔ اپنے مرشد سے آپ کا ادب ، احترام محبت اور خلوص حد جنون کو پہنچا ہوا تھا ، آپ کی یہ کیفیت تھی کہ اگر کبھی کوئی معزز شخصیت حضرت کی خدمت میں حاضر ہوتی اور ناواقفیت کی بناء پر اسکے اٹھنے بیٹھنے یا بات کرنے میں کوئی ذراسی بھی بے ادبی ظاہر ہوتی تو حاجی صاحب اس کو برداشت نہیں کر سکتے تھے بلکہ اسی وقت اس کو ٹوک دیا کرتے تھے اور بزرگوں کی صحبت میں حاضری کا ادب سکھلا دیا کرتے تھے ان کو اس کی کوئی پرواہ نہیں تھی کہ یہ کتنی بڑی شخصیت ہے یا دنیاوی طور پر اس کا کیا مقام ہے ۔

آپ اپنے وقت کے طبیب حاذق تھے ۔ لیکن طبابت کو آپ نے پیشہ نہیں بنایا بلکہ زمینداری سے اپنا گزر بسر کرتے تھے ، البتہ جب کوئی مریض آتا تھا تو سب سے پہلے اس سے اپنے مرشد کے لئے نذرانہ وصول کرتے تھے اس طرح جب بہت سا نذرانہ جمع ہوجاتا تو اکٹھا اپنے مرشد کی خدمت میں پیش کردیا کرتے تھے ۔

اپنے پیر و مرشد سے ارادت عقیدت اور محبت کا یہ عالم تھا کہ اپنی منقولہ اور غیر منقولہ تمام جائیداد اپنے مرشد کے نذر کردی اور تحریری طور پر زبردستی انکو پیش کردی ۔

عراق ، حجاز مقدس شام کے سفر میں آپ اپنے مرشد کے ھمراہ رہے اور فیوضات ظاہری و باطنی سے خوب مستفیض ہوئے ۔

وفات:۔ آپ نے ۱۳۳۴ھ میں وفات پائی ۔ اپنے پیچھے کوئی فرزند نہیں چھوڑا۔

وہ تمام جائیداد اور مال و اسباب جو انہوں نے اپنے مرشد کو دیا تھا وہ سب آپ کے مرشد نے آپ کے وصال کے بعد آپ کے ورثاء میں تقسیم فرما دیا۔

حالات ماخوذ از، مونس المخلصین، عبداللہ جان عرف شاہ آغا۔ مطبوعہ، کراچی۔

حاجی فضل علیٰ شاہ

حاجی فضل علی شاہ صاحب سادات لکھیاری سے تعلق رکھتے تھے ۔ بے حد حلیم الطبع اور شریف المزاج تھے ، اپنے آباو اجداد اور اپنے پیران کرام کے عقائد اور اعمال پر سختی سے کاربند تھے ۔

سندھ کے سفر میں ہمیشہ اپنے مرشد حضرت خواجہ محمد حسن جان سرھندی کے ہمراہ رہتے تھے اسی طرح عرب شریف کے سفر میں بھی آپ کو اپنے مرشد کی معیت اور صحبت کا شرف حاصل رہا ہے ۔

چونکہ آپ کے سفر کا تمام خرچہ سید عبداللہ شاہ واھڑائی نے برداشت کیا تھا اس لئے آپ سید عبداللہ شاہ کی خدمت میں دوران سفر کوئی کسر نہ اٹھا رکھتے تھے ۔ سید عبداللہ شاہ واھڑائی بڑے نازک مزاج تھے ، اکثر آپ کو سخت سست بھی کہہ دیا کرتے تھے لیکن آپ کے تحمل کا یہ عالم تھا کہ کبھی حرف شکایت زبان پر نہ لائے ۔

حالات ماخوذ از ، مونس المخلصین ، عبداللہ شاہ عرف شاہ آغا ۔ مطبوعہ ، کراچی ۔

شیخ محمد عابد سندھی مدنی

آپ سندھ کے ان نامور علماء محدثین اور صوفیاء میں سے ہیں جن کے علم و عرفان سے عرب و عجم مستفیض ہوئے۔

آباء و اجداد:۔ آپ کا سلسلہ نسب اسطرح سے ہے۔

"شیخ محمد عابد بن احمد علی بن مراد بن یعقوب الحافظ بن محمود قاری انصاری"

آپ کے آباؤ اجداد اصل میں سہون کے رہنے والے تھے۔ چنانچہ آپ کی ولادت بھی سہون میں ہی ہوئی تھی۔ آپ کا گھرانہ اس زمانہ میں بڑا علمی گھرانہ شمار ہوتا تھا، آپ کے دادا شیخ الاسلام کے لقب سے مشہور تھے۔ آپ کے دادا کا روحانیت میں یہ مقام تھا کہ حضرت خضر علیہ السلام سے انکی اکثر ملاقاتیں ہوتی رہتی تھیں بلکہ ایک دفعہ حضرت خضر علیہ السلام نے انکو خرقہ خلافت بھی پہنایا جب شیخ مراد کے وصال کا وقت قریب آیا تو انہوں نے اپنے صاحبزادے (شیخ محمد عابد کے چچا) کو اپنے پاس بلا کے فرمایا میں نے حضرت خضر سے تمہارے لئے سفارش کردی ہے۔ وہ ہر مشکل وقت میں تمہاری مدد کرینگے اور آج جدہ میں امام شافعی والی مسجد میں عصر کی نماز کے وقت تم سے وہ ملاقات بھی کرینگے ان کی نشانی یہ ہوگی کہ انکی چھنگلی انگلی ساتھ والی انگلی سے ملی ہوئی ہوگی۔ شیخ محمد حسین فرماتے ہیں کہ اس روز میں نے اسی مسجد میں عصر کی نماز ادا کی جب واپس گھر آنے لگا تو میرے والد نے جو نشانی بتائی تھی اسی نشانی والے ایک قد آور بزرگ میرے سامنے آگئے اور مجھ سے یہ فرمانے لگے کہ "تمہارے والد نے تمہاری شفارش کردی ہے" آپ فرماتے ہیں میں یہ سن کر آگے بڑھا اور آپ کے

ہاتھوں کو بوسہ دیا اور اس سے مجھے بڑی برکت محسوس ہوئی ، اس کے بعد بھی کبھی کبھی حضرت خضرؑ سے آپ کی ملاقات ہوتی رہتی تھی ۔ الغرض یہ سارا خاندان علمی اور روحانی لحاظ سے بڑا بلند مقام رکھتا تھا ۔

تعلیم :۔ شیخ محمد عابدؒ نے اکثر اپنی تعلیم انہی اپنے چچا شیخ محمد حسین سے حاصل کی ۔ بلکہ طب و حکمت بھی انہی سے پڑھی ۔ ان کی وفات کے بعد آپ سندھ سے ہجرت کر کے مع اپنے اھل و عیال سمیت یمن کے مشہور شہر " زبید " میں چلے گئے جہاں آپ نے اس وقت کے بڑے بڑے علماء سے فن حدیث کی تحصیل کی اس کے بعد آپ مدینہ شریف میں آکر قیام پذیر ہو گئے اور یہاں بھی کاملین وقت سے اکتساب فیض کیا لیکن اس کے بعد پھر آپ واپس " زبید " تشریف لے گئے اور وہیں رہائش پذیر ہو گئے ۔

عزت و مقام :۔ کچھ عرصہ کیلئے آپ یمن کے دارالخلافہ صنعاء میں آکر مقیم ہو گئے یہاں کے بادشاہ " امام یمنی " نے آپ کی بڑی قدر و منزلت کی اور آپ کو اپنا خاص طبیب مقرر کیا صنعاء میں ہی " امام یمنی " کے وزیر نے آپ کے مرتبہ و مقام سے متاثر ہو کر اپنی لڑکی کی شادی بھی آپ سے کر دی تھی ۔ ایک دفعہ بادشاہ یمن نے آپ کو مصر کی طرف اپنا سفیر خاص بھی بنا کر بھیجا تھا ۔ اس وقت سے بادشاہ مصر سے بھی آپ کے بڑے اچھے تعلقات ہو گئے تھے اور وہ بھی بڑی عزت کیا کرتا تھا ۔ یمن میں اسقدر عزت و منزلت کے باوجود حرمین شریفین کی یاد آپ کو بے قرار کرتی رہی اور آپ کا دل یہاں نہیں لگا تو سب کچھ چھوڑ کے آپ مدینہ شریف میں جا کر رہائش پذیر ہو گئے ۔

حاسدین :۔ مدینہ شریف قیام کے دوران آپ نے یہاں درس و تدریس اور وعظ نصیحت کا سلسلہ شروع کر دیا آپ کی بڑھتی ہوئی عزت حاسدوں کو گوارہ نہ ہوئی اور ان سب نے آپ کی مخالفت میں ملکر ایک محاذ کھول لیا جس کی بناء پر

آپکو مجبوراً مدینہ معظمہ سے ترک سکونت کرنی پڑی اور آپ واپس یمن میں آکر قیام پذیر ہوگئے۔

قید و بند:۔ یمن آکر بھی آپ کو حاسدوں سے چھٹکارا نہیں ملا اور یہاں بھی کچھ اور حاسدوں نے آپ کو سخت تکالیف سے دوچار کیا۔ جن میں سرفہرست قاضی سید حسین بن علی تھا جو ایک " رندی مذھب کا داعی تھا۔ اس نے یہ حکم جاری کیا کہ صبح کی اذان میں " الصلواۃ خیر من النوم " کہنا بدعت ہے جو حضرت عمرؓ کے زمانہ میں ایجاد ہوئی تھی۔ لہذا اس کے بجائے " حی علی الخیر " کہا جائے۔ لیکن عام لوگوں نے قاضی حسین کی بات پر کوئی توجہ نہیں دی جس پر اسے یہ گمان ہوا کہ یہ حنفی علماء میری مخالفت کررہے ہیں۔ چناچہ اس نے چالیس علماء کو جس میں شیخ عابد بھی تھے جیل میں ڈلوادیا بعد میں دوسرے علماء تو چھوڑ دیئے گئے لیکن شیخ عابد کو نہیں چھوڑا بلکہ ان کے کوڑے لگوائے اور انکو شہر بدر کرنے کا حکم دیدیا۔

بیعت:۔ جس زمانہ میں شیخ عابد کا یمن کی بندرگاہ " حدیدہ " میں قیام تھا اس وقت خواجہ محمد زمان ثانی (لواری شریف) کا ج کے ارادے سے اس طرف سے گزر ہوا تو آپ نے وھیں ان سے سلسلہ عالیہ نقشبندیہ میں بیعت کی اور روحانی ترقیات حاصل کیں اس کے بعد آپ نے ایک مرتبہ اپنے مرشد سے ملاقات کے لئے لواری شریف بھی حاضری دی اور کافی دن اپنے مرشد کی صحبت میں گزارے۔

مدینہ کا قیام:۔ لواری شریف سے واپسی پر آپ پھر مدینہ شریف میں آکر رہائش پذیر ہوگئے۔ اس دفعہ بھی آپ کو بڑی عزت ملی اور حاکم مصر سے واقفیت کی بناء پر آپ کو مدینہ کے علماء کا رئیس اور سربراہ مقرر کردیا گیا آخری وقت تک آپ یہاں بڑے اطمینان و سکون کے ساتھ علم حدیث کی ترویج و اشاعت میں مصروف رہے اور بے شمار لوگوں کو آپ نے فیض پہنچایا۔

علم حدیث :- حدیث سے آپ کے شغف اور قلبی لگاؤ کا یہ عالم تھا کہ ایک طرف علم حدیث کا درس دیا کرتے تھے اور دوسری طرف احادیث کو اپنے ہاتھ سے تحریر بھی فرمایا کرتے تھے چناچہ صحاح ستہ (حدیث کی چھ مشہور کتابیں ہیں) کو بڑی باریک قلم سے صرف ایک جلد میں آپ نے اپنے ہاتھ سے تحریر کرکے اپنے مرشد کے آستانہ پر پیش کیا اور وہاں کے کتب خانہ میں داخل کر دیا۔

اسی طرح فتح الباری شرح بخاری ایک جلد میں مسند ابی حنفیہ دو جلدوں میں شرح بلوغ المرام، لابن حجر، شرح یتسیر الوصول، طوالع الانوار علی الدرالمختار وغیرہ آپ نے تحریر فرمائیں۔ آپ نے اس کے علاوہ نجدی عقائد کے رد میں ایک رسالہ " رسالہ رد عقائد نجدیہ " بھی تصنیف فرمایا۔ اس کے علاوہ بھی آپ نے بہت سے چھوٹے موٹے رسالے تصنیف فرمائے۔

وفات :- ربیع الاول ۱۲۵۷ھ کو مدینہ شریف میں آپ کی وفات ہوئی۔ وہیں جنت البقیع کے قبرستان میں حضرت عثمان غنی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے سامنے آپ کو دفن کیا گیا۔

اولاد :- آپ نے اپنے پیچھے کوئی اولاد نہیں چھوڑی آپ کی کتابیں آپ کے شاگرد اور آپ کی علمی خدمات ہی آپ کے پیچھے آپ کی یادگار ہیں۔

حالات ماخوذ از، تذکرہ مشاہیر سندھ، دین محمد وفائی ج ۳ ص ۲۴۸

حاجی بھلارو

آپ جوہی ضلع دادو کے رہنے والے تھے اور مخدوم عبدالحق خیارین شریف والوں سے بیعت اور اجازت و خلافت رکھتے تھے ۔ آپ بڑے صاحب کشف و کرامت بزرگ تھے ۔

علم لدنی :۔ آپ نے بظاہر علم ظاہر کسی استاد سے نہیں پڑھا تھا لیکن اللہ تعالیٰ نے آپ کو ایسا علم لدنی عطاء فرمایا تھا کہ جو بھی مسئلہ آپ سے دریافت کیا جاتا تھا آپ فوراً اس کا تحقیقی جواب عنایت فرما دیا کرتے تھے ۔ آپ بڑے سادگی پسند تھے شہرت تصنع اور بناوٹ سے نفرت کرتے تھے اگر کہیں جانا ہوتا تھا تو بغیر کسی مرید کو لئے خاموشی کے ساتھ اکیلے ہی تشریف لے جاتے تھے ایک دفعہ آپ ایک ایسی محفل میں تشریف لائے جہاں پہلے سے دادو کے ایک مشہور نقشبندی بزرگ جو اپنے شاہانہ طرز و انداز کے لحاظ سے بہت معروف ہیں وہ بھی وہاں موجود تھے انہوں نے اپنے مریدوں سے کہا کہ آج محفل میں اس سے فلاں فلاں مشکل مسئلہ معلوم کرنا تاکہ لوگوں کو پتہ چل جائے کہ یہ جاہل پیر ہے اور لوگ اس کے مکر سے محفوظ رہیں ۔ انکے مریدوں نے ایسا ہی کیا لیکن لوگ یہ دیکھ کر حیران رہ گئے کہ جب بھی مسئلہ آپ سے معلوم کیا جاتا تھا آپ گردن جھکاتے تھے اور تھوڑی دیر کے بعد سر اٹھا کر فوراً جواب دے دیا کرتے تھے ۔ یہ کیفیت دیکھ کر انہی پیر صاحب نے اپنے مریدوں کو مجمع کے اندر مزید سوالات کرنے سے منع کر دیا اور فرمایا میں دیکھ رہا ہوں کہ ان سے جو بھی مسئلہ پوچھا جاتا ہے یہ براہ راست نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے معلوم کر کے اس کا جواب دے دیتے ہیں لہذا بار بار حضور کو تکلیف دینا مناسب نہیں اب کوئی ان

سے دوبارہ سوال نہ کرے اس بات نے آپ کی عظمت کو مزید آشکارا کردیا اور آپ کے دشمنوں کو بھی آپ کا گرویدہ بنا دیا۔

مرشد کی نگاہ :۔ آپ اپنے مرشد سے بے پناہ عقیدت اور محبت رکھتے تھے اور آپ کے مرشد کی بھی ہر وقت آپ پر نگاہ کرم رہتی تھی جس پر یہ واقعہ شاہد ہے کہ آپ شکار کے شوقین تھے ایک روز ایک پرندہ کا شکار کیا اور کہنے لگے کہ یہ تو میرے مرشد کے لائق ہے یہ خیال آتے ہی وہ شکار لیکر مرشد کے آستانہ خیارین شریف کی طرف چل دیئے راستہ میں ان کو ایک سانپ نے ڈس لیا ادھر ان کے وہاں پہنچنے سے پہلے ان کے مرشد نے اپنی خادمہ سے کہا کہ پیاز کو بگار دے کر رکھو اور اس کے ساتھ گھی بھی تیار رکھو، جب حاجی بھلارو یہاں پہنچے تو آپ نے خادمہ سے فرمایا باہر جا کر دیکھو حاجی بھلارو شکار لیکر آیا ہوگا وہ لے لو اور یہ پیاز اس کو دے دو اور اس سے کہو کہ یہ سب کھالے، آپ نے مرشد کے حکم پر وہ سب کھالی اس کے بعد آپ کو قے ہوئی جس میں سارا سانپ کا زہر نکل گیا، آپ نے فرمایا تم کو راستہ میں سانپ نے کاٹا تھا ہم نے اس کا زہر وہیں نکال دیا تھا لیکن کچھ رہ گیا تھا اس کے لئے یہ علاج کیا ہے تاکہ یہ معمولی سا اثر بھی ختم ہو جائے۔

وفات :۔ آپ کی وفات جوہی ضلع دادو میں ١٦ ذی الحجہ کو ہوئی آج بھی یہاں ان کے مزار پر اسی تاریخ کو انکا عرس بڑے دھوم دھام سے منایا جاتا ہے۔

راقم الحروف نے یہ حالات پیر ولی اللہ سجادہ نشین خیارین شریف سے زبانی معلوم کیے۔

صوفیائے تھرپارکر

میاں ابوالحسن

میاں ابوالحسن جو " خشت والے " مشہور تھے ۔ تھر کے علاقہ میں موضع عمر کوٹ کی طرف اپنی سکونت رکھتے تھے ۔ حضرت مخدوم ابوالقاسمؒ کے خلفا میں سے تھے ، زہد و عبادات ، ریاضات و مجاہدات کی طرف طبعاً راغب تھے ، صوفیا اور اولیاء کی ہم نشینی اور صحبت کے ہمیشہ طالب اور مشتاق رہتے تھے ، جہاں کہیں کسی اچھے باکمال بزرگ کی خبر سنتے ان کی خدمت میں فوراً پہنچتے اور کسب کمالات اور حصول درجات کی خاطر بجائے دس روز کے بیس روز ان کی صحبت میں رہتے بلکہ بعض دفعہ چالیس روز قیام کر کے پورا چلہ کر لیتے تھے اور اگر مزید ضرورت محسوس ہوتی تو اس بزرگ کی صحبت میں تین چار چلے بھی کر لیتے تھے ۔ جب انہوں نے مخدوم ابوالقاسمؒ نقشبندی کی شہرت سنی تو اپنے طبعی شوق کی بنا پر کشاں کشاں حضرت کی خدمت میں چلے آئے ۔ اور تعجب کی بات یہ کہ تین چار چلے تو درکنار ایک چلہ بھی پورا نہ کیا بلکہ زیادہ سے زیادہ چار پانچ روز حضرت کی صحبت میں رہے اور فائز المرام ہو کے اپنے گھر کی طرف واپس آگئے ۔ اس مختصر سے عرصہ میں حضرت نقشبندیؒ نے ان کو اجازت و خلافت سے سرفراز فرما دیا ۔

جب وہ اپنے گھر پہنچے تو وہاں کے لوگوں کو خلاف عادت آپ کے اتنے جلد آنے پر بڑا تعجب ہوا اور لوگوں نے ان سے پوچھا کہ تمہارا طریقہ تو یہ ہے کہ کسی بھی بزرگ کی خدمت میں حاضر ہوتے ہو تو کم از کم ایک چلہ تو ضرور ان کی صحبت میں کر کے آتے ہو لیکن اس دفعہ کیا بات ہے کہ تم نے ایک چلہ بھی وہاں پورا نہیں کیا ! تمہارا دل وہاں نہیں لگا ؟ یا وہ جگہ تمہیں پسند نہ آئی اور تمہارے معیار کے مطابق نہیں تھی ؟

فرمانے لگے، آہ! یہ کیا تم کہہ رہے ہو۔

"اتی جی ھک گھڑی بین سب جھار"

یعنی :۔ میں ایک ایسی بارگاہ میں پہنچا تھا، اور مجھے ایک ایسی صحبت نصیب ہوئی تھی جہاں کی ایک گھڑی دوسروں کے یہاں تمام عمر رہنے سے بہتر ہے۔

یعنی وہ گوہر جس کی مجھے تلاش تھی اور جس کی طلب میں میں در بدر کی ٹھوکریں کھاتا تھا وہ مجھے الحمد للہ اس آستانے پر تین چار روز میں ہی مل گیا۔ فَلَہُ الحَمدُ عَلیٰ اٰلَآئِہٖ اس سے زیادہ تفصیلی حالات ان کے دستیاب نہیں ہوسکے۔

ا۔ تکملہ مقالات الشعراء، محمد ابراہیم خلیل، مطبوعہ کراچی ص ۱۸۱۔

شیخ عیسیٰ دشتی

حضرت سلطان الاولیاء خواجہ محمد زمان (کلاں) لواری شریف کے کامل خلفاء اور مریدین میں شیخ عیسیٰ دشتی کی ایک ذات گرامی ہے ، جن کے خصوصی اوصاف و کمالات اور معرفت میں ان کے بلند مقام اور مرتبہ کی طرف اشارہ کرتے ہوئے چند لفظوں میں میر بلوچ خاں مورخ یوں بیان کرتے ہیں ۔

" سفینۂ توکل و رضا ، سالک طریقۂ فنا شیخ عیسیٰ کہ امروز ہر دو اکابر یادگار آنحضرت اند ہر سال مع عیال و اطفال باوجود ضعف و پیری برائے زیارت آں قبلۂ آمال آمدرفت مینمایند " ۔

وطن : ۔ موجودہ عمر کوٹ کے ایک شہر " چیلھہ " کے قریب کے آپ رہنے والے ہیں ۔ اور اس وقت بھی آپ کی اولاد میں فقیر عبداللہ موجود ہیں ۔

اوصاف و کمالات : ۔ توکل اور رضا میں آپ ایک خاص مقام رکھتے تھے ، اور سلوک کی تمام منزلیں طے کرتے ہوئے مقام فنا پہ واصل ہوگئے تھے ، مرشد کے وصال کے بعد بھی اپنے پیر خانہ کا ادب واحترم آپ اسی طرح کرتے تھے ، اور اپنے پیرزادہ خواجہ گل محمد سے ملاقات اور ان کی زیارت کے لئے باوجود بڑھاپے اور کمزوری کے ہر سال لواری شریف حاضری دیا کرتے تھے ، اور اپنے ہمراہ اپنے اھل و عیال کو بھی لاتے تھے ۔

مرشد : ۔ آپ فرماتے ہیں کہ جس زمانہ میں ہم لواری شریف میں اپنے پیر و مرشد کی بارگاہ میں تصوف اور معرفت کی تربیت حاصل کر رہے تھے اور ریاضات و مجاھدات میں مصروف تھے ایک روز رات کو عبادات کے اندر کثرت سے

جاگنے کے باعث مجھے نیند نے اتنا پریشان کیا کہ میں کچھ چٹائیوں کو ملا کر انہیں میں سو گیا، جب حضرت عصر کے وقت مسجد میں تشریف لائے تو مجھے اس طرح سوتا ہوا دیکھ کر چٹائیاں خود ہٹائیں اور مجھے بیدار کیا جب ہم سب خانقاہ میں جاکر بیٹھے تو مجھے تنبیہہ کرتے ہوئے فرمایا" بابا! ہم یہاں سونے کیلئے نہیں آئے ہیں؟"

الغرض آپ کاہلی اور سستی سے سخت منع فرماتے تھے۔ بلکہ چوکیدار رکھا ہوا تھا جو رات کے وقت خانقاہ میں موجود مریدین کو جگا کر تہجد کی نماز اور عبادت کیلئے کھڑا کردیا کرتا تھا۔

اس واقعہ سے بخوبی اندازہ ہوسکتا ہے کہ آپ نے معرفت کا یہ مقام کتنی مشقتوں اور ریاضتوں کے بعد حاصل کیا تھا۔آپ نے سفر کی حالت میں ۱۲۴۳ھ میں وفات پائی، راستہ میں ہی آپ کو دفن کردیا گیا لیکن ۹ ماہ بعد شیخ سداتوری نے وہاں سے آپ کے جسد مبارک کو نکالکر لواری میں دفن کیا۔ ۹ ماہ بعد جب آپ کے جسد کو نکالا تو وہ اس ہی طرح صحیح تھا جیسے ابھی رکھا گیا ہو۔

حالات ماخوذ از (۱) فردوس العارفین، قلمی، میر بلوچ خان تالپور۔ ص ۸۲

(۲) اولیائے لواری شریف، عبدالکریم جان تالپور ص ۴۷

(۳) مرغوب الاحباب، میر نظر علی تالپور ص ۵۷۔

(۴) تذکرہ مشاہیر سندھ دین محمد وفائی ج ۳ ص ۱۲۶۔

شیخ سدھا تورہ

آپ حضرت سلطان الاولیاء خواجہ محمد زماں صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے فیض یافتگان میں اعلیٰ استعداد اور کامل لیاقت کے حامل شمار ہوتے ہیں ۔ تیرہ سال کی عمر سے حضرت سلطان الاولیاء کی خدمت میں حاضر ہو کر اکتساب فیض کا آغاز کیا اور آخر کار اس مقام پر پہنچے کہ حضرت کے خاص مصاحبین میں آپ کا شمار ہونے لگا۔

خواجہ صفی اللہ سے ملاقات:۔ اپنے شیخ اور مرشد حضرت سلطان الاولیاء کے وصال کے بعد آپ بہت پریشان رہنے لگے ۔ مرشد کی جدائیگی میں آپ کو کسی کل چین اور قرار نہیں آتا تھا اسی پریشانی اور جذب و مستی کے عالم میں آپ سفر کے لئے نکل کھڑے ہوئے دوران سفر حضرت خواجہ صفی اللہؒ سے آپ کی ملاقات ہوگئی ، حضرت خواجہ نے آپ کو پہچان لیا اور آپ سے فرمایا " اگر تم ہماری تھوڑی سی صحبت حاصل کر لو تو ہم تم کو رشد وہدایت کی اجازت بھی عطا کردیں گے اور خلافت سے بھی سرفراز کردیں گے ، مگر شیخ سدھا تورہ کا دل یہاں بھی نہ جما اور آپ نے اپنا سفر جاری رکھا یہاں تک کہ آپ کی ملاقات حضرت فقیر اللہ علوی شکارپوری سے ہوئی لیکن مرشد کے فراق میں جس دل کو بے قراری تھی اس کا مداوا کہیں نہ ہو سکا۔

قطب وقت کی پیش گوئیاں:۔ شیخ سدھا تورہؒ اپنے ایک سفر کا واقعہ بیان فرمایا کرتے تھے کہ " جیسلمیر " کے مقام پر میری ایک ایسے شخص سے ملاقات ہوئی جس نے ھندوانہ لباس پہن رکھا تھا اور وہ بڑھئی کا کام کرتا تھا ، مجھے پہچان کر اس نے مجھے اپنے پاس بٹھایا اور شام کو اپنے ساتھ اپنے گھر لے گیا میں نے دیکھا کہ گھر پہنچ کر اس نے وہ ہندوانہ لباس اتار دیا اور مسلمانوں والا لباس

پہن لیا ۔ پھر ہم دونوں نے ملکر عشاء کی نماز ادا کی ، نماز سے فارغ ہونے کے بعد ہم سونے کے لئے لیٹ گئے لیکن میں جاگتا رہا ، میں نے کیا دیکھا کہ رات کو وہ شخص اٹھا اور مراقبہ میں مشغول ہو گیا ، یہاں تک کہ وہ فجر کی آذان تک اسی میں مصروف رہا ۔ پھر فجر کی نماز ہم نے ملکر ادا ، کی اس کے بعد اس نے پھر کپڑے تبدیل کئے اور وہی ہندوانہ کپڑے پھر سے بدل لئے ۔ جب میں نے جانے کی اجازت چاہی تو اس نے مجھے اجازت دینے سے پہلے کہا کہ تمہارے دل میں اپنے متعلق یہ ہے کہ مجھے قلبی سکون کہاں نصیب ہوگا ؟ دوسرا خیال یہ ہے کہ میں ایک فقیر آدمی ہوں مجھ سے شادی کون کرے گا ؟ اور تیسرا خیال تمہارے دل میں میرے متعلق یہ آرہا ہے کہ جب میں ہندوانہ لباس پہنتا ہوں تو جب میں مروں گا تو لوگ مجھے جلادینگے ؟ ۔ اب سن تینوں سوالوں کا جواب ، پہلے سوال کا جواب تو یہ ہے کہ تجھے سوائے لواری شریف کے اور کہیں بھی قلبی سکون اور قرار نصیب نہیں ہو گا ۔ دوسری بات کا جواب یہ ہے کہ فلاں جگہ فلاں کی لڑکی سے تیرا رشتہ ہوگا اور اس سے تیرے یہاں ایک لڑکا پیدا ہوگا جو تیری طرح صاحب کمال ہو گا ، جب یہ دونوں باتیں صحیح ثابت ہو جائیں تو تم یقین کر لینا کہ مرنے کے بعد مجھے کوئی آگ جلا نہ سکے گی ، اور ہو گا یہ کہ ملائکہ مجھے دفن کردیں گے اور میرے بجائے اس کافر کا جنازہ جو مسلمانوں کے لباس میں ہوگا اسے اس آگ میں لا کر ڈال دیں گے ۔

شیخ سدھا تورہ فرمایا کرتے تھے کہ اس قطب وقت کی پہلی دونوں باتیں درست ثابت ہوئیں ، اور مجھے یقین ہے کہ اس کی آخری تیسری بات بھی سچ ثابت ہوئی ہوگی ۔

قلندر سے ملاقات :۔ شیخ فرماتے تھے کہ اسی سفر میں مجھے ایک اور مرد کامل صوفی قلندر کی زیارت ہوئی ، جنہوں نے گفتگو کچھ نہ فرمائی لیکن ان کو دیکھ کر

مجھے معلوم ہو گیا کہ وہ ایک کامل صاحب فنا بزرگ تھے ۔

شہید گرھوڑی کی رائے :۔ اس سفر سے واپسی پر جب آپ حضرت شیخ عبدالرحیم گرھوڑی کے پاس پہنچے تو انہوں نے آپکی بڑی خاطر تواضع کی اور فرمایا کہ " آج ہی رات رسول مقبول صلیٰ اللہ علیہ وسلم نے تمہاری سفارش کی تھی "

عیسیٰ دشتی کی رائے :۔ حضرت سلطان الاولیاء کے ایک کامل خلیفہ حضرت عیسیٰ دشتی آپ کے متعلق فرمایا کرتے تھے کہ " سدھا تورہؒ بادشاہ ولایت ہے ، اس کے تو گناہ بھی اللہ تعالیٰ کے یہاں ثواب ہیں ۔

نبی کریم کی بشارت :۔ شیخ سدھا تورہؒ فرماتے ہیں کہ جس طرح آدمی مسلمان اور کافر ہوتے ہیں اسی طرح زمینیں بھی مسلمان اور کافر ہوتی ہیں ۔ آپ فرماتے ہیں کہ مجھے ہمیشہ یہی فکر رہتی تھی کہ نہ معلوم میں کس زمین میں دفن کیا جاؤنگا ، کہیں ایسا نہ ہو کہ میں کافر زمین میں دفن کر دیا جاؤں ۔ ابھی کچھ ہی دن اس پریشانی میں گزرے تھے کہ ایک روز مجھے نبی کریم صلیٰ اللہ علیہ وسلم کی زیارت ہوئی آپ نے مجھے مسلمان زمین دکھائی اور ایک جگہ بھی دکھلائی اور فرمایا کہ یہاں تم دفن کیئے جاؤ گے ۔

جذب کی کیفیت :۔ آخری عمر میں آپ پر کیف و مستی اور جذب کی ایسی حالت طاری ہوئی کہ آنکھیں سرخ ہو گئیں اور حلق سے ایک بلند آواز نکلنے لگی ۔ آپ نے فرمایا کہ شیخ عبدالرحیم گرھوڑیؒ نے مجھ سے کہا تھا کہ میری حالت اور کیفیت تجھ پر بھی طاری ہو گی اب اس وقت یہ مجھ پر ان کی حالت او کیفیت طاری ہے ، مگر شیخ گرھوڑیؒ جواں ہیں میں بڈھا ہوں ، یہی وجہ ہے کہ وہ اس کو برداشت کر جاتے ہیں اور مجھ سے یہ عظیم کیفیت برداشت نہیں ہو رہی ۔ لیکن آخر میں مرشد کی ہمت اور برکت سے آپ کو اس حالت میں افاقہ ہو گیا ۔

غوث عالم کے بارے میں آپ کی رائے:۔ شیخ سدھا تورہؒ اپنے مرشد حضرت سلطان الاولیاء کے پوتے حضرت غوث عالم خواجہ محمد زماں ثانیؒ کی ولادت کے وقت بھی زندہ تھے آپ نے جب اپنے مرشد کے پوتے کو دیکھا تو فرمایا کہ " نام کا ایک جیسا ہونا تو عام ہے ، اور بعض حالتوں میں حقیقت کی یکسانیت بھی ممکن ہے لیکن ہر ایک انسان کا جسم علیحدہ علیحدہ ہوتا ہے مگر غوث عالم اسم ، جسم اور حقیقت میں بعینہٖ اپنے دادا حضرت سلطان الاولیاء جیسے ہیں ۔

گردے کے درد کا روحانی علاج:۔ شیخ سدھا تورہ کے گردے میں پتھری تھی جس کی وجہ سے جب درد اٹھتا تھا تو آپ بے چین ہوجایا کرتے تھے ایک روز حضرت غوث عالم خواجہ محمد زماں ثانیؒ کو آپ پر ترس آگیا اور انہوں نے آپ کو اس کا روحانی علاج بتایا ۔ چناچہ جب آپ کو درد ہوتا تھا تو آپ اپنے آپ پر اس بتائے ہوئے طریقہ کے مطابق فنا اور بے خودی کی کیفیت طاری کر لیا کرتے تھے اور اس طرح آپ کا درد رفع ہو جاتا تھا ۔

وفات:۔ آپ کی وفات ۱۲۴۶ھ ، ۱۸۳۰ء میں ہوئی ۔

مزار:۔ آپ کا مزار ٹنڈو جان محمد (ضلع تھر پارکر) سے تین میل دور شمال کی طرف اسی مقام پر ہے جو مقام آپ کو خواب میں حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف سے دکھایا گیا تھا ۔

آپ فرمایا کرتے تھے کے جہاں میرا مزار ہے اس احاطہ اور اس قبرستان میں جو بھی دفن ہو گا اس کو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی بارگاہ تک پہنچانا میرا کام ہے پھر شفاعت کرنا ان کا کام ہے ۔

حالات ماخوذ تحفہ لواری شریف غلام محمد گرامی ص ۴۴ ۔

۲۔ اولیائے لواری شریف عبدالکریم ، ص ۱۲۵ ۔

شیخ میاں ابراہیم

حضرت خواجہ محمد زماں رحمتہ اللہ علیہ لواری شریف والوں کے ارادتمندوں میں ایک کامل اور اعلیٰ ولایت کے مرتبوں پر پہنچے ہوئے مرید شیخ میاں ابراہیم بھی تھے۔

آپ کی والد کا نام "بیگ سامہ" تھا، آپ ضلع تھرپارکر کی تحصیل "چھاچھری" کے ایک گاؤں "ابراہیم جوتڑ" (ابراہیم کا کنواں) کے رہنے والے تھے اور اپنے گاؤں کے برگزیدہ اور معزز لوگوں میں آپ کا شمار ہوتا تھا، اسی وجہ سے گاؤں کا نام بھی آپ ہی کے نام کی طرف منسوب ہے یہ گاؤں جو دھپور (انڈیا) ریاست کی سرحد سے صرف ایک میل کے فاصلہ پر واقع ہے۔

ولادت:۔ آپ کی ولادت کب، کونسے سن میں اور کہاں واقع ہوئی؟ ان امور کے متعلق صراحتہ کوئی بات کہیں نہیں ملتی، لیکن اندازہ یہ ہے کہ آپ کی ولادت آپ کے قدیمی آبائی گاؤں میں ہی ہوئی ہوگی، اور چونکہ آپ شیخ عبدالرحیم کے ہم عصر اور انکے گہرے دوست تھے اور ان کا سن پیدائش ۱۱۵۲ھ ہے اس لئے اندازہ یہ ہے کہ آپ کی پیدائش بھی بارھویں صدی کے وسط میں ہوئی ہوگی۔

تعلیم و قابلیت:۔ آپ نے اس وقت کی ضرورت کے مطابق تعلیم حاصل کی ابتداء میں قرآن پاک پڑھا اس کے بعد عربی اور فارسی کی تعلیم حاصل کی اور اس میں کمال حاصل کیا اس کا اندازہ اس سے ہوتا ہے کہ آپ نے اپنے مرشد سلطان الاولیاء خواجہ محمد زمانؒ کے جو ارشادات فارسی زبان میں جمع کئے ہیں وہ نہایت عمدہ اور فصیح فارسی زبان میں ہیں اس سے پتہ چلتا ہے کہ آپ کو اس زبان پر کامل عبور حاصل تھا۔

پیری مریدی:۔ ایسا معلوم ہوتا ہے کہ آپ اپنی بزرگی ، اور تقویٰ کے باعث عوام میں شروع ہی سے عزت کی نگاہ سے دیکھتے جاتے تھے اور خواجہ محمد زمانؒ کے ہاتھ پر بیعت ہونے سے قبل ہی رشد و ھدایت اور پیری مریدی کا سلسلہ جاری رکھے ہوئے تھے ۔ اس کا اندازہ اس واقعہ سے ہوتا ہے کہ آپ کا گاؤں چونکہ جودھپور ریاست کی سرحد سے بالکل متصل تھا اسلئے سرحد پار سے ھندو ٹھاکر یہاں گھس آتے تھے اور ڈاکے ڈالکر لوگوں کے مال مویشی لیجایا کرتے تھے ۔ اگر کوئی ان سے اپنا مال مانگنے جاتا تو اس کی پٹائی لگا دیا کرتے تھے لہذا کسی کی ہمت ہی نہیں ہوتی کہ اپنا چوری شدہ مال ان سے جاکر طلب کرے ۔ ایک روز وہ ھندو ٹھاکر ڈاکو شیخ میاں ابراہیم کے مال مویشی اٹھا کر لے گئے ، اس زمانہ میں یہی گزر بسر کا ذریعہ ہوتے تھے ، لہذا مال مویشی جانے پر آپ کو بڑی تشویش لاحق ہوئی اور آپ نے ارادہ کرلیا کہ ٹھاکروں کے پاس جاکر ان سے مال طلب کروں گا ، اگرچہ لوگوں نے آپ کو بہت منع کیا لیکن آپ باز نہ آئے اور سرحد پار روانہ ہوگئے ، جب وہاں پہنچ کر آپ نے ان ڈاکو ٹھاکروں سے اپنا مال طلب کیا تو انہوں نے غصہ میں آکر آپ کو ایک جھونپڑی میں بند کردیا اور ظلم کی انتہا یہ کی کہ اس جھونپڑی کے چاروں طرف اوپلے رکھ کر اس میں آگ لگادی تاکہ آپ زندہ جل جائیں ۔ جوں ہی آگ بھڑکی آپ پریشان ہو کر اللہ تعالیٰ کی طرف متوجہ ہو کر مراقبہ میں بیٹھ گئے ، خدا نے اپنے اس مقبول بندے کی اسطرح مدد فرمائی کہ ان ٹھاکروں کے سردار کی بیوی کے پیٹ میں سخت درد اٹھا جو یکدم بڑھتا ہی چلا گیا ، اس سردار کے دل میں فوراً خیال آیا کہ ہو نہو یہ اسی فقیر کی بددعا ہے جس کو میں نے جلانے کا حکم دیا ہے ، ابھی وقت حکم دیا کہ آگ بجھائی جائے اور اس فقیر کو فوراً لایا جائے ، جب آپ کو لایا گیا سارا ماجرہ بیان کیا گیا تو آپ نے پانی پر دم کر کے دیا وہ پانی جب اس عورت کو پلایا تو اللہ تعالیٰ نے شفاء دی اور اس کا درد ختم ہوتا چلا گیا ، یہ دیکھ کر سارے ھندو ٹھاکر اپنے شرک

اور کفر اور فسق و فجور سے تائب ہو کر آپ کے ہاتھ پر بیعت ہو گئے اور ڈاکہ زنی ہمیشہ کے لئے چھوڑ دی اور آپ کے غلام بن گئے۔

سلطان الاولیاء سے بیعت :۔ میاں فقیر ابراہیم اس واقعہ کے بعد اپنے دوست شیخ عبدالرحیم گرھوڑی سے ملنے کے لئے گرھوڑ گئے تو سارا واقعہ ان کو سنایا، انہوں نے فرمایا کہ کیا تو ابراہیم خلیل اللہ تھا جو تجھ کو آگ چھوڑ دیتی، اگر پوری طرح آگ لگ جاتی تو تو جلکر خاکستر ہوجاتا" اس پر ابراہیم فقیر نے کہا کہ آپ کب کام آتے، اگر مجھے آگ جلاتی تو کیا آپ میری مدد نہیں کرتے اس وقت شیخ عبدالرحیم اپنے مرشد سے ملنے کے لئے لواری شریف جارہے تھے انسے کہا تو یہ بھی چلنے کے لئے رضامند ہو گئے، آخر کار دونوں گرھوڑ سے روانہ ہو کر لواری شریف پہنچ گئے اور وہاں فقیر ابراہیم حضرت سلطان الاولیاء کے دست اقدس پر بیعت ہو گئے۔

مرشد سے عقیدت :۔ پھر مرید ہونے کے بعد اپنے مرشد کے در کو ایسا پکڑا کہ اکثر وقت وہیں گزارنے لگے۔ کبھی اپنے گاؤں آجاتے ورنہ ہمیشہ حضرت سلطان الاولیاء کی خدمت میں حاضر رہ کر طریقت و حقیقت کے رموز سے بہرہ ور ہوتے تھے۔ دل میں اگر کوئی سوالات آتے تھے تو حضرت کی خدمت میں حاضر ہوکر اس کو حل کیا کرتے تھے۔

جہاد میں شرکت :۔ شیخ عبدالرحیم گرھوڑیؒ جب ایک دفعہ ھندؤں کے پنڈت اور بڑے جادوگروں سے مقابلہ کے لئے گرھوڑ سے روانہ ہوئے تو فقیر ابراہیم بھی آپ کے ہمراہ تھے اور اس جہاد میں آپ نے بھی شیخ شہید عبدالرحیم کے ساتھ شرکت کی اسی جہاد کا ایک واقعہ ہے کہ جب اس پنڈت نے شہید عبدالرحیم سے صلح کا پیغام بھیجا اور مصالحت کی پیشکش کی تو آپ نے اپنے ساتھیوں سے مشورہ کیا جس میں فقیر ابراہیم سے بھی آپ نے مشورہ کیا فقیر

ابراہیم نے کہا کہ " قبلہ! ہمارے نبیؐ نے بھی تو جزیہ لیکر کافروں کو چھوڑ دیا تھا، لہذا ہم بھی ایسا کر لیں تو کیا حرج ہے، لیکن جذبہ شوق شہادت کے نشہ میں سرشار جب دوسرے جاں نثار ساتھیوں سے شیخ عبدالرحیم نے مشورہ لیا تو انہوں نے بیک آواز کہا کہ ہمیں مصالحت کی ضرورت نہیں ہمیں تو شہادت چاہیئے۔ اس پر شیخ عبدالرحیم گرھوڑی نے فقیر ابراہیم کی طرف اشارہ کر کے کہا کہ تم ابھی نئے نئے لواری شریف آئے ہو یہی وجہ ہے کہ ابھی تک تمہارے اندر کفر کی بو موجود ہے۔

وفات:۔ آپ جب بھی اپنے گاؤں تشریف لاتے تو آپ کے مرید ٹھاکر دعوتیں کرنے کے لئے آپ کو اپنے گاؤں لیجاتے۔ چناچہ ایک دفعہ جب آپ وہاں گئے ہوئے تھے تو آپ کے بعض دوسرے مرید آپ کو " بھاڑ میر " ریاست کی ایک تحصیل ڈونگر کے ایک گاؤں " چھونڑ " میں لے گئے جہاں آپ کی طبیعت ناساز ہوئی اور کچھ دنوں بعد یہیں آپ کی وفات ہو گئی۔ آپ کے، مریدین نے یہیں آپ کو دفن کردیا اور آپ کے مزار پر ایک عالیشان مقبرہ بھی بنادیا جو آج تک وہاں موجود ہے، اور آج بھی ٹھاکر اس کی حفاظت کرتے ہیں۔

تصنیف:۔ آپ نے شیخ عبدالرحیم گرھوڑیؒ کے ارشاد پر عمل کرتے ہوئے، سلطان الاولیاء حضرت خواجہ زمانؒ سے پوچھے گئے سوالات اور انکے جوابات کو فارسی میں لکھنا شروع کیا جو ۱۱۸۸ھ میں ایک ضخیم کتاب کی صورت میں لکھ کر تیار ہوئے اور " سوال و جواب میاں ابراہیم " کے نام سے معروف ہوئے، اس کتاب کے کچھ اقتباسات اور چند ملفوظات کو سندھی زبان میں غلام حسین دایہ نے ترجمہ کر کے " مقولات تصوف " کے نام سے جمع کیا ہے جو درگاہ لواری شریف سے چھپ چکا ہے۔

اولاد:۔ فقیر میاں ابراہیم کے صرف ایک فرزند تھے جنکا نام دوست محمد تھا۔ ان کے دو لڑکے ہوئے ایک "وسایو" اور دوسرا ابراہیم، جس میں سے وسایو کے صرف ایک لڑکا محمد اسحاق نامی ہے۔ جو اب بھی بقید حیات ہے اور "ابراہیم کے صرف دو لڑکے ہوئے ایک، دیدار حسین اور دوسرا نادر حسین، یہ سب اپنے اصلی اور آبائی گاؤں "ابراہیم جی تھڑ" (ابراہیم کا کنواں) میں رہائش پذیر ہیں۔

حالات ماخوذ از (۱) مقدمہ مقولات تصوف، عبدالکریم تالپور، ص ۱۸ تا ۳۴۔

(۲) حاشیہ کلام گرہوڑی، ڈاکٹر عمر بن محمد داؤد پوتہ، ص ۵۴ تا ۵۵۔

شیخ عبدالرحیم گرہوڑی

سلطان الاولیاء خواجہ محمد زمانؒ (لواری شریف) کے چار مشہور خلفاء میں سے ایک بلند پایہ خلیفہ شیخ عبدالرحیم گرہوڑی ہیں جو اپنے وقت کے مشہور اور متبحر عالم و فاضل اور صاحب تصانیف بزرگ تھے آپ کے والد کا نام سعد اللہ تھا

صاحب فردوس العارفین کی رائے:۔ چنانچہ حضرت مخدوم محمد زماں کا اولین سوانح نگار میر بلوچ خان تالپور اپنی کتاب "فردوس العارفین" میں آپ کا مقام ان الفاظ میں بیان کرتا ہے۔

> "طراز طریق ولایت اندراج نہایت فی البدایت صاحب الولایتہ شیخ عبدالرحیم گرہوڑی از جملہ خلفاء اربعہ آنحضرت است فضیلت و شخصیت ایشاں محتاج بیاں نیست عالم بود بعلم فروع و اصول ۔(۱)

وطن:۔ آپ اصل میں گرہوڑ نامی قصبہ کے رہنے والے ہیں اس ہی وجہ سے "گرہوڑی" کہلاتے ہیں ۔۔ گرہوڑ، ضلع تھرپارکر کا ایک دیہات ہے۔

علم ظاہر:۔ کشور علم ظاہر کے آپ بادشاہ تھے ۔۔ تمام علوم ظاہری پر آپ کامل دسترس رکھتے تھے۔ بچپنہ ھی سے آپ کی ذہانت اور لیاقت کا یہ عالم تھا کہ علمی مناظرہ اور مباحثہ میں کوئی آپ سے جیت نہیں سکتا تھا جو سامنے آجاتا شکست سے دوچار ہو کے جاتا آپ ایک بلند پایہ شاعر بھی تھے۔ حدیث، فقہ، تصوف، اور دیگر علوم اسلامیہ پر آپ کی بے شمار تصانیف تھیں جو آپ کے بتحر علمی کا منہہ بولتا ثبوت تھیں، لیکن افسوس مددؒ خان افغانی کے دور میں جب

ہنگامے اور بدامنی پھیلی تو ان میں سے اکثر کتابیں ضائع ہو گئیں، چنانچہ صاحب فردوس العارفین رقمطراز ہیں کہ "تصانیف ایشاں در تفرقہ مدد خاں افغان گمشدہ"۔

اس وقت آپ کی مشہور کتابوں میں یہ چند تصانیف دستیاب ہیں۔

۱۔ فتح الفضل :- اپنے پیر و مرشد حضرت محمد زماں کے ملفوضات اور ان کی تشریح (یہ کتاب راقم الحروف کے پاس بھی قلمی موجود ہے)

۲۔ شرح ابیات سندي مخدوم محمد زماں کے سندھی عارفانہ کلام کی عربی شرح۔

۳۔ ابیات مثنوي :- اپنے پیرزادہ یعنی مخدوم محمد زماں کے صاحبزادے اور جانشین مخدوم میاں گل محمد کی تعریف میں فارسی کے اندر اشعار۔

بعض کتب معتبرہ کے حواشی یہ تمام قلمی کتابیں لواری شریف کے کتبخانہ میں موجود ہیں۔

علم باطن :- علم ظاہر کے نشہ میں آپ فقراء اور صوفیا کو خیال میں ہی نہیں لاتے تھے چنانچہ ابتداء میں آپ حضرت سلطان الاولیاء کا مذاق اڑایا کرتے تھے ایک دفعہ ایک شخص جو حضرت سلطان الاولیاء خواجہ محمد زماں کا مرید تھا وہ اپنے مرشد سے ملنے کیلئے لواری شریف جارہا تھا راستے میں شیخ عبدالرحیم گرھوڑی مل گئے۔ اس مرید سے مزاق کرتے ہوئے کہا کہ میری طرف سے اپنے پیر سے پوچھنا کہ معراج خاص حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے تھی یا کسی دوسرے کو بھی حاصل ہو سکتی ہے؟

یہ مرید جب لواری پہنچا تو وہاں حضرت سلطان الاولیاء کی معیت اور

صحبت میں ایسا محو ہوا کہ اسے شیخ عبدالرحیم گرھوڑی کا پیغام دینا یاد ہی نہیں
رہا جب وہاں سے رخصت ہونے لگا تو حضرت سلطان الاولیاء نے خود ہی اس سے
فرمایا کہ " فلاں شخص نے ہمارے لئے کیا پیغام دیا تھا۔ ؟

مرید بڑا حیران ہوا اور پورا واقعہ اور عبدالرحیم گرھوڑی کا پیغام پورا
حضرت کو پہنچایا آپنے اس کے جواب میں فرمایا کہ " عبدالرحیم سے کہہ دینا کہ
بغداد کے ایک خلیفہ نے خاص اپنے لئے ایک پل تعمیر کرایا تھا جس پر سے وہ
گزرا کرتا تھا، وہ پل آج بھی موجود ہے اور ہر شخص اس پل سے گزر سکتا ہے اس
ہی طرح معراج کے ذریعے حضور نے اس جہاں اور اس جہاں کے درمیان ایک
پل قائم فرمایا تھا جو آج بھی قائم ہے۔ اگرچہ وہ پل بنایا حضور ہی کیلئے گیا تھا
لیکن یہ سلطان کے فخر کی بات ہے کہ اس کے پیچھے پیچھے اس کے صدقہ میں اس کا
لشکر بھی گزر جائے " وہ مرید واپس آیا اور جب حضرت کا یہ پیغام شیخ عبدالرحیم
کو دیا تو ان کی آنکھیں کھل گئیں اور حضرت سلطان الاولیاء کی عظمت اور محبت
ان کے دل میں پیوست ہوتی چلی گئی، آخر حاضر خدمت ہو کر مرید ہوئے،
سلوک کی منزلیں طے کیں اور اس میدان میں بھی اعلیٰ مرتبہ پر فائز ہوتے چلے
گئے۔

سلطان الاولیاء سے عقیدت:۔ پھر تو سلطان الاولیاء کی عظمت عقیدت
اور محبت نے ایسی دلمیں جگہ کی کہ آپ اکثر فرمایا کرتے تھے کہ " پہلے مجھے فخر تھا
کہ مجھ جیسا دنیا میں کوئی عالم نہیں، لیکن جب میں حضرت کے سامنے گیا تو یہ
نشہ اتر گیا اور اب تو حضرت کے سامنے خود کو ایسا محسوس کرتا ہوں جیسے کسی
بہت بڑے فاضل کے سامنے ایک جاہل بیٹھا ہے "۔ اور کبھی آپ کی عظمت کو
ان الفاظ میں بیان فرماتے تھے۔

" جس نے ایک مرتبہ حضرت کی توجہ حاصل کرلی وہ سارے سندھ کے

مشائخ کا امام اور سردار ہو گیا حضرت کی شان میں آپ کا یہ شعر بڑا مشہور ہے ۔

" اے وجود ہر دو عالم شمس گیتی بے گماں

گاہ آدم گاہ احمد گہ بود محمد زماں

آستانہ کا ادب :۔ آپ کی نگاہ میں مرشد کے آستانہ کا اتنا ادب تھا کہ جب تک آپ لواری شریف میں رہے کبھی جوتی نہیں پہنی اور ہمیشہ باوضو رہے ۔ کبھی ناک یا بلغم وغیرہ آتا تو اس سرزمین میں کبھی نہیں تھوکتے بلکہ اس کو اپنے کپڑوں کے ایک پلو میں تھوک لیا کرتے تھے یہی ادب تھا جس نے آپ کو اس مرتبہ پر پہنچادیا ۔

خواجہ گل محمد کا دور :۔ سلطان الاولیاء خواجہ محمد زماں کے بعد جب آپ کے فرزند خواجہ گل محمد گیارہ سال کی عمر میں مسند آر آئے رشد و ہدایت ہوئے تو بہت سے لوگوں نے اعتراض کیا کہ آپ ابھی کمسن ہیں اس منصب کے اھل نہیں ، لیکن شیخ عبدالرحیم گرہوڑی نے اپنے علم کے زور پر اور عقلی دلائل سے ثابت کردیا کہ لیاقت اور قابلیت یہ خدا کی دین ہوتی ہے جس کیلئے کم عمری اور کم سنی کوئی حائل یا رکاوٹ نہیں ، اور سب سے پہلے آپ نے ان سے بیعت کی اور پھر دیگر مریدین نے حضرت خواجہ گل محمد کے ہاتھ پر بیعت کی ۔

بعض بزرگوں سے ایک روایت یہ بھی سننے میں آئی ہے کہ حضرت سلطان الاولیاء کے وصال کے بعد حضرت خواجہ گل محمد کے ماموں اس سجادہ پر متمکن ہوگئے اور تمام مریدین کو بھکادیا کہ ابھی گل محمد بہت بچہ ہے ، اس منصب کو ابھی سنبھال نہیں سکتا جب شیخ عبدالرحیم گرہوڑی کو پتہ چلا تو انہوں نے خواجہ گل محمد کے ماموں کو کھینچ کر مسند سے ہٹا دیا اور اپنے مرشد کے حکم کے مطابق خواجہ گل محمد کو مسند پر بیٹھا دیا اور جب لوگ آتے تو آپ خواجہ گل محمد کو اپنی گود میں لیکر بیٹھ جاتے اور لوگوں سے کہتے آؤ اور توجہ لو

اور دیکھو سلطان الاولیاء کی نسبت آرہی ہے یا نہیں کہتے ہیں کہ جب تک خواجہ گل محمد ہوشیار اور بالغ نہ ہو گئے اس وقت تک آپ لواری شریف ہی میں رہے اور اسی طرح اپنے پیرزادہ اور پیر خانہ کی خدمت انجام دیتے رہے اور دشمنوں کو منہ توڑ جواب دیتے رہے۔

ویسے آپ کو خواجہ گل محمد سے بڑی عقیدت اور محبت تھی اور پیرزادہ ہونے کے باعث آپ انکا بہت احترام کرتے تھے انہی جذبات عقیدت و محبت کی جھلک ان اشعار میں نظر آتی ہے جو آپ نے خواجہ گل محمد کی مدح و تعریف میں تحریر فرمائے تھے، ان میں سے چند بطور نمونہ پیش کئے جاتے ہیں۔

گل محمد دل منازل ہاتمام
غیر بلبل ایں چہ داند خاص عام
خاک مسجوداست سہر بوئے گل
جز خرا باتے بنا شد جائے حل
عارف آں باشد کہ باشد گل شناس
گل بیبند حملہ پیند بے قیاس
جان مر جان ولی رادوست نیست
رابطہ شاں انچہ انزا پوست نیست
خلق پندارد ولی راشہدتے
روئے خود دیدند اورا زحمتے
تا قیامت آزمائش دائم است
بس بہر دورے ولی قائم است

خلوت و جلوت:۔ لواری شریف سے جانے کے بعد آپ اپنے گاؤں گرھوڑ میں آکر خلوت گزیں ہو گئے۔ دن رات عبادت میں مصروف رہتے تھے کھانا

بہت تھوڑا تناول فرماتے تھے اور اس پر بھی کبھی کبھی مسہل لیکر معدہ بالکل صاف کر لیا کرتے تھے جس کی وجہ سے انتہائی ضعف آپ کو لاحق ہو گیا تھا۔ دن اور رات ایک چھوٹی سی چٹائی اور ایک چادر میں گزارتے تھے۔

ایک روز خلوت سے جلوت میں تشریف لے آئے اور اس شان سے آئے کہ پہلے غسل فرمایا صاف ستھرے کپڑے پہنے اور ایک ڈھنڈورچی کو بلاکر سب جگہ اعلان کرادیا کہ۔

"آج جو شخص بھی ہماری بیعت کریگا کل قیامت کے دن ہم اس کے ذمہ دار ہونگے اسکو آفتوں اور مصیبتوں سے بچانا ہمارے ذمہ ہوگا۔

مشہور ہے کہ دوسرے روز ایک آدمی دور دراز سے آپ کا یہ اعلان سن کر آیا لیکن آپ نے فرمایا کہ یہ اعلان صرف کل کیلئے ہوا تھا اور یہ حکم بھی ہمیں صرف کل کے لئے ہوا تھا آج کیلئے نہیں۔

آپ اکثر یہ بھی فرمایا کرتے تھے کہ "مجھے پیری مریدی کا کوئی شوق یا تمنا نہیں بلکہ صرف اللہ کے حکم کی بجا آوری کرتے ہوئے لوگوں کو اپنے مرشد کے طریقہ میں داخل کرتا ہوں"۔

میر بجار خان تالپور کی عقیدت:۔ میر بجار خان تالپور جب کلہوڑوں کے ظلم و ستم سے تنگ آگیا تو آخر کار اس نے کلہوڑوں سے مقابلہ کرنے کا فیصلہ کر لیا، چنانچہ وہ حضرت شیخ عبدالرحیم گرہوڑی کی خدمت اقدس میں حاضر ہوا اور دعا کیلئے عرض کیا آپ نے فرمایا کہ تمہاری کامیابی اور فتح اس شرط پر موقوف ہے کہ یہ عہد کرو کہ دیندار لوگوں کی حمایت اور حفاظت کیا کرو گے اور بے دین لوگوں کو رسوا اور پامال کرو گے، اگر اس شرط پر تم نے عمل کیا تو خوشخبری سن لو کہ تمہاری حکومت اور سلطنت پشت در پشت چلے گی میر بجار خان نے آپ

کے یہ شرط قبول کر لی آپ نے اس کے لئے دعا فرمائی اور اللہ نے آپ کی دعا کے صدقے میں تالپوروں کو فتح و نصرت سے سرفراز فرمایا۔

تعمیر مسجد:۔ شیخ بہاؤ الدین ذکریا ملتانی کے ایک خلیفہ شیخ طاہر مجذوب گذرے ہیں جو اڈیرو لال کے نام سے مشہور تھے ان کی خدمت میں مسلمان کافر سب حاضر ہوا کرتے تھے۔ ان کے انتقال کے بعد کافروں نے مسلمانوں کو بھگا کر اپنا تسلط جمالیا۔ جب شیخ عبدالرحیم گرھوڑی کو پتہ چلا تو آپ اپنے مریدین کی ایک جماعت کے ہمراہ تشریف لے گئے اور وہاں ایک مسجد تعمیر کرائی اور مسلمانوں کا دوبارہ تسلط قائم کرایا۔

بت خانہ کا انہدام:۔ آپ کے گاؤں گرھوڑ سے تیس کوس کے فاصلے پر تھر کے علاقہ میں ایک بت خانہ تھا جہاں رات دن بتوں کی پوجا ہوتی تھی آپ کی شروع سے یہ خواہش تھی کہ اس مندر کو گرا دیا جائے ایک روز آپ لواری سے واپس آرہے تھے کہ راستہ میں کسی نے خبر دی کہ کچھ پجاریوں نے مسلمانوں کو ہندو بنا لیا ہے یہ سن کر آپ کو جلال آگیا اور اپنے ساتھیوں سے فرمایا کہ " آؤ اس بت خانہ کو اب تباہ کر کے رہیں گے اور ایک دوست کو آپ نے خواجہ گل محمدؒ کے پاس شعر کی زبان میں یہ پیغام بھیج دیا کہ۔

جہ کن ٹو پایا کوڏ مان تہ کي کجاڙو
ماٹس ستاڙو پٹس نالو کين کي (۲)

حضرت خواجہ گل محمد نے جب یہ پیغام سنا تو بہت افسوس کیا اور فرمایا کہ " عبدالرحیم کا آخری وقت آگیا ہے " ۔ الغرض شیخ عبدالرحیم اپنے مرید غازیوں کی ایک جماعت لیکر اس مندر کو ڈھانے کیلئے چل پڑے ، کسی نے عرض کیا کہ حضور! مندر کے پجاری وہاں کے ہندو بہت طاقت والے اور کثیر تعداد میں ہیں ؟ آپ نے جواب میں فرمایا کہ کوئی پرواہ نہیں ۔ " اگر وہ بت خانہ تباہ ہوا

تب بھی ہماری فتح ہے اور اگر یہ بت خانہ تباہ ہوا تب بھی ہماری ہی فتح ہے "
(اور انگلی سے اپنے نفس کی طرف اشارہ فرمایا)

گرو سے گفتگو:۔ بہرحال آپ غازیوں کے ایک لشکر کے ساتھ مندر تک پہنچ کر اس کی چھت پر چڑھ گئے۔ اور سب سے پہلے ان کو اسلام کی دعوت دی جس کو انہوں نے قبول نہیں کیا، اور ایک روایت کے مطابق اس مندر کے پجاریوں کے گرو نے آپ سے کہا کہ آئیے صلح صفائی کر لیتے ہیں آپ بھی فقیر ہم بھی فقیر لڑائی جھگڑے کی کیا ضرورت ہے۔ آپ نے اس گرو سے فرمایا جو کہ بہت موٹا تھا اور آپ بہت کمزور اور دبلے پتلے تھے کہ اگر صلح صفائی چاہتے ہو تو آجاؤ مجھ سے کشتی کر لو جو ہار جائے گا وہ اپنا مذہب چھوڑ کر جیتنے والے کا مذہب قبول کریگا۔ جب اس بات کو اس گرو نے قبول نہیں کیا تو آپ نے دوسری ترکیب پیش کی کہ پھر ایسا کرو کہ ایک بڑی ترازو لیکر آؤ اس کے ایک پلے میں تم بیٹھ جاؤ اور دوسرے پلے میں میں بیٹھ جاتا ہوں جو پلہ بھاری ہو کر جھک جائے اس ہی کی فتح لیکن باجود اس کے کہ وہ گرو لیم شحیم اور موٹا تھا اور آپ اس کے مقابلہ میں نہایت ہی کمزور اور لاغر تھے مگر آپ کے مذہب کی حقانیت کے ڈر سے یہ بات بھی قبول نہیں کی۔ پھر آپ نے تیسری چیز پیش کی کہ ایسا کرو ایک کمرہ میں صرف تم اور میں بیٹھ کر ایک دوسرے پر تصرف کرتے ہیں جو اپنا مذہب منوالے اور قبول کرانے میں کامیاب ہو جائے وہ ہی کامیاب اور فاتح ہے۔ لیکن جب اس گرو نے یہ بات بھی ماننے سے انکار کر دیا تو آپ نے اپنے غازیوں کو اس مندر پر حملہ کرنے کا حکم دیدیا۔ حکم پاتے ہی تمام غازی اس مندر پر پل پڑے اور دیکھتے ہی دیکھتے وہ مندر کھنڈر بن گیا اور ان کا گرو مارا گیا۔ اس اثناء میں آپ زور زور سے " ایاک نعبد " اور " ایاک نستعین ، کا نعرہ بلند فرماتے رہے یہ اس ہی کی برکت تھی کہ غیبی مدد شامل حال رہی اور آپ کو خدا نے فتح و

نصرت سے سرفراز فرمایا۔

شہادت:۔ لیکن اس کے تھوڑی دیر بعد پھر ان پجاریوں نے منظم اور مسلح ہو کر تلواروں اور بھالوں سے آپ پر اچانک حملہ کیا اور ایک روایت کے مطابق کچھ منافق مسلمان جو ان کا دھرم قبول کر چکے تھے وہ بڑی عقیدت سے آپ کی خدمت میں آئے اور دھوکے سے حملہ کر کے آپ کو زخمی کر دیا یہاں تک کہ آپ زخموں کی تاب نہ لا کر اپنے خالق حقیقی سے جا ملے آپ کا جسد مبارک وہاں سے آپ کے اصلی وطن گرھوڑ لایا گیا اور یہیں آپ کو دفن کر دیا گیا۔

یہ المناک واقعہ ۱۱۹۲ ھ ، ۱۷۷۸ء میں پیش آیا۔ اس وقت آپ کی عمر چالیس برس کی تھی۔

کرامت:۔ یوں تو آپ کی بے شمار کرامتیں ہیں لیکن ایک مشہور کرامت جو آپ کی شہادت کے وقت لوگوں نے دیکھی اور مورخین نے اس کو نقل کیا وہ یہ ہے کہ جب کفار اور منافقین نے آپ پر تلواروں اور بھالوں سے حملہ کیا تو آپ زخموں سے چور ہو گئے لیکن بدن سے ایک خون کا قطرہ بھی زمین پر نہیں گرا۔

قطعہ تاریخ:۔ آپ کی وفات پر میر نظر علی تالپور جن کا تخلص خاکی تھا انہوں نے قطعہ تاریخ وفات کہی جس کے چند شعر یہ ہیں۔

گردھری آنکہ چوں او کس ندیدہ
بخوبی درزمانش ناخریدہ

جہاں علم در ظاہر بد انش
بمعنی از دو عالم دل بریدہ

دریں دشت ھوا انگیز پر آز
امید از خویش باحق آرمیدہ

بحسن یوسفی در مصر عرفاں
غلامی را دل عاشق خریدہ
بکور دل ز قدح ھمت خویش
حجاب غیر از چشمش دریدہ
چنیں گویند کان بگزیدہ حق
جو برحال سال دور انش رسیدہ
زدست ساقی دھر اندریں دھر
مئے تلخ شہادت در کشیدہ
جو تاریخ وصالش جستم از دل
جواب آور " بحق خلوت گزیدہ "

۱۔ فردوس العارفین قلمی، میر بلوچ خان تالپور ص ۸۷

۲۔ ترجمہ جس نے خوشی سے اپنے کان چھدوائے اسکو کیا غم؟ اس کی ماں تو اپنے میکے پر ہے۔ اور اس کے والد کا کوئی نام نہیں۔

حالات ماخوذ از ۱۔ لواری جالال ڈاکٹر گرنجشانی

۲۔ تحفہ لواری شریف۔ غلام محمد گرامی

۳۔ فردوس العارفین۔ میر بلوچ خان تالپور

۴۔ مرغوب الاحباب۔ میر نظر علی خان تالپور۔

۵۔ اولیائے لواری شریف۔ عبدالکریم جان محمد تالپور۔

۶۔ پروفیسر علی نواز جتوئی سے زبانی واقعات سنے۔

خواجہ محمد حسین مجددی

سندھ میں سرھندی مجددی خاندان کے مورث اعلیٰ حضرت خواجہ عبدالرحمن مجددی کے دوسرے چھوٹے صاحبزادے خواجہ محمد حسین، جو علم شریعت و طریقت کے مجمع البحرین تھے۔

ولادت :۔ ۱۲۸۸ھ، ۱۸۷۱ء میں قندھار کے ایک "پر بساں ازغستان" نامی ایک علاقہ میں آپ کی ولادت ہوئی۔ جب آپ ۹ سال کے تھے تو آپ نے اپنے والد کے همراہ سندھ کی طرف ہجرت فرمائی

تعلیم و تربیت :۔ آپ نے علوم عقلیہ و نقلیہ کی تعلیم اپنے والد گرامی کے علاوہ دیگر فضلائے وقت سے حاصل کی اور بہت کم عمری میں تمام علوم کی تحصیل سے فراغت حاصل کر لی۔ یوں تو آپ تمام علوم دینیہ میں دست رس رکھتے تھے، لیکن علوم ادب، علم تاریخ اور فارسی عربی زبان کے اندر شعر گوئی میں آپ کو ید طولیٰ حاصل تھا، اس کے علاوہ طب و حکمت سے بھی آپ شغل رکھتے تھے، اور یہ کام آپ خدمت خلق کے جذبہ سے کیا کرتے تھے۔ یہی وجہ ہے کہ کسی غریب مریض سے آپ نے کبھی دوا کے پیسے نہیں لئے۔ طریقت میں حضرت خواجہ عبدالرحیم سے شرف بیعت رکھتے تھے۔

اگرچہ آپ کے رعب کے باعث کسی کو آپ کے سامنے بات کرنے کی ہمت نہیں ہوتی تھی لیکن اس کے باوجود آپ کی محفل علمی مباحث سے ہمیشہ گرم رہتی تھی اور کسی علمی مسئلہ پر خواہ کتنا ہی سوال و جواب کیا جائے آپ اس سے کبھی ناراض نہیں ہوتے تھے۔

شاعری:۔ آپ ایک بلند پایہ اور کہنہ مشق شاعر، ادیب اور انشاء پرداز تھے، خیابان سرھندی " کے نام سے آپ کے فارسی کلام کا مجموعہ چھپ چکا ہے، جس کے ۱۶۵ صفحات پر غزلیات، مثنوی، قصائد، تاریخی قطعات اور رباعیات اور دیگر شعری صنائع و جرائع کا یک گلشن آباد ہے۔ آپ کا تخلص " سرھندی " تھا۔ آپ کے چند اشعار بطور نمونہ درج کئے جاتے ہیں جس سے آپ کے کلام کی ندرت کا بخوبی اندازہ ہو سکتا ہے۔ عربی زبان میں آپ کی ایک نعت ہے جس کے چند اشعار یہ ہیں۔

اِلٰہِیْ سَیِّدِیْ بَلِّغْ سَلَامِیْ ... اِلٰی بَدْرِ الدُّجٰی شَمْسِ الظَّلَامِ
مُحَمَّدَ سَیِّدِ الْکَوْنَیْنِ حَقًّا ... نَبِیِّ الْھَاشِمِیْ اَعْلَی الْاَنَامِ
اِمَامِ الْاَنْبِیَاءِ خَیْرِ الْبَرَایَا ... شَفِیْعِ الْخَلْقِ فِیْ یَوْمِ الْقِیَامِ
اَشَارَ اِلَی الْقَمَرِ فَانْشَقَّ مِنْہُ ... فَیَا عَجَبًا لِھٰذَا الْاِحْتِشَامِ
وَصَلَّی اللّٰہُ عَلٰی خَاتَمِ النَّبِیِّیْنَ ... صَلٰوۃً مُسْتَمِرًّا مُسْتَدَامِ
عَلٰی خَیْرِ الْوَرٰی بَرَکَاتُ رَبِّہٖ ... اِلٰی یَوْمِ الْفَنَا وَالْاِنْعِدَامِ
اِذَا مَا النَّاسُ فِی الْعَرَصَاتِ قَامُوْا ... تَشَفَّعْ لِلْفَقِیْرِ الْمُسْتَھَامِ
اِلٰی سَرْھِنْدِیِّ الْمَکْرُوْبِ اُنْظُرْ ... بِلُطْفِکَ فِی الشَّدَائِدِ وَالْمَھَامِ

خلیفہ۔ ثانی حضرت عمر بن الخطاب رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی شان میں آپ نے قصیدہ لکھا جس کے چند اشعار یہ ہیں۔

از الف آمد امام و اکرم و اکبر عمرؓ
اعظم و اعلیٰ الانام وعدل و فضل آور عمر
ح حمید حسبک اللہ حبر حق محمود کل
حامی دین خرب را در حرب چوں محور عمر

ذ ذات و ذو صفاتش ذاکر و مذکور حق

ذو نجابت ذو الکرم ذو رحمت او فر عمر

ر ریاحین ریاض رحمت رب رحیم

راح روح القدس راه روح را رہبر عمر

ظ ظفر برظالماں ظل ظلیل ذوالجلال

ظلمت ظلم ظلوماں رامہ اظہر عمر

ع عین النور و نورالعین اعان و عظام

عزت الاسلام شد بر قول پیغمبر عمر

ل لائق ایں لوارا گشتہ از لطف لطیف

" لو بنی کان من بعدی لکان عمر عمر

ھست سرھندی زجان و دل محب چار یار

حضرت صدیقؓ و عثمانؓ و علیؓ انور عمرؓ

آپ کی ایک خوبصورت غزل یہ ہے۔

چو بادی بہ سر مویت و زیدی سرخودرا فدا دا نستہ بوذم

بقصد امید گلقند بست را برائے دل دوا دانستہ بودم

دل بیمار خودرا دانہء خال بہ از حب الشفاء دانستہ بودم

بطاق ابروانت اے بت من سجود خود ادا دانستہ بودم

دریغ ودر د باسرھندی از چہ

چہ ہاکردی چہ ھا دانستہ بودم

سندھ کے نامور عالم اور بلند پایہ شاعر شمس الدین بلبل (میہڑ والے)

گزرے ہیں انہوں نے ایک غزل لکھی جس کا پہلا شعر ہے۔

ماھتاب • عجبی حسن شبابی • عجبی

لب عنابی • عجبی رو چوں گلابی • عجبی

اس غزل کے جواب میں آپ نے جو غزل لکھی اس کے چند شعر یہ ہیں ۔

رخ گلابی ۰ عجبی زلف نقابی ۰ عجبی
آفتابی ۰ عجبی زیر سحابی ۰ عجبی

بے تو چوں ماھیٔ بے آب بگلشن ماراست
اضطرابی ۰ عجبی ، رنج و عذابی ۰ عجبی

ز آتش روئے تو چوں زلف پریشاں دا رم
انقلابی ۰ عجبی عقدہ تابی ۰ عجبی

غنچۂ طبع من از گفتہ بلبل بشگفت
از خطابی ۔ عجبے داد جوابی ۰ عجبی

از رخ خوب تو سرھندی عاجز دارد
صبر و تابی ۰ عجبی نقش بر آبی ۰ عجبی

اپنی زندگی کے آخری ایام میں آپ نے یہ اشعار تحریر فرمائے ۔

عزیز من خبر داری کہ مار است
بزودی رفتن از اینجا بجائی

بدان جائیٔ کز او باز آمدن نیست
نہ عہد غربتش را انتہائی

بخواری جاوداں تنہا فتادہ
بتاریکی میان تنگ نائی

زمین سر سبز مادر خاک تیرہ
جہاں اندر غنا ما درعنائی

بہ تضمیں آ ورم سرہندی اکنوں
زسعدی قطعۂ درد آشنائی

بماند سالہا ایں نظم و ترتیب
زماہر ذرہ خاک افتادہ جائی

غرض نقشی ست کز مایا و ماند
کہ ھستی رانمی بینم بقائی

مگر صاحب دلے روزی برحمت
کند برحال ایں مسکیں دعائی

وفات:۔ صفر ۱۳۶۸ھ ، ۱۹۵۰ء کو ۸۰ سال کی عمر میں آپ نے وفات پائی ، آپ کا مزار اپنے والد گرامی کے پہلو میں کوہ گنجہ میں ہے۔

اولاد:۔ آپ نے چار شادیاں کیں جنسے کثیر اولاد ہوئی لیکن آپ کی تمام زوجات اور تمام اولاد آپ کی زندگی میں ہی فوت ہوگئیں صرف ایک صاحبزادی بقید حیات رہیں ، جن کی صاحبزادہ غلام مرتضیٰ (ابن حجۃ اللہ ابن حضرت ضیاء احمد ملیر والے) سے شادی ہو گئی ۔ اس کے علاوہ آپ کے ایک صاحبزادہ آغا محمد اسماعیل جاں (روشن) جو آپ کی حیات میں ہی داغ مفارقت دے گئے تھے ان کے تین لڑکے اور چار لڑکیاں تھیں ۔ لڑکوں کے نام ہیں ۔ محمد اسحاق جان ، محمد ابراھیم جان ، عبدالمجید جان ۔

حالات ماخوذ از ۔ (۱) تذکرہ اکابر اھل سنت ۔ محمد عبدالحکیم شرف ۔ مطبوعہ لاھور ۱۹۷۶ء ۱۳۹۶ھ

(۲) مونس المخلصین ۔ عبداللہ جان عرف حضرت شاہ آغا ۔ مطبوعہ کراچی ۔

(۳) مقالہ ٹنڈو محمد خاں کی سرھندی بزرگ (قلمی)

محمد اسماعیل جان مجددی روشن

سرھندی خاندان کے ایک گوھر آبدار، جید عالم، قادرالکلام شاعر، منصف مزاج صوفی محقق اور عارف حاجی محمد اسماعیل جان مجددی جو خواجہ محمد حسین مجددی کے صاحبزادہ اور خواجہ عبدالرحمن کے پوتے تھے۔

ولادت:۔ آپ کی ولادت ۵ ذیلقعد ۱۳۰۷ھ کو ٹکھڑ (تحصیل ٹنڈو محمد خاں ضلع حیدرآباد سندھ) میں ہوئی۔ آپ نے خود اپنی تاریخ ولادت اس طرح کہی ہے۔

چوں جست روشن سال ولادتش الحال
بہ فکر فاترش آور " ہزار باغ کمال

۱۳۰۷ھ

ایک اور شعر میں اپنی تاریخ ولادت اس طرح نکالی ہے۔

دا دست سروش غیب ایں مژدہ بمن
مختار اللہ است نام و تاریخ روشن

۱۳۰۷ھ

تعلیم و تربیت:۔ سعادت کے آثار بچپنہ سے ہی نمایاں تھے، آپ نے اپنے جد بزرگوار خواجہ عبدالرحمن مجددی کے پاس تعلیم کا آغاز کیا اس کے بعد حافظ یوسف اور ان کے صاحبزادے حافظ ہارون (تخلص دلگیر) جو اپنے وقت کے مشہور اور مقتدر علماء میں شمار ہوتے تھے انسے تحصیل علم کیا۔ چنانچہ آپ کے والد گرامی خواجہ محمد حسین مجددی نے آپ کے آغاز تعلیم کی تاریخ یوں کہی ہے

تاریخ شروع تعلیم محمد اسماعیل جان طول عمرہ و کان ذالک فی ۱۳۱۲ھ شہر شوال یوم اربعہ۔

:۔ از :۔ محمد حسین سرھندی :۔

الحمد للہ علیٰ الکبیر و انشا للناس ۔ علوم الخیطر
پائے جو در گلشن دانش نہاد ھمچوں صبا باد بہر گل مسیر
بود بپاس دوم اربعہ از مہ شوال بہ عشر اخیر
عمر گرامیش بود پنج سال پنج روز از برش افزوں مگیر
گر طلبی نام معریٰ الیہ یابی ازیں بیت بنور ضمیر
دل بند از صدق بپائے علی نام علی بر دل جاں کن سطیر
خامہ ز تاریخ چنیں فرخے خواست کہ نقشے بکشد دل پذیر
بے سرجھد دیں بھدایت نوشت نعمہ اللہ بذھن الوقیر

۱۳۱۵ھ
۳
۱۳۱۲ھ

علوم باطنی :۔ علوم ظاہری کی تکمیل کے بعد علوم باطنی کی طرف متوجہ ہوئے بچپنہ میں اپنے جد بزرگوار حضرت خواجہ عبدالرحمن سے شرف بیعت حاصل کی اور انہی سے علوم باطنی کے مدارج کمال طے کئے ، اور کچھ ہی عرصہ میں منزلیں طے کرتے ہوئے اس فن کی بلندیوں کو چھونے لگے مگر آپ کا یہ طریقہ تھا کہ آپ عام طور پر بیعت نہیں فرمایا کرتے تھے ہاں اگر کوئی طالب صادق اصرار کرتا تو بیعت فرما کر اس کو فیوضات و برکات سے مستفیض فرما دیا کرتے تھے ۔

مذہبی و سیاسی خدمات :۔ مذہبی اور سیاسی فرائض نے جب بھی پکارا آپ

۱۔ اس شعر کا مطلب :۔ دل سے باعتبار ترادف کے قلب مراد ہے ، اور لفظ علی کو جب الٹا کرینگے تو عیل ھوجائیگا ، اور نام سے حسب ترادف " اسم " مراد ہے اور اسم پر جب دل جان یعنی الف کا اضافہ کریں گے تو " اسما " بن جائیگا اور جب دونوں کو ملائیں گے ۔ تو اسماعیل بن جائے گا ۔

ہمیشہ آگے آگے رہے، چناچہ سکھر کے "جہاد مسجد منزل گاہ" میں بھی آپ پیش پیش تھے، تحریک خلافت سے وابستہ رہے، چناچہ ۱۹۲۱ء میں جب برطانیہ کا شہزادہ "ولز" ہندوستان آیا اور تحریک کے لیڈروں نے اس کے خلاف اور مسلمانان ھند کے متعلق اس کی پالیسیوں کے خلاف احتجاج کیا تو اس وقت آپ نے یہ نظم تحریر فرمائی۔

شعلۂ جور ستمگر جو بایقا د آمد — حرف جاں بازی پروانہ مرا یاد آمد
آں چناں در سرم افتاد جنوں اسلام — گر رود سر نہ ردو آنچہ بلجہاد آمد
آتش ہمت چوں تیز کند صر صر جور — چہ شود ظالم اگر بر سر بیداد آمد
بے گناہی است دریں وقت گناہ ویلز — ہست افسانہ کہ ویلز زپئے دا دآمد
لا رو نوھست پہ پندارم سرکش ز قدیم — رفت نمرود کنوں نوبت شداد آمد
اے عروس ستم برٹش اینک وقت است — حجلۂ جس بیمار اے کہ داماد آمد
جس اگر نیست کنوں منزل مقصود خواص — چوں پئے نزھت آں شوکت دآزاد آمد
گرچہ بنیاد گورنمنٹ قوی است ولے — جس سیلے است کہ آں برسر بنیاد آمد

۱۳۴۵ھ، ۱۹۲۶ء میں جب سعودی عرب میں مزارات مقدسہ کو مہندم کیا جانے لگا، اس کے خلاف آواز اٹھانے اور امت مسلمہ کے جذبات سے آگاہ کرنے کے لئے جب موتمر عالم اسلامی کے تعاون سے ایک وفد سلطان ابن سعود سے ملنے کے لئے گیا تو اس وفد میں آپ بھی شریک تھے۔ جبکہ آپ کے علاوہ اس دورہ میں محمد علی، شوکت علی اور علامہ سر سید سلیمان ندوی بھی شامل تھی، اس وقت آپ نے یہ اشعار کہے۔

بے جرم دبے گناہ وہابی تو در بقیع
آزردہ، برائے چہ اولاد مصطفیٰ
بارے دگر بسان یزید اے یزید نجد
کردی باھل بیت رسول ایں قدر جفا

در سر زمین یثرب گوئی ز ظلم تو

آمد بجوش خون شہیدان کربلا

اہل زمین چہ بلکہ ملائک برآسماں

ہستنداز جفائے تو درنوحہ و عزا

بے غم مشوز کیفر کردار خود چو ہست

رنج رسول باعث رنجیدن خدا

ایمن مشوکہ دست مکافات آسمان

ہمنوارہ از شفق نہ بود وست درحنا

ایک اور مقام پر لکھتے ہیں ۔

این وھابی منشاں مدعیان سنت

می نمایند ہمہ پیروئی بولہبی

نہ توانند کہ راضی بنمایند خدا

تاتو اے خواجہ دیں برسرشاں درغضبی

انگریزوں کے مظالم جب بڑھ گئے اور برطانوی حکومت سے جب آپ کو عدل و انصاف کی توقع نہ رہی تو آپ نے یہ اشعار فرمائے ۔

تابکے ظالم پئے آز ارمابندی کمر

برسر عشاق بے جرماں رو اداری ضرر

عشق ماہر گز بہ چشم کم مبین کیں قوتے ہست

چیست جائے تو کہ آں مغلوب نتواند بشر

مہرہ احوال مسلم گر بصد ششدر رفتہ

خم نہ خواھد کر دہشت از پئے تسلیم سر

تحریک پاکستان میں آپ نے بھرپور طریقہ سے حصہ لیا اور مسلم لیگ کا ہر طرح سے ساتھ دیا حتیٰ کے ۱۳۶۱ھ ، ۱۹۴۲ء میں آپ سندھ میں مسلم لیگ کے

صدر رہے اس کے علاوہ جمعیت العلماء ضلع تھرپارکر کی صدارت پر بھی آپ سالہا سال فائز رہے اور اسطرح ملک و ملت کی بھرپور خدمات انجام دیتے رہے۔

اوصاف و شمائل:۔ آپ بیحد متقی و پرہیزگار اور شب زندہ دار تھے تقوے کا یہ عالم تھا کہ لکھنؤ سے نکلنے والے ایک اخبار "سچ" میں یہ فتویٰ شائع ہوا کہ ولایتی چینی میں ہڈیوں اور کچھ ناپاک اجزاء کی ملاوٹ ہوتی ہے یہ سن کر آپ نے اس چینی کا استعمال ترک فرما دیا حتیٰ کے تین سال کے بعد جب دوبارہ اخبار میں وضاحت آئی کہ پاک چیزیں اس چینی میں استعمال کی جاتی ہیں تب آپ نے اس کا استعمال شروع کیا پرہیزگاری کی اس سے بڑی اور کیا مثال ہوگی کہ اپنے والد گرامی کے باغ سے کبھی آپ نے ان کی اجازت کے بغیر کوئی پھل نہیں لیا۔ عبادت گزاری کا یہ عالم تھا کہ آپ خود آخری عمر میں فرمایا کرتے تھے کہ سات سال کی عمر سے لیکر آج تک الحمد للہ میری نماز کبھی قضا نہیں ہوئی۔ حتیٰ کے تہجد کی نماز بھی آپ نے کبھی نہیں چھوڑی۔ لوگ اکثر آپکو اپنے مقدمات کے فیصلہ کے لئے ثالث مقرر کرتے تھے، اس وقت آپ اتنی احتیاط کرتے تھے کہ کسی فریق کا نہ کھانا کھاتے تھے اور نہ ان سے کوئی ھدیہ اور تحفہ قبول کرتے تھے زور خطابت کا یہ عالم تھا کہ جس موضوع پر آپ تقریر فرماتے تھے وہ لوگوں کے دلوں میں گھر کرتی چلی جاتی تھی۔

ارادت مجدد الف ثانی:۔ اپنے مورث اعلیٰ اور نقشبندی سلسلہ کے امام حضرت امام ربانی مجدد الف ثانی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے آپ کو والہانہ ارادت اور محبت تھی، اس کا اندازہ اس واقعہ سے بخوبی ہو سکتا ہے کہ ایک دفعہ آپ حضرت امام ربانی کے روضہ پر حاضری کے لئے سرھند شریف گئے، ایک روز وہاں کے آستانہ کے سجادہ نشین حضرت خواجہ محمد صادق آپ کے پاس ایک طشت لیکر آئے جس میں بہت سے تبرکات کے علاوہ حضرت امام ربانی کے مزار پر انوار کی

چادر بھی تھی اور انہوں نے فرمایا کہ کئی روز سے مسلسل حضرت امام ربانی مجھے خواب میں نظر آرہے ہیں اور مجھے حکم فرماتے ہیں کہ فلاں فلاں تبرک محمد اسماعیل جان سرھندی کو جا کر دیدو۔ لیکن مجھے ہر بار سستی آجاتی تھی آج رات حضرت امام ربانی نے بہت تاکید فرمائی ہے لہذا آپ کی امانت آپ کے سپرد کر رہا ہوں، خواجہ محمد اسماعیل جان نے وہ تبرکات اور وہ چادر لیکر اپنے سر اور آنکھوں پر رکھا اور وصیت فرمائی کہ اس چادر مبارک کو میرے جنازہ پر رکھنا تاکہ اس کے صدقہ میں خدا کی رحمت مجھ پر نازل ہو جائے۔ چنانچہ آپ کی وصیت کے مطابق وہ چادر آپ کے جنازہ پر رکھی گئی۔

عشق رسول:۔ آنحضرت صلیٰ اللہ علیہ وسلم کے عشق اور محبت سے آپ سرشار تھے یہی وجہ ہے کہ مرض الموت میں آپ کو دو تین مرتبہ آقائے مدنی صلی اللہ علیہ وسلم کی زیارت نصیب ہوئی، اس سے پہلے بھی کئی بار آپ کو یہ سعادت حاصل ہو چکی تھی آپ کے دیوان روشن" کا اکثر کلام نعتیہ اشعار پر مشتمل ہے اور اس کا ایک ایک شعر ایسا ہے جس سے عشق و محبت کی خوشبوئیں مہکتی ہیں۔ بطور نمونہ آپ کا کچھ نعتیہ کلام تحریر کیا جاتا ہے۔

کے بود آں دم کہ آئم سوئے تو یا مصطفیٰ
ہمچو خاک رفتم بخاک کوئے تو یا مصطفیٰ

ہمچو شبنم خیزم از ملک وجود خود زشوق
گر تبابد آفتاب روئے تو یا مصطفیٰ

مہر روشن بہتر از کحل الجواھر آن بود
گر رسد گردے زخاک کوئے تو یا مصطفیٰ

۔۔۔۔۔۔

اے بادشاہ ملک رسالت کہ مثل تو

یک کس ندیدہ ام بہ جہاں درخور ثناء

یا سید الخلائق تذکیر روضتک

قلبی یہیم و یحزن فی الصبح والمساء

یا لیت فی مدینتک کنت ساکناً

ما زال کان فی بصری بابک العلیٰ

مالی سواک مستند فی جمیع حال

عند الملیک اشفع لی شافع الوریٰ

از راہ لطف روشن ناچیز ہچو خس

کن جذب سوئے خویش بمانند کھربا

بیا سوئے مدینہ تابیابی صد قرار ایں جا ظل لنجا سبزہ لنجا گلشن لنجا جوئبار لنجا
چہ خوش باشد کہ سازم فرش راہ سید الکونین دل ایں جا دیدہ ایں جا سینہ ایں جا جسم زاریں جا
زفرط حب سردار جہاں دانم، چویک لمحہ مہ ایں جا سال ایں جا مدت ایں جا روزگار ایں
جا

بصبح و شام روشن از خدائے ذوالمنن خواھد

مکان اینجا وطن اینجا جوار اینجا مزار ایں جا

نرگس سیراب بکشا یا نبی اللہ زخواب

کمترین امتانت بین بہ احول خراب

روئے تو بدر الدجی کوئے تو کہف الوریٰ

نطق تو آب حیات و دست جود تو سحاب

انبیاء راضیت باذات شریفت نسبتے

بلکہ اوشاں ہچوں نجومند و توئی چوں آفتاب

یا شفع امزنبین یا رحمۃ للعالمین

من سگ کوئے تو ام روازسگ کویت متاب

از حریمت حلقہ در گونہ ام بیرون مکش

زانکہ ملجائے ندارم در جہاں جزایں خراب

گر امید مغفرت دارم بلطفت آرزو است

ورنہ فعل قابل غفران نکردم اکتساب

می شر و آں دم کہ روشن فرق خود ساید بچرخ

یا بدار جا بردرت اے خسرو گردوں رکاب

تصانیف:۔ آپ کے علمی اور ادبی شہ پارے مندرجہ ذیل ہیں ۔

(۱) دیوان روشن (فارسی) مطبوعہ آپ کے فارسی کلام کا مجموعہ ۔

(۲) انشائے روشن (فارسی)

(۳) نسیم چمن نفتحہ الیمن ، کی طرز پر فارسی میں آپ نے یہ کتاب تحریر فرمائی ہے ۔ دو سو صفحات پر مشتمل اس کتاب میں حکایات اور ضرب المثل تحریر فرمائی ہیں ۔

(۴) جواہر نفیسہ تین سو سفحات کی اس کتاب میں فارسی کے اندر مسائل تصوف بیان کئے گئے ہیں ۔

(۵) دیوان روشن (سندھی) آپ کے کہے ہوئے سندھی اشعار مناجات اور غزلیات کا مجموعہ ۔

(۶) خطبات سندھی جمعہ اور عیدین کے خطبات سندھی زبان میں ۔

شاعری:۔ آپ نہ صرف یہ کہ فارسی میں اشعار کہتے تھے بلکہ عربی ، اردو ، پشتو ملتانی ، سرائیکی زبانوں میں بھی فی البدیہہ اشعار کہا کرتے تھے ۔ چنانچہ ھاشم مخلص (مدیر اخبار مسلمان) کے جواب میں آپ نے برداشتہ قلم دو سو اشعار

سندھی زبان میں تحریر فرمائے ۔ اور اس میں سے چند اشعار بعد میں اپنے صاحبزادے محمد اسحاق جان کے نام سے " اخبار حنیف " میں بھی آپ نے شائع کرائے ۔ آپ کے اشعار ندرت اسلوب تشبیہات ، استعارات سے بھرے پڑے ہیں ۔

وفات:۔ باون سال کی عمر میں ۱۳۶۱ھ کے اندر کراچی میں آپ نے وصال فرمایا اس وقت آپ کے والد بھی حیات تھے ۔ آپ کی میت کراچی سے بذریعہ ریل گاڑی آپ کے آبائی قبرستان لائی گئ اور " کوہ گنجہ " (ٹنڈو سائیں داد کے قریب) میں آپ کو دفن کردیا گیا ۔

خلفاء:۔ آپ چونکہ عام طور پر بیعت نہیں فرماتے تھے اس لئے بہت کم آپ کے مریدین ہیں ۔ آپ کے صرف ایک خلیفہ تھے ، " ماسٹر محمد اسماعیل قریشی " ۔

اولاد:۔ آپ کے تین صاحبزادے اور چار صاحبزادیاں تھی ، صاحبزادوں کے اسماء گرامی یہ ہیں ۔

۱ ۔ محمد اسحاق جان　　۳ ۔ محمد ابراہیم جان　　۴ ۔ عبدالمجید

حالات ماخوذ از (۱) مونس المخلصین ، عبداللہ جان عرف شاہ آغا ، مطبوعہ ، کراچی ۱۳۶۶ھ ۔
(۲) مقدمہ دیوان روشن ، محمد اسحاق جان ، مطبوعہ ۱۳۸۱ھ ۱۹۶۱ء
(۳) دیوان روشن ، محمد اسماعیل روشن مطبطعہ ۱۳۸۱ھ ۱۹۶۱ء
(۴) بیان روشن ، ڈاکٹر غلام مصطفی خان ، مطبوعہ ، ۱۳۸۱ھ ۱۹۶۱ء
(۵) مقالہ ٹنڈو محمد خان کے اولیائے سرہند ۔

محمد ابراہیم جان خلیل

حضرت پیر محمد اسماعیل (روشن) کے روشن گھرانے کی ایک روشن شمع علوم ظاہری و باطنی کے جامع، عالم با عمل، عارف کامل، عابد و زاہد حضرت پیر محمد ابراہیم جان سرہندی مجددی دامت برکاتہم العالیہ۔ جو آج بھی سامارو ضلع تھرپارکر (سندھ) میں مجددی اور سرہندی مسند رشد و ہدایت پر جلوہ ساماں ہیں اور مخلوق خدا کی رہبری و ہدایت فرما رہے ہیں۔

ولادت: ۔ آپ کی ولادت باسعادت ۸ رمضان المبارک ۱۳۳۴ھ، ۱۹۱۶ء کو ہوئی۔ آپ کا اسم گرامی محمد ابراہیم جان تخلص خلیل اور کنیت ابوالعلاء ہے، آپ کے والد گرامی محمد اسماعیل روشن نے آپ کی تاریخ ولادت کہی جو درج ذیل ہے۔

باز از لطف کردگار کریم — بہ من از رحمتش وزید نسیم
رست در بوستاں امیدم — نونہالے مدار فضل جسیم
برسر طور فضل عالم را — ید بیضا نمود ہمچو کلیم
جملہ اسباب۔ بہجت و شادی — شدز فضل خدا بہ من تسلیم
تاجہاں باد۔ در جہاں باشد — خرم و شاد بہرہ مند سلیم
چوں خلیل اللہ ز آتش آفات — بہ امانے بماند ابراہیم
علم و فضلش جہاں نصیب شود — کہ نیاید بہ حیطہ ترقیم
روشنا ہست نور دیدہ تو — باسر دل "غلام ابراہیم"

۱۳۳۴ھ

تعلیم و تربیت :۔ فارسی اور عربی کی تعلیم آپ نے اپنے والد بزرگوار محمد اسماعیل روشن اور جد بزرگوار خواجہ محمد حسین سرھندی سے حاصل کی اس کے بعد آپ کو سندھ مدرستہ الاسلام کراچی میں داخل کر دیا گیا تاکہ آپ انگریزی کی مروجہ تعلیم حاصل کر سکیں لیکن یہ وہ زمانہ تھا جب انگریزی تعلیم کو برا سمجھا جاتا تھا ، چنانچہ آپ کو وہاں سے اٹھا لیا گیا اور طبیہ کالج دھلی میں داخل کر دیا گیا جہاں آپ نے طب کی تعلیم حاصل کی ۔ الغرض آپ نے علوم دینیہ اور فنون عربیہ میں کامل دسترس حاصل کر لی ۔

دینی و علمی خدمات :۔ سامارو کے "گوٹھ گلزار خلیل" میں آپ ایک طرف رشد و ہدات اور طب و حکمت کے ذریعہ مخلوق خدا کی خدمت میں مصروف ہیں تو دوسری طرف اسی گاؤں میں آپ نے ایک دارالعلوم قائم کیا ہے جس میں قرآن و حدیث فقہہ و تفسیر کی تعلیم دی جاتی ہے اب تک ہزاروں طلباء اس سے اکتساب فیض کر کے جا چکے ہیں ۔ اس کے علاوہ قرب و جوار اور دور و نزدیک کے لوگ اپنے جھگڑے اور تنازعے آپ کی خدمت میں لے کر آتے ہیں اور آپ فریقین کی موجودگی میں شریعت کے مطابق ان کے فیصلے کراتے ہیں ، بعض دفعہ علماء کے درمیان کسی مسئلہ پر اختلاف ہو جائے تو حیدرآباد میں میرے والد گرامی کے "دارالعلوم" رکن الاسلام جامعہ مجددیہ میں خصوصی طور سے ایک آدمی بھیج کر شرعی فتویٰ حاصل کرتے ہیں اور اس کی روشنی میں فیصلہ صادر فرماتے ہیں ۔

بعض دفعہ اپنے دارالعلوم کے لئے قابل استاذ اور مدرس کی ضرورت ہوتی ہے تو اس سلسلہ میں بھی اس ہی دارالعلوم کی خدمات حاصل کرتے ہیں ۔

خدمت دین کا بڑا جذبہ رکھتے ہیں ، لادینیت کیخلاف تحریک ہو یا سوشلزم بدعقیدگی کے خلاف جہاد ہو یا وھابیت کے خلاف ملتان کی سنی کانفرنس ہو یا

رائے ونڈ کی الغرض ہر تحریک میں آپ آگے آگے نظر آتے ہیں ۔ آجکل زکواۃ و عشر کمیٹی صوبہ سندھ کی مجلس عاملہ کے ممبر بھی ہیں ۔ دیو بندی اور وہابی مذہب کے سخت خلاف ہیں اور اس کے خلاف اپنے مریدوں کو تلقین فرماتے رہتے ہیں ۔

نثر نگاری :۔ فارسی ، اردو ، سندھی ، تینوں زبانوں پر کامل عبور ہے ۔ اور تینوں زبانوں میں تحریر و تقریر فرماتے ہیں ۔ فارسی میں لکھا ہوا آپ کا ایک مکتوب گرامی جو راقم الحرف کو آپ نے ارسال فرمایا اس سے اقتباس بطور نمونہ تحریر کیا جاتا ہے ۔

جناب فضائل مآب حضرت ابوالخیر صاحبزادہ محمد زبیر دام الطافہ دعنایتہ

السلام علیکم و رحمۃ اللہ و برکاتہ

مرسلہ روئداد مدرسہ رکن الاسلام برسید از حالات مدرسہ و کوائف ترقیات بسیار خوشنود گر دیدم حضرت حق جل مجدہ مدرسہ ایشاں را تابہ منتہائے کمال برساندو ایشانرا نیز چناچہ بہ علوم ظاہری فائز فرمودست بہ علوم باطنی (تصوف و سلوک) بہ کمال بر ساند حضرت قبلہ مفتی صاحب دامت برکاتہم را حضرت حق جل مجدہ عمر دراز بمعہ صحت و تندرستی و توانائی بدن عنایت کندا ما قانون قدرت چنیں واقع شدہ است کہ مسند اب بہ ابن صالح آراستہ می شود ۔ دوام و استمرار ذات خدا وندی را سز اوار ست انسان فانی است چنین نشود کہ قدر نعمت خانگی رانہ شناسد و بعد از زوال نعمت کف حیرت سانید " (۱)

راقم الحروف پر آپ کی خصوصی نظر کرم ہے ، کئی مرتبہ میرے والد گرامی حضرت مفتی محمد محمود صاحب الوری رحمۃ اللہ علیہ سے ملاقات کے لئے گھر پر تشریف لاتے رہے ہیں جب کبھی یہ فقیر خود آپ کے دولت خانہ پر حاضر ہوتا ہے تو خصوصی الطاف و کرم سے سرفراز فرماتے ہیں ۔

والد گرامی نے " حج " کے موضوع پر ایک کتاب تصنیف فرمائی وہ کتاب

جب راقم الحروف نے حضرت پیر ابراہیم جان کو ارسال فرمائی تو آپ نے اس کے مطالعہ کے بعد ایک والانامہ ارسال فرمایا، جس کے کچھ اقتباسات نقل کئے جاتے ہیں ۔ اس سے آپ کی اردو میں نثرنگاری کا بخوبی اندازہ کیا جاسکتا ہے ۔

" مسائل فقہیہ ایسے دلکش اور دلنشیں انداز میں لکھے گئے ہیں کہ پڑھنے پر دل خوش ہو جاتا ہے ، علماء پر جو یہ اتہام لگایا جاتا ہے اور نہ فقط اتہام ہے بلکہ حقیقت بھی کچھ اس طرح کی ہے کہ علماء کے مضامین ادب کی رنگینیوں ادبی نزاکتوں سے یکسر خالی ہوتے ہیں ۔ حضرت مولانا مفتی صاحب مدظلہ العالی نے جو انداز نگارش اختیار فرمالیا ہے وہ ایسا مروح الارواح اور مفرح القلوب اور منور الابصار ہے کہ کتاب ہاتھ میں اٹھانے کے بعد چھوڑنے کو جی نہیں چاہتا ہے ہم نے بھی بکریاں نہیں چرائی ہیں عمر کتابوں میں گزاری ہے حج کے متعلق بھی کئی کتابیں حتیٰ کے المناسک (ملا علی قاری) وغیرہ دیکھی اور پڑھی ہیں لیکن ایسی کتاب نہیں دیکھی ہے اس کتاب کو " جواہر اسرار " در شہوار ، اور ادبی شاھکار کہنا چاہیئے " ۔ (۲)

جب آپ زکوۃ اور عشر کمیٹی صوبہ سندھ کے اہم عہدہ پر فائز ہوئے تو زکوۃ سے متعلق مسائل کی تحقیق اور تدقیق کے لئے راقم الحروف کے والد گرامی کے ذاتی کتب خانے سے کچھ کتابیں مطالعہ کے لئے لیکر گئے جس میں ایک فتاویٰ رضویہ بھی تھی اس کے مطالعہ کے بعد آپ نے اپنے ایک مکتوب گرامی میں اس فقیر کو تحریر فرمایا ۔

" دونوں کتابیں فقہ الزکواۃ (دو جلدیں) فتاویٰ رضویہ ایک جلد ارسال خدمت ہے فتاویٰ رضویہ سے پتہ چلا کہ علامہ احمد رضا خاں بریلوی رحمۃ اللہ علیہ اپنے وقت کے بے مثال اور

وحید الدھر عالم تھے ۔ میں نے فتاویٰ رضویہ منگائی ہے چار جلدیں ملی ہیں پانچواں فی الحال نہیں ملا ہے ۔ کتب خانہ والوں نے لکھا ہے کہ وہ بھی جلد بھیجیں گے "۔ (۳)

شعر و شاعری:۔ شعر و شاعری کا ملکہ آپ کو ورثہ میں ملا ہے ، کیونکہ آپ کے والد گرامی محمد اسماعیل روشن ٹنڈوسائنداد کے سرھندیوں کے واحد صاحب دیوان شاعر تھے اور شعر و شاعری میں بڑا بلند مقام رکھتے تھے ۔ اسی لئے پیر ابراہیم جان خلیل بھی شروع ہی سے شعر کا ذوق رکھتے ہیں ، فارسی اور سندھی دونوں زبانوں میں بہت عمدہ اشعار کہتے ہیں ۔ سلاست ، برجستگی ، شگفتگی ، رنگین بیانی آپ کے کلام کی بنیادی خوبیاں ہیں ، بطور نمونہ آپ کے چند اشعار تحریر کئے جاتے ہیں جو آپ نے اپنے ماموں پیر عبدالستار جان کے صاحبزادے کی ولادت پر کہے تھے ۔

این چہ خوش آمد پیکر دواں — رقص کناں و نعرہ زماں
شکر خدا ایش ورد زبان — گفت کہ بعد از طول زماں
باز عطاء شد از رحمان — پور بہ حضرت خالد جان

آنکہ بفضل و علم و عمل — نام نکویش گشت مثل
ھر کہ بذاتش داشت امل — یافت مراد خود بہ عجل
عبدالستار آں شیخ اجل — ہادی برحق پیر جہاں

آنکہ بورع و زھد و تقا — آنکہ بفہم و فکر رسا
آنکہ بلطف وجود و عطا — آنکہ بوصف مہر و وفا
نیست نظیرش زیر سما — نیست مثالش در دوراں

مطلع مہر مہر و کرم مخزن گنج علم و حکم
منبع عین فیض و اعم بدر منیر لیل ظلم
احسن خلق و خلق و شیم صاحب حسن بے پایاں

پور عطایش شد از رب قرۃ عیں ام و اب
آنکہ بہ اصل و نسل و نسب ہست نجیب او بل انجب
شاد شد اہل ھند و عرب شاد شد اھل پاکستان

جملہ جہاں شد چوں گلشن روئے زمین شد صحن چمن
شد چوں عروس دیں دیر کہن خرم و شاداں مردو زن
رفت ز عالم رنج و محن عیش بہ عالم شد از راں

شکر خدا بے حد و عدد آنکہ بہ شیرے داد رسد
احسن و اجمل وہم اسعد باد بہ ذاتش تابہ ابد
روشن نام اب وجد باد بہ عالم فیض رساں

فکر خلیل خرد جہاں جست چوں سال مولدآں
صاحب مجد و عزو نشاں صدر نشین بزم جہاں
ھاتف غیبش گفت چناں گوھر تاباں نورفشاں

۱۳۷۲ھ

حضرت پیر عبدالسلام کے انتقال پر آپ نے قطعہ تاریخ ولادت و وفات یوں فرمایا۔

چشمہ فیض جہانے بسن میلادش سال ترحیل بگو رفت تجلی نور
۱۳۰۷ھ ۱۳۷۹ھ

گفت ھاتف سال وصل آں شہ عالی مقام   دیدہ بایدعاشق و معشوق حق عبدالسلام

۱۳۷۹ھ

آپ مزاحیہ شاعری بھی فرمایا کرتے ہیں ، آپ کے ایک سفید ریش مظہر صاحب نامی دوست تھے جنہوں نے اپنی سفید داڑھی میں کالا خضاب لگایا تو اس پر آپ نے طویل مزاحیہ نظم لکھی جس کی ابتداء ان اشعار سے ہوتی ہے ۔

راہ میرفت حضرت مظہر   دیدنا گاہ یک . عجب منظر

در ہجوم زناں کہ میر فتنہ   میخرامد بہ نازیک دختر

اور اس کے آخری اشعار ہیں ۔

میں داریم بہ طیبب خاطر خویش   از در خود برآمدہ در بر

شاعر ایں خضاب مظہر ست   اثر عشق آں پری پیکر

۱۔ مکتوب گرامی پیر ابراھیم جان سرھندی بنام راقم الحروف ، مرسلہ ۲۲ نومبر ۱۹۷۶ء

۲۔ مکتوب پیر ابراھیم جان سرھندی بنام راقم الحروف ، مرسلہ ۲۲ ذی الحجہ ۱۳۹۶ھ

۳۔ مکتوب پیر ابراھیم جان سرھندی ، بنام راقم الحروف ، مرسلہ ۲۸ جمادی الاولی ۱۴۰۱ھ

حالات ماخوذ از (۱) ٹنڈو محمد خاں کے سرھندی اولیاء ۔

حافظ اسماعیل نقرج

" پین " تحصیل کپرہ ضلع تھرپار کر کے رہنے والے حاجی حافظ اسماعیل نقرج ایک سادہ لوح اور سادہ مزاج انسان تھے اور حضرت خواجہ محمد حسن جان سرھندی کی صحبت میں رہ کر عابد و زاھد اور عارف بن گئے تھے ۔

آپ کا شمار حضرت خواجہ محمد حسن جانؒ کے پرانے مصاحبین میں ہوتا ہے ، چناچہ ٹکھڑ میں جب حضرت خواجہ نے حفظ قرآن مکمل کیا تو حضرت خواجہ کے والد گرامی نے حافظ اسماعیل صاحب ہی کو آپ کے ساتھ دور کرنے کے لئے مقرر کیا ، اس کے بعد سے آپ کا ہمیشہ یہ معمول رہا کہ رمضان شریف کے آتے ہی آپ ٹنڈوسائینداد آجاتے اور یہاں حضرت خواجہ محمد حسن جان سے دور فرمایا کرتے تھے ، اور تراویح میں ایک ختم قرآن آپ کرتے تھے اور حضرت خواجہ سامع ہوتے تھے اور دوسرے ختم قرآن میں آپ سامع ہوتے تھے اور حضرت خواجہ ختم فرمایا کرتے تھے عید کے موقعہ پر رخصت ہو کے اپنے گھر واپس تشریف لیجایا کرتے تھے ، برسوں آپ کا یہ معمول رہا ۔

۱۳۲۲ھ میں جب حضرت خواجہ نے سفرحج فرمایا تو آپ بھی اس سفر میں همراہ تھے ۔

وظائف :۔ آپ اپنے اورا دو وظائف کے بڑے پابند تھے ، بالخصوص دلائل الخیرات قصیدہ بردہ اور قصیدہ غوثیہ آپ کو اچھی طرح زبانی یاد تھے اور ہمیشہ اس کو اپنے وظیفہ میں رکھتے تھے ۔ اور بعض دفعہ کسی ایک رات میں ایک دو مقتدی کیساتھ پورا قرآن ختم کر لیا کرتے تھے ۔

علمی کمالات :۔ آپ بڑے ماہر عربی اور فارسی داں تھے ۔ بڑے خوش نویس بھی تھے بہت سی کتابیں عربی رسم الخط میں آپ نے حضرت خواجہ کے لئے نقل فرمائیں ، تعویذ ، عملیات اور دائروں کے پر کرنے میں آپ مہارت تامہ رکھتے تھے رمل اور جفر بھی خوب جانتے تھے ، لوگ دور دراز سے آپ کے پاس تعویز لینے کے لئے آیا کرتے تھے ۔ آپ بہت منکسر المزاج تھے ۔

" پیں " میں ہی آپ نے وفات پائی اور یہیں مدفون ہوئے ۔

حالات ماخوذ از مونس المخلصیں ، عبداللہ جان عرف شاہ آغا ۔ مطبوعہ کراچی ۔

محمد علی مجذوب عمرکوٹی

عمر کوٹ کے رہنے والے یہ باکمال مجذوب حضرت خواجہ محمد زماں لواری شریف والوں کے تربیت یافتہ مریدوں میں سے ہیں۔

بچپنہ:۔ بچپنہ میں آپ لواری شریف کے لنگر خانہ کا پانی بھرا کرتے تھے۔ لیکن آثار ولایت اس وقت سے ہی آپ کی پیشانی سے ہویدا تھے۔ چنانچہ ایک روز حضرت خواجہ محمد زمانؒ نے آپ کو اتنی محنت اور خدمت کرتے دیکھ کے فرمایا کہ اس بچہ کی اتنی بلند استعداد ہے کہ بشریت سے بھی ماوراء ہے" چنانچہ ایسا ہی ہوا اور یہ بچہ بڑے ہو کر ایک کامل ولی بنا اور مجذوبانہ کیفیت ایسی طاری ہوئی کہ تمام دنیا اور دنیا والوں سے تعلقات منقطع کر کے ہمہ تن اللہ کی یاد میں مہنمک ہو گیا۔

اپنے مرشد کے انتقال کے بعد مرغوب الاحباب کے مصنف میر نظر علی خان تالپور کے پاس رہنے لگے تھے اور کبھی کبھی سیر و سیاحت کے لئے بھی نکل جاتے تھے۔

حالات جذب:۔ درویش سدھا تورائی فرماتے ہیں کہ محمد علی مجذوب مجھ سے کہا کرتے تھے کہ مستی اور ہوشیاری دونوں حالتیں میرے ہاتھ میں اور میرے قبضہ میں ہیں۔ میں جب چاہوں جونسی حالت چاہوں اختیار کر سکتا ہوں لیکن جذب و مستی کی کیفیت اور حالت میں مجھے زیادہ کیف و سرور حاصل ہوتا ہے۔ اور اس حالت میں میں زیادہ آسودہ حال رہتا ہوں۔

محبت رسول:۔ آپ کے تعلق رسول اور محبت رسول کا اس واقعہ سے بخوبی

اندازہ ہو سکتا ہے کہ ایک دفعہ گرمی میں آپ نے تین روز تک نہ کچھ کھایا اور نہ کچھ پیا اس ہی حالت میں ایک عورت گرم گرم روٹی سالن اور ٹھنڈا پانی آپ کے لیے لیکر حاضر ہوئی لیکن آپ نے اس کھانے کی طرف ہاتھ نہیں بڑھایا جب دوستوں نے کھانے کا اصرار کیا تو آپ نے مائی کو مخاطب کر کے فرمایا کہ بتا تو کس کی پیدا کردہ ہے؟ اس عورت نے کہا کہ اللہ کی۔ پھر آپ نے اس سے پوچھا اچھا بتا تو کس کی اُمتی ہے؟ اس ان پڑھ عورت نے پھر وہی جواب دیا کہ اللہ کی،اس پر آپ نے غصہ میں فرمایا کہ جس کو اپنے نبی کی پہچان نہیں اس کا کھانا کبھی نہیں کھانا چاہیے" یہ فرما کر آپ نے اس کا کھانا واپس کر دیا۔

پسندیدگی :۔ گڑ والی روٹی جسے سندھی زبان میں " بسری " کہتے ہیں آپ کو بہت پسند تھی ۔ چنانچہ جب کسی بھی شخص کو کوئی مشکل پیش آتی تھی اور وہ آپ سے دعا کرانا چاہتا تھا تو آپ کے لئے یہی روٹی لیکر آتا تھا چنانچہ آپ خوش ہو کر اس کے لئے دل سے دعا فرمادیا کرتے تھے اور اس کی مشکل اس ہی وقت آسان ہو جاتی تھے ۔ صاحب تذکرہ مشاہیر سندھ دین محمد وفائی لکھتے ہیں کہ آپ کی زندگی میں اس طرح کے سینکروں واقعات گزرے ہیں اور بارہا لوگوں نے اس کا تجربہ کیا ہے کہ جب آپ نے خوش ہو کر دعا کی تو اللہ نے اس ہی وقت مشکل آسان کر دی ۔

وفات :۔ آخیر عمر میں آپ نے عمر کوٹ میں سکونت اختیار کر لی تھی ۔ ایک دن یہاں ایک تالاب کے کنارے آپ دوڑ رہے تھے اور فرماتے جاتے تھے کہ " یہاں غوطہ لگاؤں اور لواری میں جا کر سر نکالوں " ابھی یہ الفاظ زبان پر تھے کہ آپ کو ٹھوکر لگی اور آپ اس ہی تالاب میں گر کر جاں بحق ہوگئے ۔ اور چند لمحہ

قبل جس مرشد کی یاد بے چین کر رہی تھی روح اس ہی کے آغوش میں پہنچ گئی

یہیں حوض کے کنارے آپکو دفن کر دیا گیا۔

حالات ماخوذ از تذکرہ مشاہیر سندھ، دین محمد وفائی، ج ۳ ص ۱۵۰۔

"سندھ کے صوفیائے نقشبند" کے مؤلف

صاحبزادہ ڈاکٹر ابوالخیر محمد زبیر کی دیگر تصنیفات

(۱) **بزم جاناں** :۔ (پاک و ہند کی عظیم روحانی شخصیات حضرت خواجہ محمد رکن الدینؒ اور حضرت شاہ مفتی محمد محمود الوریؒ کے حالات)

(۲) **تجلیات ضیائے معصوم** :۔ (افغانستان کی ایک عظیم روحانی شخصیت حضرت خواجہ ضیائے معصوم کابلی افغانی اور ان کے آباؤ اجداد اور ان کی اولاد امجاد کے حالات)

(۳) **جدید طبی مسائل کا شرعی حل** :۔ (پلاسٹک سرجری، اعضاء کی پیوند کاری، بیوی کو خون دینا، الکحل ملی دواؤں کا حکم روزہ میں انجکشن اور ڈرپ وغیرہ کا حکم)

(۴) **درس قرآن** :۔ (بعض اہم عقائد و اعمال سے متعلق منتخب آیات کا ترجمہ اور مختصر سی تفسیر پر مشتمل ایک تربیتی نصاب)

(۵) **درس حدیث** :۔ (بعض اہم عقائد و اعمال سے متعلق منتخب احادیث کا ترجمہ اور تشریح پر مشتمل ایک تربیتی نصاب)

(۶) **حق نبی** :۔ (ایک علمی بحث مقتدر علماء کی تصدیقات کے ساتھ)

(۷) **رحمۃ للعالمین کی دعائیں** :۔ مختلف مواقع پر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے منقول معتبر دعاؤں کا مجموعہ)

(۸) **فتاوی** :۔ مختلف فقہی موضوعات پر لکھے ہوئے سوالوں کے محققانہ اور دلائل سے مرصع جوابات)